قال الله تعالى وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مقصوده دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے ناس

حاضر باشد بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیه یعنی دینیه که مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی پس اتباعا للنص المزبور صحیفه شهریه که مستدرج ست بتدریج شهور

مسمی به

الهادی

جلد ۴	بابت جمادی الاولی سنه ۱۳۴۶ھ	نمبر ۱

که جامع ست انواع علوم دینیه را برائے طالب هادی و مذکر ست در هر مجلس نادی

و مسکن ست برائے هر جائع و صادی بطور ترجمه رساله ترغیب و ترهیب و تسهیل المواعظ

و حل انتباهات که کلید مثنوی ست و شرف اسیر الروایات که اکثر آن مستفاد ست باز

درگاه ارشادی یعنی خانقاه اشرفی امدادی باداره محمد عثمان خان [illegible]

در محبوب المطابع دهلی مطبوع گردید

از کتب خانه اشرفیه [illegible]

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

صفحہ	صاحب مضمون	فن	مضمون	نمبر شمار
۳	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہ	حدیث	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	۲
۱۱	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	وعظ	تسہیل المواعظ	۲
۱۹	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہٗ	کلام	حل الاشتباہات	۳
۲۷	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	تصوف	کلید مثنوی	۴
۳۵	.... ایضاً	حدیث	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	۵
۳۹	مولوی حبیب احمد صاحب حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	تصوف سیر	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	۶
۴۳	مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی	سیر	سیرۃ الصدیق	۷

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ مع ٹائیٹل تین جز کا کردیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے تمام سرنامہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاوے وہ جبتک قیمت پیشگی نہ بھیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔ اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم وسوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

ترغیب ان آیات و اذکار کے بارے میں جو صبح شام پڑھنی چاہئیں

حضرت معاذ بن عبداللہ بن خبیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سخت اندھیری بارش والی رات کو اس ارادے سے چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کریں تاکہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھیں جب ہم آپ کی خدمت میں پہونچگئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" میں نے کچھ نہیں پڑھا (اور خاموش رہا کیونکہ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا پڑھوں) آپ نے مکرر ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" میں نے پھر کچھ نہ پڑھا پھر آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" (اب کی مرتبہ) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا پڑھوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت اور شام کے وقت تین تین بار قل ھو اللہ اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھا کرو یہ دسورتیں) تمام (دنیا کی بری بھلی) چیزوں سے تمہیں کفایت کریں گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے بلفظ روایت کیا ترمذی نے حسن صحیح غریب کہا نسائی نے مسند و مرسلاً روایت کیا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی صبح کے وقت تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور (اس کے ساتھ) آخر سورۃ الحشر کی تین آیتیں روزانہ پڑھ لیا کرے اللہ پاک ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمائیں گے جو اس کے لئے شام تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر وہ اسی دن میں مر جائیگا تو شہید ہوگا اور جو شام کو پڑھے گا وہ بھی اس مرتبہ پر پہونچے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو خالد بن طہمان کی روایت سے نقل کیا اور غریب اور بعض نسخوں میں حسن غریب کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (ترجمہ) بس تسبیح کیا کرو اللہ تعالیٰ کی شام کے وقت اور صبح کے وقت (اور ایک تم ہی کیا تسبیح کروگے) اس کے لئے تو حمد (وتسبیح

ہوتی ہے) تمام آسمانوں اور زمین میں اور زوال کے بعد اور ظہر کے وقت (کیونکہ وہ تو ایسی عظیم الشان ذات ہے کہ) زندہ (جاندار) کو مردہ (بیجان) سے پیدا کرتا ہے اور مردہ (بیجان) کو زندہ (جاندار) سے (چنانچہ دیکھلو) وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے (بالکل خشک ہوجانے) کے بعد ایسے ہی تمکو (بھی مرجانے کے بعد) پیدا کیا جائیگا) ان آیات کو پڑھے گا وہ تمام دن کی چھوٹی ہوئی نیکیوں (کے ثواب) کو پائیگا اور جو شخص شام کے وقت پڑھے گا وہ تمام رات کی چھوٹی ہوئی نیکیوں کا ثواب پائیگا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا اور کوئی تضعیف وغیرہ نہیں ہاں بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ تمام استغفاروں کا سردار یہ استغفار ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ اِلَیْکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (ترجمہ اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تونے ہی مجھکو پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد (شریعت) کا اپنی طاقت کے موافق پابند ہوں، اور تیرے وعدہ (مغفرت) پر مطمئن ہوں اور (اپنے عجز اور کوتاہی کی وجہ سے) تیری بنائی ہوئی مہلک چیزوں (کاموں اور باتوں) سے تجھ سے ہی پناہ چاہتا ہوں، اور تیری نعمتیں جو مجھ (خاطی) پر ہوئی ہیں۔ تیری بارگاہ میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں (اور خطاؤں) کا بھی اقرار کرتا ہوں لہذا اب آپ میرے گناہوں کو معاف فرماویں کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی گناہ کو نہیں معاف کرتا اس استغفار کو جو شخص اخلاص و یقین کامل کے ساتھ پڑھے اور اس شب میں مرجاتے وہ سیدھا جنت میں جائے گا اور جو شخص صبح کے وقت اخلاص سے پڑھے اور اسدن مرجاتے وہ بھی سیدھا جنت میں جائیگا۔ اس کو بخاری اور نسائی نے ان الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لا یقولھا احد حین یمسی فیاتی علیہ قدر قبل ان یصبح الا وجبت لہ الجنۃ ولا یقولھا حین یصبح فیاتی علیہ قدر قبل ان یمسی الا وجبت لہ الجنۃ ترجمہ جو شخص بھی ان کلمات (مذکورہ بالا) کو شام کے وقت پڑھے گا اور صبح سے پہلے اس کی موت آجائیگی ۲۸۴

اس کے لئے ضرور جنت واجب ہو جائیگی اور ایسے ہی) جو شخص صبح کو پڑھے گا اور شام سے پہلے مرجائیگا اس کے لئے بھی ضرور جنت واجب ہو جائیگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ کس قدر تکلیف پہونچی ہے مجھکو ایک بچھو سے جس نے کل رات میرے کاٹ کھایا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر تم شام کے وقت بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ترجمہ میں اللہ کے مکمل (اور مبارک) کلمات کے واسطے سے تمام مہلک مخلوق کے ضرر سے پناہ چاہتا ہوں) پڑھ لیتے تو تم کو بچھو کبھی نقصان (تکلیف) نہ پہونچاتا۔ امام مالک، مسلم ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ تحسین کی

من قال حين يمسي ثلاث مرات اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق لم تضره حمة تلك الليلة، جو شخص شام کے وقت اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق پڑھ لے وہ رات بھر زہریلے جانوروں کے زہر یا ان کے ڈسنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ سہیل راوی فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر والوں نے اس عمل کو خوب یاد کرلیا تھا اور روزانہ رات کو پڑھ لیا کرتے تھے ایک روز کسی زہریلے جانور نے ایک باندی کے کاٹ لیا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں مثل ترمذی کے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی روزانہ صبح شام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے قیامت کے روز اس (کی برابر یا اس) سے افضل عمل کرے کوئی لیکر نہ آئیگا بجز اس شخص کے جو بھی تسبیح اس کی برابر یا اس سے زائد پڑھتا ہوگا۔ مسلم نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز نسائی ترمذی نے روایت کیا ابو داؤد نے قدرے تغیر کے ساتھ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ روایت کیا۔ ابن ابی الدنیا اور حاکم بھی اس کے راوی ہیں حاکم کے الفاظ ہیں کہ جو شخص صبح وشام روزانہ سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاوینگے اگرچہ دریا کے جھاگوں سے بھی زائد ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر روزانہ سو مرتبہ پڑھا کرے تو یہ کلمات اس کے لئے سو غلاموں کی برابر (کارآمد) ہونگے اور ان کے بدلے سو نیکیاں اس کے لئے لکھدی جائیں گی سو برائیاں مٹادی جائیں گی اور دن بھر کے لئے شیطان سے بچانے والے محافظ ہونگے اور قیامت کے روز کوئی شخص اس سے بڑھکر عمل لیکر نہ آئیگا بجز اس شخص کے جو اس سے زائد پڑھتا ہو اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

حضرت ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو ہر روز صبح کے وقت اور ہر شب کو شام کے وقت یہ کلمات پڑھتا ہو اور اسکو کوئی چیز نقصان پہنچا سکے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترجمہ ہم خدا کے اس (مبارک) نام سے امداد چاہتے ہیں جسکے نام سے آسمان وزمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی اور وہ (ہماری دعاؤں کو) سننے والا اور (حالوں کو) جاننے والا ہے (حضرت ابان راوی حدیث کے ایک پہلو پر فالج کا اثر تھا وہ اس حدیث کے روایت کے وقت) ایک شخص انکی طرف دیکھنے لگا آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے یاد رکھ خدا کی قسم رسول اللہ کی حدیث ایسی ہی (سچی) ہے جیسے میں نے بیان کیا باقی (مجھ پر جو فالج پڑا ہے) میں نے اس روز اس دعا کو نہیں پڑھا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کا نوشتہ پورا ہو (یعنی یہ فالج پڑنا میری تقدیر میں تھا اس وجہ سے میں اس روز اس دعا کو نہ پڑھ سکا) اس حدیث کو ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ترمذی نے حسن غریب صحیح کہا ہے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔ ۲۸۶

حضرت ام الدرداء ابوالدرداء سے نقل کرتی ہیں کہ وہ فرماتے تھے جو شخص صبح وشام سات سات مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (مجھکو وہ خدا کافی ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں وہی عرش عظیم کا مالک ہے) یہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام دشوار کاموں کو حل فرمائیں گے سچا ہو یا جھوٹا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے ایسا ہی موقوفاً روایت کیا ہے ابن سنی وغیرہ نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ نیز کہا جا سکتا ہے

کہ اس قسم کے امور عقل واجتہاد سے نہیں بیان کئے جاتے لہذا اس کا مرتبہ مرفوع کے برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح وشام اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ (ترجمہ اے اللہ! میں آپ کو، حاملین عرش کو اور آپ کے تمام فرشتوں کو آپکی تمام مخلوق کو گواہ بناکر اقرار کرتا ہوں کہ آپ ایسے معبود ہیں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رسول ہیں) یہ دعا ایک مرتبہ پڑھ لیگا۔ اللہ تعالی اس کے چوتھائی حصہ کو نار جہنم سے آزاد کردینگے اور جو دو مرتبہ کہے گا تو آدھے کو اور جو تین مرتبہ پڑھے گا تو تین حصوں کو اور جو چار مرتبہ پڑھے گا اس کو بالکل جہنم سے آزاد کردینگے اس حدیث کو بلفظہ ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی نے تحسین کی نسائی نے اِلَّا اَنْتَ کے بعد وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ زیادہ کیا۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا مگر بجائے آزاد کرنے کے اس طرح روایت کیا۔

کہ دن بھر میں جتنے گناہ کئے ہوں گے سب اللہ تعالی معاف فرمادینگے اور اگر شام کے وقت یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالے رات بھر کے کئے ہوئے گناہ معاف فرمادینگے۔ اس طرح سے روایت ترمذی کے ہاں بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ صبح کے وقت پڑھے تو یہ اس کے لئے ایک عربی النسل غلام (کو آزاد کرنے) کی برابر (باعث ثواب) ہوگا اور دس حسنات لکھدی جاوینگی، دس گناہ معاف کردیئے جاوینگے، دس مرتبے بڑھادیئے جاوینگے۔ اور شام تک (اسکی بدولت) شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر شام کو کہا تو صبح تک حماد راوی حدیث کہتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا کہ ابوعیاش آپ سے ایسا ایسا (حدیث بالا کی طرف اشارہ کرکے) نقل کرتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ ابوعیاش سچ کہتا ہے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو انہی لفظوں سے روایت کیا نسائی ابن ماجہ ابن سنی نے بھی روایت کیا مگر دعا میں اتنی زیادتی کی يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ باقی خواب کا قصہ باتفاق سب بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابی سلام (مطلور حبشی یہی ہیں) سے مروی ہے کہ وہ ایک روز مسجد حمص میں بیٹھے ہوتے تھے ان کے سامنے سے ایک شخص گذرا لوگوں نے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں (یہ سنتے ہی فوراً) یہ انکے پاس آئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ایسی بیان کیجیے جس کو لوگوں نے کثرت سے آپ سے نہ سُنا ہو فرمانے لگے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص صبح شام یہ پڑھ لیا کرے رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) رَّسُوْلًا تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور رضامند (اور خوش) فرمائیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ اسقدر ابو داؤد نے روایت کیا ترمذی کی روایت میں دعا کے اندر بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا کے الفاظ ہیں لہذا مناسب ہے کہ دونوں کو جمع کرکے بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا پڑھا جاوے۔

حضرت مُنَيْذِرْ (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں افریقہ میں رہتے تھے)
روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص ۲۸
رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا صبح کے وقت پڑھ لیا کرتے میں اسکے لئے کفیل ہوں اس کا ہاتھ پکڑ کے جنت میں داخل کردوں گا۔ اس کو طبرانی نے باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن غنام بیاضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھ لی اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ (ترجمہ اے اللہ آج صبح جس قدر نعمتیں آپ کی مجھ پر یا آپ کی کسی مخلوق کی کسی فرد پر ہوئی ہیں وہ سب آپ کی اور صرف آپ کی جانب سے ہیں کوئی آپ کا شریک نہیں لہذا آپ کے واسطے ہی حمد ہے اور آپ ہی کے واسطے شکر ہے) تو اس شخص نے دن بھر کا شکریہ ادا کرلیا۔ اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھ لی اُس نے رات بھر کا شکریہ ادا کرلیا۔ ابو داؤد اور نسائی نے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا اور ابن حبان نے بروایت ابن عباس انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا صرف شام کا ذکر نہیں کیا ممکن ہے کہ میری بیاض سے ہی ساقط ہوگیا ہو۔

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے باپ (عمرو کے دادا) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام سُبْحَانَ اللہِ پڑھ لیا کرے تو (اس کا ثواب) سو حج کرنے والے کے برابر ہوگا اور جو شخص (ایسے ہی) سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھ لیا کرے تو (اس کا ثواب) سو مجاہدوں کو اللہ کے راستے میں سو گھوڑے دینے والے کے مانند ہوگا۔ یا آپ نے فرمایا (شک راوی ہے) اللہ کی راہ میں سو لڑائیاں لڑنے والے کے مانند (ثواب) ہوگا اور جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھ لیا کرے تو (اس کا ثواب) سو غلام عربی النسل آزاد کرنے والے کی برابر ہوگا اور جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام اَللہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرے تو (سمجھنا چاہیے) کہ اس روز (اس کی برابر) اس سے زائد کسی نے کوئی کام (ثواب کا) نہیں کیا بجز اس شخص کے جو یہی کلمات اسقدر یا اس سے بھی زائد پڑھ لے۔ ترمذی نے اس حدیث کو بروایت ابی سفیان الحمیری جن کا نام سعید بن یحییٰ ہے عن الضحاک بن حمزۃ عن عمرو بن شعیب روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے حافظ فرماتے ہیں ابو سفیان اور ضحاک اور عمرو بن شعیب پر کلام آگے آئیگا نسائی نے کچھ الفاظ کے اختلاف کیساتھ روایت کیا۔ ترجمہ ان کا یہ ہے جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھا۔ تو یہ سو اونٹنیوں سے افضل ہے اور جس نے سو مرتبہ الحمد للہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے پڑھا تو یہ ان سو گھوڑوں سے افضل ہے جن پر مجاہدین کو (خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے) سوار کرا دیا جاوے اور جو شخص آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھے تو یہ سو غلام آزاد کرنے سے افضل ہے اور جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے پڑھ لیا کرے تو قیامت کے روز کوئی شخص (اس کی برابر یا اس) سے افضل عمل لیکر نہ آئے گا سوائے اس شخص کے جو انہی کلمات کو اس کی برابر یا اس سے زائد پڑھا کرے۔

حضرت عبد الحمید موسیٰ بن ہاشم سے مروی ہے کہ انکی والدہ نے ان سے بیان کیا (انکی والدہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صاحبزادی کی خادمہ تھیں) کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی صاحبزادی (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبح کے وقت سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (پڑھا کرو اور یاد رکھو کہ) جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھے گا وہ یقیناً شام تک محفوظ رہے گا۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ ام عبدالحمید کو میں نہیں پہچانتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اور شام کے وقت کبھی ان کلمات کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (اور برابر پڑھا کرتے تھے) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ (ترجمہ اے میرے اللہ میں آپ سے دنیا اور آخرت میں (گناہوں سے) معافی اور صحت و
۲۹۰ تندرستی چاہتا ہوں ، اے اللہ میں آپ سے اپنی دین دنیا، مال اولاد میں امن امان کی درخواست کرتا ہوں ! اے اللہ میرے عیوب کو چھپا لے اور میری پریشانیوں کی جانب سے مجھے اطمینان دیجئے۔ اے اللہ آپ مجھکو (مصائب اور تکالیف سے ہر طرف سے) بچائیے آگے سے پیچھے سے داہنے سے بائیں سے اور (خاصکر) آپ کی عظمت کی پناہ ہے (پیروں کے) نیچے کی ہلاکت (یعنی دہنے) سے۔ وکیع بن الجراح کہتے ہیں کہ نیچے کی ہلاکت سے مراد خسف (دھنسا) ہے ابوداؤد نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز نسائی ابن ماجہ حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (یہ ارض روم میں رہتے تھے) روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح ہی صبح دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھدینگے۔ دس گناہ معاف کردینگے۔ اور یہ کلمات (ثواب میں) دس غلاموں کے (آزاد کرنے) کی برابر ہوجائیں گے اور اللہ پاک (انکی بدولت) اسکو شیطان سے محفوظ رکھینگے

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا پہلا وعظ

مسمّٰی بہ

اسلام کی تکمیل

منتخب از تکمیل الاسلام وعظ نہم دعوات عبدیت حصہ سوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ ماثورہ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ
جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ
اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ
رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ
ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ترجمہ اے
ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر
جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ آپس میں

سب اتفاق سے بھی رہو اور آپس میں نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تمکو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم راہ پر رہو اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ بھلائی کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کا حکم کیا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ اپنی مرادیں پوری پائیں گے اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے آپس میں جدائی کرلی اور آپس میں اختلاف کرلیا بعد اس کے کہ ان کے پاس بہت کھلے ہوئے صاف صاف حکم پہونچ چکے تھے۔ اور اُن لوگوں کے لئے بڑی بھاری سزا ہوگی اُس روز کہ بعض چہرے اس میں سفید ہوجاوینگے اور بعضے چہرے سیاہ ہونگے سو جنکے چہرے سیاہ ہوگئے ہونگے ان سے کہا جاوے گا کہ تم لوگ کافر ہوئے تھے ایمان لانیکے بعد اب مزا چکھو بسبب اپنے کفر کے اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تمکو پڑھکر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے اور اللہ ہی کی چیز ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کی طرف سب مقدمے لیجائے جائیں گے ان آیتوں کے متعلق یہ مضمون ہیں۔ ۲

(۱) صاحبو! اس سے پہلے کہ میں ان آیتوں کے بارے میں کچھ بیان کروں دو باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اگرچہ میں نے اس وقت پورا رکوع پڑھا ہے مگر میں بیان مختصر ہی کروں گا۔ کیونکہ زیادہ بیان کرنے میں لوگوں کا حرج ہوگا اور خاصکر ان لوگوں کا جنکے تمام وقت کاموں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے بیان مختصر کروں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وعظ اصل میں روح کی بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ روحانی بیماریوں کو پہچان کر ان کا علاج بتلا دیا جائے یہ بات میں نے اس لئے عرض کردی تاکہ وعظ سننے والوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ وعظ سننے کے وقت کیا نیت رکھیں اور وجہ اس کی عرض کرنے کی یہ ہوئی کہ لوگوں کی حالت دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ سننے والوں کی وعظ

وعظ کی غرض روحانی علاج ہے

سننے سے طرح طرح کی غرضیں ہوتی ہیں. بعض لوگوں کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ وعظ کہنے والے کی جن جن باتوں پر اعتراض ہو سکے انہیں چھانٹ لیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں. بعضوں کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وعظ سننے میں مزہ آئے گا. صاحبو! اس میں شک نہیں کہ اللہ و رسول کے ذکر میں مزہ ضرور ہے لیکن ہر چیز کی ایک اصلی غرض ہوتی ہے سو وعظ سننے کی اصلی غرض تو یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو معلوم کرے اور ان کے دور کرنے کی فکر میں لگے۔

بعضوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہمکو وعظ میں شریک ہونے سے ثواب ہوگا سو خوب سمجھ لو کہ اگرچہ اس میں شریک ہونے سے ثواب ضرور ہوتا ہے. لیکن اصلی غرض یہ بھی نہیں ہے کیونکہ ثواب کے لئے تو اور بہت سے کام ہیں. نماز روزہ قرآن شریف کی تلاوت اگرچہ اس کے معنی نہ سمجھتا ہو یہ سب کام ثواب کے ہیں. ثواب کچھ اس پر موقوف نہیں کہ راستہ طے کرکے وعظ میں شریک ہو اور اپنا وقت صرف کرے. بلکہ گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی ثواب ملجاتا ہے پس معلوم ہوا کہ وعظ سے اصلی غرض یہ ہے کہ انسان یہ دیکھے کہ مجھ میں کیا کیا مرض ہیں اور جتنے مرض وعظ میں بیان کئے گئے ہیں. اُن میں سے میرے اندر کون کون سے پائے جاتے ہیں اور جو پائے جاتے ہیں ان کا علاج کیا ہے اصلی غرض ۳
تو بس یہی ہے اور اس غرض کے سوا جتنی غرضیں ہیں وہ اصلی غرض نہیں اور جب یہ ہے تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر کسی وعظ میں ذرا بھی لذت نہ آئے تو اُس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے. دیکھئے آپ نے کبھی حکیم سے نسخہ لکھوا کر یہ انتظار نہ کیا ہوگا کہ آپ کو اس میں لذت بھی آوے کیونکہ اصلی غرض نسخہ سے یہی ہوتی ہے کہ مرض پہچان میں آجائے کہ کیا ہے اور علاج کرنے سے وہ بالکل جاتا رہے بس یہی غرض وعظ میں بھی ہونی چاہیئے کہ ہم میں کیا کیا مرض ہیں اس کے سوا ساری غرضوں کو بھلا دینا چاہئے اور اصل میں بڑی بات یہی ہے اور قرآن مجید میں جتنے قصے آئے ہیں اُن سے یہی غرض ہے کہ ہم لوگ اپنی حالت کو پہلے لوگوں کی حالت سے ملائیں اور دیکھیں کہ انھوں نے کیا کیا اور اس کا ان کو کیا پھل ملا اگر ہم ایسا کرینگے تو ہمکو بھی وہی پھل ملے گا تو اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ وعظ کی اصلی غرض یہی ہے جو کچھ بیان ہو اس کو اپنی حالت سے ملا کر دیکھا جائے پس میں آپ سے

یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں بیان کروں اسے اپنی حالت سے ملا کر دیکھئے اس وقت جو کچھ خرابیاں ہو رہی ہیں وہ سب اسی سبب سے ہیں کہ ہم اپنی حالت کو نہیں دیکھتے بلکہ جو کچھ سنتے ہیں اسے یوں سمجھتے ہیں کہ دوسروں کے حق میں کہا جا رہا ہے یہ کبھی شبہ بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے اندر بھی یہ مرض ہے بس اب میں بیان شروع کرتا ہوں اور اول مختصر طور پر یہ بتلائے دیتا ہوں کہ اس وقت جو مضمون میں بیان کروں گا وہ کیا ہے سو وہ یہ ہے کہ اسلام اصل میں کس چیز کا نام ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں آیا یہ سچ ہے یا نہیں کیونکہ صرف زبان سے اپنے کو مسلمان کہہ لینے سے آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ آجکل مسلمان ہوش میں آگئے ہیں اکثر لوگوں کو اپنے اسلام کی طرف توجہ ہو رہی ہے غفلت کی شکایت اب بہت کچھ دور ہوگئی ہے لیکن نری ہوشیاری سے کام نہیں چلتا جب تک کہ نہ معلوم ہو کہ اسلام ہے کیا چیز۔ دیکھو اگر ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ مال کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہ اسے یہ معلوم ہو کہ مال ہے کیا چیز اور نہ اسے مال کے کمانے کا طریقہ معلوم ہو تو اس شخص کا اس جان لینے سے کیا کام چلتا ہے کہ مال ضرورت کی شے ہے کچھ بھی نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ اسے بتلایا جائے کہ مال اسے کہتے ہیں کیونکہ شاید یہ شخص ایک پیسہ کو بھی مال سمجھتا ہو۔ اور ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالدار سمجھنے لگے تو کیا کوئی شخص اسکو مالدار سمجھے گا ہرگز نہیں بلکہ اُسے پاگل کہے گا کیونکہ ایک پیسہ بھی کوئی مال ہے یوں ہر شخص اپنے کو مالدار سمجھ سکتا ہے۔ پس جبکہ ہم دین کے بہت سے کام چھوڑے ہوئے ہیں تو اس حالت میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم مسلمان ہیں، ایسا ہی دعویٰ ہے جیسا اس شخص کا دعویٰ تھا جس نے ایک پیسہ کما کر مالدار ہونیکا دعویٰ کیا تھا اور جس طرح اسے پاگل کہا گیا یوں ہی ہمکو بھی پاگل کہا جائے گا۔ البتہ ہمارا دعویٰ مسلمانی اس وقت قبول کرنیکے لائق ہوگا جب ہمارے پاس اس قدر ایمان ہو جس سے اس کی غرض یعنی نجات پوری طرح حاصل ہو سکے ورنہ ہمارا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے اس ایک پیسہ والے کا مالدار ہونیکا دعویٰ تھا۔ اور مثال لیجئے خوبصورت اس کو کہیں گے جس کی آنکھ ناک سب درست ہوں ورنہ اگر کسی خوبصورت کی ناک کاٹ لی جائے اور وہ ناک پر ہاتھ رکھکر آئے تو اس وقت

تو ظاہر میں تو خوبصورت معلوم ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ہاتھ ہٹا دے تو پھر دیکھئے کہ ساری خوبصورتی
کرکری ہو جائے گی تو خدا جیسے ظاہر کی خوبصورتی ہے ایسی ہی باطن کی بھی خوبصورتی
ہے جب ہر بات کمال کے ساتھ ہوگی تب کہیں باطن کے اعتبار سے خوبصورت کہہ سکتے
ہیں اور باطن کی خوبصورتی ہی کا نام مسلمانی ہے پس معلوم ہوگیا کہ مسلمان اور باطن کے
اعتبار سے خوبصورت وہی ہے جس کی ہر بات کمال کے ساتھ ہو ورنہ اس کا اسلام اور
باطنی خوبصورتی ایسی ہی ہے جیسے آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہمکو ایک آدمی کی ضرورت ہے۔
اور وہ شخص ایک مدت کے بعد آپ کے پاس ایک ایسے آدمی کو چارپائی پر ڈال کر لائے
جس کے اندر تمام بیماریاں موجود ہیں آنکھیں بھی نہیں کان بھی نہیں ہاتھ پیر بھی بیکار ہیں
عقل بھی درست نہیں البتہ جاندار ہے کہ اگر اس کو کوئی مار ڈالے تو قانون کے حکم
سے اس کو پھانسی ہو جائے مگر کیا اس آدمی سے آپ کی کوئی غرض پوری ہو سکتی ہے
ہرگز نہیں۔ اور کیا آپ تعجب کے ساتھ اس دوست سے نہ پوچھیں گے کہ اس گوشت کے
لوتھڑے کو کیوں لائے ہو اب اگر وہ دوست یہ کہے کہ میں آپ کے واسطے آدمی لایا ہوں
کیونکہ آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمکو ایک آدمی لادو تو آپ یقیناً اس جواب پر ہنسیں گے
اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ قانون کی رو سے آدمی ہے اور آدمی کا نام اس پر صادق آتا ہے
لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں تو یہ میرے لئے تو آدمی نہیں ہے جب
یہ سمجھ میں آگیا تو اب سمجھئے کہ اسلام سے مقصود یہ ہے۔ کہ پوری طرح نجات حاصل ہو جائے
مگر آجکل کے عقلمندوں نے سمجھ رکھا ہے کہ مذہب سے غرض صرف یہ ہے کہ اس سے ہماری
ایک قوم بن جائے اور ہمارے اندر اس سے اتفاق کی شان پیدا ہو جائے اس وقت
اکثر لوگوں نے اسلام کی غرض یہی سمجھی ہے اسی وجہ سے اکثر لوگ اسلام کی طرف
قومیت کے خیال سے توجہ کرتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں مذہبی رنگ نہیں ورنہ
اگر مذہب کے لحاظ سے توجہ کرتے تو مذہبی رنگ بھی ان میں ضرور پیدا ہوتا میں ایک
انجمن میں بلایا گیا اس کی حالت جو تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے ممبروں کی آمدنی
شریعت کے موافق ہے نہ ان کے چال چلن درست ہیں میں نے بلانے والے سے

کہاکہ آپ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ انجمن والوں کی غرض قوم کی خیر خواہی ہے لیکن اگر قوم کے خیر خواہ ہیں تو اپنے خیر خواہ کیوں نہیں۔ اور جب انھوں نے اپنی ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور اپنی حالت درست نہیں کی تو کیسے مان لیا جائے کہ ان کو قوم سے خیر خواہی اور اس کے حال پر توجہ ہے۔

صاحبو! میں قوم کے خیر خواہوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جب تک وہ اپنی درستی نہ کرینگے اس وقت تک ان کی خیر خواہی کچھ بھی اثر نہ کرے گی اور نہ انکی خیر خواہی کوئی تسلیم کریگا۔ اسی کو خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ تم اور لوگوں کو تو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے نفسوں کو بھولے جاتے ہو یعنی خود آپ تو بھلے کام کرتے نہیں اور دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو۔ تو ان حالتوں ہی کو دیکھکر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی طرف توجہ مذہب کے خیال سے بہت کم لوگوں کو ہے بلکہ اسلام کی طرف توجہ صرف قوم کے لحاظ سے رہ گئی ہے کہ جیسے اپنے زمانہ کی دوسری قوموں کو دیکھتے کہ وہ مذاہب کے ذریعے اپنی جماعت تیار کر رہے ہیں اسی طرح ہم خود بھی ان کے قدم بقدم چلتے ہیں اور بڑی علامت اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اصلاح کچھ بھی نہیں کرتے اور میں کچھ انہی کی شکایت نہیں کرتا بلکہ اپنی بھی شکایت کرتا ہوں کہ ہم بھی درستی کی فکر سے خالی ہیں چنانچہ ہم لوگ اگرچہ شراب نہیں پیتے زنا نہیں کرتے لیکن غیبت میں ہم بھی پھنسے ہوئے ہیں اگر ہم نے زنا کو خدا کا گناہ سمجھکر چھوڑا ہے تو دوسرے گناہوں کو کیوں نہیں چھوڑتے معلوم ہوا کہ شراب وغیرہ کو ہم نے گناہ ہونیکی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ خاندان اور وضع کے خلاف ہونے سے چھوڑا ہے کہ شراب کبھی ہمارے باپ دادا نے بھی نہیں پی تھی اگر ہم پئیں گے تو سخت رسوائی ہوگی۔ تو شراب کو رسوائی سے بچنے کی غرض سے چھوڑا نہ کہ شریعت کی ممانعت کی وجہ سے لیکن غیبت چونکہ باپ دادا سب کرتے چلے آتے ہیں اس کو عیب نہیں سمجھتے اس لئے اس کے چھوڑنے پر کبھی توجہ نہیں ورنہ گناہ ہونے میں تو شراب پینا اور غیبت کرنا دونوں برابر ہیں۔ غرض کہ گناہ کو گناہ ہونے کی وجہ سے چھوڑنا چاہیے اور چونکہ گناہ ہونے میں غیبت کرنا اور شراب پینا اور سارے گناہ برابر ہیں

جو لوگ قوم کی خیر خواہی کا دعویٰ کرتے ہیں اول انکی اصلاح ضروری ہے ۱۲

زنا بدکاری ۱۲

یعنی دوسرے شخص کا اس کے پیچھے اس قسم کا تذکرہ کرنا جو اسکو برا معلوم ہو ۱۲

اس لئے سب ہی کو چھوڑ دینا چاہئے اور ایسا کرنا چاہئے جیسے بعض لوگ اپنی بزرگی میں بٹہ لگنے کے خیال سے شراب تو چھوڑ دیتے ہیں مگر غیبت نہیں چھوڑتے کیونکہ اس سے عوام کی نظروں میں بزرگی کم نہیں ہوتی اس بزرگی پر جو گناہ سے بھی نہیں جاتی مجھے ایک حکایت یاد آئی حکایت تو بے تمیزی کی ہے لیکن آجکل کی بزرگی کا پورا فوٹو ہے مشہور ہے کہ ایک آوارہ عورت تھی بی بی تمیزہ۔ اس کو کسی بزرگ نے نماز کا پابند کر دیا تھا اور وضو بھی سکھلا دی وہ سمجھے تھے کہ نماز کی بدولت یہ بدکاری بھی چھوڑ دے گی۔ پانچ چھ مہینہ کے بعد ان بزرگ کو دوبارہ ادھر آنے کا اتفاق ہوا تو پوچھا بی بی نماز پڑھا کرتی ہو۔ کہنے لگی جی ہاں۔ انھوں نے کہا کہ وضو بھی کیا کرتی ہو کہنے لگی آپ وضو کرا تو گئے تھے بس اسی وضو سے نماز پڑھ لیتی ہوں تو جیسے اس بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ بدسونے سے ٹوٹتا تھا نہ بدکاری سے ایسی ہی آجکل کی بزرگی بھی ہے کہ کسی طرح ٹوٹتی ہی نہیں۔ بس عوام بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ ظاہری حالت کو درست کرلیں رہا باطن اس کی جو حالت بھی ہو۔ اور جیسے یہ پرانے لوگوں کی شکایت تھی۔ ایسی ہی مجھے نئی وضع کے لوگوں سے یہ شکایت ہے کہ انھوں نے اسلام کو بالکل ہی نہیں سمجھا کیونکہ اسلام سے مقصود نجات کامل ہے اور وہ حاصل ہوتی ہے کامل اسلام سے جیسے مالداری سے مقصود عیش و آرام تھا اور وہ حاصل ہوتا ہے خوب مالدار ہونے سے نہ کہ پیسہ دو پیسہ سے پس اب معلوم کرنا چاہئے کہ اسلام کامل کیا ہے میں اس کے متعلق مختصر بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے مسلمانوں ڈرو خدا سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمکو سوائے اسلام کے کسی حالت پر موت نہ آنا چاہئے۔ یہ ایک آیت کا ترجمہ ہے اس ترجمہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس میں خدا تعالےٰ نے ایمان والوں کو ایک کام کا حکم کیا ہے اور ایک کام سے ممانعت کی ہے حکم تو یہ ہے کہ خدا سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور ممانعت کا حاصل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے کسی حالت پر مت مرو اور چونکہ یہ دونوں باتیں ایک ہی آیت میں بیان کی ہیں اس لئے ان دونوں میں کچھ علاقہ ضرور ہوگا ورنہ ان دونوں باتوں کو ایک آیت میں جمع نہ کرتے پس یہ صاف دلیل ہے اس کی کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور مسلمان رہنا دونوں کا خلاصہ ایک ہی ہے پس معلوم ہوا کہ مسلمان وہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے

ڈرے جیسا کہ ڈرنا چاہئے اور اسی پر جارہے ورنہ وہ مسلمان کامل نہیں اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ سے پوری طرح ڈرنے ہی کا نام اسلام کامل ہے اور جب اسلام کامل یہ ہے تو اب دیکھئے کہ آپ میں یہ اسلام ہے یا نہیں سو اس لئے اول آپ پوری طرح ڈرنے کی تفسیر دیکھ لیجئے اگر وہ حاصل ہے تو ایمان کامل حاصل ہے ورنہ نہیں تو بعض نے تو اس کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ تابعداری کی جاوے اور خلاف حکم نہ کیا جاوے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ شکر کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے اسی طرح اور بھی مطلب بیان کئے ہیں مگر خلاصہ سب کا یہ ہے کہ اسلام کے تمام حکموں پر عمل کیا جائے جن کاموں کے کرنیکا حکم ہے انکو کریں اور جن سے بچنے کا حکم ہے اُن سے بچیں اور دوسری تفسیر میں شکر کرنے اور ناشکری نہ کرنے کا ذکر مثال کے طور پر ہے مقصود یہی ہے کہ سب حکموں پر عمل کیا جائے۔ پس اسلام کامل تو یہ ہے۔ مگر آجکل لوگوں نے اسلام کی حقیقت اور ہی کچھ سمجھ رکھی ہے ڈاکٹروں نے دوا وں کا ست نکالا تھا مگر اس وقت کے عقلمندوں نے اسلام کا ست نکالا ہے کہ اپنے خیال کے موافق کچھ چیزیں تو اسلام میں داخل سمجھ لیں اور کچھ چیزیں اسلام سے نکال دیں مگر صاحبو ست اس چیز کا نکلا کرتا ہے جس میں کوئی فضول چیز بھی شامل ہو اگر کسی کا یہ خیال ہے تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہے، صاحبو اسلام کی کوئی بات بھی چھوڑنے کے قابل نہیں۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو ایک مرتبہ یہ خیال ہوا کہ اگر میں اونٹ کا گوشت نہ کھاؤں تو یہ اسلام کے خلاف تو نہ ہوگا کیونکہ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں کچھ فرض نہیں اور اس سے توریتؑ پر عمل ہو جائے گا۔ کیونکہ توریت میں اونٹ کے گوشت کھانے کی ممانعت تھی۔ اس پر یہ آیت نہایت زور وشور کے ساتھ اتری۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۖ الآیہ اے ایمان والو تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو ادھورے مسلمان نہ بنو۔ جس میں حضرت عبداللہ بن سلام کو بتلایا گیا ہے کہ اسلام کے بعد کسی حلال چیز سے پرہیز کرنا ایمان کا نقصان ہے خیال کیجئے کہ گوشت کھانا بھی کیا کوئی ضروری بات تھی مگر جب اس کے چھوڑدینے کو ثواب کی بات سمجھا تو کس قدر زور وشور کے ساتھ اس خیال سے روکا گیا (باقی آئندہ)

ح۔ کہ وہ باتیں ایسی صاف بیان ہوئی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں مطلق دقت نہیں ہوئی۔ اور اختلاف کی نوبت نہیں آئی ثابت ہوا کہ ہر مذہب میں دو قسم کی باتیں ہیں۔ ایسی کو قطعی۔ اور ظنی کہتے ہیں جو جواب اس اشکال کا کوئی مذہب والا دیگا وہی اسلام کے لیے کافی ہوگا

اگر کوئی کہے کہ علماء کا اختلاف مذہبی تحقیقات کے قطعیت اور ظنیت کی وجہ سے نہیں بلکہ علماء کی سمجھ کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ سو اول تو یہی جواب اہل اسلام کے لئے بھی کافی ہے۔ دوم یہ کہ یہ جواب اس اشکال کے دفعیہ کے لئے کافی نہیں کیونکہ اسپر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو قادر مطلق بھی سب مانتے ہیں پھر یہ بات بھی تو قدرت میں تھی کہ اختلاف سمجھوں میں نہ پیدا کرتے۔ سب کو مذہب کی سمجھ ایسی دیدیتے کہ جیسے آنکھ کو دن کے موجود ہوجانے کی سمجھ دی ہے کہ دیکھتے ہی بلا شک وشبہ پہچان لیتی ہے اگر ہزار آدمی آنکھ والے بھی ہوں تو دن کے موجود ہونے میں اختلاف نہ ہوگا۔ سب کو یکساں ادراک ہوتا ہے پھر باوجود قادر مطلق ہونے کے ایسی سمجھیں مختلف کیوں پیدا کیں دو حال سے خالی نہیں یا تو سمجھ سب ہی خدا تعالیٰ
سے یکساں پیدا نہ ہو سکیں یا قصداً باوجود قدرت کے ایسا کیا شق اول تو باطل ہے کیونکہ خلاف ۸۹
مفروض ہے سب خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں لامحالہ دوسری شق رہی کہ قصداً سمجھوں میں اختلاف پیدا کیا۔ اسپر وہ اشکال پھر لوٹ آیا کہ مذہب کی بعض باتیں ظنی ہوگئیں خواہ وہ بیان صاف نہونے کی وجہ سے ہوں یا سمجھ ناقص پیدا ہونے کی وجہ سے ہوں اگر صاف بیان نہونا علم کے ناقص ہونے کی دلیل ہے تو سمجھ کا ناقص پیدا ہونا قدرت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے جیسے قصور علم خدا تعالیٰ کے لیے عیب ہے ایسی ہی قصور قدرت بھی عیب ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا (اس اشکال کا جواب کسی مذہب والے کے پاس نہیں اگر ہے تو اہل اسلام ہی کے پاس ہے۔ وہ جواب وہ ہے جو آگے جواب تحقیقی کے نام سے آتا ہے) پہلا جواب الزامی ختم ہوا۔

خلاصہ اس جواب الزامی کا یہ ہے کہ یہ اشکال کہ بعضی باتیں شریعت کی قطعی اور بعضی ظنی (یعنے قطعی درجہ دوم) کیوں ہیں سب یکساں کیوں نہیں نہ صرف مذہب اسلام پر ہی وارد ہوتا ہے۔ بلکہ جملہ مذاہب پر وارد ہوتا ہے اور جو جواب کسی مذہب کا اس کے لیے کافی ہوسکتا ہے وہی سب کو کافی ہوسکتا ہے تو اب یا تو مذہب کو مطلقاً چھوڑا جائے۔ اور

ہو جیسا اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ طریقہ خود بداہتہً باطل ہے اس پر یہاں دلیل لانے کو ہم غیر ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ تمام مذہب والوں کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ مذہب ضروری چیز ہے اور دہریت باطل ہے (اس کا بیان توضیح کے ساتھ حدوث مادہ کے بیان میں آتا ہے) تو لامحالہ کسی مذہب ہی کو اختیار کرنا پڑے گا اس صورت میں کسی مذہب والے کو اہل اسلام پر یہ اشکال کرنے کا موقع نہیں کیونکہ خود بھی وہ اس کا جواب دہ ہے (یاد رہے کہ اسلام میں اس کا جواب بہت شافی و کافی موجود ہے جو جواب تحقیقی کے نام سے آتا ہے۔ دیگر کسی مذہب والے کے پاس کوئی جواب نہیں)

دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ یہ اشکال صرف شریعت ہی پر کیوں کیا جاتا ہے کہ بعضی باتیں قطعی اور بعض ظنی کیوں ہیں۔ یہی اشکال علوم دنیا پر کیوں نہیں کیا جاتا کہ کل باتیں جو ضروریات دنیا کی تھیں سب واضح اور صاف صاف ہر ہر فرد انسان کو کیوں نہیں بتلا دیں جیسے سائنس کے انکشافات مدتوں تک پوشیدہ رہے اور اب بھی معلوم کس قدر پوشیدہ ہیں اہل سائنس خود اس کے مقر ہیں اور بعضی باتیں ہمیشہ سے صاف صاف بتلا دی ہیں مثلاً آگ کا جلانے والا ہونا۔ غذا سے پیٹ بھرنا بچہ پیدا ہوتے ہی جانتا ہے کہ دودھ غذا ہے اور اس کا پینا اور کھینچنا بھی اور اس کی اس میں قوت ابتدا سے آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کو خدائے تعالیٰ کے بتلانے ہی سے آیا ہے تو جیسے اس کو یہ باتیں ابتدا ہی سے بتائی تھیں ایسے ہی تمام انکشافات ابتدا ہی سے دنیا بتلا دیتے پھر تجربے ہو کر بھی سب باتوں کا انکشاف یکساں نہیں ہوتا بعضی باتوں میں آدمی تمام عمر متردد رہتا ہے۔ بلکہ بعضی باتیں آج تک ایسی موجود ہیں جن کا انکشاف یقینی ہو سکا ہے جو بذریعہ تجربہ ہوا۔ غرض اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ علوم دنیا بعضے قطعی ہیں اور بعضے ظنی تو اس پر یہ اشکال کیوں نہیں کیا جاتا کہ حق تعالیٰ کو جب ان سب کا علم تھا اور تھا ہر قدر حد ہی تھی تو بعضوں کو کیوں ظنی چھوڑ دیا جس جواب سے علوم دنیا پر سے اشکال رفع ہو سکتا ہے اسی سے علوم دینیہ پر سے بھی رفع ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ علوم دنیا پر کوئی اشکال نہیں کرتا اور علوم دینیہ پر ہر شخص اشکال کرتا اور الجھتا ہے۔ یہ دو جواب الزامی ہوئے اب وہ جواب تحقیقی سنو جس کا نسبت ہم نے وعدہ کیا ہے کہ یہ جواب صرف اہل تحقیق

اہل اسلام ہی کے پاس ہے دیگر کسی مذہب والے کے پاس نہیں وہ جواب یہ ہے کہ دین کی بعض باتیں قطعی اور بعضی باتیں ظنی ہونیکی وجہ یہ نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا تعالے کو اون کا پورا علم نہ تھا۔ یا اون کے بیان پر قدرت نہ تھی۔ بلکہ باوجود علم اور قدرت کے قصداً ایسا کیا ہے کہ بعضی باتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ جنکو قطعی کہتے ہیں۔ اور بعضی کو کسیقدر مبہم چھوڑ دیا جنکو ظنی کہتے ہیں۔ رہا یہ کہ اوسکی وجہ کیا ہے۔ اسکا اصلی جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال ہی بیجا ہے۔ حق تعالے مختار مطلق ہیں جو چاہا کیا بندہ کو بہ حیثیت بندہ اور غیر مختار ہونے کے کیا حق ہے کہ وجہ کا سوال کرے بندہ کا کام تو یہ ہے کہ ۔ زبان تازہ کردن باقرار تو ۔ نینگیختن علت از کار تو ۔ اور غیر اصلی جواب جو صرف عوام کے یا آجکل تعلیم یافتہ اصحاب کی تقریب الی الفہم کے لیئے ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں بعض مصلحتیں ہیں۔ مثلاً امتحان (ابتلاء) کہ دیکھیں بندہ ظنی کو ظنی ہی کے مرتبہ میں رکھتے ہیں یا قطعی کے مرتبہ میں پہونچا دیتے ہیں۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں بلکہ عین فطرت کے مطابق ہے اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جیسے ہر چیز میں فرق مراتب ہے ایسے ہی علوم میں بھی ہے اور حفظ مراتب جسقدر ضروری چیز ہے اوس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا خصوصاً تعلیم یافتہ ۹۱
اصحاب۔ آجکل تو اس کا ایسا غل مچا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہیں حتے کہ مادیات میں دیکھو اسکا لحاظ کس پابندی کیساتھ رکہا جاتا ہے۔ کہ جب پھلواری لگائی جاتی ہے تو دروازوں پر رکہنے کے گملے اور ہیں روشوں اور ڈولوں پر رکہنے کے اور۔ اور دروازوں پر پھیلانے کی بیل اور ہوتی ہے اور دروں میں لٹکانے کی اور۔ لکہنے پڑہنے کیلئے لیمپ اور ہوتے ہیں اور دیگر کاموں کیلئے اور قسم کے پانی پینے کا گلاس اور ہوتا ہے اور قارورہ کا اور۔ حتے کہ برف پینے کے گلاس اور ہیں اور سادہ پانی پینے کے اور۔ اب فرض کیجئے کہ ایک کوٹھی ایسی ہے کہ اوس میں حفظ مراتب کا خیال رکہا گیا ہے اور ہر چیز ہر کام کی علحدہ ہے اور اپنے اپنے موقعہ پر سجی ہوئی ہے اور ایک ایسی ہے جس میں حفظ مراتب کا خیال نہیں رکہا گیا لالٹین کو الماری کے اندر بند کر دیا ہے جس سے تمام مکان میں اندھیرا ہو گیا ہے اور گملوں کو مکان کے اندر رکھدیا اور تخت اور کرسی کو دھوپ میں بچھا دیا ہے پانی پینے کا گلاس پیخانہ میں رکھدیا اور قارورہ کو گلاس کی جگہ رکہدیا ہے کمرہ پر دسترخوان پر سجا دیا ہے۔ اور شوربا پکانے کی دیگچی قدمچہ پر رکہدی ہے اور پیخانہ کا لوٹا کہانے کی میز پر ہے

(ح) رکھدیا ہے ان دونوں کوٹھیوں میں سے کون سی کوٹھی اچھی اور کس کی سجاوٹ صحیح معنوں
میں سجاوٹ ہے۔ جواب اس کا ظاہر ہے۔ آپ نے غلطی کیا ہے۔ صرف یہ کہ حفظ مراتب کا خیال نہیں
رکھا گیا۔ جب ہر چیز میں فرق مراتب کا ہونا۔ اور حفظ مراتب کا ضروری ہونا مسلّم ہے تو علوم میں
بھی اگر فرق مراتب ہو تو کیا استبعاد ہے اور حفظ مراتب ضروری اور سراسر حکمت کیوں نہ ہوگا
اور جیسے مادیات میں فرق مراتب پیدا ہونے میں مصلحتیں ہو سکتی ہیں ایسے ہی علوم میں بھی
کیوں نہیں ہو سکتی ہیں اور جیسا کہ یہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ مادیات کے فرق مراتب کے
مصالح ہم کو پوری پوری معلوم ہیں ایسے ہی اگر یہ کوئی دعوے نہ کر سکے کہ علوم کے فرق مراتب
کی مصلحتیں پوری پوری ہم کو معلوم ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں اوس میں کوئی
مصلحت نہ ہو۔ ضرور مصلحت ہے اور ایک نہیں۔ ممکن ہے کہ بہت سی مصلحتیں ہوں حق تعالےٰ
کے افعال کی مصلحتیں کس کے احاطہ میں آسکتی ہیں۔ ہم نے تقریب الی الفہم کے لئے دو مصلحتیں اسکی
بیان کردیں ایک یہ کہ بعض علوم کو قطعی رکھا گیا ہے۔ اور بعض کو ظنی۔ اس امتحان کے لئے کہ لوگ آپ
ہم کو فاعل مختار سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطعی کو قطعی کے مرتبہ پر اور ظنی کو ظنی کے مرتبہ پر رکھتے ہیں یا ۹۲
نہیں[ا]۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ بعض بندوں کو بعضے بندوں پر فوقیت اور فضیلت دیتا ہے جنکو
فضیلت دی وہ انبیاء علیہم السّلام ہیں کہ جو باتیں ہمارے نزدیک ظنی ہیں وہ اُن کے واسطے ظنی
نہیں جیسا کہ یہی مصلحت دنیا کے تمام علوم سب کو یکساں نہ دینے میں ہے۔ کہ اگر سب کو تمام
علوم دنیا کے یکساں دیتے تو ایک دوسرے کا محتاج نہ رہتا۔ پھر ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی
اور معیشت کا کام اور دنیا کے تمام دھندے نہ چلتے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب دنیا کے نظام
کے لیئے علم کا کم و بیش ہونا ضروری ہے تو دین کے نظام کے لیے بھی علم کا کم و بیش ہونا کیوں
ضروری نہ ہو۔ اس سے وجہ اوسکی نکل آئی کہ بعض باتیں دین میں ایسی رکھدی گئیں کہ اون کا
علم قطعی طور پر ہر شخص کو نہو تاکہ انبیاء علیہم السلام کو دیگر افراد پر فضیلت رہے۔ اسی کو ظنیات کہتے ہیں
اور بعض باتیں دین کی ایسی ہی ضروری ہیں جن کا علم پورا پورا ہر شخص کو ہونا ضروری ہے۔ انکو صاف
صاف بیان فرما دیا گیا ہے۔ جیسے دنیا کی ضروریات میں ہے کہ کھانا پینا مدار زندگی ہے تو اسکا علم

[ا] آیات متشابہات میں یہی مصلحت حق تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے ۱۲ منہ

(ج) بچہ کو قطعی اور یقینی طور پر پیدا ہوتے ہی عنایت ہو جاتا ہے اور جو امور دنیا ایسے ضروری
نہیں مثلاً خوشنما مکان بنانا اون کا علم بڑی شکل سے اور کسب سے حاصل ہوتا ہے اور پھر بھی ایسا قطعی
نہیں ہوتا جیسے بچہ کو دودہ پینے کا علم ہوتا ہے۔ اس تقریر سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نظام
دین بالکل اوسی قاعدہ کے موافق ہے جیسے نظام دنیا ہے۔ بلفظ دیگر دین فطرت کے موافق
ہے۔ اسیواسطے فرمایا گیا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ترجمہ اللہ کی فطرت
(یعنی دین) کو اختیار کرو جسپر انسانوں کو پیدا کیا یعنے دین اوس فطرت کے موافق ہے جو
انسانوں کے اندر رکہی گئی ہے) خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ جس طرح علوم دنیا کو سب کو
واضح کرکے بیان نہیں فرمایا گیا اسی طرح علوم دین میں بہی کیا گیا اور دونوں میں مصلحتیں
ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

اور اس جواب کو غیر اصلی جو کہا گیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ گو یہ خوشکن اور آجکل کے مذاق
کے موافق خاموش کن بہی ہے۔ مگر علماء اسلام ایسے جواب کو بہی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ
اس سے اون کے دقیق نظر کے نزدیک گفتگو ختم نہیں ہوتی کیونکہ یہ سوال باقی رہتا ہے۔ ۹۲
کہ یہ بہی تو ممکن تہا کہ دونوں سلسلوں میں یعنی دین و دنیا میں تفضیل اور ترجیح کی ضرورت ہی
نہ رہتی جیسے ہم بعض جانوروں کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً بندر کہ اوسکو اپنی دنیاوی ضروریات کا
علم بقدر ضرورت حاصل ہے اوسکو پڑہنے لکہنے کاشت کرنے روپیہ کمانے مکان بنانے
وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی سب کو اتنا اتنا علم فطرۃً حاصل ہے کوئی کسی کا محتاج نہیں
تو انسان کو بہی اسیطرح دنیا کا علم فطرۃً دیدیا ہوتا اور اسیطرح دین کا علم ہر ہر شخص کو دیدیا ہوتا
ترجیح اور تفضیل کی کیا صورت تہی پہر اس ترجیح اور تفضیل پر نظام قائم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ یہاں
پہنچکر جواب یہی ہوگا کہ مشیت ایزدی اسکی مقتضی ہوئی کہ تفضیل مع ترجیح دونوں نظام
قائم کیے جاویں یعنی گفتگو مشیت ہی پر ختم ہوگی کہ حق تعالےٰ نے یوں چاہا اور یوں ہی
کر دیا۔ تو جو بات دو قدم آگے چل کر ماننی پڑے وہ دو قدم پہلے ہی کیوں نہ مان لیجاوے
تاکہ گفتگو کا سلسلہ یہیں ختم ہو جاوے۔

یہ جواب تحقیقی ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جواب گو دقیق ہے اور

اشتباہ اول متعلق حدوث مادہ

(۱) سائنس کے اتباع و اعتقاد سے مسلمانوں کو عقیدۂ توحید میں جو کہ اساس اعظم اسلام کا ہے دو سخت غلطیاں واقع ہوئیں اور اون غلطیوں کے سبب یہ معتقدین سائنس کے پورے متبع رہے اور نہ اسلام کے چنانچہ عنقریب معلوم ہوتا ہے

(ح) کم علم لوگوں اور عوام کے نزدیک مشکل اور آج کل کے مذاق کے خلاف ہے لیکن بالکل حق اور صحیح ہے اسپر کوئی اشکال عقلی نہیں پڑتا۔ قرآن شریف کی بہت آیتیں اسپر ناطق ہیں مثلاً ان اللہ فعال لما یرید۔ ولا یزالون مختلفین الامن رحم ربک ولذلک خلقھم وغیرہا من الآیات (ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے جس بات کو چاہے اس سے اختیار مطلق ثابت ہوا جسپر ہمارے جواب کی بنا ہے۔ ترجمہ دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہمیشہ رہیں گے آدمی اختلاف کرنے والے سوا اون کے کہ جسپر حق تعالیٰ رحم فرما دیں (کہ اوسکو اسی اختلاف میں راہ حق دکہادیں گے) اور اسیواسطے پیدا کیا ہے حق تعالیٰ نے اونکو۔ ۹۴

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) کسی مجبوری سے ایسا نہیں کیا کہ اختلاف ہو بلکہ قصداً و ارادۃً کیا ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہیں یعنے مختار مطلق ہیں جنکی اشتباہ میں کوئی نظیر نہیں پیش کیجا سکتی۔

اصل مسئلہ یہی ہے کہ افعال باریتعالیٰ عزاسمہ کسی ضرورت اور مصالح کے تابع نہیں بلکہ ضرورت اون کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئی اور مصلحت اونکے افعال کے تابع ہے سہ

ہرچہ آن خسرو کند شیریں بود + تو اصل جواب یہی ہوا۔ اور تقریب الی الفہم کے لئے دوسرے جواب میں ہم نے بعض مصلحتیں بہی ظنی اور قطعی ہونے کی بیان کردیں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اصول موضوعہ کا بیان ختم ہوا اب آگے اصل مقاصد آتے ہیں جو ان اصول موضوعہ پر مبنی ہیں +

دنیا میں دو چیزیں ہیں دہریت اور مذہب۔ مذہب کے معنی یہ ہیں کہ انسان

(ح) اپنے وجود میں خود کو کسی دوسرے کا محتاج سمجھے جب وجود میں محتاج سمجھیگا تو جس سے وجود ملا ہے اوسکو اپنا حاکم بھی سمجھے گا۔ یعنی تمام افعال میں اپنے آپ کو اوس کا پابند کہے گا۔ بلفظ دیگر اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا قائل ہوگا اور دہریت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور کسی چیز کو وجود میں کسیکا محتاج نہ سمجھے۔ جب کسیکا محتاج نہ سمجھیگا تو کسی بات میں بھی کسیکا پابند کیوں ہوگا۔ ان دونوں میں سے یعنی مذہب اور دہریت میں سے دہریت تو بالکل باطل اور اوس کے لئے ہم کو دلیلوں کے بیان کرنے میں طول دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ ایسے آدمی کا جواب جو دنیا کو کسی بنانے والے کا محتاج نہ سمجھے اس طرح دینا چاہیئے کہ پیچھے سے آکر ایک لاٹھی اوس کے مارے اور فوراً غائب ہوجائے۔ جب وہ مارنے والے کی تلاش کرے اور اوس سے انتقام لینا چاہے تو اوس سے کہدیا جائے کہ یہ لاٹھی تیرے از خود آکر لگ گئی ہے۔ کوئی مارنے والا اس کا نہیں تھا۔ اس سے اوسکی تسلی نہ ہوگی اور جواب میں یہی کہے گا کہ لاٹھی بلا کسی مارنے والے کے کیسے لگ گئی۔ ضرب بلا ضارب کے یعنی فعل بلا فاعل کے کیسے ہوسکتا ہے۔ بس یہی جواب اوس کی دہریت ۹۵
کے باطل کرنے کے لیئے کافی ہوجائیگا۔ چونکہ جب اتنا سا کام بلا کرنے والے کے نہیں ہوسکتا تو اتنے بڑے بڑے کام جو دنیا میں ہورہے ہیں جن کے اصول اور ذرائع کا احاطہ بھی اب تک بڑے بڑے دماغوں سے نہیں ہوسکا۔ وہ از خود کیسے ہوسکتے ہیں۔ اس دہری کی عقل اوس بدوی سے بھی کم ہے جس نے یہ کہا تھا کہ البعرۃ تدل علی البعیر والاثر یدل علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج لاتدلان علی العلیم الخبیر۔ یعنی ایک مینگنی اونٹ کی جنگل میں پڑی ہوئی ملتی ہے۔ تو اوس سے ہم یقین کرلیتے ہیں کہ ادھر کو اونٹ گیا۔ پھر اتنا بڑا جہان دیکھ کر کیسے نہ سمجھیں کہ کوئی بڑا دانا اور بینا اس کا بنانے والا ہے۔ الغرض دہریت تو بدیہی البطلان ہے اور نہ یہاں ہم کو اوس سے کچھ زیادہ بحث کرنی ہے۔ یہاں مقصود دہریت اور مذہب کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ بھی مقصود نہیں۔ تمام کتاب سے مقصود ان شکوک کا رفع کرنا ہے جو فی زمانہ اہل اسلام کو اسلام کے بعض اصول و فروع میں پڑ گئے ہیں یہاں جو کچھ تقسیم دہریت اور مذہب [illegible]

(ح) بارہ میں کی گئی۔ وہ صرف بطور تمہید ہے اب سمجھئے کہ جب ہر مذہب الا دہریت کو باطل کہتا ہے تو یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہوئی کہ کوئی مذہب اختیار کرنا ضروری ہے اور بیان سابق سے یعنی دہریت کی بطلان کی تقریر سے واضح ہو چکا کہ ہر مذہب والا خدا کا قائل ہے۔ کیونکہ بمقابلہ دہریت کے مذہب کے معنی یہی تھے کہ انسان خدا کا قائل ہو۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر مذہب والا خدا کا قائل ہے تو کیا سب مذاہب ایک ہیں اور حق ہیں اس کا جواب نفی ہی میں ہو سکتا ہے۔ کوئی اہل عقل نہیں کہہ سکتا کہ سب مذاہب ایک ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو باہم مذہب میں جنگ وجدل اور مناظرہ مباحثہ کیوں ہوتا۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ سب مذاہب باوجود خدا کے ماننے کے ایک نہیں ہیں تو یہ بات بھی واجب التسلیم ہے کہ سب مذاہب حق بھی نہیں ہیں۔ مذاہب میں بھی حق و باطل ہیں تو پھر مذاہب میں فرق کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں مذہب حق ہے اور فلاں باطل اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ ہم خدا کے قائل ہیں بلکہ اوس کے ساتھ کوئی قید اور بھی ہے۔ جس کے بغیر مذہب میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اور ۹۶
سوا اس کے کوئی معیار نہیں جس سے پہچان سکیں کہ اب ہم نے مذہب حق اختیار کیا وہ قید یہ ہے کہ خدا کو اوسی طرح پہچاننا ضروری ہے۔ جس طرح کہ واقع میں ہے جس سے اوسکی خدائی سچے معنوں میں خدائی کہلائی جا سکے۔ یہ قید ایسی ہے کہ نہ کوئی مذہب والا اس کے ضروری ہونے سے انکار کر سکتا ہے اور نہ بلا اس کے کسی مذہب کی تعین ہو سکتی ہے۔ اگر اس قید کو اٹھا دیں تو پھر سب مذہب ایک ہو جائیں گے۔ اور سب مذہبوں کو حق ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ بات خود بدیہی البطلان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ کوئی مذہب والا بھی اسکو نہیں مانتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قید بھی سب کے نزدیک ضروری ہے کہ خدا کی صرف نفس ذات کو مان لینا کافی نہیں۔ بلکہ مع کچھ قیود کے ماننا پڑے گا ان قیود کو صفات کہتے ہیں۔ ہر مذہب مدعی ہے کہ صفات آلہی کو ہمارا مذہب صحیح بتلاتا ہے اور دوسرا مذہب غلط بتلاتا ہے۔ یہی مسئلہ مدار کار مناظروں اور مباحثوں اور مذہبی فیصلوں کا ہے۔

(باقی آئندہ)

گر گشایم بحث این را من بساز تا سوال و تا جواب آید دراز

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہانتک کہ سوال و جواب خوب دراز ہو جاوے یعنی اسکے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود نقش خدمت نقش دیگر مے شود

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوا جاتا ہے مطلب یہ کہ اس بحث وجدان میں پڑکر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اسلئے کہ قاعدہ ہے کہ ایسی پڑکر انسان کا قلب ہمیشہ مکدر ہو جاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہیئے کہ جنگ و جدال کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب و یابس مقابل کے سامنے رکھدے کہ بھائی حق و باطل کو تو خود ممتاز کرلے آگے اسپر ایک حکایت لاتے ہیں کہ ۳۳

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث و فکر کو مانع ہی

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اسکو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کریگا اُسکے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے مرد و موآمد شتاب پیش یک آئینہ دار مستطاب

یعنی ایک شخص جسکے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشم سفیدی کن جدا کہ عروس نو گزیدم اے فتےٰ

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری ڈاڑھی سے سفیدی کو الگ کردے اسلئے کہ میں نے ایک نئی دلہن کی ہے۔

ریش او ببرید و کل پیشش نہاد — گفت تو بگزین مرا کارے فتاد

یعنی اس حجام نے اسکی ساری ڈاڑہی مونڈ کر اسکے آگے رکھدی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال این جواب است ای گزین — کہ سر اینہا ندارد مرد دین

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اسکا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسیطرح سب رطب و یابس مقابل کے آگے رکھکر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہو جاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسیکی ہے کہ۔

آن یکے زد سیلیے مر زید را — حملہ کرد او ہم برای کید را

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کیوجہ سے حملہ کیا۔

گفت سیلی زن سوالت میکنم — پس جوابم گوی وانگہ مے زنم

یعنی اس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اسکا جواب دیدے پھر مجھے مار لیجیو۔

بر قفاے تو زدم آمد طراق — یک سوالے دارم اینجا در وفاق

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو طراق (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال کہتا ہوں

این سوال از تو ہمی پرسم بگو — حل کن اشکال من ای نیکخو

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتادے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کردے۔

این طراق از دست من بود یا — از قفاگاہ تو اے فخر کیا

یعنی یہ طراق (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اسے غور کیا۔

گفت از درد آن فراغت نیستم کاندرین فکر و تامل بیستم

یعنی اس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

توکہ بیدردی ہمی اندیش این نیست صاحب درد را این فکر ہین

یعنی تو جو بیدرد ہے اسکو سوچا کر مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ پس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دردمندان را نباشد فکر غیر خواہ در مسجد برو خواہے بدیر

یعنی دردمندوں کو غیر کی فکر ہوتی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ انکی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں انکو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اسی فکر میں رہتے ہیں۔ ۳۵

غفلت و بیدردیت فکر آورد در خیالت نکتہ بکر آورد

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتی ہے۔

جز غم دین نیست صاحب درد را می شناسد مرد را او گرد را

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شئے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را بر سر و دمے نہد حفظ و فکر خویش یکسو می نہد

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے (اسکو فضولیات کی فرصت ہی نہیں ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اسلئے کہ وہ اصل شے عمل کو لئے ہوئے تھے وہ اس ظاہر کو اسقدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تواتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسلئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

در صحابہؓ کم بُدے حافظ کسے　　گرچہ شوقے بود جان شانرا بسے

زانکہ چون مغزش در آگند و رسید　　قشرہا شد بس رقیق و وا کفید

قشر جوز و فستق و بادام ہم　　مغز چون آگندشان شد پوست کم

مغز علم افزود کم شد پوستش　　زانکہ عاشق را بسوزد دوستش

وصف مطلوبے چو ضد طالبی است　　وحی و برق نور سوزان نبی است

چون تجلی کرد اوصاف قدیم　　پس بسوزد وصف حادث را گلیم

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود　　جل فینا از صحابہ مے شنود

جمع صورت با چنین معنی ژرف — نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف

در چنین مستی مراعات ادب — خود نباشد ور بود باشد عجب

اندر استغنا مراعات نیاز — جمع ضدین است چون گرد و دراز

جمع ضدین از نیاز افتاد و ناز — باز در وقت تحیر امتیاز

چون عصا معشوق عیان می‌شود — کور خود صندوق قرآن می‌شود

گفت کوران خود صنادیق اند پر — از حروف مصحف و ذکر و نذر

باز صندوقی پر از قرآن بہ است — وانکہ صندوقی بود خالی بدست

باز صندوقی کہ خالی شد ز بار — بہ ز صندوقی کہ پر موش است و مار

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد — گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

چون بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاری علم اکنون قبیح

چون شدی بر بام ہائے آسمان — سرد باشد جستجوے نردبان

جز برائے یارے و تعلیم غیر	سر و باشد راه خیر از بعد خیر
آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادن صیقلے
پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستن نامہ و رسول

دیکھو باوجودیکہ صحابہؓ کو تحصیل دین کا بیحد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔ اب اگر تحدید نہ بھی مقصود ہو تب بھی تقلیل تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایک صورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری سورۃ بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو تیسری سورۃ ان ہر دو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علی ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہیگا اور یہ حکم بھی صحیح رہیگا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اسکی اصل وجہ سنو کہ یہ کمی کیوں تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ پختہ ہو جاتا ہے تو پوست کمزور ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھر جانے سے کم تو ضروری ہو جاتا ہے بس اسیطرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدہ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہو جاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم و الفاظ کم ہو جاتے ہیں اسکا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اسکو معشوق کے سوا دوسری اشیاء کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اسکا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور

تضاد منافی وصل و اتحاد ہے اسلئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تاکہ اسکی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اسکی دو صورتیں ہیں یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولی عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عرفی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بنجانا کیونکہ نہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے۔ اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جسکے بنا پر وحی الٰہی اور برق تجلی حق سبحانہ وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فنا فی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تابع بنا دیا تھا کیونکہ اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوتی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جلکر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی لہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ کی شان دکھلا دیتے ہیں ؎ چو سلطان عزت علم در کشد　　　جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ اگر کسیکو چوتہائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اس نے معنی اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت و معنی کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الٰہی میں بحید مست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین۔ اور ایسا کرنے والا یوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شئی گول بھی ہو اور لمبی بھی پس جب اس نے ناز و نیاز اور تحیر امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا

تو جمع بین الضدین تو ہوگیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہوسکتا ہے لہذا صحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورۃ والمعنی کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنی سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنی کو صورت پر ہوگا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اربعہ پر ہوگا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح وتعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالنظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالنظر الی الکل اور تعلیل مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنی کے درجات مختلف ہیں لہذا یوں کہا جاویگا۔ کہ جسقدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کرسکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفا کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفا افضل ہونگے۔ لیکن چونکہ اپنے اشتغال کے ساتھ انھوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا فی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ ونیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کرسکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا۔ اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہوگیا اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا صحابہ کی معذوری بیان کرکے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنا ئیں لہذا وہ لاٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اسی کے سہارے سے مقصود تک پہونچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے الا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہونچے

الحدیث حدیث ابن عباسؓ ان قوما تفکروا فی اللہ عزوجل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ فانکم لن تقدروا قدرہ ابو نعیم فی الحلیۃ بالمرفوع منہ باسناد ضعیف ورواہ الاصبہانی فی الترغیب والترہیب من وجہ اخر اصح منہ **ف** صریح فیما قالوا من امتناع ادراک کنہہ تعالیٰ ذاتا او صفۃ لا فعلا لکونہ داخلا فی المخلوق۔

حدیث حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ ایک قوم نے حق تعالیٰ میں تفکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اطلاع پاکر) فرمایا خلق اللہ میں تفکر کرو اللہ میں تفکر مت کرو تم اوسکا اندازہ نہ کرسکوگے روایت کیا اسکو ابو نعیم نے حلیہ میں اس کے مرفوع حصہ کو اسناد ضعیف سے اور روایت کیا اسکو اصبہانی نے ترغیب وترہیب میں دوسرے طریق سے جو اوس سے صحیح ہے **ف** یہ صریح ہے اوس مضمون میں جو عارفین نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات یا صفات کا ادراک بالکنہ ممتنع ہے مگر فعل کا ادراک ممتنع نہیں کیونکہ فعل مخلوق میں داخل ہے (جسمیں تفکر کی اجازت ہے)

کتاب ذکر الموت

کتاب ذکر الموت

الحدیث تحفۃ المومن الموت رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الموت والطبرانی والحاکم من حدیث عبد اللہ بن عمر مرسلا باسناد حسن

حدیث مومن کا تحفہ موت ہے روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا نے کتاب الموت میں اور طبرانی اور حاکم نے عبد اللہ بن عمر کی حدیث سے مرسلا سند حسن سے

الحدیث الموت کفارۃ لکل مسلم

حدیث دیگر موت کفارہ ہے ہر مسلمان

تصحیح { رسالہ تشرف بابت ربیع الاول ۵۳ھ ص ۳ س ۹ (غلط لکھدیا گیا ہی اس کا بدل صحیح) لکھدیا گیا ہے بیر دوسں کا مابعد - ۱۲

ابونعيم في الحلية والبيهقي
في الشعب والخطيب في
التاريخ عن حديث
انس قال ابن العربي
في شرح المريدين
انه حسن صحيح وضعفه
ابن الجوزي وقد
جمعت طرقه في جزء
ف صريحان في فضل
الموت ومن ثم يحبه اهل الله

تفضیل الموت

الحديث قال لعبد الله بن عمر اذا ۱۵۶
اصبحت فلا تحدث نفسك بالمساء
ابن حبان ورواه البخاري من قول ابن عمر في
اخر حديث كن في الدنيا كانك غريب
الحديث حديث ابن عباس
كان يخرج يهريق الماء فيتيمم بالتراب
فاقول الماء منك قريب
فيقول ما يدريني لعلي
لا ابلغه ابن المبارك
في الزهد وابن ابي الدنيا
في قصر الامل والبزار

(کے گناہ) کا روایت کیا اسکو ابونعیم نے حلیہ
میں اور بیہقی نے شعب میں اور خطیب نے
تاریخ میں انسؓ کی حدیث سے ابن العربی
نے شرح المریدین میں کہا ہے کہ یہ حسن صحیح
ہے اور ابن الجوزی نے اسکو ضعیف کہا
ہے اور میں نے اس کے طرق کو ایک جزو
میں جمع کر دیا ہے۔ **ف** یہ دونوں حدیثیں
فضیلت موت میں صریح ہیں اسی لیے اہل اللہ
اوس کو محبوب رکھتے ہیں (اور اس سے متوحش
نہیں ہوتے)

حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے عبد اللہ بن عمر کو فرمایا کہ جب تم صبح
کرو تو اپنے نفس سے شام کی بابت
باتیں مت کرو (کہ شام کو یہ کروں گا)

حدیث دیگر ابن عباس کی حدیث کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لیجاتے
اور پیشاب کرتے اور دروازہ پر تیمم فرمالیتے
میں عرض کرتا کہ پانی تو آپ سے قریب ہے آپ
فرماتے شاید میں پانی تک نہ پہونچ سکوں
روایت کیا اسکو ابن المبارک نے زہد میں
اور ابن ابی الدنیا نے قصر امل میں اور بزار نے

بسند ضعیف **ف** صریحان
فی استحضار الموت وھو
کالعادۃ العامۃ للقوم
الحدیث حدیث عائشۃ
ما من رجل یزور قبر
اخیہ ویجلس عندہ
الا استانس بہ ورد علیہ
حتی یقوم ابن ابی الدنیا
فی القبور وفیہ
عبد اللہ بن سمعان
ولم اقف علی حالہ
ورواہ ابن عبد البر
فی التمہید من حدیث
ابن عباس نحوہ وصححہ عبد الحق
الاشبیلی **ف** صریح
فی ادراک المیت واتفق علیہ
اہل الکشف +
الحدیث ما المیت فی
قبرہ الا کالغریق المتغوث
ینتظر دعوۃ تلحقہ من ابیہ
او من اخیہ او صدیق لہ

بسند ضعیف **ف** دونوں حدیث صریح ہیں
استحضار موت میں اور یہ صوفیہ کی مثل
عادت عامہ کے ہے۔
حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث کوئی
ایسا شخص نہیں کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت
کرے اور اوس کے پاس بیٹھے مگر وہ اس سے
مانوس ہوتا ہے اور اوسکو (سلام کا) جواب
دیتا ہے یہاں تک کہ یہ اوٹھ کھڑا ہوا
روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا نے قبور
میں اور اس (کی سند) میں عبد اللہ
۱۵۷ بن سمعون ہے اور میں اوس کے حال سے
واقف نہیں ہوں اور روایت کیا اسکو
ابن عبد البر نے تمہید میں ابن عباس کی
حدیث سے اسی کی قریب قریب اور تصحیح کی
اسکی عبد الحق اشبیلی نے **ف** صریح ہے
میت کے صاحب ادراک ہونے میں اور
اسپر اہل کشف متفق ہیں +
حدیث میت کی حالت اپنی قبر میں
بالکل ایسی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا ہو اور
مدد چاہتا ہو منتظر دعا کا رہتا ہے جو اسکو
اوسکی باپ کی یا بھائی کی یا کسی دوست کی

الحديث ابو منصور الديلمي
في مسند الفردوس
من حديث ابن عباس
وفيه الحسن بن علي بن
عبد الرحمن قال
الذهبي حدث عن
هشام بن عمار بحديث
باطل وتمامه فاذا
لحقته كانت احب اليه
من الدنيا وما فيها
وان هدايا الاحياء ۱۵۸
للاموات الدعاء
والاستغفار ف صريح
في نفع اعمال الاحياء
للاموات سواء كانت دعاء
كما في هذا الحديث او طاعة مالية
او بدنية كما في نصوص اخرى والاول
متفق عليه بين الامة والثاني
بين اهل السنة والثالث فيه
اختلاف اهل السنة واثبته الحنفية

نفع اعمال الاحياء للاموات
[illegible]

طرف سے پہونچ جاوے الحدیث روایت
کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں
ابن عباس کی حدیث سے اور اس میں حسن بن علی
بن عبد الرحمن ہے ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے
ہشام بن عمار سے ایک غلط حدیث روایت
کردی اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ جب وہ دعا
اوسکو پہونچتی ہے تو وہ اوس کے نزدیک تمام
دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور
احیار کے ہدایا اموات کے لیے دعا و استغفار
ہے ف یہ صریح ہے اس میں کہ احیار کے
اعمال اموات کو نافع ہوتے ہیں خواہ دعا
ہو جیسا اس حدیث میں ہے خواہ طاعت
مالیہ ہو خواہ طاعت بدنیہ ہو۔ جیسا
دوسری نصوص میں ہے اور اول تمام
امت میں متفق علیہ ہے (حتی کہ فرق باطلہ
بھی اس کے قائل ہیں اسی لیے اس حدیث
کا مجروح ہونا مضر نہیں اجماع سے اس کا
مضمون ثابت ہے) اور ثانی اہل سنت کے درمیان
(متفق علیہ ہے) اور ثالث میں اہل سنت کا بھی
اختلاف ہے اور حنفیہ اوسکا اثبات کرتے ہیں

(باقی آئندہ)

(۱۲۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے
ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے۔ اور یہ حضرت کے خاص
مریدوں میں تھے۔ انکی حالت یہ تھی۔ کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا۔
تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلادیتے تھے وہی ہوتا
تھا۔ ان عبداللہ خاں نے شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا۔ کہ مجھے دو عصا مکشوف ہوئے
ایک آپکی نسبت کا۔ اور دوسرا سید صاحب کی نسبت کا۔ آپکی نسبت کا جو عصا تھا وہ
نہایت خوبصورت تھا اور سید صاحب کی نسبت کا جو عصا تھا اس درجہ خوبصورت نہ تھا
اس سے میں سمجھتا ہوں کہ آپکی نسبت سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے پھر آپ نے
کیوں بیعت ہوئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ممکن ہے کہ میری نسبت کسی حیثیت سے سید صاحب
کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو۔ مگر مجھے پہلے نہ نماز پڑھنی آتی تھی اور نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔
سید صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آگئی اور روزہ بھی رکھنا آگیا مولانا گنگوہی
اس روایت کو یوں بیان فرماتے تھے۔ کہ عبداللہ خاں نے ایک روز شاہ عبدالرحیم ۱۳۳
صاحب سے عرض کیا کہ میں نے آپکی اور سید صاحب کی نسبتوں کی طرف توجہ کی۔
تو آپ کی نسبت میں نور اور چمک دمک معلوم ہوئی اور سید صاحب کی نسبت میں
اندھیرا۔ اور یہ بات بیان فرماکر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی ہم تو کچھ جانتے نہیں
مگر جب حاجی صاحب کے یہاں اس قصہ کا ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی
نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی اور ذات بحت کی تجلی میں اندھیرا ہی ہوتا ہے
جملہ معترضہ (خانصاحب نے فرمایا کہ امیر شاہ صاحب نے مولانا نانوتوی سے دریافت کیا کہ حضرت
جب آپ سید صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ تو ان کی نسبت تو سب سے اعلیٰ ہونا چاہیئے
پھر ان کی نسبت کا شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت سے گھٹا ہونا کیا معنی اس کے جواب
میں مولانا نے فرمایا۔ کہ جس بات کے لئے مجدد آتا ہے اس میں اس سے کوئی بڑھا
ہوا نہیں ہوتا۔ ہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر و اشغال وغیرہ اگر اس سے
کوئی بڑھ جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں) عود الی ما قبل الجملة المعترضة

اوس کے بعد خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولانا گنگوہی کی روایت اور مولانا نانوتوی کی روایت دونوں کو حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہی نے ضرور مجھ سے سنا ہوگا مگر مجھے یاد نہیں آتا اور مولانا نانوتوی کی روایت کو سنکر فرمایا کہ مولانا نانوتوی کی عبداللہ خاں سے بہت دوستی تھی۔ ممکن ہے۔ کہ انہوں نے مولانا سے یہ واقعہ بیان کیا ہو۔ مگر مجھے یہ بھی یاد نہیں اوس کے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اس واقعہ کی نسبت ایک تقریر فرمائی تھی مگر وہ تقریر بعینہ مجھے یاد نہیں اور نہ اس کا ماحصل اتنا خیال آتا ہے۔ کہ آپ کی تقریر دونوں روایتوں کی مؤید تھی۔ مخالف نہ تھی۔

حاشیہ حکایت (۱۴۶) قولہ اندھیرا **اقول** اسکو ظلمت نہ سمجھا جاوے یہ بھی نور ہے جیسے آنکھ کی تپلی نور محض ہے اور سیاہ ہے اور یہ تجلی بھی عین نہیں ہوتی مثال ہوتی ہے جسکو ذات سے خاص مشابہت ہے کہ آئینہ وحدت غلبہ علی جمیع الالوان ہے
۱۴۴ اور ذات میں وحدت غلبہ علی جمیع الاکوان چنانچہ ہر رنگ کی لتی اپنے مظروف کے لون سے متغیر ہو جاتی ہے مگر سیاہ بوتل کسی لون سے متغیر نہیں ہوتی واللہ اعلم (اشرف)

(۱۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے جو لوگ ان کے سید صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے اون کی حالت نہایت اچھی تھی۔ اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا۔ اور جو لوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ اون کی حالت اس درجہ کی نہ تھی نیز مولانا رائپوری نے فرمایا کہ جب شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہو چکے تو اوس کے بعد وہ ساڈھورہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں تشریف لیجا کر اپنے سابق پیر کے خدام کو و نیز قصبہ کے تمام عوام و خواص کو بلا کر ایک جلسہ کیا اور اس جلسہ میں آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پیر کا عرس گو پہلے بھی ہوتا تھا مگر ترقی اوسے میں نے دی تھی۔ اور موجودہ حالت اوس کی میری کوشش سے ہوئی ہے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے اور میری سمجھ میں اسکی برائی آگئی۔ اس لئے میں آپ صاحبان سے

درخواست کرتا ہوں کہ اس عرس کو موقوف کردیا جاوے شاہ عبدالرحیم صاحب کے پیر کے دو صاحبزادے تھے۔ اونہوں نے برسر جلسہ کہا کہ یہ حاجی نہیں پاجی ہے۔ اسکی کوئی نہ سنو یہ سنکر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سب چلے گئے۔ مگر عبداللہ خاں جن کا ذکر سابق میں آیا ہے نہیں اٹھے اور یہ بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے تھوڑی دیر میں فرمایا۔ کہ میاں عبداللہ خاں سب چلے گئے تم کیوں بیٹھے ہو تم بھی چلے جاؤ۔ اس پر عبداللہ خاں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ آپ کے پیر قبر میں سے اٹھکر کہیں گے کہ اٹھ جائیں تب بھی نہ اٹھونگا اور پھر تو پھر اگر ان کے پیر بھی کہیں گے تب بھی نہ اٹھونگا اور اسی طرح بہت اوپر ترقی کرتے چلے گئے غرض انہوں نے کہا۔ کہ میں کسیطرح آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۷) قولہ ساڈہورے الخ اقول غالباً ڈہول ہوا ہی امروہہ ہوگا۔ اون کے پیر سابق کا مزار امروہہ ہی میں ہے **قولہ** اگر یہ آپ کے پیر بھی **اقول** یہ مسئلہ ہے قوم کے نزدیک کہ شیخ کے مقابلہ میں شیخ الشیخ کی اطاعت نہیں ہے ہاں اوس کا معاملہ خود اس شیخ کے ساتھ ہے (**شت**)

۱۳۵ (۱۲۸) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ جب سید صاحب جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے پہلت پہونچے ہیں تو وہاں سے روانگی میں مولوی عبدالحی صاحب اور ان کے والد بھی مشایعت میں تھے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کے والد نے مولوی صاحب کو جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہ دی تھی جب پہلت سے ایک میل نکل کر سید صاحب نے مشایعت کرنے والوں کو رخصت کیا۔ تو مولوی عبدالحی صاحب نے بھی فرمایا۔ کہ مولانا آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں ہے۔ آپ بھی رخصت ہو لیجئے۔ غرض سید صاحب نے اونکو رخصت کیا۔ اور رخصت کرکے آپ تشریف لے چلے جب آپ تشریف لے چلے۔ تو مولوی صاحب بیتاب ہوگئے اور یہ کہہ کر کہ ہائے سید صاحب مجھے چھوڑ گئے بسر پر خاک ڈالنی شروع کی۔ اور زمین پر لوٹنے لگے جب ان کے والد صاحب نے ان کا یہ اضطراب دیکھا۔ تو مجبوراً ان کو اجازت دینی پڑی جب ان کے والد نے اجازت دیدی۔ تو وہ بھاگے۔ اور بھاگ کر سید صاحب

جا ملے۔ یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سنا ہے۔
حاشیہ حکایت (۱۲۸) قولہ آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں الخ **اقول** غیر واجبات میں والد کی اطاعت مقدم ہے شیخ کی اطاعت پر اور شیخ کامل بھی اسی ترتیب کا حکم دیتا ہے **(ش ت)**

(۱۲۹) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہی اور مولوی عبد القیوم صاحب نے فرمایا۔ کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی دینی معاملہ میں مولوی عبد الحی صاحب کو غصہ آتا ہے۔ تو اسوقت انوار الہیہ کی بارش ہوتی ہے اور جب کبھی مولوی صاحب کو غصہ آتا تہا۔ تو سید صاحب مولوی صاحب کے پیچھے کہڑے ہوجایا کرتے تھے۔ اوس کے بعد فرمایا کہ مولوی عبد الحی صاحب سید صاحب کے لشکر میں قاضی تھے اور مقدمات کا فیصل کرنا اور عاملوں کا مقرر کرنا آپ کے متعلق تہا۔ ایک مرتبہ کسی ولایتی نے کسی ہندوستانی کے تھپڑ مار دیا اوس نے مولوی صاحب کے یہاں نالش کی مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی مدعا علیہ کے تھپڑ مارے۔ مگر اس ولایتی مدعا علیہ نے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اسپر مولوی صاحب کو نہایت غصہ آیا۔ اور جوش غیظ میں کہڑے ہوگئے۔ سید صاحب حسب عادت آپ کے پیچھے کہڑے تھے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا۔ کہ مبادا بات بڑھ جائے اور ولایتی لوگ بگڑ جائیں۔ اور جہاد کا معاملہ مختل ہوجاوے۔ اور یہ خیال کرکے مدعی کو اشارے سے بلایا۔ اور بلاکر اوس سے کہا کہ تو مولوی صاحب سے کہدے کہ میں نے خدا کے واسطے اپنا حق اپنے مسلمان بہائی کو معاف کیا۔ اوس نے مولوی صاحب سے کہدیا۔ اوسکے کہتے ہی مولوی صاحب کا غصہ بالکل فرو ہوگیا اور ایسے ہوگئے جیسا کہ غصہ آیا ہی نہ تہا۔
حاشیہ حکایت (۱۲۹) قولہ انوار الہیہ الخ **اقول** غضب للہ میں انوار ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو غضب کو مفسد ایمان فرمایا ہے وہ غضب للنفس ہے **(ش ت)**

(باقی آیندہ)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوجہ اللہ آزاد کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا ابوبکر پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی دختر کا مجھ سے نکاح کیا، ہجرت میں میری مدد کی، اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر کے آزاد کردیا"

یہ وہی بلال ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! بلال کے خریدنے میں تم نے مجھ کو کیوں نہیں شریک کیا؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خریدا تو آپ کے والد ماجد ابوقحافہ ونیز دیگر کفار نے کہا کہ ابوبکر نے یہ کیا کیا؟ کہ اسقدر مال اور ایسے اعلیٰ درجہ کے ذی لیاقت، چست و چالاک اور خوب کمانے والے غلام کے بدلہ میں ایک نکما اور بیکار غلام خرید کیا۔ اتنی قیمت میں اچھی اچھی لیاقت کے غلام خرید کرتے تو بہت سا نفع حاصل ہوتا۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے محض رضائے حق کے واسطے اسکو خرید کیا۔ دنیا کا نفع مجھے مطلوب نہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ۴۳

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (ترجمہ) اور اس بھڑکتی ہوئی آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہوجاوے (یعنی محض رضائے حق اس کا مطلوب ہے)

کفار نے کہا بلال کا ابوبکر پر کچھ حق ہوگا جو اسقدر مال اس کے خریدنے میں صرف کیا ان کے اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ (ترجمہ) اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔

تفسیر روح البیان میں "ولسوف یرضیٰ" کا ترجمہ یوں مذکور ہے کہ عنقریب راضی ہوجائیگا

رب ابوبکرؓ کا ابوبکرؓ سے یعنی راضی ثواب ہی سے۔ مگر رضا کا ظہور عنقریب (قیامت کے دن) ہوگا۔

ہر چند کہ الفاظ آیت کے عام ہیں مگر اس کے نزول کا سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ اُنہوں نے بلالؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا تھا۔ چنانچہ دُرِّ منثور میں متعدد اسانید سے اس کا ذکر موجود ہے نیز صاحب تفسیر کبیر نے بیان کیا ہو سب مفسروں کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

سیدنا عامرؓ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ ازد کے مولدین[1] میں سے تھے آپ کی کنیت ابو عمر ہے۔ آپ کا رنگ سیاہ تھا۔ اسلام کی سبقت کرنیوالے لوگوں میں سے ہیں یہ اس زمانہ میں سلام لائے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت تک ارقم کے گھر میں داخل نہیں ہوئے تھے انہوں نے بحالت مملوکیت ہی اسلام قبول کیا تھا اور بہت پختہ مسلمان تھے ان کو اللہ کی راہ میں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں آپ اپنے آقا کے ناقابل برداشت مصیبتوں کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال کثیر[2] کے عوض ان کے مالک سے خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ بیر معونہ میں آپ شہید ہو گئے معمر[3] بواسطہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ بیر معونہ کے دن شہدا کی لاشوں میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی نعش تلاش کی گئی تو نہ ملی۔ پس سب لوگوں نے خیال کیا کہ اُن کو ملائکہ نے دفن کر دیا ہوگا یا اُنکی نعش کو اُٹھا کر آسمان پر لے گئے ہوں گے۔ ۴۴

ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ آپ صفوان بن اُمیہ بن خلف کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ خفیہ اسلام لائے۔ اُمیہ کو جب معلوم ہوا تو اُن کے پاؤں میں رسی باندھی۔ اور آدمیوں سے کہا کہ گھسیٹتے ہوئے رمضا پر لیجائیں۔ چنانچہ غلام ان کو پابزنجیر کر کے کشاں کشاں لے چلے۔ پتھروں، سنگ ریزوں سے ان کا سر

---

[1] مولدین اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو لوگ عربی الاصل نہوں ۱۲ [2] چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو بعوض سیر سونے کے عوض خرید کیا تھا۔ ۱۲ [3] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۴۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف ۱۲

ٹکرا تا تھا اور سنگدل اور بے رحم کافر اُن کو مُردہ جانور کی طرح گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے یہاں تک کہ گرم اور تپتے ہوئے پہاڑ پر لٹا کر آپ کے سینہ مبارک پر اتنا بھاری بوجھل پتھر رکھدیا کہ اُن کی زبان منہ سے باہر نکل پڑی۔ اور آپ مجنونانہ وار حسرت بھری نگاہوں سے پڑے پڑے ایک ایک کا منہ تکا کئے۔ پر نہ کسی ظالم کو کچھ رحم آیا اور نہ کسی نے آدمیت کا برتاو برتا۔ اگر کہا تو یہ کہا کہ لات و عزٰے پر ایمان لے آ۔

ستم سے باز آیا تو جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

مگر آپ یہی کہتے رہے کہ میرا اور تمھارا اور تمام مخلوق کا رب فقط اللہ ہی ہے۔

راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا اُمیہ نے آپ سے کہا تیرا خدا یہی تو نہیں ہے اُنہوں نے کہا کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالٰی ہے۔ اس پر اُمیہ نے اس زور سے اُن کا گلہ گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا۔

ایک دفعہ اُمیہ اپنے بھائی اُبی بن خلف کو ہمراہ لیکر اُن کے پاس آیا۔ اور کفر کرنے پر ان کو آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن اُنہوں نے زبان سے وہی کلمۂ توحید نکالا۔ جو اُن کے دل اور رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ اُبی نے کہا بھائی صاحب! یہ کمبخت اسلام سے باز آنے والا نہیں ہے۔ رسّی کا پھندہ اس کے گلے میں ڈال کر جھٹکے دلوایئے۔ اور پے در پے تکلیف میں زیادتی کرتے رہیئے۔ یہاں تک کہ اس کا آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے جادو کے زور سے اس کو چھڑا لیجائے۔ چنانچہ اس تجویز پر عملدرآمد شروع ہو گیا اور انکا گلہ یہاں تک گھونٹا کہ لوگوں کو اُن کے مرجانے کا یقین ہو گیا۔ اِسی حالت جانکاہ میں مبتلا تھے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اُدھر گذر ہوا۔ اور اُنہوں نے اُمیہ کو خاطر خواہ قیمت دیکر ابوفکیہہ کو خرید کر محض اللہ واسطے آزاد کر دیا۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کنیز تھیں جس وقت وہ دولت اسلام سے مشرف ہوئیں بڑی بڑی تکلیفیں ان کو دی گئیں کہ اسلام سے پھر جائیں مگر آپ نے اُنکو نہایت صبر اور استقلال سے برداشت کیا۔ اور اسلام سے نہ پھریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) انکو جی کھول کر ستاتے۔ ابوجہل نے

اُنکو اسقدر مارا کہ اُن کی آنکھیں جاتی رہیں ۔ قریش نے کہا کہ لات و عزیٰ نے اسکو اندھا کر دیا۔ زنیرا نے یہ کہکر کہ لات و عزیٰ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ان کی کون پرستش کرتا ہے سکوت کیا اس کے بعد کہا کہ ہاں ! میرے خدائے قدوس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اسی کا نام تقدیر ہے۔ اور میرا معبود برحق مجھکو دوبارہ بینائی دینے پر بھی قادر ہے۔ خدا کی قدرت کہ آپ صبح ہی بینا ہوگئیں۔ ابوجہل نے انکو دیکھا تو حیران اور ششدر رہ گیا اور بولا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو چل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

لُبینہ رضی اللہ عنہا یہ بیچاری اک کنیز تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پیشتر) ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تھے تو کہتے تھے کہ میں نے تجکو رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اسوجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا اس کا انتقام لے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو بھی بھاری قیمت پر خرید کر محض خوشنودی الٰہی کی وجہ سے آزاد کر دیا۔

نہدیہ رضی اللہ عنہا یہ بھی کنیز تھیں اور اسلام لانے کے جرم میں کافروں کے ہاتھ میں بڑی ہوئیں مصیبتوں کا نشانہ اور تکالیف کی تختۂ مشق بنی ہوئی تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

اُم عبیس رضی اللہ عنہا یہ بنی تیم بن مرہ کے قبیلہ سے ایک کنیز تھیں۔ اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر محض حسبۃً للہ آزاد کر دیا۔

حمامہ رضی اللہ عنہا ابوعمر نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اُن خرید کردہ کنیزوں میں سے تھیں۔ جنکو اللہ کی راہ میں سخت سے سخت عذاب اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو بھی خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

(باقی آئندہ)

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

از مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری دام ظلہم

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولنا شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز صاف و شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس قیانوسی ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر دیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہونے آئی اور فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ماہ جمادی الاولیٰ میں نہایت آب و تاب سے شائع ہو کر نور افزائے دیدہ و دل مشتاقاں ہوگا۔

اس ترجمہ سے آپکو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جاں نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کر کے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپکو مستعد کرینگے

الہادی دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت

یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتاکر ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کریگا جن سے مسلمان ہو کا کہا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک انکا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے

پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی۔ فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہاکر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ

فیوض الاسلام کی ضخامت ساڑھے سات سو صفحات تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت تین روپے چار آنہ علاوہ محصولڈاک۔ لیکن جو حضرات تیاری سے پہلے اپنا نام درج کرا دینگے انکو علاوہ محصولڈاک دو روپے چار آنہ کو دیجاویگی۔ مگر نام درج کرانے میں آٹھ آنے پیشگی روانہ کرنے ہونگے

ہاں مندرجہ ذیل مقامات سے پیشگی کی ضرورت نہیں صرف نام لکھانا کافی ہے اور وہ محض اسلئے کہ ان مقامات میں ہیں ہر ایک کتاب پر جدا جدا محصولڈاک خرچ کرنیکی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اپنے تعلقات کی جگہ فرمائشوں کی تعداد کے موافق کتاب فیوض الاسلام روانہ کردینگے۔ جہاں سے خریدار کو ملجاویگی۔

وہ مقامات جہاں کے باشندگان کو پیشگی کچھ دینا نہ ہوگا

تھانہ بھون + دہلی + دیوبند + سہارنپور + جالندھر + آگرہ + اورنگ آباد دکن

ریواڑی + امرتسر + جودھپور + مینڈو + بریلی

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

اعلان

متعلق

فیوض الاسلام ترجمہ جلد فتوح الشام

ناظرین الہادی کو معلوم ہو الہادی کے خریدار رہینگی روانہ فرمانے کی تکلیف گوارہ نفرماویں صرف اسم مبارک درج رجسٹر کرادیں تیاری پر عہ کو ارسال کردیجاویگی مگر محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا. اور فیوض الاسلام ۲۵ جمادی الاول تک انشاءاللہ تعالیٰ تیار ہو جاویگی اور نام ۲۴ تک درج ہونگے اس کے بعد عہ کی کردیجاوے گی.

ہاں

نام درج کرانے میں جلدی کریں کیونکہ اشتہار اس کا بڑی مقدار میں شائع ہوا ہے اور فرمائشیں بحمداللہ ابھی آرہی ہیں ایسا نہ ہو ناظرین الہادی محروم رہجاویں اور طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے.

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

نقشہ اوقات وکرایہ شاہدرہ سہارنپور چھوٹی لائن

چونکہ یکم اکتوبر سے گاڑیوں کے اوقات تبدیل ہو گئے ہیں اس واسطے مناسب معلوم ہوا کہ جدید اوقات سے ناظرین کو آگاہ کر دیں

شاہدرہ سے سہارنپور

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر سہ درجہ: تیسرا	ڈیوڑھا	اول
	۵۵	۱۹	۲۰	۹	شاہدرہ			
۵	۲۲	۲۰	۳۳	۹	لونی	۲/	۳/	۱۰/
۱۰	۴۶	۲۰	۶	۱۰	گوشرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۴	۹	۲۱	۲۶	۱۰	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰	۴۱	۲۱	۵۶	۱۰	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۲	۳	۲۲	۱۶	۱۱	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۰	۴۲	۲۲	۴۸	۱۱	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۳	۳	۲۳	۵	۱۲	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶	۲۲	۲۳	۲۶	۱۲	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۵۱	۲۳	۵۳	۱۲	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۵	۱۸	۲۴	۱۳	۱۳	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۹	۴۰	۲۴	۳۳	۱۳	کھندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۴	۱۵	۱	۱	۱۳	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۰	۴۴	۱	۲۹	۱۴	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۷	۱۶	۳	۵۸	۱۴	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۴۶	۳	۲۴	۱۵	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۰	۲۲	۳	۵۷	۱۵	رامپور منہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۵۱	۳	۲۲	۱۶	منانی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۱۶	۳	۴۲	۱۶	سہارنپور	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سہارنپور سے شاہدرہ

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر سہ درجہ: تیسرا	ڈیوڑھا	اول
	۵۵	۱۹	۰	۸	سہارنپور			
۵	۲۲	۲۰	۲۲	۸	منانی	۲/	۳/	۱۰/
۱۱	۵۲	۳۰	۴۸	۸	رامپور منہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۹	۳۱	۲۱	۲۴	۹	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵	۱	۲۲	۴۸	۹	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۱	۳۰	۲۲	۱۶	۱۰	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۱۳	۲۳	۵۱	۱۰	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۳۶	۲۳	۱۱	۱۱	کھندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۷	۸	۲۴	۳۴	۱۱	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰	۲۸	۲۴	۵۲	۱۱	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۶	۱	۱	۲۳	۱۲	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۹	۱۹	۱	۴۰	۱۲	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۲	۳۹	۱	۲	۱۳	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۸	۱۷	۲	۲۸	۱۳	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۲	۴۵	۲	۵۲	۱۳	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۸	۱۶	۳	۱۹	۱۴	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۲	۳۶	۳	۳۹	۱۴	گوشرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۱	۴	۱	۱۵	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۲۵	۴	۲۲	۱۵	شاہدرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چھوٹی لائن سے سفر کرنے والوں کیواسطے دہلی شاہدرہ کے اوقات

منٹ	بجے	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن
۲۵	۱۹	۳۵	۱۸	۰۰	۶	دہلی
عہ ۳۱	۱۹	۵۱	۱۸	۱۵	۶	شاہدرہ عہ۵

منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن
۳۹	۱۵	۳۸	۶	شاہدرہ
۵۵	۱۵	۵۵	۶	دہلی

عہ لیکن یہ گاڑی کبھی کبھی لیٹ بھی ہو جاتی ہے اس لئے کوئی صاحب اس گاڑی سے سفر کرنیکا اہتمام نہ کریں حتی الامکان پہلی گاڑی سے سفر کریں عہ۵ اس گاڑی سے قبل ایک گاڑی شاہدرہ سے ۱۵ بجکر ۴ منٹ پر روانہ ہوتی ہے مگر بہت جلدی کرنے سے اور جن صاحب کے پاس دہلی تک کا ٹکٹ ہو ان کو مل سکتی ہے۔

رجسٹر نمبر ال ۱۷۷۵

وقال الله تعالى وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت منصوص دال ست بر نفعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشند یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی پس اتباعاً للنص المزبور بہ صحیفۂ شہریہ کہ مسمی ست بتدریج شہور

مسمّی بہ

الہادی

نمبر ۲ | بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ | جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتخابات کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام محمد عثمان نامی بدفتر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی طبع گردید

[illegible]

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	الاحادیث التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب سلمہ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۱
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۱۹
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۷
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	... ...	۳۵
۶	اسرار الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب مع حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۹
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی۔	۴۳

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بجز اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ (للعہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے للعہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر والا اضافہ کریگا اور دو روپیہ بارہ آنے کا وی پی پہنچیگا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک قیمت پیشگی نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد۔ یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہوں طلب فرمادیں مگر سکی قیمت فی جلد تین روپے بجز علاوہ محصولڈاک

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

اور ایسے ہی جو شام کو پڑھ لیا کرے۔ احمد ونسائی نے اس حدیث کو روایت کیا یہ الفاظ نسائی کے ہیں۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ اس حدیث کے الفاظ اس سے قبل اذکار صبح ومغرب کے بیان میں آچکے ہیں۔ امام احمد نے اپنی روایت میں یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کے الفاظ ولہ الحمد کے بعد زائد کئے ہیں اور انکی روایت میں ہے کہ اللہ تعالے ہر ایک مرتبہ کے پڑھنے کے عوض میں دس حسنات لکھدینگے (اس حساب سے دس مرتبہ پڑھنے سے سو حسنات لکھے جائینگے) اور دس گناہ انکی وجہ سے معاف ہونگے اور دس درجات بڑھیں گے اور (ثواب کے اعتبار سے) یہ کلمات دس غلاموں کے برابر ہوجائینگے اور اس (کی حفاظت) کے لئے ایک مسلح فوج (کی مانند) صبح سے شام تک بنے رہینگے۔ اور اس روز کوئی ایسا (بڑا) کام اس سے سرزد نہ ہوگا جو (اپنی برائی کے اندر) ان پر غالب آجائے (یعنے ہر قسم کے بُرے کاموں کے واسطے یہ کلمات کفارہ بنتے رہینگے) اسکو طبرانی نے بھی امام احمد کی مانند روایت کیا ہے اور دونوں کی سند جید ہے۔

۲۹۱ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۂ دخان تمام اور سورہ غافر کا اول حصہ والیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی شام کے وقت پڑھ لیا کرے وہ انکی وجہ سے صبح تک (مصائب سے) محفوظ رہیگا اور جو شخص صبح کے وقت پڑھ لیا کرے وہ شام تک محفوظ رہے گا اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حدیث غریب کہا۔ بعض لوگوں نے عبدالرحمن ابن ابی بکر کے حفظ میں کلام کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دن کو بھلائی کے ساتھ شروع کرتا ہے اور بھلائی کے ساتھ ختم کردیتا ہے (یعنے صبح وشام ادعیۂ اذکار پڑھ لیتا ہے) تو اسکے بارے میں اللہ پاک عزوجل اپنے ملائکہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص سے دن کے درمیانی حصہ میں جو گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کو بھی مت لکھو طبرانی نے اسکو روایت کیا اسناد اسکی انشاء اللہ حسن ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا کہ جو میں تم کو نصیحت کرتا ہوں اسکے سننے سے کیا چیز تمکو مانع ہے

دیتے کچھ نہیں، غور سے سنو! تم صبح اور شام کے وقت یہ دعا پڑھا کرو۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ اِبْرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ، اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ (ترجمہ) اے حی و قیوم! مین تیری رحمت سے داد چاہتی ہون کہ آپ میری حالت کو درست فرمائیے اور چشم زدن کے لئے بھی مجھکو (یعنی میری اصلاح اور حفاظت کو) میرے اوپر نہ چھوڑ دیجئے (بلکہ ہر وقت اپنی حفاظت وحمایت میں رکھئے) ف۔ یہ طریقہ خطاب مزید اہتمام اور التفات کے لئے اختیار فرمایا تھا کہ رغبت عمل اور توجہ قوی ہو اور تساہل نہ ہو۔ نسائی اور بزار نے باسناد صحیح روایت کیا اور حاکم نے علی شرط الصحیحین صحیح کہا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انکا ایک کھجورون (کے خشک کرنیکا) کھلیان تھا اسمیں روزانہ نقصان ہوجایا کرتا تھا (اور کھجورین گھٹ جاتی تھیں اور پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون لیجاتا ہے آخر) ایک مرتبہ رات کو انھون نے خود چوکسی شروع کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ) اچانک ایک چوپایہ جوان آدمی کے مانند انکے سامنے ہے انھون نے اسکو سلام کیا اس نے (باقاعدہ) سلام کا جواب دیا پھر انھون نے کہا کہ تو کیا (بلا) ہے جن ہے ۲۹۲
یا انسان! اس نے کہا کہ مین جن ہوں۔ انھون نے کہا کہ ذرا مجھے اپنا ہاتھ تو پکڑا اسنے (بلا تکلف) انھیں اپنا ہاتھ پکڑا دیا تو یہ کیا دیکھتے ہیں کہ اسکے ہاتھ بھی کتون کے سے ہیں اور ان پر بال بھی کتوں کے سے انھون نے (حیران ہوکر) کہا کہ کیا یہی جنون کی خلقت ہے اس نے کہا کہ (حیران مت ہو) تمام جن مانتے ہوتے ہیں کہ ان میں مجھے بڑکر کوئی سخت اور (بہادر) جن نہیں انھوں نے کہا کہ (اچھا یہ تو بتلائیے) کہ آپ کو یہاں کیا چیز کھینچ کر لائی ہے اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ صدقہ خیرات کو بہت پسند کرتے ہیں لہذا ہم بھی آتے تھے کہ آپ کے سامان خورد ونوش میں سے ہمیں بھی کچھ ملجائیگا انھون نے کہا (کہ بس کرم کیجئے اور یہ بتلائیے کہ) تم سے ہم کس چیز کے ذریعہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہنے لگا یہ سورہ بقرہ کی آیت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (آیۃ الکرسی تمام) جو آدمی اس آیۃ کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہیگا اور جو صبح کو پڑھ لے وہ شام تک ہم سے محفوظ رہے گا جب صبح ہوئی تو حضرت ابی بن کعب نے

اس واقعہ کو حضور کی خدمت میں ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا خبیث نے کہا تو سچ ہے۔ کو نسائی اور طبرانی نے بسند جید انہی الفاظ سے روایت کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرۃ بن جندب نے ایک روز کہا کہ میں تم سے وہ حدیث کیوں نہ بیان کروں جسکو میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بار ہا سُنا حضرت ابوبکرؓ سے بار بار سُنا حضرت عمر سے بار ہا سُنا میں نے کہا کہ کیوں نہیں ضرور بیان کیجئے فرمانے لگے جو آدمی صبح اور شام ان الفاظ کے ساتھ دُعا مانگے گا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنْتَ تَهْدِيْنِيْ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِيْ وَاَنْتَ تَسْقِيْنِيْ وَاَنْتَ تُمِيْتُنِيْ وَاَنْتَ تُحْيِيْنِيْ (اے میرے اللہ آپ نے ہی مجھکو پیدا کیا، آپ ہی مجھکو ہدایت فرماتے ہیں، آپ ہی کھلاتے ہیں، آپ ہی پلاتے ہیں، آپ ہی مارینگے، آپ ہی جلائینگے) وہ اللہ تعالےٰ سے جو کچھ بھی مانگے گا خدا تعالےٰ اسکو ضرور دینگے۔ پھر سمرۃ کہنے لگے کہ میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن سلام (یہ اہل کتاب میں سے تھے اور اسلام لے آئے تھے) سے ملا اور میں نے ان سے کہا کہ کیا میں آپ سے ایسی حدیث نہ بیان کروں جسکو میں نے بارہا حضورؐ سے سُنا اور بارہا ابوبکرؓ سے اور بارہا عمرؓ سے؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں ضرور بیان کیجئے تو میں نے ان سے بھی حدیث بیان کی (وہ سُنکر) کہنے لگے کہ فدا ہوں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ یہی ہیں وہ کلمات جو خداوند تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو عنایت فرماتے تھے اور وہ روزانہ سات مرتبہ ان کلمات کیساتھ دعا مانگتے تھے اور جو کچھ بھی خدا سے مانگتے تھے اللہ پاک انکو وہی دیتے تھے۔ طبرانی نے اوسط میں باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دعا سکھلائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ تم خود بھی اسے روانہ پابندی سے پڑھا کرو اور اپنے گھر والوں سے بھی اسکی پابندی کراؤ۔ آپنے فرمایا کہ صبح کیوقت پڑھا کرو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَمِنْكَ وَاِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ مَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ حَلَفْتُ مِنْ حَلْفٍ اَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ فَمَشِيْئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْهِ مَا شِئْتَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ

۲۹۳

يَكُنْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ مَا صَلَّيْتَ مِنْ صَلٰوةٍ فَعَلٰى
مَنْ صَلَّيْتَ وَمَا لَعَنْتَ مِنْ لَعْنَةٍ فَعَلٰى مَنْ لَعَنْتَ اَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ
مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الرِّضٰى بَعْدَ الْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ
الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَشَوْقًا اِلٰى لِقَائِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ
وَاَعُوْذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَعْتَدِيَ اَوْ يُعْتَدٰى عَلَيَّ اَوْ اَكْتَسِبَ خَطِيْئَةً اَوْ ذَنْبًا
لَا تَغْفِرُ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
فَاِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَشْهَدُ اَنَّ وَعْدَكَ حَقٌّ وَلِقَاءَكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةَ حَقٌّ وَالسَّاعَةَ
اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَاَنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تَكِلْنِيْ اِلٰى ضَعْفٍ
وَعَوْرَةٍ وَذَنْبٍ وَخَطِيْئَةٍ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ كُلَّهَا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ ترجمہ۔ حاضر ہوں میں (آپکی بارگاہ میں) ۲۹۴
اے اللہ! حاضر ہوں، (سرتسلیم خم) موجود ہوں آپکے حضور میں اور تیار رہوں آپکی اطاعت
کے لئے، بھلائی صرف آپکے قبضہ میں ہے آپ ہی (کے پاس) سے (آتی) ہے اور آپ ہی
کی طرف (لوٹتی) ہے، اے اللہ! جو بات میں کہتا ہوں جو قسم میں کھاتا ہوں جو نذر میں مانتا
ہوں آپ کی مشیت ان سب کے پیش پیش ہے (یعنے نیت آپکے ارادے سے ہے) جو
آپ نے چاہا ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا، طاقت وقدرت (سب) آپ ہی کی دی ہوئی ہے، بیشک
آپ ہر چیز پر قادر ہیں، اے اللہ! جس پر آپ کوئی رحمت فرمائیں اس پر رحمت ہوتی ہے
اور جسکو آپ رحمت سے دُور فرمائیں وہی رحمت سے دُور رہتا ہے (لہذا) یقیناً آپ ہی
میرے دنیا و آخرت میں ولی (مددگار و محافظ) ہیں، مجھے حالت اسلام پر (دنیا سے)
اُٹھائیے اور نیک بندوں میں شامل فرمائیے، اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں
تقدیر پر شاکر ہونے کی اور موت کے بعد راحت بخش حیاۃ (جاودانی) کی اور روئے انور کے
لذت دیدار کی اور آپ کے شوق ملاقات کی بغیر کسی تکلیف دہ مضرت اور گمراہ کن فتنہ کے،

اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے اور میں کسی پر زیادتی کروں یا مجھ پر زیادتی کیجائے یا یہ کہ میں کسی چھوٹے بڑے گناہ کا مرتکب ہوں لیکن (اگر ہوں تو) تو آپ اسکو معاف فرمادیں، اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! حاضر وغائب کے جاننے والے! بزرگی واکرام کے مالک اللہ! میں آپ سے اسوقت دُنیاوی زندگی میں عہد کرتا ہوں اور آپ کو اسپر گواہ بناتا ہوں اور بس ایک اللہ ہی گواہ کافی ہے (اس سے بڑھکر اور کون گواہ ہوگا) کہ میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ سوائے آپ کے اور کوئی معبود نہیں، آپ تنہا ہیں کوئی آپ کا شریک نہیں، آپ ہی کا تمام جہان ہے (لہذا) آپ ہی کیلئے حمد ہے اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں نیز میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کے بندے ہیں اور رسول ہیں، نیز میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ کا ہر وعدہ حق ہے، آپ کے (دربار میں) حاضر ہونا حق ہے اور جنت بھی حق ہے اور قیامت (یقیناً) آنیوالی ہے اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں
۹۵ اور آپ ضرور قبروں (میں سونے) والوں کو (زندہ کرکے) اٹھائینگے اور (یہ بھی جانتا ہوں کہ) اگر آپ مجھکو (یعنے میری ہدایت وحفاظت کو میرے اوپر چھوڑ دینگے تو گویا مجھکو کمزوری وعیوب، گناہ وخطایا (کے سہارے) پر چھوڑ دینگے (خدا نہ کرے) میں تو صرف آپ کی رحمت پر بھروسہ کرتا ہوں (لہذا) آپ ہی میرے تمام گناہوں کو معاف کیجئے کیونکہ بجز آپکے اور کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور آپ ہی میری توبہ قبول فرمائیے کیونکہ صرف آپ ہی (اپنے بندوں کی) کثرت سے توبہ قبول کرنے والے اور رحیم ہیں امام احمد وحاکم نے اس حدیث کو روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا اور ابن ابی العاصم نے ابتدائی ٹکڑا اسکا اسے القضاتک روایت کیا۔

حضرت وہب ابن ورد بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھسے بیان کیا کہ میں (ایک روز) کچھ رات گئے ایک قبرستان کی طرف چلا (جب وہاں پہونچا) تو (اول تو کچھ دھیمی دھیمی آوازیں (چلنے پھرنے کی سی) آئیں اور (اسکے بعد) ایک شور سنائی دینے لگا (میں حیران ہوکر ادھر اُدھر دیکھنے لگا کہ اتنے میں) ایک تخت لاکر رکھا گیا اور کوئی چیز (جیسے

آدمی کی شباہت ہوتی ہے) اسپر آنکر بیٹھ گئی اور اسکا لشکر اسکے چاروں طرف جمع ہوگیا (اور اچھا خاصہ ایک دربار لگ گیا) تب وہ (ایک ہیبت ناک آواز سے) چلایا اور لشکر کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ (اے بہادرو) ہے کوئی جو عروۃ ابن زبیر (کے بہکانے کی اور گمراہ کرنے) کی ذمہ داری لے، خدا جانے کتنی مرتبہ (اسنے چلا چلا کر یہ کہا مگر کسی نے انہیں سے جواب نہ دیا آخر ایک (خبیث) ان میں سے بولا کہ میں تجھے اسکی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (اور یہ کہکر) پھر وہ مدینہ کی طرف چلا اور خدا جانے کتنا وقت ہوا ہوگا مگر تاہم بہت جلد واپس آگیا اور کہا کہ عروۃ میری قدرت سے باہر ہے میں اسپر قابو نہیں پا سکتا اسنے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو آخر کیوں (عروۃ میں ایسی کونسی بات ہے) اسنے کہا کہ وہ روزانہ صبح شام کچھ ایسے کلمات پڑھ لیتا ہے کہ جنکی وجہ سے کوئی اسکے پاس نہیں پھٹک سکتا (اسکے بعد یہ شیطانوں کی کانفرنس ناکام ہوگئی) صبح ہوتے ہی میں نے اپنے گھر کے آدمیوں سے سامان سفر تیار کرایا (اور حضرت عروۃ کی ملاقات کے ارادہ سے چلدیا مدینہ پہونچا اور لوگوں سے حضرت عروۃ کا پتہ دریافت کیا لوگوں نے مجھکو انکی جگہ بتائی وہاں پہونچکر میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑھے اور بزرگ شخص ہیں (ان سے ملاقات کرنیکے بعد) میں نے عرض کیا کہ آپ صبح شام کچھ پڑھا کرتے ہیں؟ انھوں نے تبلانے سے انکار کیا تب میں نے ان کو سارا قصہ جو کچھ دیکھا اور سنا تھا سنایا اسپر وہ (حیران ہوکر) کہنے لگے کہ میں تو بجز اسکے اور کچھ نہیں جانتا کہ صبح شام یہ دُعا پڑھ لیا کرتا ہوں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَکَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاسْتَمْسَکْتُ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. تین مرتبہ صبح اور تین مرتبہ شام۔ **ترجمہ** میں ایمان لایا ہوں اللہ بزرگ وبرتر پر اور میں نے کفر کیا بتوں اور شیطانوں سے اور میں تھام چکا ہوں اللہ کی نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو اللہ پاک (میری ان باتوں کو) سننے والا اور (دلکے حال کو) جاننے والا ہے ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں اس حدیث کو روایت کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ) نگران (اور بندوں کے اعمال کو ضبط (نوٹ) کرنے والے)

۲۵

فرشتے جب بھی اللہ عزوجل کے سامنے اپنی دن یا رات کی کارگذاری (کے کاغذات) پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اس مثل کے اول و آخر میں نیکیاں (درج) پاتے ہیں تو اسیوقت فرشتوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے اپنے اس بندہ کی مثل میں جو تھوڑے بہت گناہ ہیں معاف کردیئے۔ ف حدیث سے معلوم ہوا کہ خصوصیت کے ساتھ صبح اور شام کے ابتدائی حصون میں ضرور اعمال صالحہ اور دُعا و اذکار کے اندر مشغول ہونا چاہیئے تاکہ کراماً کاتبین یعنے ہمارے اعمال کو نوٹ کرنیوالے فرشتے جو ہمارے شب و روز کے کارنامون کے کاغذات مرتب کریں تو انکے اول و آخر میں نیکیون اور بھلائیوں کا ذکر ہو اور اللہ تعالےٰ اپنی کریمی سے اس وعدہ کے بموجب صرف ان ہی دو چار بھلائیون کو دیکھکر بقیہ سے چشم پوشی فرمائیں اور ہمارے شب و روز کے گناہ اس ترکیب سے معاف ہوجائیں۔ اس حدیث کو ترمذی اور بیہقی نے بروایۃ تمام بن نجیح عن الحسن روایت کیا۔

۲۹۷ اگر کسی شخص سے شب کا وظیفہ (یا جو کچھ وہ رات کو نماز تہجد وغیرہ پڑھتا ہو) چھوٹ جائے تو دوسری وقت اُس کو ادا کرنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے (محبوب) دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھکو (یہ وصیت کی ہے) ہر ماہ میں تین روزے (رکھنے) کی اور (ہر روز) چاشت کی نماز (پڑھنے) کی وصیت کی ہے (نیز فرمایا ہے کہ) سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرون ف جو لوگ تہجد گذار نہین یا انکی نیند غافل ہے اور پچھلی شب کو اٹھنے کا کامل بھروسہ نہیں تو ایسے لوگون کو چاہیئے کہ وہ نماز عشا کے بعد ہی وتر پڑھ لیا کریں اور جو لوگ تہجد گذار ہیں اور انکو پچھلی شب کو بیدار ہونے کا کامل بھروسہ اور بھروسا ہے تو ان کے لئے سنت یہ ہے

کہ وہ وتر نماز تہجد کے بعد پچھلی رات کو پڑہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی نیند غافل ہوگی یا مشاغل کثیر ہونے کی وجہ سے پچھلی شب کو اُٹھنے پر اعتماد نہ ہوگا اس وجہ سے آپ نے انکو یہ وصیت فرمائی ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ ابو ہریرہ مدرسہ نبوی یعنے (صفہ) کے ان مشاہیر اور ممتاز طلبا (اصحاب صفہ) میں سے ہیں جنکا معیار زندگی لسانِ نبوت سے علوم و معارف سُننا اور یاد کرنا تھا اور اسی وجہ سے یہ کثرت سے احادیث روایت فرماتے ہیں۔ ف۲ نماز چاشت کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زائد بارہ رکعتیں ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی مختلف ہے جیسا موقعہ اور وقت ہوا اسکے مناسب پڑہی گئی ہیں۔ اسکا وقت یہ ہے کہ آفتاب اسقدر بلند ہوجائے کہ نگاہ اسپر نہ جم سکے جسکو ایک نیزہ کی بلندی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اِس حدیث کو بخاری مسلم ابوداؤد نے اور ترمذی نسائی نے بھی اسکے مثل روایت کیا ابن خزیمہ نے کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے جنکا ترجمہ یہ ہے "مجھے میرے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی جنکو چھوڑنے کے لئے ۲۹۸
میں کسیطرح تیار نہیں (۱) رات کو بغیر وتر پڑھے نہ سوؤن (۲) چاشت کی دو رکعتیں نہ چھوڑوں یہ صلواۃ اوابین ہے (۳) ہر مہینہ میں تین روزہ رکھون۔

ف ان تین روزون کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل مختلف رہا ہے کبھی آپ نے مہینہ کی ابتدائی تاریخون میں رکھے (کما فی الترمذی عن عبداللہ بن مسعود) کبھی آپ نے ۱۳۔۱۴۔۱۵ کو رکھے ہیں (کما فی النسائی عن ابن عباس) اور حضرت ابوذر کو ان تاریخون میں یہ تین روزے رکھنے کی بابت ارشاد فرمایا ہے (کما فی الترمذی و النسائی عن ابی ذر) اور اصل یہ ہے کہ تاریخون کی کچھ تخصیص نہیں جب چاہتے تھے رکھہ لیتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لم یکن یبالی من ای ایام الشہر یصوم۔ یعنے آپ کچھ خاص رعایت نہیں فرماتے تھے جب چاہتے رکھ لیتے (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز جب (صبح) (ہوتی ہے تو) تمہارے ہر عضو پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ہلکی سی بات بھی چھوڑنے کے قابل نہیں پھر سست کیسے نکل سکتا ہے
اور آجکل سست اسلام کا اس طرح نکالا گیا ہے کہ بعض نے تو صرف عقیدوں کی ضرورت سمجھی اور
نیک کاموں کی مثل نماز روزہ کی کچھ ضرورت نہ سمجھی اگرچہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے
عقیدوں کی کاٹ چھانٹ کی لیکن ایسے لوگ تو بہت کم ہیں گو ہیں ضرور۔ چنانچہ بعض لوگ
کہتے ہیں کہ نماز کی ضرورت اب نہیں رہی یہ عرب کے لوگوں کے لئے مقرر ہوئی تھی کیونکہ وہ
لوگ وحشی تھے اب ہم کو تمیز و تہذیب حاصل ہے ہم میں وحشی پن نام کو بھی نہیں رہا اسلئے
(توبہ توبہ) نماز کو اسلام سے نکالدیا جاتے لاحول ولاقوۃ اس مشورہ کا سیدھا اور صحیح
جواب یہ ہے کہ یہ قرآن و حدیث شریف اور خدا و رسول کے حکم کے خلاف ہے افسوس ہے
کہ لوگ آجکل اس جواب کی قدر نہیں کرتے اور اسکو عاجزی کا جواب سمجھتے ہیں اور مولویوں سے
چاہتے ہیں کہ وہ ہر سوال کے جواب میں قرآن و حدیث کا حوالہ دینے کے ساتھ ہر قانون
کی عقلی وجہ بھی بتلایا کریں۔ صاحبو سرکاری قانون بہت سے ایسے ہیں جو عوام کی عقل میں نہیں
9 آتے پھر انکی کیوں وجہ نہیں پوچھتے آخر دونوں میں کیا فرق ہے بس فرق کی صرف یہ وجہ
ہے کہ اس قانون کی دلوں میں عزت ہے اور اسلامی قانون کی عزت نہیں ورنہ اگر اسکی
بھی دلوں میں عزت ہوتی تو ہرگز اسکی مصلحتیں نہ دریافت کرتے دیکھئے انسان کو اگر کسی سے
محبت ہو جاتی ہے تو اسکے سامنے کیسا سر جھکا دیتا ہے اور اسکے کسی حکم کی وجہ نہیں پوچھتا
مجنوں کی لیلیٰ کے عشق میں کیا حالت ہو گئی تھی تو کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہو گئی
غور کیجئے محبوب اگر عاشق سے دس روپے مانگے تو عاشق کبھی یہ نہیں پوچھتا کہ دس ہی روپے
کی کیا خصوصیت ہے اس سے زیادہ یا کم کیوں نہیں مانگتے بلکہ عاشق تو اسکو غنیمت
سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ مجھ سے فرمائش کی گئی افسوس ایک مردار کی تو فرمائش
ہی پر خوشی ہو اور کسی وجہ کے معلوم ہونے کا انتظار نہیں اور خدا تعالےٰ کے حکم کی وجہ تلاش
کیجاتے۔ اور میں مولویوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ ان عقلی مصلحتوں کے دریافت کرنے
والوں پر اتنی شفقت نہ کیا کریں اور خواہ مخواہ عوام کو دلیر نہ بنائیں۔ رہا یہ ڈر کہ بعض
لوگ مصلحتیں نہ معلوم ہونے سے اسلام ہی سے نکل جائینگے تو میں کہتا ہوں بلا سے

نکل جائیں۔ اسلام کو ایسوں کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسلئے پوچھتے ہیں تاکہ دوسروں کو بتلائیں۔ مخالفوں کو جواب دیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت اپنے اندازہ کے موافق کرو اپنے اندازہ سے آگے نہ بڑھو اگر تم نے دو چار باتیں معلوم کرکے مخالفوں کے ایک دو اعتراضوں کا جواب دے ہی دیا تو ان کے سوا اور اعتراضوں کا جواب کیسے دوگے۔ بس تم تو مخالفوں کو یہ جواب دیدیا کرو کہ چلو اس اعتراض کا جواب ہمارے علما سے سن لو۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے درجہ پر رہیں اس سے آگے نہ بڑھیں یہ اُن لوگوں کا ذکر تھا جنھوں نے عقائد میں کاٹ چھانٹ کی ہے اور یہ کم ہیں۔ باقی نیک کاموں میں کاٹ چھانٹ کرنیوالے تو بہت ہی ہیں۔ اور گو بعض نے عقیدوں کے اعمال کو بھی ضروری سمجھا مگر کسی نے تو صرف نماز ہی کو اختیار کیا اور زکوٰۃ کو چھوڑ دیا کیونکہ اس سے دیکھا کہ اگر میرے پاس چار ہزار روپیہ ہوگا تو اس میں سے سو روپیہ دینا پڑیگا اس لیے اسکو بالکل ہی چھوڑ دیا انکی وہ حالت ہے جیسے کسی بخیل سے اسکے دوست نے انگوٹھی مانگی تھی تاکہ نشانی کے طور پر پاس رہے اس نے کہا کہ جب اپنا ہاتھ خالی ۱۰
دیکھا کروگے تو مجھے یاد کرلیا کیجو کہ ہم نے ایک دوست سے انگوٹھی مانگی تھی مگر اس نے نہیں دی تو مسلمان کیا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے بھی صرف ایسی ہی محبت رکھیں کہ صرف نماز تو پڑھ لیا کریں تاکہ اسکے ذریعہ سے بزرگوں میں داخل سمجھے جائیں باقی اور اعمال کو چھوڑدیں ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے بعض نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی لیا لیکن حج کو چھوڑدیا کہ اتنے دن تک دوکان بند کرنا پڑے گی نقصان ہوگا۔ سفر میں تکلیفیں اٹھانا پڑینگی۔ بعض نے اسکو بھی کیا لیکن ناجائز آمدنی کو نہ چھوڑا پھر اُن میں سے بعض نے تو رشوت لینا شروع کردی بعض نے سود کھانا اختیار کیا اور کہتے ہیں کہ اگر رشوت لینا یا سود لینا چھوڑدیں۔ تو آمدنی ہی بند ہوجائے۔ یہ تو وہ خرابیاں تھیں جنمیں اکثر دنیادار پھنسے ہیں اور بعض خرابیاں وہ ہیں کہ ان میں دیندار بھی پھنسے ہوئے ہیں دیکھئے اکثر لوگ جنھیں دیندار بھی ہیں۔ ریل کے سفر میں اسباب زیادہ لیجاتے ہیں اور اسکا کرایہ دیتے نہیں حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے خوب سمجھ لیجئے کہ قیامت میں یہ سب دینا پڑے گا۔ اسیطرح ڈاکخانہ کے

بعض قاعدے ہیں جیسے ایک ٹکٹ سے جب ایک مرتبہ کام لے لیں تو پھر دوبارہ اس سے کام نہ لیں۔ پس اگر کسی ٹکٹ سے کام نہ لیا ہو اور کسی وجہ سے اسپر مہر نہ لگی ہو تو اسکو دوسری دفعہ کام میں لانا جائز نہیں۔ مجھے ایک قصہ یاد آیا کہ میرے ایک عزیز سے کسی نے پوچھا کہ دینداری کیا ہے انھوں نے کہا کہ دینداری یہ ہے کہ ڈاکیا ایک لفافہ دیکر جاتے اور اسکا ٹکٹ مہر سے بچا ہوا نظر آتے اور اسوقت کوئی اس شخص کے پاس نہ ہو نہ کسیکو خبر ہونے کا اندیشہ ہو اور وہ ٹکٹ صحیح وسالم اتار کر کام میں لا سکتا ہو اور وہ شخص ایسے وقت میں صرف خدا کا خوف کرکے لفافہ کھولنے سے پہلے اس ٹکٹ کو اتار کر پھاڑ ڈالے اگر کوئی ایسا کرے تو سمجھا جائے گا کہ یہ پورا دیندار ہے مقصود اس سے دینداری کی ایک مثال دینا ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ دینداری کی بس ایک یہی بات ہے اور اس سے آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ اسلام کی کیا خوبیاں ہیں۔ خدا کی قسم اسلام چالاکیوں اور مکاریوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا حدیث شریف میں ہے کہ کسیکو تکلیف دینا اسلام میں نہیں ہے کسی کو ذرا سی تکلیف پہونچانا بھی اسلام کے خلاف ہے یہانتک حکم ہے کہ جانور کو اگر ذبح کرو تو اسکو آرام پہنچاؤ یعنی چھری کو خوب تیز کر لیا کرو۔ کیا انتہا ہے
11 رحمت کی کہ ذبح جو کہ ظاہر میں تکلیف ہے مگر انسان کی شرافت کی وجہ سے اسکی اجازت دیدی گئی ہے اسمیں بھی آرام پہنچانے کا کتنا بڑا خیال ہے رہا یہ شبہ کہ تکلیف تو ذبح کرنیسے ہر حالت میں ہوگی چاہے چھری تیز کریں یا نہ کریں پھر ذبح کرنا کیوں جائز ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ تم کو کیا خبر ہے کہ جانور کو خود مرنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے یا ذبح ہونے میں زیادہ ہوتی ہے اگر تکلیف کی وجہ سے ذبح پر شبہ ہے تو جانوروں کے خود مرنے پر بھی شبہ ہونا چاہیئے کہ خدا ان کو موت ہی کیوں دیتا ہے۔ کیونکہ جس نے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اسی کے حکم سے موت بھی آتی ہے غرض جس نے جانوروں پر رحمت کا حکم کیا ہے وہ انسان کے لئے رحم کیوں نہ واجب کریگا پھر وہ کہ دغا بازی خیانت کو کیسے جائز رکھے گا مگر افسوس ہے کہ ہم نے اسکی ذرا بھی رعایت نہ کی کیونکہ ہم رات دن اپنے بھائیوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں خاصکر جو لوگ بڑے کہلاتے ہیں انکا تو مخلوق کے ساتھ

برتاؤ بہت ہی خراب ہے میں نے ایک لیڈر صاحب کو دیکھا کہ وہ ریل میں سوار ہو گئے
ایک قلی کے سر پر انکا اسباب تھا اسباب رکھوا کر انھوں نے قلی کو ایک گھسی ہوئی دونی
دی اس نے کہا کہ حضور یہ تو خراب ہے کہنے لگے ہم کیا کریں اس نے کہا بدل دیجئے۔
کہنے لگے ہم نہیں بدلتے اس نے کہا صاحب میں اسے لیکر کیا کرونگا کہنے لگے چلا دینا۔
اس نے کہا میں کیسے چلا دونگا تو کہتے ہیں جیسے ہم نے چلا دی۔ بھائی تم نے تو اس سے
چلا دی کہ تم بڑے شخص ہو تم سے دبکر قلی نے لے لی اس قلی بیچارے کا دباؤ کس پر ہے
تاکہ وہ بھی اپنے دباؤ سے چلا دے آخر وہ قلی روتا ہوا لوٹا اور گاڑی چھوٹ گئی مجھے ایسا
افسوس ہوا کہ جب یہ عام جلسہ میں کھڑے ہو کر ہمدردی کے لکچر دیتے ہیں اسوقت انکی
زبان کیسے چلتی ہے اور کسقدر زور ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر دنیا بھر
میں کوئی ہمدرد نہیں اور برتاؤ انکے اس قسم کے ہیں کہ غریبوں پر ذرا رحم نہیں صاحبو میں قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ آپ مذہب کے پابند ہو کر تو ہمدردی کر سکتے ہیں ورنہ ہرگز نہیں کر سکتے
اور یہ بات ان لوگوں کی حالت دیکھنے سے بالکل ظاہر ہے جو قومی ہمدردی کا دعوے ۱۴
کرتے ہیں۔ اور دین کے پابند نہیں آپ تجربہ سے آزما لیجئے کہ ان میں ہمدردی بھی خاک
نہیں افسوس اسوقت لوگوں نے مذہب کو بالکل چھوڑ دیا ہے اگر لوگ مذہب کے پورے
پابند ہو جاویں تو ہرگز کبھی کسی سے کسیکو تکلیف نہیں پہنچ سکتی اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے
کہ اسلام نے امن و امان کی کس قدر حفاظت کی ہے کہ کسیکو تھوڑی سی تکلیف پہنچانیکی
بھی اجازت نہیں دی۔ دیکھئے میں اسلام کے امن و امان کی دوسری مثال دکھلاتا ہوں
حدیث کے ایک امام نے جنکا نام ابن ابی الدنیا ہے حدیث بیان کی ہے کہ بادشاہوں کو
برا نہ کہو کیونکہ انکے دل تو میرے اختیار میں ہیں بلکہ مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو
میں انکے دلوں کو نرم کر دونگا اللہ اکبر کسقدر امن کا لحاظ رکھا ہے کہ حاکموں کو زبان
سے بھی کچھ کہنے کی اجازت نہیں اگرچہ ان سے کوئی تکلیف ہی پہنچی ہو کیونکہ حاکموں
کو برا کہنے سے حکومت کا رعب اور خوف دلوں سے نکل جاتا ہے جس سے بدمعاش
اور چوری کرنے والے بیخوف ہو کر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں بلکہ اس صورت میں بجائے

حاکمون کو بڑا اپنے کے یہ حکم ہے کہ میری تابعداری کرو غرض معاملات کے متعلق شریعت نے یہانتک امن وامان کی تعلیم کی ہے مگر لوگون کے معاملات کی حالت دیکھ لیجئے کہ کیا ہے اور بعض نے معاملات کو بھی کیا لیکن عادتیں خراب کرلیں حالانکہ شریعت نے اسکا بھی اسیقدر انتظام کیا ہے جسقدر معاملات وغیرہ کا۔ میں اسکے سمجھانے کے لئے ایک مثال دکھلاتا ہوں۔ قرآن شریف میں حکم ہے کہ دوسرون کے گھرون میں جبتک ان سے اجازت نہ لیلو داخل مت ہو حدیث میں اس اجازت لینے کی حد تبلادی ہے کہ تین مرتبہ اجازت چاہو اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آو چوتھی بار مت پوچھو کیونکہ اس سے گھروالا تنگ ہوگا اور یہ حکم مردانہ مکان اور زنانہ مکان دونون کے ستے ہے لیکن مردانے مکان کئی قسم کے ہوتے ہیں بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہان آنے کی ہر شخص کو اجازت ہوتی ہے جیسے حاکمون کی عدالتیں یا ایسی بیٹھک جسمیں سب کو آنے کی عام طور پر اجازت ہو اور بعض مردانے مکان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اس میں رہنے والے کو تنہائی مقصود ہوتی ہے اور یہ بات قرینہ سے معلوم ہو جاتی ہے تو وہاں بلا اجازت ہرگز نہ جاؤ دیکھئے شریعت کا حکم تو یہ ہے پھر کیا کوئی صاحب اسپر عمل کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کرنے کو کہتا ہے تو اسپر طعنہ کیا جاتا ہے اور اسکے بعد یہ بھی شریعت کا حکم ہے کہ اگر اجازت نہ ملے۔ تو واپس چلے آؤ۔ آج یہ حالت ہے کہ ایک مرتبہ کوئی اجازت نہ دے پھر دیکھئے اس سے ایسے خفا ہونگے کہ عمر بھر بھی وہاں نہ جاوینگے اور اس سے بھی بڑھکر تعلیم امن وامان کی دوسری مثال لیجئے حکم ہے کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ اور کوئی دوسرا جلسہ بھی مثل وعظ وغیرہ کے نہ ہو تو سب جُدا جُدا ہو جاؤ اور کماؤ کھاؤ لیکن اس طرح کہ ہاتھ کام میں ہو اور دل یار میں ہو یعنی خدا کو نہ بھولو حاصل اسکا یہ ہے کہ جس کام کے لئے جمع ہوئے تھے جب وہ کام ہو چکے تو پھر ایک جگہ جمع نہ ہو کیونکہ بیکار جمع ہونے سے شاید کوئی فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے اسی طرح حدیث میں ہے کہ اگر تین آدمی جمع ہون تو ان میں سے دو کو یہ جائز نہیں کہ ایک کو تنہا چھوڑ کر آپس میں آہستہ آہستہ مشورہ کی باتیں کرنے لگیں اور تیسرے سے ان باتوں کو چھپائیں جبتک کہ تیسرا چلا نہ جائے یا کوئی چوتھا نہ آجائے کیونکہ تیسرے سے

چھپا کر اگر دو آپس میں باتیں کرینگے تو اسکو ناگوار ہوگا اور اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا۔
کہ انھوں نے مجھکو غیر سمجھا اور مجھسے پردہ رکھا اور جب چوتھا آجائیگا تو اس تیسرے کو اب
رنج نہ ہوگا کہ اسے یہ خیال ہوگا کہ شاید چوتھے سے بھید چھپانا مقصود ہوگا اور چوتھے کو اس
تیسرے کی نسبت یہی گمان ہوگا کہ شاید اس سے چھپانا مقصود ہوگا اسلئے کسیکو تکلیف نہ ہوگی
غرض حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے لئے ایک نہایت مناسب قانون مقرر فرمایا ہے
مگر افسوس ہے ہمارے بھائیوں نے ان قانونوں کو کبھی دیکھا بھی تو نہیں۔ بعض لوگ ایسے
ہیں کہ انھوں نے عادتیں ظاہری بھی کچھ درست کیں مگر باطنی اخلاق کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور
ایسے لوگ بہت ہیں جنکو اخلاق کے صحیح معنی بھی معلوم نہیں تو سمجھ لیجئے اخلاق کی درستی ہی
وہ چیز ہے جسکو تصوف کہتے ہیں اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ ہم کو جس طرح ظاہری اعمال کا
حکم ہے مثل نماز روزے کے اسیطرح باطنی اعمال کا بھی حکم ہے ہم کو حکم ہے کہ غرور نہ
کریں ہم کو حکم ہے کہ خدا کی محبت پر کسی کی محبت غالب نہ کریں ہم کو حکم ہے کہ دل میں کینہ
نہ رکھیں پھر بتلائیے کہ ہم نے اسکی کیا فکر کی اور جو لوگ کچھ کر بھی رہے ہیں وہ صرف رسم کے ۱۴
طور پر کر رہے ہیں۔ اصل حقیقت کی طرف بجز تھوڑے آدمیوں کے کسیکو بھی توجہ نہیں۔ تو
اسلام کامل یہ ہوا کہ عقیدے بھی درست ہوں کہ قرآن وحدیث کے موافق ہوں۔ اور
عبادت یعنی نماز روزہ بھی درست ہوں اور معاملات گواہی تجارت کھیتی وغیرہ بھی شریعت کے
موافق ہوں اور ظاہری عادتیں بھی درست ہوں جیسے کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اور اخلاق باطنی
صبر و شکر وغیرہ یہ سب کے سب بھی موافق شریعت کے ہوں اور یہ پانچ چیزیں ہیں ان
سب کے جمع کر لینے کا نام اسلام کامل ہے اگر ان میں سے ایک جزو بھی کم ہو جاوے
تو اسلام ایسا ہے جیسا کوئی شخص خوبصورت تو ہو لیکن اسکے ناک نہ ہو اس بیان سے آپ کو
اسلام کی حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔ اب غور کیجئے کہ ہم نے مسلمان کہنے کی کتنی لیاقت پیدا کی
اے مسلمانو اگر تمہیں کسی نے مولوی کہدیا یا شاہ صاحب کہدیا تو اس سے غرور میں نہ آجا
کہ ہم کچھ ہو گئے جو دوسرے ہم کو بزرگ سمجھتے ہیں صاحبو خودبینی ترک کرو اپنی حالت دیکھو کہ ہم واقع
میں کیا ہیں ہماری وہ حالت ہے جیسے ایک قصہ ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک عیب دار

بعض لوگ اعمال ظاہری درست کرتے ہیں

اسلام کامل میں پانچ چیزیں ضروری ہیں

ہم مسلمان کہلانے کے لائق نہیں

گھوڑا تھا اس نے ایک چابک سوار سے کہا کہ میرا گھوڑا بیچ دو اسنے بازار میں کھڑا کر کے بیچنے کیلئے اس گھوڑے کی بہت کچھ جھوٹی تعریفیں کرنا شروع کیں، مالک نے جو یہ تعریفیں سُنیں تو کہنے لگا جب یہ گھوڑا ایسا ہے تو لاؤ مجھی کو دیدو اس بیوقوف نے چابک سوار کی تعریفوں کو تو سچا سمجھا اور اس سے دہوکہ کھا لیا اور اپنے تجربہ کو جھوٹا سمجھا یہ خیال نہ کیا کہ گھوڑا تو میرا ہی ہے میں نے پانچ برس تک خود اسکو اپنے پاس رکھکر دیکھا ہے اور خود اسکے عیب سے تنگ آکر بیچ رہا ہوں۔ صاحبو! اسیطرح ہم کو اگر کوئی بزرگ یا مولوی یا خیرخواہ قوم کہتا ہے تو وہ ہماری ہی بناوٹ سے تو دہوکہ کھا کر ایسا کہتا ہے تو پھر اپنی اصلی حالت کو جسے کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں غلط سمجھنا اور خوشامدیوں کی تعریفوں کو صحیح سمجھنا عجیب بات ہے۔ اب میں مختصر مختصر ان امراض کے بیان کرتا ہوں۔ تو سُنئے ہمارے ان امراض کے دو سبب ہیں ایک تو علم کی کمی دوسرے ہمت کی کمزوری۔ یعنی بعض خرابیاں تو علم کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں اور بعض خرابیاں ہمت کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم ان خرابیوں کو جانتے ہیں لیکن کم ہمتی سے انکی اصلاح نہیں کرتے اور کم ہمتی خوف خداوندی کی کمی سے پیدا ہوتی ہے جیسے سردی کے وقت نماز کا قضا کر دینا اسکا سبب کم ہمتی اور خوف کی کمی ہے نفس کہتا ہے کہ اسوقت سردی میں تکلیف ہوگی صبح کو قضا بھی تو پڑھ سکتے ہیں پس سب سے پہلے ان خرابیوں کے اسباب کو دُور کرنا چاہیئے یعنی اوّل تو ضرورت کے لائق علم دین

15 پڑھنا چاہیئے گو مولوی نہ بنے اور اگر مولوی بنجائے تو بہت ہی اچھا ہے رہا دُنیادار ونکا یہ شبہ کہ مولوی بنکر پھر یہ لوگ کھائینگے کہاں سے یہ واقع میں اپنے اُوپر اعتراض کرنا ہے کیونکہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جو شخص کسی خاص جماعت کی خدمت میں لگا ہوا ہو اسکا سارا خرچ اس جماعت کے ذمہ ہے اور جب یہ بات ہے تو یہ کہنا کہ کہاں سے کھاؤگے واقع میں اپنے اوپر اعتراض کرنا ہے یہ سوال تو مولوی آپ سے کر سکتے تھے کہ یہ ہزاروں طالبعلم مولوی ہو کر کہاں سے کھائینگے مگر وہ تو خدا پر نظر کر کے بیٹھ رہے اور آپ سے کچھ نہیں کہتے مگر اب یہ سوال کر کے آپ خود ہی اپنا عیب یاد دلاتے ہیں کہ ہم میں یہ بھی ایک عیب ہے کہ جن لوگوں کا سارا خرچ ہمارے ذمہ ہے ہم انکا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کرتے خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ قوم کے ذمہ ہے کہ ان لوگوں کے سارے خرچ اپنے ذمہ لے مگر مولویوں کو یہ چاہیئے کہ قوم پر ہرگز نظر نہ کریں اور ہر وقت یہ خیال رکھیں کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے خدا تعالےٰ ہی کے ہیں اللہ پاک خود انکی ضرورتیں پورا کرنیکا انتظام کر دینگے۔ اکبر شاہ کی حکایت مشہور ہے کہ ایکمرتبہ وہ شکار میں گئے۔ اور ساتھیوں سے بچھڑ کر کہیں دُور نکل گئے ایک دیہاتی نے انکو مہمان رکھا اکبر اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ تم شہر میں ہمارے پاس آنا چنانچہ وہ دہلی آیا اکبر اسوقت نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی دیہاتی نے یہ حالت دیکھی جب اکبر شاہ دُعا سے فارغ ہوئے تو دیہاتی نے پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے اکبر نے کہا کہ خدا تعالےٰ سے دُعا کر رہا تھا اور اپنی مرادیں مانگ رہا تھا

عالموں کو چاہیئے کہ اپنی نیت خالص رکھیں

ضرورت کے لائق علم دین پڑھنا ضروری ہے۔

سے کہنے لگا کیا تم کو بھی خدا تعالےٰ سے مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے اکبر نے کہا بیشک کہنے لگا پھر میں اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے مانگنے کی تم کو بھی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اہل علم کو چاہیئے کہ اگر دین کی خدمت کریں تو نہ اسلئے کہ ہم کو نذرانہ ملیگا۔ خدا کی قسم خدا کا نام دونوں جہان سے بھی قیمتی ہے غرض مولوی اگر بنجائیں تو بہت ہی اچھا ہے لیکن اگر کوئی مولوی نہ بنے تو ضرورت کے لائق دین کا علم ضرور حاصل کرلینا چاہیئے اور وہ ضروریات یہ ہیں۔ عقیدے۔ عبادات۔ معاملات۔ اچھی عادتیں۔ اخلاق۔ اسکے بعد خواہ انگریزی پڑھو یا تجارت کا کوئی کام سیکھو جو چاہو کرو اور اگر کوئی صاحب ایسے ہوں جنکی لیاقت بہت اچھی ہو انکو جہاں یہ ضروری علم سکھائے جائیں انکے ساتھ ہی وہ کتابیں بھی پڑھادی جائیں جن میں بددینوں کے اعتراضوں کا جو انھوں نے اسلام پر کئے ہیں جواب دیا گیا ہے علم دین حاصل کرنیکا

ان پڑھوں کو مسئلے سکھانے کا طریقہ

یہ طریقہ تو لکھے پڑھے لوگوں کے لئے ہے۔ رہے بے پڑھے لوگ انکے لئے علم دین حاصل کرنیکی یہ تدبیر ہے کہ کوئی مولوی ہفتہ میں ایک دوبار عام لوگوں کو کسی مسجد وغیرہ میں جمع کرکے دین کے احکام سنا دیا کرے اور سمجھا دیا کرے اور عورتوں کو سکھانے کا یہ طریقہ ہے کہ انکے گھر کے لوگ روزمرہ دینی کتابیں انکو پڑھ پڑھ کر سنا دیا کریں اور جو باتیں مولویوں سے سنیں وہ انکے کان میں ڈالتے رہیں اور اگر محلہ میں کوئی پڑھی ہوئی عورت ہو تو کبھی کبھی اس سے کتاب پڑھوا کر سن لیا کریں یہ وہ ۱۶

ہمت کی کمزوری اور خوف کی کمی کا علاج

طریقہ ہے کہ اس سے حضور کی امت ساری کی ساری عالم ہو سکتی ہے۔ رہی ہمت کی کمزوری اور خوف کی کمی سو اسکا علاج یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرکے اسمیں یہ سوچا کرو کہ ہم کو خدا تعالےٰ نے کیا کیا نعمتیں دی ہیں اور ہم نے کیا معاملہ خدا تعالےٰ کے ساتھ کیا ہے پھر یہ سوچو کہ قیامت کا میدان ہوگا اور ہم خدا تعالےٰ کے سامنے ہونگے اور ہم سے ان سب نعمتوں کا سوال ہوگا کہ ہم نے اتنی نعمتیں تم کو دی تھیں اور تم نے اسپر بھی یہ گناہ کئے پھر خدا تعالیٰ کے عذابوں کو یاد کرو اور اسوقت خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر کر خوب رگڑ رگڑ کر دعا کرو اور اپنے گناہوں کی معافی چاہو اگر اسکو نباہ کر کروگے تو ایک ہفتہ میں خدا نے چاہا تو حالت میں بہت بڑا فرق پیدا ہوگا اور اس سے ہر وقت یہ فکر رہا کریگی کہ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز۔ اور ایک کام یہ کرو کہ اللہ والوں کی خدمت میں کبھی کبھی جایا کرو لیکن کسی

اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنی ضروری ہے

ایسے کے پاس جاؤ جو ضرورت کے لائق دین کا علم بھی رکھتا ہو اور اگر ایسا میسر نہ ہو تو بزرگوں کی حکایتیں اور نصیحتیں دیکھا کرو یہ علاج ہے علم کی کمی اور ہمت کی کمزوری کا اور پھر اس حالت پر پابندی رکھو جب تم اس حالت پر پابندی رکھوگے تو اس آیت پر پورا عمل ہو جائیگا ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ کہ اسلام کے سوا کسی حالت پر نہ مرنا۔ اب خدا تعالےٰ سے دعا کرو کہ وہ عمل کی توفیق دیں۔ آمین ط

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا پہلا وعظ اسلام کی تکمیل ختم ہوا اب انشاء اللہ دوسرا وعظ رجب سے شروع ہوگا

(ح) اسی کے متعلق اسلام کو دعوٰی ہے کہ صحیح معنوں میں صفات الٰہی کو میں ہی بتا سکتا ہوں
انہی کے لئے علم کلام مدون ہے اور اسمیں ہمیشہ علماء اسلام نے دیگر مذاہب کو شکست دی
ہے۔ اس بیان کو طول دینے کی چنداں حاجت نہیں صرف یہ کہنا ہے کہ اس تقریر سے
ثابت ہوگیا کہ خدا کو صرف اس طرح ماننے سے برأت نہیں ہوسکتی کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور
دہریت کو باطل سمجھتے ہیں بلکہ خدا کی ذات کو مع صفات کے ماننا ضروری ہے بلا اسکے
خدا کو ماننا صحیح معنے میں ماننا ہی نہیں کہا جا سکتا بلا اسکے خدا کو ماننا ایسا ہے جیسے کوئی کسی
چیز کو انسان مانے مگر نہ اسمین حیوۃ کو مانے نہ حواس و ہوش کو نہ عقل کو نہ صورت شکل کو
بلکہ ایک مٹی کے تودے کو انسان کہے اگر کوئی ایسا کرے تو کہا جاویگا کہ یہ جانتا ہی
نہیں کہ انسان کس کو کہتے ہیں اسیطرح جو کوئی خدا کو بلا صفات کے یا غلط صفات کے ساتھ
مانتا ہے اسکو یہی معلوم نہیں کہ خدا کس کو کہتے ہیں جب وہ خدا کی حقیقت ہی کو نہیں جانتا
تو خدا کو ماننا اسکا صحیح کہاں ہوا۔ اب ہمارا دعوے ہے کہ خدا کے صفات صحیح طور پر اسلام
ہی نے بیان کئے ہیں۔ اس دعوٰی کا اعلان ہمیشہ سے کیا گیا اور کیا جارہا ہے ہمیشہ علماء 97
اسلام اس دعوے میں دیگر مذاہب پر غالب رہے ہیں یہاں چونکہ اہل اسلام ہی
مخاطب ہیں جو مذہب اسلام کی تصدیق اور تسلیم کرنے کے مدعی ہیں لہذا اُن دلیلوں کو چھوڑ کر
جو غیر مذاہب کے سامنے پیش کیجاتی ہیں مخاطبین سے کہا جاتا ہے کہ جب آپ مسلمان
ہونے کے مدعی ہیں تو خدا تعالٰے کو مع ان صفات کے ماننا پڑے گا جو مذہب اسلام
میں بیان ہوئی ہیں تب ہی آپ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکیں گے اور اگر کوئی خدا تعالٰے
کو اُن صفات کے ساتھ نہ مانے جو مذہب اسلام میں بیان ہوتی ہیں وہ مسلمان نہیں
کہا جا سکتا گو وہ اپنا دل خوش کرلے اور زبان سے کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور غور
سے دیکھا جاوے تو یہ شخص نہ صرف اسلام سے خارج ہے بلکہ دہریت سے بھی نہیں بچ سکا
کیونکہ اسلام کی طرف سے جن دلائل سے دیگر ان مذاہب کا بطلان کیا جاتا ہے جو صفات
الٰہی میں غلطی کرتے ہیں ان سب دلیلوں کا خلاصہ دلیل خُلف ہوتی ہے جسکا حاصل یہ ہوتا
ہے کہ جن صفات کے ساتھ تم خدا کو مانتے ہو ان کو ماننے سے خدا کی ذات ہی اڑ جاتی ہے

(ح) اور یہ خلاف مفروض ہے یعنی اُس دعوے کے خلاف ہے جسکے اثبات کے لیے دلیل
لائی جاتی تھی صفات کو خدا کی خدائی ثابت کرنے کے واسطے مانا جاتا تھا اور ان صفات سے
وہ خدائی ہی اُڑ گئی اسیکو دلیل خُلف کہتے ہیں حاصل یہ ہوا کہ خدا کو بلا اُن صفات کے
مانے ہوئے جو مذہب اسلام نے ثابت کی ہیں ماننا بالکل خدا کا انکار ہے اور یہی دہریت
ہے تو یہ کہنا ہمارا صحیح ہوگیا کہ وہ مسلمان جو خدا تعالےٰ کو مع ان تمام صفات کے نہ مانے
جو مذہب اسلام میں بتائی گئی ہیں وہ نہ صرف اسلام سے خارج ہوا بلکہ دہریت میں مبتلا ہوا
جس سے وہ بچنا چاہتا تھا الغرض اسلام صحیح جب ہی ہے جبکہ خدا تعالےٰ کو مع اُن
تمام صفات کے مانا جائے جو اسلام نے تعلیم فرمائی ہیں اور اسیوقت توحید کو صحیح توحید
کہہ سکیں گے۔ آجکل مسلمانوں کو بوجہ سائنس کی چرچا اور اسکی طرف میلان اور اسمیں
انہماک کے اور اسکی طرف حُسن اعتقاد کے اُس توحید کے بارہ میں دو غلطیاں ایسی
واقع ہوئی ہیں کہ جنکی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحیح توحید کے قائل رہے اور
ہم کہہ چکے ہیں کہ توحید جب ہی معتبر ہے جب صحیح ہو جب یہ صحیح توحید کے قائل نہ رہے ۹۸
تو نعوذ باللہ اسلام سے خروج لازم آتا ہے کیونکہ توحید ہی اصل اصول مذہب
اور بناء اسلام ہے یون تو ہر مذہب والا توحید کا مدعی ہے پھر اپنے آپ کو مسلمان
کہنے کی کیا ضرورت ہے کسی قوم میں شمار کرلو توحید کا نام تو رہے ہی گا جب اپنے آپکو
مسلمان کہا تو لازم آیا کہ اُسی توحید کے قائل ہوں جو مذہب اسلام میں ہے اور جو درحقیقت
صحیح اور یہی توحید ہے لطف یہ ہے کہ سائنس کی بدولت وہ توحید بھی گئی اور سائنس کے
بھی پورے متبع نہ ہوئے کیونکہ سائنس سے مراد ہماری آجکل کا سائنس ہے جو نفس
خدا کی ذات ہی کا قائل نہیں صرف یہ کہتا ہے کہ دُنیا کے کام سب کے سب موجودات
کی کوششوں اور خواص طبعی سے چل رہے ہیں یہ لوگ بوجہ مسلمان ہونیکے
مدعی بھی ہیں خدا کے قائل ہیں اسواسطے تو سائنس کے خلاف رہے اور اسلام سے
اسواسطے علیحدہ ہو گئے کہ خدا کی ذات کے اُس طرح قائل نہیں جس طرح اسلام نے بتایا
اور جسطرح قائل ہونا ضروری تھا جیسا کہ ہم نے مشرح بیان کیا لاالیٰ ہؤلاء ولا الیٰ ہؤلاء

(۱) ایک غلطی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت مخصوصہ قدم میں ایک دوسری چیز کو شریک کیا یعنی مادہ کو قدیم مانا قدیم ہونا

(ح) کے مصداق ہوئے وہ دو غلطیاں یہ ہیں ایک میں تو خدا تعالیٰ کی اس صفت میں جو ذات خداوندی کے ساتھ خاص ہے دوسرے کو شریک کرنا لازم آتا ہے اور ظاہر ہے کہ توحید اور شرک دو متضاد چیزیں ہیں موحد کو شرک سے کیا علاقہ۔ یہ مسئلہ قدم مادہ کا ہے قدیم ہونا ایسی صفت ہے کہ ذات پاک خداوندی عز اسمہ کے سوا کسی کے واسطے نہیں مانی جا سکتی آجکل مسلمان سائنس کے دہوکوں میں آکر اسطرف جھک گئے ہیں اور انکو اس مسئلہ میں کچھ تردد پیدا ہو گیا ہے (اسی کا بیان اس اشتباہ اول میں ہوگا) اور دوسری غلطی میں خدائے تعالےٰ کی ذات پاک سے ایک صفت کی نفی لازم آتی ہے وہ قدرت عامہ کا مسئلہ ہے اسکا بیان اشتباہ دوم میں آئے گا۔ بڑی شکایت مسلمانوں سے یہ ہے کہ اگر انکو سائنس حال کی تعلیم یا سائنس دانوں کی صحبت کی وجہ سے اس قسم کے ترددات پیش آتے ہیں تو انکو علماء اسلام کے سامنے پیش کیوں نہیں کرتے علماء اسلام کا فلسفہ (علم کلام) ایسا زبردست اور حاوی اور جامع علم ہے کہ ہمیشہ مخالفین کو نیچا دکھایا ہے اور کبھی کسی خیال و عقیدے والے کو اسکے سامنے سوائے سر جھکانے کے کچھ نہیں بن پڑا۔ قدم مادہ کا مسئلہ آجکل بھی آریوں کی وجہ سے چھڑا ہوا ہے اور بارہا اسپر مناظرے اور مباحثے ہو چکے ہیں اور علماء اسلام کی طرف سے اسپر مستقل رسالے لکھے جا چکے ہیں جنکا جواب کوئی نہیں دے سکا یاں تھوڑی بہت تلاش شرط ہے کتب خانہ قاسمی دیوبند سے اور بہت کتبخانوں سے ایسی کتابیں مل سکتی ہیں۔

۹۹

پہلی غلطی کا بیان۔ وہ غلطی یہ ہے کہ خیال ہو گیا ہے کہ دنیا میں ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوق ہے جن میں طرح طرح کے تغیرات ہوتے رہتے ہیں مثلاً آدمی زندہ ہے پھر مر جاتا ہے پھر اسکو مٹی میں دفن کر دیتے ہیں تو وہ چند روز میں مٹی بن جاتا ہے پھر فرض کرو کہ اس قبر پر ہل چل جاتا ہے اور دانہ بو دیا جاتا ہے پھر اس سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ یہ درخت اسی مٹی کے اجزا سے بنا ہے جس میں مردہ کے اجزا شامل تھے پھر وہ درخت کسی کی غذا بنجاتا ہے اور گوشت پوست کی صورت اختیار کرتا ہے پھر مٹی ہوتا ہے غرض

(ح) ہزارون تغیرات ہوتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ کوئی چیز نہ رہے کسی نہ کسی صورت میں اسکا
وجود رہتا ہے کوئی صورت ایسی نہیں سمجھ میں آتی کہ ایک چیز مٹتے مٹتے فانی محض ہوجاوے
اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی چیز معدوم محض نہیں ہوسکتی یہ تو زمانہ مستقبل کے متعلق ہوا اسی
طرح زمانہ ماضی کا بھی حال ہے کہ جس چیز کو ہم موجود پاتے ہیں اسکو بھی ایسا نہیں پاتے
کہ عدم محض سے وجود میں آئی ہو بلکہ وہ چیز پہلے کچھ اور تھی اور اس سے پہلے کچھ اور اور
اس سے پہلے کچھ اور غرض کوئی وقت ایسا نہیں پایا گیا کہ وہ چیز کچھ بھی نہ ہو اس سے ثابت
ہوا کہ کسی صورت میں مخلوق کا وجود ہمیشہ سے ہے اور کسی صورت میں ہمیشہ رہے گا بلفظ دیگر صورت
بدلتی رہتی اور فنا ہوتی جاتی ہے مگر صورت کے اندر کوئی چیز ایسی بھی ہے جو موجود رہتی ہے
اور کسی حال میں فنا نہیں ہوتی اسی چیز کا نام مادہ رکھدیا جاتا ہے ثابت ہوا کہ مادہ ازلی
ابدی یا انادی ہے یہ ایسی تقریر ہے کہ اسکے جال میں عوام اور ان پڑھ لوگ ضرور ہی
آجاتے ہیں۔ آریہ لوگ دیہات میں جاہلون کے سامنے یہ تقریر کرتے ہیں اور اس سے
مادہ کا انادی (قدیم) ہونا ثابت کرتے ہیں اور اس سے آواگون (تناسخ) ثابت کرتے ۱۰۰
ہیں کہ دیکھو بدیہی اور کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی چیز ہست سے نیست نہیں ہوتی صرف جون
بدلتا ہے ابھی آدمی آرہا تھا ابھی خاک ہوگیا پھر درخت بنگیا پھر اسکو کسی جانور نے کھالیا
اسکا جزو بدن بن گیا اور جانور ہوگیا۔ اتنے تغیر میں تین جون بدلے خاک کے جون میں آیا۔
پھر درخت کے جون میں آیا پھر حیوان کے جون میں اسیطرح سے برابر جون کی تبدیلی ہوتی
رہتی ہے۔ بیچارے عوام انکے دہوکوں کو کیا جانیں ایسی کھلی ہوئی بات سنکر تردد میں پڑجاتے
ہیں کہ یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے اسمیں کیا جھوٹ ہے۔ چونکہ آواگون کا ذکر آگیا ہے اسواسطے
بہت اختصار کے ساتھ ہم یہیں انکے دہوکے کی قلعی کھولے دیتے ہیں تاکہ ناظرین میں سے
کسی کے دل میں تردد نہ رہے سمجھ لینا چاہیے کہ آواگون کے معنے انکے نزدیک بھی یہ نہیں
ہیں کہ مادی جسم میں تغیرات ہونا یعنی گوشت پوست سے خاک بننا دانہ اور دانہ سے درخت
اور درخت سے حیوان بنجانا اسکو عوام کے سامنے محض فریب اور دہوکا دینے کے واسطے
بیان کردیتے ہیں بلکہ آواگون کے معنے یہ ہیں کہ جیو (روح) کسی قالب میں رہکر جیسے کرم

(ح) (اعمال) کرے اُسکو بطور جزا سزا کے دوسرے قالب میں پھر دُنیا میں بھیجا جاتا ہے اگر پہلے قالب میں اچھے کرم کئے ہیں تو دوسرا قالب اچھا ملتا ہے مثلاً گائے کا قالب ملتا ہے اور اگر بُرے کرم کئے ہیں تو بُرا قالب مثلاً کیڑوں مکوڑوں چھپکلی بندر سؤر کا قالب ملتا ہے۔ پھر اس قالب میں اگر وہ اچھے کرم کرتا ہے تو دوبارہ اچھا قالب ملجاتا ہے اور بُرے کرتا ہے تو اس سے بھی بُرا قالب ملتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جسم کے سڑنے گلنے مٹی بننے درخت بننے حیوان کا جزو بنجانے کا نام آواگون نہیں ہے جسکو وہ کھلے طور پر دکھادیتے ہیں بلکہ رُوح کے دوبارہ دُنیا میں کسی قالب میں آنے کا نام ہے اور یہ بات آنکھوں دیکھتے نہیں نظر آسکتی کیونکہ رُوح آنکھ سے نظر نہیں آتی تو وہ تقریر تو محض جھونٹ اور دہوکہ ہوئی اور رُوح کے لئے جزا و سزا کے لئے جون بدلنا آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا اسکے لئے دلیل کی ضرورت ہے سو دلیل اسکو ثابت تو کیا کرتی اسکو غلط ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ آواگون کے مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی قالب بھی ملے کرم کے بدلے ملتا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کوئی کرم بھی ہو رُوح سے وہ کرم جبھی تو ہو سکتا ہے جبکہ کسی قالب میں ۱۰
آجاوے تو سب سے پہلا قالب اچھا یا بُرا رُوح کو کیسے ملا تھا جبکہ اس نے کوئی کرم نہیں کیا تھا۔ ضرور ماننا پڑے گا کہ پہلے کوئی قالب بلا کسی وجہ کے ملا تھا۔ جب پہلا قالب (جون) بلا کرم کے ملا تہا تو دوسرے جونوں کے بلا کرم ملنے پر کیا اشکال ہو سکتا ہے ثابت ہوا کہ اگر ایک ہی رُوح مختلف جونوں (قالبوں) میں آتی بھی ہو تو یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ کرموں کے بدلے آتی ہو۔ اور اسکی کیا دلیل ہے کہ رُوح مختلف جونوں میں آتی ہے اسکے لئے بھی دلیل چاہیئے اور دلیل ہے نہیں اور نہ یہ آنکھ سے دیکھنے کی چیز نہیں تو اسکو سوائے توہم پرستی کے اور کیا کہہ سکتے ہیں اب سوال کیا جاتا ہے کہ ضرور کسی بُرے یا اچھے عمل پر پرلو کا خاتمہ ہوگا اسکی جزا سزا کہاں گئی اگر کرم کے لئے جزا سزا لازم ہے (جسکی بنا پر جون بدلنے اور آواگون کے قائل ہوئے تھے) تو اسکا لزوم اب کہاں گیا اور اگر لازم نہ تھی تو اس جگہ کے شروع ہی سے کیوں قائل ہوئے وہی عقیدہ کیوں نہ اختیار کیا جو اسلام نے تعلیم دیا تہا تو آواگون آیا گیا ہوا اور اہل اسلام کا یہ عقیدہ صحیح رہا کہ حق تعالے نے رُوح کو انسانی

(ح) قالب دیا اور دنیا میں بھیجا اور اختیار دیا کہ وہ نیک یا بد عمل کرے۔ دنیا صرف ایک دفعہ کے لئے انسان کا دار العمل ہے جیسے عمل ہونگے اسکی جزا ایک دن دیجاوے گی جسکا نام قیامت کا دن ہے لطف یہ ہے کہ قائلین آواگون بھی جونوں کی تبدیلی کے لئے ایک حد کے قائل ہیں کیونکہ یوں کہتے ہیں کہ ایک پرلو (عالم کا دور) ایک ارب تیئیس کروڑ سال کا ہوتا ہے اسکے بعد اتنی ہی مدت تک دنیا کا وجود نہیں رہتا پھر دوسری پرلو شروع ہوتی ہے اور اسیطرح سلسلہ چلا جاتا ہے اور اگر کوئی آواگون کے معنے یہ لے کہ جسم کا سڑنا گلنا مٹی ہو جانا درخت بنجانا سب آواگون ہے تو ہم اسکی تردید دیکھی آنکھوں اس طرح کر سکتے ہیں کہ قائلین آواگون کے نزدیک جون بدلنے کیلئے کچھ قواعد و احکام بھی مقرر ہیں مثلاً اچھے کرم والا گائے کی جون میں جاتا ہے اور برے کرم والا سور کے جون میں مثلاً تو ہم یہ کر سکتے ہیں کہ کوئی کیسا ہی نیکوکار اور مہاتما ہو ہم اسکے گوشت کو کاٹ کر سور کو کہلا دیں تو ظاہر ہے کہ وہ اسکا جزو بدن ہو جاویگا اور وہ مہاتما سور کے قالب میں پہنچ جاویگے اسیطرح ایک شخص کیسا ہی بدکار ہو اسکا گوشت گائے کو یا کسی انسان کو کہلا دیں وہ گائے کا یا انسان کا جزو بدن بنجاویگا وہ گائے کے جون میں پہنچ جاویگا۔ غرض یہ محض دہوکہ اور تلبیس ہے کہ جسم کے تغیرات سے آواگون ثابت کرتے ہیں آواگون کی حقیقت روح کا مختلف قالبوں میں آنا ہے اور وہ دلیل مذکور سے باطل ہے جیسا کہ بیان ہوا (تناسخ کی تردید میں علما نے مستقل رسالے لکھے ہیں مثلاً ردتناسخ مصنفہ مولانا مرتضےٰ حسن صاحب۔ یہ مطبع قاسمی دیوبند سے ملسکتا ہے) تناسخ کی بحث ضمناً آگئی تھی اصل گفتگو یہ تھی کہ دنیا میں کسی چیز کو معدوم محض ہوتے نہیں دیکھا جاتا۔ صرف صورتوں کا اختلاف دیکھا جاتا ہے۔ اس سے یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ مادہ قدیم ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کی یہ موجودہ حالت دیکھکر کہ کوئی چیز معدوم محض نہیں ہوتی بلکہ صرف صورت بدلتی ہے اور کوئی چیز عدم محض سے وجود میں نہیں آتی بلکہ ایک صورت چھوڑ کر دوسری صورت اختیار کر لیتی ہے اس سے یہ حکم تو لگا سکتے ہیں کہ ایسا ہی دیکھا گیا ہے لیکن یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ اسکے خلاف کبھی نہیں ہوا یا کبھی ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ حکم لگانا اسکے واجب ہونے کا دعوے کرنا ہے اور اسکے خلاف کو محال کہنے کا دعوی کرتا ہے

۱۰۲

(ح) اور معقولات میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جملہ چیزیں تین قسم سے باہر نہیں یا واجب (ضروری) ہیں یا ممتنع (محال) ہیں یا ممکن ہیں۔ واجب وہ ہے جسکے موجود ہونے کے ضروری ہونے پر دلیل عقلی قائم ہو جیسے وجود باری تعالےٰ عزاسمہٗ اور ممتنع وہ ہے جسکے نہ ہو سکنے پر دلیل عقلی قائم ہو جیسے اجتماع نقیضین مثلاً کوئی یوں کہے کہ زید اسوقت موجود ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ اور جس چیز کے نہ وجود کے ضروری ہونے پر دلیل عقلی موجود ہو نہ ممتنع ہونے پر وہ سب چیزیں ممکن ہیں یعنی اگر اسکا وجود ہو جاوے تو عقلاً منع نہیں اور معدوم ہو جاوے تو عقلاً منع نہیں اب ہم پوچھتے ہیں کہ عدم محض سے وجود میں آنا یا موجود چیز کا معدوم محض ہو جانا ان تینون قسمون میں سے کس میں داخل ہے واجب ہے یا ممتنع یا ممکن۔ واجب تو کوئی بھی نہیں کہتا۔ فریق مقابل ممتنع کہتا ہے۔ از روے تقریر مذکور اسکے لئے دلیل عقلی کی ضرورت ہے اسپر کوئی دلیل عقلی نہیں لا سکتا تو لامحالہ تیسری قسم میں داخل رہیگا جسکا نام ممکن ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ عدم محض سے کوئی چیز وجود میں آوے یا وجود سے عدم محض میں چلی جاوے اور اسپر جو دلیل لائی گئی ہے کہ تجربہ کر لو کہ کوئی ۱۰۳
چیز عدم محض سے وجود میں نہیں آتی نہ ہم موجود چیز کو فانی محض کر سکتے ہیں صرف صورتوں کی تبدیلی ہوتی ہے تو جو لوگ معقولی اور فلسفہ دان ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس دلیل کو استقراء (تجربہ۔ تلاش) کہتے ہیں۔ اسکو دلیل عقلی نہیں کہتے اس سے صرف اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ہم نے جہان تک تلاش کیا ایسا ہی پایا یا یہ کہ ہماری قدرت اتنی ہی ہے کہ تبدیل صورت کر سکتے ہیں ایجاد محض یا اعدام محض نہیں کر سکتے تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ واقع میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا یا ہمارے سوا کوئی دوسرا بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ بہت موٹی بات ہے کہ اگر ایک اپاہج اور غریب آدمی سے کہا جاوے کہ تو جہانسکھہ روپیہ پیدا کرلے تو وہ جواب میں یہ تو کہہ سکتا ہے کہ مجھسے ایسا ہونا ممکن ہے لیکن یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ جہانسکھہ روپیہ پیدا ہونا فی نفس الامر محال ہے اور اسکے اپنے لئے جہانسکھہ روپیہ ہونے کو ناممکن کہنے کے معنے بھی اہل عقل کے نزدیک اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے کہ مستبعد ہے محال عقلی کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ ممکن ہے

(ح) کہ کوئی ایسا شخص جو مہاسنکھہ روپیہ کا مالک ہو اسکو وہ سب روپیہ ہبہ کر دے
تو اسکے پاس مہاسنکھہ روپیہ ہو جاویگا اور محال عقلی وہ ہوتا ہے جسکا وجود دلیل عقلی سے
باطل ہو اور کبھی ہو ہی نہ سکے جیسے اجتماع نقیضین۔ بنا برین ہم نے اگر دنیا میں یہی دیکھا ہے
کہ وجود محض یا فنا محض نہیں ہوتا یا ہم ایجاد محض یا افنا محض نہیں کر سکتے تو اس سے صرف
اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی دیکھا ہے اور ہماری قدرت سے باہر ہے لیکن یہ نہیں
کہہ سکتے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور کسی کی بھی قدرت میں یہ بات نہیں آسکتی (غلطی یہ ہے
کہ آجکل لوگ مستبعد اور محال میں فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے دیکھو
اصول موضوعہ نمبر ۵) بہت سی چیزیں ہم ایسی پاتے ہیں کہ ہماری قدرت سے باہر ہیں اور
بہت سی چیزیں پاتے ہیں جو ہمیشہ سے وہ موجود ہیں پھر بھی کوئی اسکا قائل نہیں کہ وہ مطلقاً
قدرت سے باہر ہیں اور کسی کے بھی اختیار کو ان میں دخل نہیں اور وہ قدیم ہیں مثلاً سورج
کو ہم نے ہمیشہ سے نکلتے دیکھا ہے ساری عمر سے ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں اور پہلے لوگوں سے
۱۰۴ بھی ایسا ہی سنتے چلے آتے ہیں کہ سورج برابر نکلتا ہے اور ہم اسکے نکلنے کو روک دینے
پر قادر نہیں ہیں تو کیا اس سے سورج قدیم یا مطلقاً قدرت سے باہر ہو جاتا ہے اور کوئی
دوسرا بھی اُسکو نکلنے سے روک نہیں سکتا بیشک جس نے اسکو پیدا کیا اور نکالا ہے۔ وہ
ضرور روک سکتا ہے علیٰ ہذا چاند ستارے ہوا پانی۔ آگ۔ مٹی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی
وقت ایسا ہم نے دیکھا یا سُنا ہے کہ یہ چیزیں نہ تھیں۔ علیٰ ہذا آسمان۔ زمین شش جہت[عہ]
کہ نہ ہم نے کبھی دیکھا کہ یہ چیزیں نہ تھیں نہ ایسا سُنا۔ نہ ان سے ہم جُدا ہو سکتے ہیں ہماری
قدرت سے باہر ہے کہ زمین آسمان سے نکل جاویں یا شش جہت کے مقید نہ رہیں
تو کیا اس سے لازم آسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں قدیم ہوں یا کسیکی قدرت کو ان میں دخل
نہ ہو کوئی بھی اسکا قائل نہیں بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اسکے خلاف ہونا مستبعد ہے یعنی
اگر ایسا وقوع میں آوے تو اچنبھے کی بات ہوگی مگر محال نہیں اور ہم نہیں کر سکتے تو
کیا ہے کوئی قادر ایسا ہو سکتا ہے کہ ایسا کرے وہ وہی ہے جسنے انکو بنایا عز اسمہ وجلت قدرتہ۔

عہ داہنا۔ بایاں۔ آگے۔ پیچھے۔ اوپر۔ نیچے۔ ۱۲ منہ

لہٰذا وہ قرآن حفظ کرتے ہیں اور گویا کہ اسکا صندوق بنتے ہیں کیونکہ جسطرح صندوق اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اُن سے متمتع نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی یہ بھی ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ اندھے لوگ قرآن کے صندوق ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ اور پند و نصائح وعد و وعید کو اپنے اندر بھرے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے کچھ نہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ جو صندوق قرآن سے بھرا ہوا ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جو بالکل خالی ہو پس اگر کسیکو عمل کی پوری توفیق نہ ہو اور قرآن یاد ہو وہ بہتر ہے اس سے جو نہ عمل ہی کرتا ہو نہ اُسکو قرآن ہی یاد ہو۔ پھر جو صندوق سامان سے خالی ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جسمیں چوہے اور سانپ بھرے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص حافظ قرآن بھی نہ ہو اور اخلاق رذیلہ بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو وہ بہتر ہے اس سے جو حافظ قرآن بھی نہ ہو اور صفات ذمیمہ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے تو اُسکی نظر میں دلالہ اس درجہ محبوب نہیں رہتی جتنی کہ پہلے تھی۔ لہٰذا جب وصل حق سبحانہ میسر ہو جاتا ہے تو صورت علم جو بمنزلہ دلالہ کے تھی مرغوب نہیں رہتی اور اُسکا ۴۱
طلب کرنا بُرا سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آدمی آسمان پر چڑھ گیا تو ایسی حالت میں سیڑھی تلاش کرنا بیہودہ حرکت ہے لیکن تم ہمارے اس حکم کو عام نہ سمجھنا بلکہ یہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ جب اشتغال بالعلم بعد وصول بغرض وصول ہو لیکن اگر دوسرے کی امداد کے لئے اور اُسکی تعلیم کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بدون اس غرض کے وصول الی الخیر کے بعد خیر کا ذریعہ تلاش کرنا اور اسمیں مصروف ہونا بیشک بے معنی ہے دیکھو جب آئینہ روشن اور صاف ہو جاوے اسوقت اُسکو صیقل کرنا ضرور حماقت ہے نیز بادشاہ کا مقبول ہو کر اور اُسکے حضور میں بیٹھکر خط یا قاصد کو ڈھونڈھنا ضرور نادانی ہے۔

شرح شبیری

حکایت اس بیان میں کہ صحابہؓ میں پوری قرآن کے حافظ کم ہوتے تھے

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے گرچہ شوقے بود جانشان را بسے

یعنی صحابہؓ میں حافظ کوئی کم ہوتا تھا اگرچہ انکی جان کو شوق بہت تھا۔

زانکہ چون مغزش در آگند و رسید قشر ہا شد بس رقیق و واکفید

یعنی اسلئے کہ (دیکھو) جب میوہ کا مغز پر ہوجاتا ہے اور (پختگی کو) پہونچ جاتا ہے تو قشر بہت رقیق ہوجاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں۔

قشر جوز و فستق و بادام ہم مغز چون آگندشان شد پوست کم

یعنی اخروٹ اور پستہ اور بادام کا قشر بھی جب مغز بھرجاتا ہے تو وہ پوست کم ہوجاتا ہے (بس اسیطرح)

۴۲ مغز علم افزود کم شد پوستش زانکہ عاشق را بسوزد دوستش

یعنی علم کا مغز بڑھ گیا تو اُسکا پوست کم ہوگیا۔ اسلئے کہ عاشق کو اسکا دوست جلا دیتا ہے مطلب یہ کہ جیطرح کہ عاشق کے مقتضیات کو اسکا معشوق فنا کر دیتا ہے اسلئے کہ عاشق کو مقصود وہی ہوتا ہے تو اسیطرح جب مقصود آتا ہے تو توابع زائل ہوجاتے ہیں۔

وصف مطلوبے چو ضد طالبیست وحی و برق نور سوزندۂ نبیست

یعنی وصف مطلوب جبکہ طالب کی ضد ہیں تو وحی اور برق نور نبی کو جلانے والی ہے وصف مطلوبی سے مراد اوصاف حق اور وصف طالبی سے مراد اوصاف بشر مطلب یہ کہ اوصاف حق کے آگے اوصاف بشر یہ سبب تابع ہونے کے زائل ہوجاتے ہیں۔

چون تجلی کرد اوصاف قدیم　　پس بسوزد وصف حادث را گلیم

یعنی جبکہ اوصاف قدیم تجلی کرتے ہیں تو اوصاف حادث کے گلیم کو وہ جلا دیتے ہیں یعنی وہ بہ سبب غیر مقصود ہونے کے اسکے آگے فنا ہو جاتے ہیں تو بس جب انکو عمل بالقرآن حاصل تھا تو انکو الفاظ کا زیادہ اہتمام نہ تھا بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ۔

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود　　جل فینا از صحابہ می شنود

یعنی جسکو کہ ربع قرآن یاد ہوتا تھا وہ صحابہ سے جل فینا سنتا تھا۔ مطلب یہ کہ صحابہ ایسے شخص کی نسبت فرمایا کرتے تھے یہ ہم میں سے بزرگ ہو گیا اور بڑھ گیا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب الفاظ قرآنی کو حفظ کرنا اصل مقصود کے مانع ہے تو پھر حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں کل قرآن یاد تھا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت صلی اللہ
۴۴ علیہ وسلم ایک فعل عبث کے مرتکب ہوئے اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ۔

جمع صورت با چنین معنے ژرف　　نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف

یعنی ایسے معنی عمیق کے ساتھ صورت کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے بجز کسی بڑے سلطان کے مطلب یہ کہ جمع بین الظاہر والباطن ایسا امر ہے کہ ہر ایک سے ممکن نہیں ہے اور اگر ہو تو سبحان اللہ مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ صرف صورت اور صرف الفاظ مقصود نہ ہونے چاہئیں۔

درچنین مستی مراعات ادب　　خود نباشد ور بود باشد عجب

یعنی مستی میں ادب کی رعایت خود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو تو عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جو شخص مقصود میں مست ہے اسکو اس ادب کی کہاں خبر کہ وہ جمع بین الظاہر والباطن کرے

اور اگر با وجود اس مستی کے کسی کو اسکی خبر رہے تو یہ ہے عجیب بات۔

اندر استغنا مراعات نیاز   جمع ضدین است چون گرد و دراز

یعنی استغنا کی حالت میں نیاز کی رعایت کرنا دو ضدوں کو جمع کرنا ہے تو یہ کس طرح وراز ہو سکتا ہے یعنی کس طرح وقوع میں آسکتا ہے کہ ضدین جمع ہو جاویں مستی بھی ہو اور ادب بھی ہو۔

جمع ضدین از نیاز افتاد آز   باز در وقت تحیّر امتیاز

یعنی ضدین کا جمع نیاز کی وجہ سے حرص ہے اور پھر تحیر کے وقت امتیاز کرنا دیہ تو سخت مشکل ہے) آگے صرف الفاظ کو یاد کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون عصا معشوق عمیان می شود   کور خود صندوق قرآن می شود

۴۴ یعنی جیسے کہ عصا اندھوں کا معشوق ہوتا ہے تو اندھا خود صندوق قرآن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں مقصود تو عمل اور حال ہے اور الفاظ اسکے تابع ہیں مگر جو شخص کہ صرف الفاظ کو لئے ہوئے ہو اور عمل کی طرف مطلق توجہ ہی نہ کرے وہ تو بیشک اندھا ہی ہے۔

گفت کوران خود صنادیق اند پُر   از حروف مصحف و ذکر و نذر

یعنی کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اندھے خود صندوق قرآن کے حروف اور ذکر و نذر کے بھرے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اندھے صرف الفاظ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں مگر عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے تو یہ بے عمل کے بیکار ہے۔ اب یہاں جو لوگ کہ حافظ ہیں انکا دل مرجھانے کا خوف تھا کہ شاید وہ سمجھیں کہ بس پھر کیوں یاد کیا جاوے اسلئے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقی پُر از قرآن بہ است   زانکہ صندوقی بود خالی بدست

یعنی پھر صندوق قرآن سے بھرا ہوا اس سے بہتر ہے کہ ایک صندوق خالی ہاتھ میں ہو

مطلب یہ کہ الفاظ کے حافظ غیر حفاظ سے پھر بھی بہتر ہیں اب یہاں وہ لوگ جو کہ حافظ نہیں ہیں غمگین ہوئے آگے انکی تسلی کے لیے فرماتے ہیں سبحان اللہ عجب جامع تقریر ہے کہ کوئی پہلو چھوٹا ہوا نہیں ہے فرماتے ہیں کہ

باز صندوقے کہ خالی شد بہ بار ۔ بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار

یعنی پھر وہ صندوق جو کہ بوجھ سے خالی ہو اس سے بہتر ہے کہ جو سانپوں اور چوہوں سے بھرا ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ حافظ نہیں ہے مگر اسکے عقائد اچھے ہیں خیالات فاسدہ نہیں ہیں تو یہ شخص اس سے بہتر ہے کہ جسکے اندر خیالات بھری ہوئی ہیں۔ عقائد خراب ہیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ مقصود کو حاصل کرنا چاہیئے اور غیر مقصود کو ترک کرنا ضروری ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

۴۵ **حاصل اندر وصل چون افتاد مرد ۔ گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد**

یعنی حاصل یہ کہ جب انسان وصل میں پڑ گیا تو دلالہ اسکے آگے سرد ہو گئی۔

چون بہ مطلوبت رسیدی ای ملیح ۔ شد طلبگاری علم اکنون قبیح

یعنی جبکہ تم اپنے مطلوب تک پہونچ گئے اے ملیح تو اب علم کی طلبگاری بری ہے۔

چون شدی بر بامہائے آسمان ۔ سرد باشد جستجوئے نردبان

یعنی جبکہ تو آسمان کے اوپر پہونچ گیا تو اب سیڑھی کی جستجو فضول ہے مطلب یہ کہ جب مطلوب حاصل ہو گیا تو اب وسائط اور وسیلوں میں پھنسنا سخت نازیبا ہے۔ اب یہاں طلبا کو شبہ ہو سکتا تھا کہ بس ایک مرتبہ متران خود پڑھکر اب دوبارہ بعد تحصیل کے پھر اسکے پڑھانے میں مشغول ہونا عبث ہے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جز برائے یاری و تعلیم غیر ۔ سرد باشد راہ خیر از بعد خیر

یعنی سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے لئے کہ اب خیر کے بعد راہ خیر کو لینا بہتر ہے مطلب یہ کہ اگر دوبارہ مشغول ہونے میں دوسرے کا نفع ہو تو یہ بھی مناسب اور نافع ہے۔

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی | جہل باشد بر نہادن صیقلے

یعنی وہ آئینہ جو کہ روشن اور صاف اور چمکدار ہو تو اسکو صیقل پر رکھنا جہالت ہے۔

پیش سلطان خوش نشستہ در قبول | زشت باشد جستن نامہ و رسول

یعنی بادشاہ کے سامنے قبولیت میں اچھا خاصہ بیٹھے ہوئے نامہ و رسول کو تلاش کرنا بہت ہی معیوب ہے تو بس خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ مقصود کو ترک کر کے غیر مقصود کو لینا معیوب ہے آگے اسپر ایک عاشق کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک عاشق کو بعد مدت کے وصل معشوق ہوا تو وہ اسوقت پچھلے خطوط کو جنمیں کہ اس نے شکایت ہجراں کی تھی اور اسکے جور و ظلم کو لکھا تھا لے بیٹھا تو معشوق نے کہا کہ ارے بیوقوف جب تجھے وصل معشوق حاصل ہے تو اسمیں کیوں پڑتا ہے اسمیں پڑنا سخت بیوقوفی ہے تو اسیطرح جب ان حضرات کو اصل مقصود قرب حق میسر ہوتا ہے تو یہ نہ تو کسی سے مناظرہ میں الجھیں اور نہ صرف الفاظ کے تابع ہوں بلکہ توابع کو صرف وسائط اور وصول تک رکھتے ہیں اور جب قرب حاصل ہوگیا پس پھر ان سب سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اب حکایت سنو۔ ۸۴

شرح حبیبی

آں یکے را یار پیش خود نشاند | نامہ بیروں کرد و پیش یار خواند

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا | زاری و مسکینی و بس لابہا

گریہ و افغان و حزن و درد خویش — خواری و بیزاری با اہل خویش

دوری و رنجوری از ہجران دوست — ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست

ہمچنین میخواند یا معشوق خود — تا کہ بیرون شد ز حصر و حد و عد

گفت معشوق این اگر بہر من است — گاہ وصل این عمر ضائع کردن است

من بہ پیشت حاضر و تو نامہ خوان — نیست این بارے نشان عاشقان

گفت اینجا حاضری اما ولیک — من نمی یابم نصیب خویش نیک ۴۷

آنچہ می دیدم ز تو پارینہ سال — نیست این دم گرچہ می بینم وصال

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام — دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام

چشمہ می بینم و لیکن آب نے — راہ آبم را مگر زد رہزنے

گفت پس من نیستم معشوق تو — من بہ بلغار و مرادت در قتو

عاشقی تو بر من و بر حالتے — حالت اندر دست نبود ای فتے

پس نیم کلّے مطلوب تو من / جز و مقصودم ترا اندر زمن

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے / عشق بر نقد ست و بر صندوق نے

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود / مبتدا و منتہایت او بود

چون بیابی اش نباشے منتظر / ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

میر احوال است نے موقوف حال / بندۂ این ماه باشد ماه و سال

۴۸ چون بگوید حال را فرمان کند / چون بخواہد جسمہا را جان کند

منتہے نبود کہ موقوف است او / منتظر بنشستہ باشد حال جو

کیمیائے حال باشد دست او / دست جنبانید شود مس مست او

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود / خار و نشتر نرگس و نسرین شود

او بود سلطان حال اندر روش / نے چو تو محروم از حال و کشش

آنکہ او موقوف حالست آدمی ست / کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست

(باقی آینده)

الحدیث حدیث صہیب فی قوله تعالیٰ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة رواه مسلم كما ذكره المصنف قلت وهو قال (صهيب) قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله تعالى للذين احسنوا الحسنى وزيادة قال اذا دخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار نادى مناديا اهل الجنة ان لكم عند الله موعدا يريد ان ينجزكموه قالوا ما هذا الموعد الم يثقل موازيننا ويبيض وجوهنا ويدخلنا الجنة ويجرنا من النار قال فيرفع الحجاب وينظرون الى وجه الله عز وجل فما اعطوا شيئا

حدیث صہیب کی حدیث اس آیت کے متعلق کہ جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اجر نیک ہے اور ایک زائد انعام ہے روایت کیا اسکو مسلم نے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا میں (یعنی عراقی) کہتا ہوں کہ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة (جس کا ترجمہ اوپر گذر گیا
159 اور) فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل نار میں داخل ہو چکیں گے ایک پکارنیوالا پکاریگا اے اہل جنت تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک وعدہ ہے وہ تم سے اسکو پورا کرنا چاہتا ہے اہل جنت (تعجب سے) کہیں گے وہ وعدہ کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری میزان کو (نیکیوں سے) وزنی نہیں فرما دیا اور کیا ہمارے چہروں کو سفید نہیں کر دیا اور کیا ہم کو جنت میں داخل نہیں کر دیا اور کیا ہم کو دوزخ سے نہیں بچا لیا (اب اس سے بڑھکر کیا ہوگا جو ابھی باقی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس حجاب اٹھا دیا جاویگا اور حق تعالیٰ کے

احب اليهم من النظر اليه **ف**
دل على رويته تعالى وهو ظاهر
يدل على روية الذات وهو
مذهب الجمهور وذهب
البعض الى كونها تجليا مثاليا
كما في حديث مسلم ايضا
عن ابي هريرة لما سالوه صلى
الله عليه وسلم هل ترى ربنا
يوم القيمة قال صلى الله عليه وسلم
فياتيهم الله في صورته التي يعرفون
فيقول انا ربكم فيقولون انت ١٦٠
ربنا الحديث والله تعالى منزه
عن الصورة فاقرب تاويلها
هو التجلي المثالي والمبهم يحمل على
المفسر هذا ما قالوه لكن الظاهر ان
هذه الروية في الموقف يوم القيمة
غير الروية التي في الجنة الكرامة
اولياء الله تعالى وانما هذه للامتحان
صرح به الخطابي كما نقله عنه النووي
في شرح مسلم ولا نسلم الابهام
فان قوله عليه السلام ينظرون

روئے مبارک کی طرف نظر کریں گے سوا انکو
کوئی چیز ایسی عطا نہیں ہوئی جو ان کے
نزدیک حق تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے
زیادہ محبوب ہو۔ **ف** یہ حدیث رویت
باریتعالیٰ پر صریح دال ہے اور یہ حدیث اپنے
ظاہر الفاظ سے رویت ذات پر دلالت
کرتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بعضے
اس رویت کے تجلی مثالی ہونے کی طرف گئے
ہیں جیسا کہ مسلم ہی کی دوسری حدیث میں
حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جبکہ
بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کیا کیا ہم قیامت کے دن
اپنے رب کو دیکھیں گے آپ نے ارشاد
تک کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس تشریف
لاویں گے اپنی اس صورت میں جس کو
یہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائیں گے کہ میں
تمہارا رب ہوں وہ لوگ عرض کریں گے
آپ ہمارے رب ہیں الخ (تو اس حدیث
میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ صورت وارد ہے)
اور اللہ تعالیٰ صورت سے منزہ ہیں (پس
لامحالہ یہ ماؤل ہوگا) اور سب تاویلات

الی وجہ اللہ تعالی صریح فی رؤیۃ العین فلا یفسرہا بالتجلی المثالی ولتیم الفائدۃ انقل لک ذالک الحدیث مع توجیہ بعض اجزائہ علی اصول القوم واللفظ لابی سعید الخدری حین یقال لاہل الموقف لیتبع کل امۃ ما کانت تعبد وفی اخرہ حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ تعالی من بر وفاجر اتاہم رب العلمین فی ادنی صورۃ من التی راوہ فیہا ای عرفوہ بہا کما فی لفظ ابی ہریرۃ وتبقی ہذہ الامۃ فیہا منافقوہا فیاتیہم اللہ فی صورۃ غیر صورتہ التی یعرفون الحدیث ای قبل ذلک فی الدنیا ویکون ہذا تجلیا مثالیا کما ہو ظاہر ہذا لول لفظ الصورۃ قال فماذا تنتظرون یتبع کل امۃ ما کانت تعبد قالوا یا ربنا فارقنا الناس افقر ما کنا الیہم ولم نصاحبہم فیقول انا ربکم

میں قریب تر تاویل تجلی مثالی ہے اور مبہم کو مفسر پر محمول کیا جاتا ہے (پس رویت کا بطریق مثالی ہونا ثابت ہو گیا) یہ وہ قول ہے جو انہوں نے اپنے مطلوب پر استدلال میں ا انہوں نے کہا ہے لیکن (یہ استدلال کافی نہیں کیونکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ رویت جو قیامت کے دن موقف میں ہوگی اس رویت سے مغائر ہوگی جو جنت میں مقبولان حق کے اکرام کے لیئے ہوگی اور یہ (موقف کی رویت) تو محض امتحان کے لیئے ہوگی (جیسا عنقریب
161 آتا ہے) خطابی نے اس تغائر کی تصریح کی ہے جیسا کہ نووی نے شرح مسلم میں ان سے نقل کیا ہے اور ہم ابہام کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ قول ینظرون الی وجہ اللہ تعالی رویت عین میں صریح ہے پس اسکی تجلی مثالی کے ساتھ مفسر نکریں گے اور تمیم فائدہ کیلئے میں اس حدیث کو مع اس کے بعض اجزا کی توجیہ بنا پر اصول قوم کے ابو سعید خدری کے الفاظ سے نقل کرتا ہوں جبکہ اہل موقف سے کہا جاویگا ہر جماعت کو چاہیئے کہ اپنے معبود کے ساتھ جائے اور اس حدیث

فيقولون نعوذ بالله منك
لا نشرك بالله شيئا مرتين او ثلثا
حتى ان بعضهم ليكاد ان ينقلب
عن الصواب ويرجع عنه
للامتحان الشديد الذى
جرى قال النواوى ولعل
وجه انكارهم ان الوجه الذى
يعرفون به الحق فى الدنيا
تجلى مثالى ايضا على اوضاع
مختلفة فى اذهان مختلفة
ويكون هذا التجلى المثالى الحشرى ۱۶۲
كما دل عليه قوله عليه
السلام فى ادنى صورة من
التى رأوه فيها الحديث ولعل
حكمة الامتحان كما سبق
عن الخطابى والنواوى يعنى
امتحان ايمانهم ودعواهم
التوحيد وقولهم فارقنا
الناس فتجلى لهم فى غير
صورتهم الذهنية ولم
يخلق فيهم علما ضروريا بكونه تجليا ربانيا

آخر میں ہے کہ یہاں تک کہ جب کوئی باقی
نہ رہے گا بجز ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد
اسوقت رب العالمین ان کے پاس ایسی صورت
میں تشریف لاویں گے جو اس صورت سے ادنیٰ
کے درجہ میں ہوگی جسمیں پہلے دیکھا تھا یعنی
جس صورت سے پہلے معرفت حاصل تھی جیسے
ابوہریرہ رضہ کے الفاظ میں اس طرح ہے
کہ یہ امت باقی رہ جائے گی جسمیں منافقین بھی
ہوں گے پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک
ایسی صورت میں آویں گے جو ان کی اس صورت
سے غیر ہوگی جسکی ان لوگوں کو معرفت
حاصل تھی یعنی اس سے قبل دنیا میں پس یہ
جو دیکھنے کی تفسیر معرفت سے کی ہے وہ اس
دلیل سے ثابت ہوگئی اور یہ رویت تجلی
مثالی ہوگی جب لفظ صورت کا ظاہر مدلول ہے)
پھر ارشاد ہوگا تم کس چیز کے منتظر ہو ہر
جماعت اپنے معبود کے ساتھ جاوے
وہ لوگ عرض کریں گے اے ہمارے رب
ہم (صرف آپ کے لئے) دوسرے لوگوں سے
ایسی حالت میں جدا ہوئے۔

(باقی آئندہ)

(۱۳۰) خانصاحب نے فرمایا کہ سفر حج میں یا جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب کی بیوی انکے ساتھ تھیں۔ اور دوسرے لوگوں کی بیویاں بھی اُنکے ساتھ تھیں ایک مقام پر پردہ کا انتظام کرکے انھوں نے اپنی بیوی کو اتارا۔ اور اس سے نماز پڑھوائی۔ اور ساتھیوں سے فرمایا کہ صاحبو دیکھ لو۔ عبدالحی کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے اسپر اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی بیویوں سے نماز پڑھوائی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۰) قولہ دیکھ لو **اقول** میں نے کسی سے سُنا ہے کہ وہ برقع میں تھیں یہ لفظ دیکھ لو بھی اسپر دال ہے مطلب یہ تھا کہ عرفی پردہ ایسے نہیں ہے شرعی پردہ کافی ہے کیونکہ بہلی میں نماز کی کوئی صورت نہیں قیام ممکن نہیں اور قعود جائز نہیں (**ش ت**)

(۱۳۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب جہاد میں شہید نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنی موت سے انتقال فرمایا ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا ہے تو انھوں نے سید صاحب سے عرض کیا کہ سید صاحب شہادت تو میری قسمت میں نہ ہوئی اب اتنی تمنا ہے کہ آپ ۱۳۷ اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھدیجئے کہ اسی حالت میں میری جان نکل جاوے سید صاحب نے فرمایا کہ میرا پاؤں اس قابل کہاں ہے کہ آپ کے سینہ پر ہو اور آپ نے انکی تسلی کیلئے اپنا ہاتھ انکے سینہ پر رکھدیا اور اسی حالت میں اُنکا انتقال ہوگیا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۱) قولہ اپنا قدم مبارک **اقول** کیا انتہا ہے عقیدت کی اور اس عقیدت پر جب اظہار حق کا وقت ہوتا تھا تو خود سید صاحب ان کا بیحد ادب فرماتے تھے چنانچہ حکایت (۱۲۹) میں گذرا ہے کہ مولوی صاحب کے غصہ کے وقت سید صاحب انکے پیچھے چھپ جاتے تھے۔ ھ

وزیرے چنین شہریارے چنان ⁂ جہاں چون نگیرد قرارے جہان (**ش ت**)

(۱۳۲) خانصاحب نے فرمایا کہ غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے اُنہی میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے۔ اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے جب غدر فرو ہوا تو انگریزوں کی طرف سے

انکو گیارہ گاؤن مسلم انعام میں دیئے گئے تھے اور ایک بڑا انگریز گاؤن کی معافی کا پروانہ لیکر خود
مولوی صاحب کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ گورنمنٹ نے آپکی وفاداری کے صلہ میں آپ کو
گیارہ گاؤن عطا کئے ہیں اور یہ پروانہ معافی ہے مولوی صاحب یہ سُنکر نہایت برہم ہوئے
اور پروانہ لیکر اُس انگریز کے سامنے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ میں نے کیا تمہارے لئے کیا تھا
میرے نزدیک مسئلہ یون ہی تھا اسلئے میں لوگون کو منع کرتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۲) قولہ کیا تمہارے لئے کیا تھا اقول مگر اسکے

قبل تو کم فہموں کو ضرور ہی ایسی بدگمانی ہوتی ہوگی جسکا غلط ہونا ثابت ہوا۔ اس سے سبق
حاصل ہوا کہ محض قرائن تخمینیہ سے کسی پر کوئی حکم نہ لگا دینا چاہئے جیسا اس زمانہ میں بھی
اسکے نظائر میں ایسے ہی بدگمانی کا زور ہوچکا ہے اللہ تعالےٰ معاف فرماوے (اشرف)

(۱۳۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مرزا سریا جاہ بیان فرماتے تھے۔ کہ اکبر شاہ بادشاہ
دہلی کی بہن تھین جنکو بی چھکو کہتے تھے یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انھون نے اکبر شاہ
کو گود میں کھلایا تھا۔ اسلئے بادشاہ بھی ان کا ادب کرتے تھے اور تمام شاہزادے اور شاہزادیان ۱۳۸
بھی ان کو بڑا مانتے تھے۔ غرض تمام اہل قلعہ ان سے دبتے تھے اور یہ کوسنے اور گالیان
بہت دیتی تھیں ایک مرتبہ چند شہزادون اور چند شہدون نے مشورہ کیا کہ ایک روز بھرے
مجمع میں بی چھکو سے مولوی اسمٰعیل کو گالیان دلوانی چاہئیں اور اسکے لئے تدبیر یہ کیگئی
کہ ان شہزادون نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور مولانا شہید
کو بھی اور جو شہزادے اور شہدے اپنے ہم مذاق تھے ان کی بھی دعوت کی گئی۔ اور جو شہزادے
وغیرہ انکے ہم مذاق نہ تھے انکو مدعو نہیں کیا گیا۔ اور اس عرصہ میں یہ کارروائی کی گئی۔ کہ
مولانا شہید کی طرف سے بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسمٰعیل بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے
اور میران کے بکرے کو ناجائز کہتا ہے فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے فلاں کے توشہ کو
شیخ عبدالقادر کی گیارھویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے جب خوب اچھی طرح
بی چھکو کے کان بھر دئے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی
آئیں (مگر یہ پردہ میں تھیں) اتفاق سے مولوی اسمٰعیل صاحب کو ذرا دیر ہوگئی اسیر اور

انکو موقع ملا۔ اور انھون نے جھکو سے کہا کہ دیکھیے یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ ابتک نہیں آیا اسپر وہ اور بھی برہم ہوگئیں۔ غرض جب مولانا شہید جلسہ میں پہونچے ہیں اسوقت یار لوگ بی جھکو کو خوب برہم کر چکے تھے انکے پہونچنے پر بی جھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسمٰعیل آگیا۔ مولانا جلسہ کا رنگ دیکھکر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کیگئی ہے آپ نے اسکا تو کچھ جواب نہیں دیا اور فرمایا اخا یہ آواز تو جھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے اماں سلام۔ جب انھون نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی جھکو کا غصہ سب کافور ہوگیا اور انھون نے بڑون کے قاعدے سے انکے سلام کا جواب دیا اور ادھر اُدھر کی دوچار باتیں کرکے کہا کہ اسمٰعیل ہم نے سُنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو مولانا نے فرمایا کہ اماں میں منع نہیں کرتا بہلا میری کیا مجال ہی کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کرون۔ انھون نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں میں لوگون کو بی بی کے ابا جان کا حکم سُناتا ہوں اسپر ۱۳۹
بی جھکو نے حیرت کے لہجہ میں فرمایا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جی ہاں چنانچہ وہ فرماتے ہیں من احدث فی دیننا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ اور حدیث کو پڑھکر اسکی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔ بی جھکو نے جو یہ تقریر سُنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب سے اگر کوئی کرے گی تو اس حرامزادی کی ناک چٹیا کاٹ لونگی ہم بی بی پر ایمان تھوڑی لائے۔ ہم تو بی بی کے ابا پر ایمان لائے ہیں جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیون کریں۔

حاشیہ حکایت (۱۳۳) قولہ اماں سلام **اقول** اسپر خلاف سنت کا شبہ نہ کیا جاوے قرآن مجید میں قال سلام کی جو ترکیب ہے وہ اس میں بھی ہوسکتی ہے باقی علیک کی تصریح نہ کرنا مصلحت سے ہوگا کہ جاہل مخاطب کو اس سے اور وحشت ہوتی کہ بے ادب اور متشدد ہیں (**ش ت**)

(۱۳۴) خانصاحب نے فرمایا مولوی اسمٰعیل صاحب کاندہلوی (مولوی یحیٰی صاحب کے والد) اور مولوی عبدالرحیم صاحب راندھون کی شادی والے بیان کرتے تھے کہ

مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی میلا ہوتا خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا یا کوئی اور مجمع ہوتا جیسے ناچ کی محفل یا قوالی کی محفل تو آپ وہاں پہونچتے اور کھڑے ہو کر وعظ فرماتے اور اسکا اثر یہ ہوتا تھا کہ جہاں ناچ یا قوالی وغیرہ کی محفل ہوتی اور آپ وہاں وعظ فرماتے تو اکثر لوگ محفل کو چھوڑ کر آپکے وعظ میں آجایا کرتے تھے آپ حضرت نظام الدین اولیاء میں بھی پہونچتے تھے اور وہاں بھی وعظ فرماتے تھے اور وہاں بھی یہی اثر ہونے لگا تھا جب مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوار ہوا اور انھوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسمٰعیل کو کسی طرح قتل کر دینا چاہیئے۔ اسپر ایک بڈھے نے آپکے قتل کا بیڑا اُٹھایا اور کہا کہ میں انکو قتل کرونگا غرض یہ امر طے پاگیا ایک روز مولانا شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرمارہے تھے کہ اس بڈھے نے مولانا پر تلوار کا وار کیا۔ سو مولانا تو بچ گئے مگر وہ تلوار انکے ایک دوست کے لگی اور انکا شانہ زخمی ہو گیا (خانصاحب نے فرمایا کہ راویوں نے ان دوست کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) اسپر مولانا کے
۱۴۰ دوست اس بڈھے کو لپٹ گئے اور تھپڑ وغیرہ مارے۔ مولانا نے اس بڈھے کو چھڑادیا۔ اور کوئی مقدمہ نہیں چلایا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۴) قولہ حیلولۃ بین المظلوم والانتقام کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ انتقام اپنے مظلومیت کا نہ تھا مولانا کے لئے تھا اور یہ متیقن تھا کہ مولانا کے خلاف وہ دوست نہ کرینگے (شت)

(۱۳۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے شاہزادہ جنات کا سانپ کی صورت میں قتل کرنا اور اسکے بعد قاضی جنات کی عدالت میں بحیثیت مجرمانہ پیش ہونا اور قاضی کا حدیث من قتل فی غیر زیہ فلا مہدر کی بناء پر مجرم کو رہا کرنا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کو پیش آیا تھا نہ کہ شاہ اہل اللہ صاحب کو اور انھوں نے اس روایت کے علاوہ اس جن سے اور حدیثیں بھی سُنی ہیں جنکو شاہ صاحب نے جمع کرکے اُسکا نام مسند الجن رکھا ہے اور مولانا عبد القیوم صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے وہ مسند دیکھا بھی ہے۔

(باقی آیندہ)

نیز دو کنیزین ایک کافرہ کے ملک میں تھیں جب ان دونوں نے دین اسلام قبول کیا تو اس سخت دل جفا کیش کافرہ نے اسلام لانے کے جرم میں ان پر سخت عذاب کرنا شروع کر دیا جس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں محض اسلام لانے کی وجہ سے گرفتار رنج و محن ہیں تو آپ نے انکی مالکہ سے خاطر خواہ قیمت دیکر دونوں کو خرید لیا اور انکے پاس گئے تو دیکھا کہ دونوں کنیزیں آٹا پیس رہی ہیں آپ نے ان سے کہا کہ اٹھو میرے ہمراہ چلو کہ میں نے تم کو خرید کر آزاد کر دیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ تھوڑی دیر توقف فرمائیے ہم آٹا پیسکر اسکو پہنچا دیں تو پھر آپکے ساتھ چلیں کیونکہ ہم اتنے برسوں کا حق مالکیت فراموش کر کے اسکا کام ادھر میں نہ چھوڑینگے۔ انکے علاوہ اور بہت سے لونڈی غلاموں کو جو ستم کیش ظالم کافروں کے پنجہ ظلم میں (محض اسوجہ سے کہ انھوں نے بُت پرستی سے تائب ہو کر صرف خدائے قدوس کی پرستش کو اپنا مطمح نظر بنا لیا تھا) گرفتار، انکی نہایت سخت جسمانی اذیتوں میں مبتلا تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہزارہا دراہم کے عوض خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا اسی بنا پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسا نفع مجھ کو ابو بکر کے مال نے دیا کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا۔"

بہرحال ان حضرات کے حالات کا مطالعہ مخالفین اسلام کے اس اعتراض کو دفع کرتا ہے کہ "اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی" بلکہ ایک حقیقت شناس طالب حق کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان لوگوں نے برضا و رغبت اسلام کو حق مذہب سمجھکر قبول کیا ہے۔ نیز سخت سے سخت مصیبتوں و اذیتوں اور طرح طرح کی جانکاہ تکلیفوں کے پہونچنے کے باوجود ان حضرات کا دائرہ اسلام سے ایک انچ نہ ہٹنا اسپر صاف دلالت کرتا ہے کہ انکے دلوں میں حقانیت اسلام کا اعتقاد کس مضبوطی سے جم ہوا تھا۔

کفار کی ظلم و تعدی کمزوروں اور بیکسوں ہی پر محدود نہ تھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قبیلہ معزز اور طاقتور قبیلہ تھا۔ نیز آپ جاہ و اقتدار میں دیگر روسائے قریش سے بھی کم نہ تھے تاہم کفار کے حملے آپ پر بھی ہونے لگے بالآخر قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر آپ نے یمن کے راستہ حبش کی جانب بغرض ہجرت رخ کیا برک الغماد جو مکہ معظمہ سے یمن کی سمت

پانچ دن کی راہ ہے وہان تک پہنچے ہی تھے کہ ابن الدغنہ یعنی حارث بن زید سے ملاقات ہو گئی جو قبیلہ قارہ کا سردار اور آپ کا پرانا دوست اور زمانہ گذشتہ کا سچا رفیق تھا اس نے پوچھا کہاں کو ؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "میری بے رحم قوم مجھکو مکہ میں رہنے نہیں دیتی چاہتا ہوں کہ اپنا وطن مالوف اور گھر بار چھوڑ کر کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کرون ابن الدغنہ نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم جیسا شخص مکہ سے نکل جائے۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہون حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ابن الدغنہ کے اصرار سے واپس آئے۔
ابن الدغنہ نے مکہ پہنچکر تمام سرداران قریش سے ملا اور کہا کہ تم ایسے شخص کو نکالتے ہو۔ جو مہمان نواز ہے مفلسون کا مددگار ہے۔ رشتہ دارون کو پالتا ہے مصیبتوں میں کام آتا ہے اور میں نے انکو اپنی پناہ میں لے لیا ہے لہذا کوئی شخص انکو تکلیف پہنچانے کا خیال بھی نہ کرے کفار قریش نے ابن الدغنہ کے امن کا انکار تو نہیں کیا لیکن یہ شرط ضرور لگا دی کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نمازون میں چپکے چپکے جو چاہیں پڑھیں بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں کیونکہ اُن کا خوش الحانی سے رو رو کر کلام مجید پڑھنا ہماری عورتوں اور بچون پر اثر ڈالتا اور انکے دلون کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنا گرویدہ بناتا ہے ہم کو اندیشہ ہے کہ قریش عورتیں اور بچے قرآن پر مائل ہو کر اپنے آبا و اجداد کے دین سے نہ منحرف ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند روز یہ پابندی اختیار کی لیکن آخر انھون نے صحن مکان میں ایک مختصر سی مسجد بنائی اور اس میں خضوع اور خشوع کے ساتھ مشغول رہتے اور اسی جگہ تلاوت کلام الہی کرتے اور نماز پڑھتے تھے آپ نہایت رقیق القلب تھے قرآن شریف پڑھتے تو بے اختیار روتے عورتیں اور بچے ان کو دیکھتے تو نہایت متاثر ہوتے کفار قریش نے جو سیدنا ابوبکر کے اہل محلہ تھے ابن الدغنہ سے شکایت کی اس نے آپ سے کہا کہ اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کہا کہ میرا پیدا کرنے والا میرا نگہبان ہے مجھکو اسکی حفاظت بس ہے تمہارے جوار سے مستعفی ہوتا ہوں۔ میں تمہارا ملک بخوشی چھوڑ سکتا ہون۔ لیکن ذکر خدا کسی حال میں ترک نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ

ابن الدغنہ سے مخالفت ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت قابل اطمینان اور باامن نہیں رہی اسلئے پھر دوبارہ آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا اور اس دفعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ جانے کی اجازت چاہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے ابوبکر! جلدی نہ کرو ذرا صبر کرو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی اور بندہ کو بھی تمہارے ساتھ کردیں کہ وہ تمہارے سفر کا رفیق ہو آپ نے یہ خیال کرکے کہ کیا عجب ہے کہ اس سے خود حضرت کا وجود اقدس مراد ہو اور حضور پرنور کی ہمراہی اور رفاقت کا شرف حاصل ہو ارادہ ہجرت ملتوی کردیا اسکے بعد جسقدر بھی جسمانی یا زبانی ایذائیں اور مصیبتیں اُٹھانا پڑیں ان کو نہایت استقلال کے ساتھ جھیلتے رہے۔

اسی اثناء مین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر ایک ماہ کامل نمودار ہوا اور نیچا۔ مکہ میں اتر آیا جسکی ضیاء عالم تاب سے صحرا کا ذرہ ذرہ روشن ۳۹
ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد اس بدر منیر نے آسمان کی جانب رُخ کیا پھر مدینہ منورہ میں جا قرار پکڑا اور ارض یثرب کو اپنی عالمگیر شعاعون سے جگمگا دیا اس ماہ کامل کے ساتھ سیکڑون چھوٹے بڑے ستارون نے بھی اسی جیسی حرکت شروع کی اور مدینہ میں آ قیام کیا پھر وہ ماہ منور کئی ہزار نجوم کے ہمراہ ہوا پر اُڑا اور شہر حرم یعنی مکہ معظمہ میں آ اترا جسکی ضوء مقدس سے تمام حرم روشن ہوگیا لیکن مدینہ کی پاک زمین ویسی ہی منور رہی جیسی ماہ کامل کے جلوہ گر ہونے پر تھی البتہ تین سو ساٹھ یا کچھ کم و بیش گھر تیرہ و تار نظر آتے رہے (جنکی تقدیر میں اس قدرتی نور ہدایت سے فیضیاب ہونا نہیں لکھا تھا) اسکے بعد وہ بدر کامل مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور آپ کی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اترا یکایک زمین شق ہوئی اور ماہتاب اسمیں سما گیا۔

یہ خواب دیکھکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوراً آنکھ کھل گئی اور آپنے گریہ وزاری شروع کی فی الحقیقت یہ سچی خواب حضرت صدیقؓ اکبر کو آئندہ واقعات کی

اطلاع کیلئے دکھائی گئی تھی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیون کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب کوچ فرمائینگے۔ اور چند سال قیام کرکے بغرض جہاد مکہ پر چڑھائی ہوگی اور آپ عظیم الشان فتح پائینگے مکہ دارالاسلام ہوکر نور ایمان سے منور ہوگا لیکن سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اب اس ترک کئے ہوئے وطن کو قیام گاہ نہ بنائینگے بلکہ مدینہ واپس جائینگے اور تھوڑے ہی دنون کے بعد وہان انتقال فرماکر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہوجائینگے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیان آٹھ سو درہم میں خریدیں اور اس نیت سے ان کو خوب گھاس دانہ کھلاکر تیار کرنا شروع کیا کہ یہ سفر ہجرت میں یثرب جاتے وقت میرے اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کام آئیں گی۔

جبکہ قریش کے ظلم وستم کی گھنگور گھٹائیں پیہم برس کر نہ کھلیں تو رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جان نثاران اسلام کو دارالامان یثرب کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا لیکن خود خدائے قدوس کے حکم کے منتظر رہے مکہ کے باہر اطراف مین جو ذی اثر لوگ مسلمان ۴۰ ہوچکے تھے وہ جان نثارانہ اپنی حفاظت کی خدمت پیش کرتے تھے چنانچہ ابوالزبیر نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی نے اپنا محفوظ قلعہ پیش کیا کہ آپ یہان ہجرت کر آئیں لیکن آپ نے انکار فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ شرف انصار ہی کے لئے مخصوص کیا ہے (صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۷۴ مطبوعہ انصاری)

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پیشتر خواب میں دیکھا دارالہجرۃ ایک پرفضا وبارونق مقام ہے خیال تھا کہ وہ یمامہ کا شہر ہوگا لیکن وہ شہر مدینہ نکلا (صحیح بخاری جزثانی باب الہجرۃ صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ مصر)

کفار قریش نے دیکھا کہ مسلمانون کے ہجرت کرنے سے مکہ کی ویرانی اور یثرب کی آبادی بڑھتی جاتی ہے اور مسلمان مدینہ مین جاکر طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور دن بدن اسلام پھیلتا جاتا ہے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو جائے پناہ ملگئی ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہمارے قبضہ سے اپنے جان نثار مسلمانوں کی طرح مکہ سے نکل جائیں

(باقی آئندہ)

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے تبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات وشکوک ہے اسرار ومعارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے۔ مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے لیں کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جُدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جاویگا کہ **شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے** ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ (ریشمی)

خلاصہ سائنس و اسلام

اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کیساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کے واسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہو کر شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کے لئے بھی از بس ضروری اور نافع ہے۔ مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے اول عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دُنیوی نقصان ومنافع دکھلا کر حکومت وانتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کے لئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت۔ وضو میں اعضائے وضو ہونے اور ترتیب کی حکمت۔ نماز میں کعبہ کیطرف مُنہ کرنیکی حکمت۔ بے نمازوں کی واہی تباہی۔ عذروں کے معقول جواب۔ افعال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں۔ تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث۔ اُس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بے سود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات۔ مادّے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے۔ وحدانیت کی فلاسفی۔ عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی۔ حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب۔ رُوح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت۔ الغرض دُنیا بھر کے شکوک وشبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہو سکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ قیمت دو روپے۔ (مجلد)

ملنے کا پتہ:۔ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی

۷۸۶

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

از مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری دام ظلہم

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولانا شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز صاف و شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس دقیانوسی ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر رکھا تھا اور لوگ شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے۔ الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہو گئی ہے اور **فیوض الاسلام** ترجمہ جدید فتوح الشام نہایت آب و تاب سے ہدیہ ناظرین ہے اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو نمازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے ملاحظہ سے گذریں گے۔

پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان سوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہاکر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ۔

فیوض الاسلام کی ضخامت ۸۱۲ صفحات تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت تین روپے چار آنہ محصولڈاک بذمہ خریدار

المشتہر: محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالى وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مصطفوی دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باش بہ ہادی + و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد مبادی + پس اتباعاً للنص المذکور + صحیفہ شہریہ کہ مستدرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

نمبر ۳ | بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ | جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و ناوی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی + بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + بادارۂ محمد عثمان عامی + دفتر دار اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی ریزۂ نور ضیا می گردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	اتّادیب التہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب سلمہٗ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۱
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہٗ	۱۹
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۳
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.. ..	۳۵
۶	امیر الروایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۹
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی -	۴۳

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بجد سعین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے یہ رسالہ بعد تکمیل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے تجار کا وی-پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپیہ بارہ آنہ کا وی-پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی-پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے۔ اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔ اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہوں طلب فرماویں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

لہٰذا (اسکے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ) ہر کلمہ سُبْحَانَ اللهِ ایک صدقہ ہے اور ہر کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک صدقہ ہے اور ہر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ایک صدقہ ہے اور ہر کلمہ اللہ اکبر ایک صدقہ ہے اور کسی کو بھلی بات بتلانا ایک صدقہ ہے بُری بات سے کسی کو روکنا ایک صدقہ ہے (ان کا ورد رکھو تمام صدقات ادا ہوجائینگے) اور ان سب کے بجائے صرف چاشت کی دو رکعتیں کفایت کرجاتی ہیں (کسقدر رستے چھوٹے کیا، کیا اللہ میاں کی کریمی ہے) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں لہٰذا اسپر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کون کرسکتا ہے (کس کی اتنی ہمت ہے) آپ نے فرمایا ناک کی ریزش اگر (اتفاق سے) مسجد میں (گر پڑی) ہو تو اسکو دفع کردو عام راستہ سے (تکلیف دہ) چیز ہٹادو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو دو رکعت چاشت کی (پڑھ لیا کرو) یہ (سبکی طرف سے) تمہارے لئے کافی ہیں اسکو امام احمد نے انہی لفظوں سے روایت کیا نیز ابوداؤد

۲۴۹ ابن خزیمہ ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے تھے کہ میرے پیارے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو تین باتوں کی وصیت کی ہے جبتک جان میں جان ہے کبھی انکو نہ چھوڑونگا (۱) ہر مہینے میں تین روزے (۲) چاشت کی نماز (۳) اور کبھی بغیر وتر پڑھے رات کو نہ سوؤں اسکو مسلم ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک سریہ (چھوٹا سا لشکر کسی قوم سے لڑنے کے لئے) بھیجا (خلاف عادت) وہ لشکر بہت جلد (مظفر ومنصور اور بہت کچھ) مال غنیمت لیکر واپس آگیا لہٰذا لوگوں میں انکے اس تھوڑے عرصہ میں جنگ سے فارغ ہوکر اور اسقدر مال غنیمت کے ساتھ ایسی جلدی واپس آجانے پر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ (یہ کیا ہیں) ہم تمہیں اس سے بھی قریب تر جنگ کا فاتح اور اس سے زاید مال غنیمت لیکر جلد تر واپس آنیوالا شخص بتلائیں (دیکھو) جو شخص صبح کو وضو کرکے چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد گیا وہ

(ثواب کے اعتبار سے) ان سے قریب تر جنگ کا فاتح ان سے زیادہ مال غنیمت لیکر ان سے جلد واپس ہونیوالا شخص ہے اسکو امام احمد نے بروایت ابن ربیعہ روایت کیا نیز طبرانی نے بسند جید روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک لشکر (کسی قوم سے لڑنے کے لئے) بھیجا (خلاف عادت) یہ لشکر ایک بڑی مقدار میں مال غنیمت لیکر بہت جلد (مظفر ومنصور) واپس آگیا ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ (فداہ ابی وامی) ہم نے تو اس سے پہلے کوئی لشکر اتنی کثیر مقدار میں مال غنیمت لیکر اتنی جلد واپس آتا ہوا نہیں دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا کہ (یہ کیا ہیں) ہم تمہیں اس سے زائد مال غنیمت لیکر ان سے بھی جلد (فارغ ہوکر) لوٹ آنے والا شخص بتلائیں (دیکھو) جو آدمی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر مسجد جائے اول اشراق کی نماز پڑہے اور پھر چاشت کی (ادا کرے اور) پھر واپس آجائے) تو یہ شخص بہت جلد اور عظیم الشان مال غنیمت (ثواب) لیکر واپس (گھر) آسکے گا۔ ۳۰۰

ف: نماز اشراق اسکو کہتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر وشغل میں مشغول رہے حتی کہ جب آفتاب بلند ہوجائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھکر اُٹھے نماز چاشت اسکے کچھ دیر بعد پڑہی جاتی ہے نیز اس میں اسی جگہ بیٹھا رہنا بھی ضروری نہیں۔ اس حدیث کو ابو یعلی نے برجال صحیح روایت کیا نیز بزار نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا اور بزار نے بیان کیا کہ یہ سوال کرنیوالے شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو اپنی جامع ترمذی کی کتاب الدعوات میں بروایت عمر بن الخطابؓ روایت کیا

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے عزوجل ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو دن کے ابتدائی حصہ میں (صرف) چار رکعتوں کا ذمہ دار (پابند) بنجا تو میں تیرے لئے اسکے بدلے میں تمام دن کی خطاؤں کے معاف کرنے) کا ذمہ دار بنتا ہوں امام احمد وابو یعلی نے روایت کیا۔

حضرت ابو درداء وابو ذر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

اللہ تبارک وتعالےٰ سے روایت فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہین اے اولاد آدم! اگر تو میرے لیے چار رکعتیں دن نکلتے وقت (یعنے آفتاب چڑھتے وقت) نہ چھوڑے گا تو مین تجھے دن بھر (کی خطاؤن کے معاف کرنے) کے لئے کافی ہون اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن غریب کہا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اسکی روایت میں اسمٰعیل بن عیاش ہے مگر یہ سند شامی ہے نیز اسکو امام احمد نے ابی درداء سے بروایت ثقات نقل کیا ہے اور ابو درداء نے بروایت نعیم بن ہمار نقل کیا ہے۔

حضرت ابو مرۃ طائفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مین نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو میرے لئے دن چڑھتے وقت چار رکعت پڑھ لیا کر تو میں تیرے لئے دن بھر کیلئے کافی ہون اسکو امام احمد نے برواۃ معتمد علیہ فی الصحیح نقل کیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کرکے فرض نماز پڑھنے کے ارادہ سے چلے تو اسکا ثواب حج ۳۰۱
کے لئے احرام باندھ (کر جا) نیوالے کے برابر ہے اور جو چاشت کے لئے چلے بشرطیکہ اسی نماز کے ارادہ سے اٹھے (اور گھر سے چلے) تو اسکا ثواب عمرہ (کے لئے احرام باندھکر جانے) والے کے برابر ہے اور (پابندی سے) ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا بشرطیکہ درمیان میں بیہودہ کام اور باتیں نہ ہوں (اتنا اچھا عمل ہے کہ) علیین میں لکھا جاتا ہے۔ ابو درداء نے اس حدیث کو روایت کیا اس سے قبل بھی یہ حدیث آچکی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاشت کی (صرف) دو رکعتیں پڑھ لیا کرے تو وہ غافلون مین نہیں لکھا جائیگا اور جو چار رکعت پڑھ لے تو وہ تو عبادت کرنیوالون میں شمار ہوگا اور جو چھ پڑھ لے تو (بس اسکے لئے تو) دن بھر کو یہ کافی ہیں اور اگر آٹھ رکعتیں پڑھ لے تو (اتنا بڑا مرتبہ ملتا ہے) کہ اللہ تعالےٰ اسکو قانتین میں لکھدیتے ہیں اور جو بارہ پڑھے تو اسکے لئے تو اللہ پاک جنت میں ایک محل ہی تیار کردیتے ہیں (جن مین وہ ہمیشہ رہے گا) اور (یاد رکھو) کوئی دن و رات ایسے نہیں

(جاتے) جن میں اللہ پاک کے اپنے بندوں پر احسانات نہ ہوتے رہتے ہوں اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ پر اس سے بڑھکر فضل احسان واکرام نہیں کہ وہ اسکے قلب میں اپنے ذکر (کی تڑپ اور شوق) کا القار فرماتا ہے۔

ف۔ نماز چاشت کم ازکم دو رکعت اور زائد سے زائد بارہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف روایات ثابت ہیں جسقدر موقعہ اور فرصت ملی پڑھ لیں۔ اور یہ ہی اصل ہے کوئی تحدید نہیں۔

اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ثقہ راویوں کی روایت سے نقل کیا اور موسی بن یعقوب زمعی میں اختلاف ہے۔ اس شخص نے متعدد صحابہ سے مختلف طریق کے ساتھ احادیث روایت کی ہیں میرے علم میں یہ اسکی بہترین اسانید میں سے ہے بزار نے بطریق حسین بن عطا عن زید بن اسلم حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے میرے چچا! کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمانے لگے تم نے مجھ سے ۳۰۲
(اسوقت) ایسے ہی سوال کیا ہے جیسے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا تو اسپر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر چاشت کی دو رکعت آئندہ تمام سابق حدیث نقل کی پھر بزار کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوعاً اس طریق سے ہمیں معلوم ہے۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسوقت سورج مشرق سے اسقدر بلند ہوجائے جتنا کہ عصر کی نماز کے وقت مغرب کیجانب بلند ہوتا ہے اسوقت کوئی شخص دو رکعتیں پڑھے یعنے چار سجدے کرے تو اسکو دن بھر کا ثواب ملے گا اور میرا خیال ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اسکی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ (کفارہ) کردیا جائے گا اور میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اسی دن مرگیا تو (ضرور) جنت میں داخل ہوگا۔ اسکو طبرانی نے بسند متقارب روایت کیا اور اس روایت میں کوئی آدمی متروک الحدیث اور متفقہ طور پر ضعیف نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاشت کی نماز کی پابندی وہی شخص کرتا ہے جسکا دھیان (ہر وقت) خدا

کی طرف لگا رہتا ہے اور یہ نماز بھی صلواۃ الاوابین (خدا سے دہیان لگائے رہنے والوں کی نماز) ہے اسکو طبرانی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اس حدیث کے اتصال میں کلام ہے دوسرے طرق سے مرسل آئی ہے۔

صلوۃ التسبیح کی ترغیب

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے فرمایا کہ اے میرے چچا! کیا میں آپ کو (ایک گرانقدر چیز) نہ دوں؟ کیا میں آپ کو (ایک مفید تر عمل) نہ عطا کروں؟ کیا مین آپ کو (ایک بیش بہا ثواب کا خزانہ) نہ بخشوں؟ کیا مین آپ کو وہ عمل نہ بتلاؤں (جسکی تاثیر یہ ہے) کہ جب آپ اسکو کر لیا کریں تو آپ دس خصلتوں (گناہوں) کے اثر سے بچ جائیں (یعنے) اللہ تعالے اسکے بدلے مین آپ کے اگلے پچھلے، نئے پرانے، قصداً (کئے ہوئے) بلا قصد (کئے ہوئے)، چھوٹے بڑے، ظاہر و پوشیدہ (یہ دس قسم کے گناہ) معاف کردیں (وہ عمل یہ ہے کہ) آپ چار رکعتیں پڑہیں (اسطرح کہ) ہر رکعت میں الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ کہڑے کہڑے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑہیں اور اسکے بعد رکوع کریں اور رکوع کی حالت میں دس مرتبہ (یہی تسبیح) پڑہیں پھر رکوع سے اٹھکر (کہڑے ہوئے) دس مرتبہ پڑہیں پھر سجدہ میں جائیں اور سجدہ کی حالت میں دس مرتبہ پڑہیں پھر سجدہ سے اُٹھکر (بیٹھے ہوئے بھی) دس مرتبہ پڑہیں پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ پڑہیں پھر سجدہ سے اٹھکر بھی (دس مرتبہ (بیٹھے بیٹھے) پڑہیں (ہر موقعہ پر اذکار مقررہ کے بعد یہ تسبیحات پڑہنی چاہئیں) یہ کل ایک رکعت مین پچہتّر مرتبہ ہوئیں اسیطرح چار رکعتیں پڑہیں اگر ممکن ہو تو ہر روز ایک مرتبہ پڑہیں اور اگر ہر روز نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو اور اگر ہر جمعہ کو نہ ہوسکے تو ہر ماہ میں اور اگر ہر ماہ میں بھی نہ ہوسکے تو ہر سال میں اور اگر ہر سال میں بھی نہ ہوسکے تو (کم از کم) عمر بھر میں تو ایک مرتبہ ضرور ہی پڑھ لیجئے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ طبرانی نے اسکو روایت کیا اور آخر مین چند لفظ زائد کئے

جنکا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تمہارے گناہ دریا کے جھاگوں یا عالج کے ریت کے ذروں کے برابر ہونگے تو اللہ تعالےٰ معاف کردینگے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ ابوداؤد نے نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور کہا کہ اگرچہ حدیث صحیح ہے مگر اسکی سند میں کچھ کلام ضرور ہے اسکو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت عکرمہ سے مرسلاً بلا ذکر ابن عباس بطریق ابراہیم بن الحکم بن ابان عن عکرمہ آئی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا (جیسا کہ گذرا) نیز اسکے علاوہ متعدد طرق سے صحابہ کی ایک جماعت سے یہ حدیث صلوٰۃ التسبیح کے باب میں مروی ہے سب سے بہتر روایت یہ عکرمہ کی ہے محدثین کی ایک جماعت نے اسکی تصحیح کی ہے منجملہ انکے حافظ ابوبکر آجری شیخ ابومحمد عبدالرحیم مصری شیخ حافظ ابوالحسن مقدسی رحمہم اللہ بھی ہیں اور ابوبکر بن ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے باب میں اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں مسلم بن حجاج رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اس سند (عکرمہ عن ابن
عباس) احسن اور کوئی سند نہیں حاکم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی صحیح روایت موجود ہے ۳۰۴
کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت جعفر کو یہ نماز (صلوٰۃ التسبیح) سکھلائی اور اسکے بعد سند نقل کی حدثنا احمد بن داؤد بمصر ثنا اسحٰق بن کامل ثنا ادریس بن یحیٰی عن حیوۃ بن شریح عن یزید بن ابی حبیب عن نافع عن ابن عمر الحدیث۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کو ممالک حبشہ کی طرف بھیجا تھا جب وہ واپس ہوکر آئے تو آپ نے انسے معانقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیکر مذکورہ بالا نماز مثل حضرت عباس کے ان کو تعلیم فرمائی۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ ایسی صحیح سند ہے جسپر کچھ غبار نہیں الخ

ف۔ صلوٰۃ التسبیح حضرات صحابہ سے متعدد طرق پر ثابت ہے صلحاء اور علماء امت کی معمول بہا رہی ہے زمانہ صحابہ اور تابعین سے مشہور چلی آتی ہے حضرات صوفیہ خصوصیت سے اسکی وصیت فرماتے ہیں۔ محدثین کے ایک زبردست طبقہ نے اسکی تصحیح کی ہے شیخ ابن حجر نے اسکی تصحیح میں مبالغہ سے کام لیا ہے (اشعۃ اللمعات) بہرحال سند کے اعتبار سے بھی حدیث حسن کے مرتبہ سے کسیطرح کم نہیں (کما قال الشیخ الکشمیری) اسکی فضیلت خود الفاظ

حدیث اس اعلےٰ پیانہ پر ثابت کر رہے ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔ ہمارے حضرات طریقہ میں کچھ تھوڑا سا خلاف کرتے ہیں اور عبداللہ بن مبارک کی روایت کے بموجب الحمد شریف سے قبل ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد شریف اور سورۃ کے دس مرتبہ اسطرح اس جگہ تو زیادتی کرتے ہیں اور سجدہ ثانیہ کے بعد جو مذکورہ بالا حدیث میں دس مرتبہ ہے اسکو وہاں سے کم کرتے ہیں اصل مقدار مساوی ہے ہر دو طریق میں سے جسپر عمل کیا جائے بہتر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام سلیم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ کلمات (بطریق دعا نفل) نماز میں پڑھنے کے لئے بتلائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ، دس دس مرتبہ پڑھکر جو چاہو خدا سے مانگو اللہ تعالےٰ قبول فرماتے چلے جائینگے۔

ف۔ یہ حدیث پہلی طویل حدیث کے خلاصہ اور اختصار کے طور پر وارد ہے۔
تفصیل وہی ہے جو پہلے آچکی ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اور ترمذی نے روایت کیا ۳۰۵
اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نیز نسائی نے اور ابن حبان و ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا۔ اور کہا کہ علی شرط مسلم صحیح ہے۔

نماز توبہ کی ترغیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس کسی شخص سے کوئی گناہ ہو جائے اور پھر وہ فوراً وضو کرکے نماز پڑھے (دو رکعت) اور خداوند تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے تو اللہ پاک اسکے گناہ ضرور معاف فرما دیتے ہیں۔ اسپر آپ نے (بطریق تائید) یہ آیت تلاوت فرمائی وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ۔ ترجمہ۔ (خدا سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی فحش گناہ (کبیرہ) کر بیٹھتے ہیں یا کوئی (صغیرہ) گناہ کرکے اپنی جانوں پر

ظلم کرلیتے ہیں تو (فوراً) خدا (کے عذاب) کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں اور سوائے خدا کے ہے بھی کون جو گناہوں کو معاف کردے۔ (لہٰذا خدا کے بندے اُسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور وہ معاف بھی کردیتا ہے)

ف۔ یہ نماز توبہ صلوٰۃ الاستغفار سے اتقیاء امت کا اسپر عمل رہا ہے صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرکے پھر دو رکعت پڑھی جائیں۔ پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھی جاوے اور بعد نماز توبہ کیجائے اور ترک معاصی کا عزم بالجزم ہو حقوق العباد اگر واجب ہوں تو ادا کئے جائیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور تحسین کی نیز ابوداؤد ابن ماجہ نسائی نے بھی روایت کیا اور ابن حبان وبیہقی نے نماز کی دو رکعتیں روایت کیں۔ ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو رکعتین کی تعیین کے ساتھ بغیر اسناد کے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

۳۰ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی خدا کا بندہ کوئی گناہ کر بیٹھے پھر فوراً ہی وہ اچھی طرح وضو کرکے کسی کھلے ہوئے (تنہائی کے) میدان میں چلا جائے اور دو رکعتیں نماز کی (دل لگاکر) پڑھے اور پھر خدا سے اپنے اس گناہ کی مغفرت چاہے (اور توبہ کرے) تو اللہ پاک ضرور اسکے گناہ کو معاف فرما دیتے ہیں۔ بیہقی نے اسکو مرسلاً روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد (بریدۃ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز صبح ہوتے ہی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اے بلال کس طرح تم مجھسے آگے آگے جنت میں پہونچگئے تھے؟ میں جو کل شب کو جنت میں گیا تو مین نے تمہارے قدموں کی آہٹ اپنے آگے آگے سُنی؟ عرض کیا یا رسول اللہ (اور تو کچھ نہیں صرف اتنی بات ہے) کہ جب مجھسے کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت نماز (توبہ) پڑھ لیتا ہوں، اور جب بے وضو ہوجاتا ہوں تو فوراً وضو کرلیتا ہوں اور اسوقت بھی دو رکعت (تحیۃ الوضو) پڑھ لیتا ہوں۔

ف۔ یہ وضو کے بعد کی دو رکعتیں تحیۃ الوضو کہلاتی ہیں یہ بھی مستحبات میں سے ہیں۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا دوسرا وعظ

مسمٰے بہ

معاصی کا ترک

منتخب از ترک المعاصی وعظ دہم دعوات عبدیت

حصہ سوم

17 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ○ **ترجمہ** اور چھوڑو تم ظاہری گناہ اور باطنی گناہ۔ بیشک جو لوگ کہ گناہ کرتے ہیں سزا دیے جائینگے بسبب ان کاموں کے جنکو وہ اختیار کرتے ہیں۔

اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) یہ ایک مختصری آیت ہے اسمیں خدا تعالےٰ نے اپنے ایمان والے بندوں کو ایک بڑی بھاری نقصان کی چیز سے بچایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی رحمت اپنے بندوں پر کسقدر ہے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ محتاج نہیں ہیں خدا تعالےٰ کا کوئی کام بندوں کی درستی پر موقوف نہیں ہے انکی بادشاہی ایسی نہیں ہے جیسی دنیا کے بادشاہوں کی ہے کہ اگر رعایا تابعدار اور فرمانبردار رہے تو وہ بادشاہ ہیں اور اگر رعایا بگڑ جا

تو بادشاہت کچھ بھی نہیں۔ دنیا کے بادشاہوں کی سلطنت کا سب دار و مدار رعایا کی تابعداری
پر ہے اسلئے اگر کوئی دنیا کا بادشاہ رعایا کو کچھ مصلحت کی بات تبلائے تو اسمیں یہ بھی شبہ
ہوسکتا ہے کہ اپنی مصلحت کے لئے تبلا رہا ہے تاکہ بغاوت نہ ہو رعایا بگڑ نہ جائے ہمارے
ملک میں کمزوری نہ آجائے لیکن خدا تعالےٰ کی وہ سلطنت ہے کہ اگر سب کے سب ملکر بھی
بغاوت کریں اور اس سے پھر جاویں تو اسکی سلطنت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی تو اسی
خدا تعالےٰ کا نفع پہنچانا بلا غرض ہے اور مخلوق کا نفع پہنچانا بلا غرض نہیں
حالت میں اگر خدائے تعالےٰ کوئی بات مصلحت کی تبلا ئینگے تو وہ بالکل ہماری ہی مصلحت کیلئے
ہوگی۔ اسمیں یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اپنے نفع کے لئے تبلایا ہوگا پس اس سے زیادہ کیا
رحمت ہوگی کہ بلا غرض کے نفع پہنچاتے ہیں دنیا میں اگر کوئی کسیکو نفع پہنچاتا ہے تو اس میں
اپنا نفع بھی مقصود ہوتا ہے جیسے دنیا کے بادشاہوں کی حالت بیان ہوئی۔ اور بعضے نفع
پہونچانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نفع پہنچانے میں انکی کوئی ظاہری مصلحت نہیں معلوم
ہوتی لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس میں بھی انکی کوئی غرض چھپی ہوئی ہوتی ہے جیسے
حکیم کا نسخہ لکھدینا اس میں انکی یہ مصلحت ہوتی ہے کہ اس شخص سے ہم کو مال حاصل ہوگا۔ ۱۸
یا اسکے ذریعہ سے ہماری شہرت ہوگی اور اگر کچھ بھی توقع نہ ہو اور کوئی بہت ہی بڑا دیندار ہو تو
کم سے کم اس حکیم کو ثواب کی توقع تو ضروری ہوگی اور یہ بہت ہی بڑی غرض ہے کہ اور ساری
غرضیں اسکے سامنے گرد ہیں اگرچہ یہ غرض بُری نہیں بلکہ ضروری ہے لیکن غرض تو ہے اور
غرض بھی بہت بڑی کیونکہ ثواب کی نیت رکھنے والیکو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسنے بے غرض نفع پہنچایا اور اگر کوئی شخص ایسا رحمدل
ہے کہ اسکی نیت ثواب کی بھی نہ ہو جیسے ماں باپ کا اپنی اولاد کو پالنا کہ اسمیں انکی نیت ثواب کی بھی نہیں گو ملتی جاتی ہے
اسکا ثواب بھی ملجائے مگر اسکی نیت نہیں ہوتی اسیطرح حکیم کا اپنے بچہ کو دوا پلانا کہ اسمیں
بھی ثواب کی نیت نہیں ہوتی مگر پھر بھی غرض سے خالی نہیں کم از کم اپنے نفس کو آرام پہنچانا
تو ضرور مقصود ہوتا ہے یعنی بچہ کی تکلیف دیکھکر جو اپنے کو تکلیف ہوتی ہے علاج کرنے سے
اپنی اس تکلیف کا دفع کرنا اور اپنے نفس کو چین اور آرام دینا مقصود ہے اسیطرح اگر کسی
اجنبی کے ساتھ رحمدلی کی وجہ سے ہمدردی کی تو وہاں بھی اپنی اس تکلیف کو دفع کرنا مقصود
ہے جو کہ اپنے ہمجنس کو جو کہ تکلیف میں دیکھنے سے ہوتی ہے غرض کوئی سمجھدار سیکڑوں

برس تک بھی سوچے تو وہ ایسی مثال نہیں بتلا سکتا جس میں کسی شخص نے دوسرے کو بلا اپنی کسی غرض کے نفع پہونچایا ہو سوا خدا تعالےٰ کے کہ انکو کسی کی احتیاج نہیں نہ مال کی ضرورت نہ شہرت کی نہ مثل ماں باپ کے وہاں طبیعت کا جوش ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے یہ معنی نہیں کہ انکو جوش ہوتا ہے جیسے ماں باپ کو بلکہ وہ مہربانی صرف اپنے ارادہ سے کرتے ہیں نہ طبیعت کے جوش سے مجبور ہو کر اور جب ایسا ہے تو وہاں یہ نفع بھی مقصود نہیں کہ مخلوق کو نفع پہونچانے سے ہماری طبیعت کا جوش پورا ہو جاویگا اور اس سے ہم کو آرام پہونچے گا پس وہ جو ہمارے حال پر شفقت کرینگے تو بالکل بے غرض شفقت ہوگی اور وہ ہر طرح بے احتیاج ہیں اور ہم ہر طرح محتاج ہیں اب دیکھئے اگر دنیا میں کوئی شخص دوسرے کا محتاج ہو اور دوسرے کو اس شخص کی حاجت بالکل نہ ہو تو حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسرا شخص اپنی احتیاج نہ ہونے کی وجہ سے اس حاجتمند کو منہ بھی نہیں لگایا کرتا اور حاجتمند اسکے پیچھے پیچھے
پھرا کرتا ہے تو چاہئے تھا کہ خدا تعالےٰ بھی اپنے بے احتیاج ہونیکی وجہ اور مخلوق کے محتاج ہونیکی وجہ سے اسی طرح 19
ہمارے ساتھ معاملہ کرتے اور وہ بھی ہم پر توجہ نہ کرتے کیونکہ خدا کی شان ایسی بے پرواہ ہے کہ کسی کی حاجت انکو نہیں مگر پھر اتنی بڑی رحمت ہے کہ ہم کو تکلیف دینے والی چیزوں سے خبردار کرتے ہیں نقصان سے بچنے کی تدبیریں بتلاتے ہیں اس سے زیادہ کیا رحمت ہوگی چنانچہ اس آیت میں بھی ایک بڑی رحمت ہم پر کیگئی ہے کہ ہمکو ہماری ایک ضرورت پر خبردار کیا ہے جس سے ہم کو اسکی رحمت کا احسان ماننا چاہیئے کیونکہ شریف طبیعت والوں کا قاعدہ ہے کہ جسقدر کسیکی عنایت اپنے اوپر دیکھتے ہیں اسیقدر اسکے سامنے پگھل جاتے ہیں چنانچہ مشہور کہاوت ہے کہ الانسان عبد الاحسان یعنی آدمی احسان کا غلام ہے مگر عجب بات ہے کہ خدا تعالےٰ کی رحمت کو سنکر ہماری سرکشی اور مخالفت اور زیادہ بڑھتی ہے اور لوگ اور زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ رحمت اور بخشش کی آیتوں کو سنکر اور زیادہ تابعداری کرتے اور گناہوں پر دلیری نہ کرتے کیونکہ رحمت اور بخشش کی آیتیں اسلئے نہیں فرمائی گئیں کہ سب بے فکر ہو جائیں بلکہ سبب اسکا یہ ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو تمام جہان جہالت سے بھرا ہوا تھا جب حضورؐ نے نجات کا طریقہ بتلایا

تو سمجھدار لوگون نے اسکو سمجھا اور مانا لیکن انکو یہ شبہ ہوا (جسکو بعض نے خود آکر بیان بھی کیا) کہ ہماری تمام عمر تو گناہون میں گذری اب توبہ کر لینے اور تابعداری کرنے سے وہ گناہ کیونکر دُھل جائینگے اور ان کا اثر کیسے جاتا رہیگا تو پھر باپ دادا کے مذہب کو بھی کیون چھوڑا کیونکہ اسکے چھوڑنے سے کچھ گناہ تو معاف ہونہ جائینگے پھر مذہب چھوڑنا بیکار ہے تو ان لوگون کو یہ شبہ ہوا اور اس شبہ کی وجہ یہ ہوئی کہ ان لوگون نے خدا تعالےٰ کے معاملہ کو دُنیا والون کے معاملہ کیطرح سمجھا جیسے کوئی شخص اگر کسی کے باپ کو قتل کر دے اور پھر بیٹے سے معاف کرائے تو گو وہ معاف کر دے مگر دل کا میل نہیں جا سکتا۔ تو انھون نے اپنی کم علمی کی وجہ سے خدا تعالےٰ کی نسبت بھی یہی سمجھا کہ وہ بھی ہمارے پچھلے گناہ معاف نہ کرینگے اور اگر معاف بھی کر دیتے تو خوش تو ہرگز نہ ہونگے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی رحمت انکو معلوم نہ تھی وہ خدا کو اچھی طرح پہچانتے نہ تھے اور یہی وجہ تھی ان کے شرک میں پھنس جانے کی کہ وہ یون سمجھتے تھے کہ خدا تعالےٰ بھی دنیا کے بادشاہون کی طرح ہونگے کہ جس طرح دنیا کے بادشاہ اکیلے سلطنت کے کام کو نہیں سنبھال سکتے بلکہ ہر ہر کام کا ایک عملہ الگ ہوتا ہے اور ہر کام کیلئے جُداجُدا لوگ مقرر ہوتے ہیں ایسے ہی وہ سمجھے کہ خدا تو ایک ہی وہ دُنیا کے سارے کام کیسے کریگا یہ سمجھکر ان لوگون نے ایک عملہ گھڑا اور خدا تعالےٰ کے کچھ نائب مقرر کر لئے کہ چھوٹے چھوٹے کام انسے نکالینگے اور بڑے بڑے کام خدا تعالےٰ سے چنانچہ ان کے اس خیال کو قرآن مجید کی اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے وَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ یعنی جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص خدا تعالےٰ ہی کو پکارتے ہیں ارتوں کو نہیں پکارتے کیونکہ جانتے ہیں کہ دریا کی مصیبتوں کو سوائے خدا کے کوئی دفع نہیں کر سکتا اور وہ لوگ خود بھی اس خیال کو ظاہر کیا کرتے تھے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارے کتنے خدا ہیں اس نے کہا کہ سات ہیں ایک آسمان میں اور چھ زمین میں آپ نے پوچھا بڑے کامون کے لئے کس کو رکھا ہے اس نے کہا کہ آسمان والے کو۔ غرض وہ لوگ چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالےٰ ایسے ہی ہیں جیسے دُنیا کے بادشاہ۔ اور ان کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا دنیا والون کا اس لئے ان کو یہ شبہ ہوا کہ خدا تعالےٰ ہمارے گناہ کبھی معاف نہ کرینگے۔

گو ہم مسلمان ہی ہو جائیں اور یہی شبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ظاہر کیا
کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں تو ہمارے پچھلے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ اور اگر وہ معاف نہ ہوئے
تو مسلمان ہونے سے فائدہ ہی کیا اسپر آیت نازل ہوئی کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم
میرے بندوں سے کہدیجئے کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں وہ سب گناہ معاف کردیگا
تم توبہ کرلو۔ توبہ میں خاصیت ہی یہ ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ گو
ہر گناہ کی معافی کا قاعدہ الگ الگ ہے جو کہ دینی کتابوں میں پوری طرح بیان کیا گیا ہی
پس رحمت کی آیتوں سے مقصود یہ ہوا کہ جو لوگ پچھلے گناہوں سے گھبرا گئے ہیں ان کی
تسلی اور تسکین ہو نہ یہ کہ سب کو اگلے گناہوں پر دلیر کر دیا جائے۔ غرض رحمت کے ذکر
سے اور زیادہ تابعدار ہونا چاہیئے۔ لوگوں نے صرف اس آیت کو رحمت کی آیت سمجھ رکھا
ہے جس میں ناامیدی سے منع کیا گیا ہے حالانکہ قرآن کی ہر آیت میں رحمت ہی رحمت
ہے چنانچہ اس آیت سے بھی ایک بڑی رحمت ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالے نے ہم کو
۲۱ ایک تکلیف کی چیز سے بچنے کا حکم دیا ہے پس ہم کو چاہیئے کہ اس رحمت کو دیکھکر اور زیادہ
تابعدار ہو جائیں اور اس تکلیف سے بچنے کی کوشش کریں۔ اب سمجھئے کہ وہ تکلیف کی چیز
کیا ہے سو وہ آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو جائے گی۔ ترجمہ یہ ہے کہ اے مسلمانو
چھوڑ دو ظاہر گناہ کو اور باطن گناہ کو یعنی ہر قسم کے گناہ کو چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا
کہ وہ تکلیف کی چیز گناہ ہے رہا یہ شبہ کہ ہم کو تو گناہ کرنے سے کوئی تکلیف نہیں معلوم
ہوتی نہ کبھی کوئی سزا ہوتی ہے تو سمجھئے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ ہیں کہ
انھیں کسی قسم کی تکلیف کا پتہ ہی نہیں لگتا انکے حواس ہی بگڑے ہوئے ہیں تو ان
کے لئے تو یہ جواب ہے کہ خدا اور رسول کے کلام میں دیکھ لو کہ گناہ سے آخرت میں
کیا کیا سزائیں ملیں گی چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون
بما کانوا یقترفون۔ یعنی جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو آخرت میں بہت جلد سزا ہوگی
تو کیا یہ سزا کوئی معمولی تکلیف ہے ہرگز نہیں۔ دیکھئے اگر دنیا کی کوئی سزا آپ کی
سمجھ میں آجاتی کہ گناہ سے دنیا میں یہ تکلیف پہنچے گی مثلاً وبا در نا فوں پھیلیگا۔

تو اسکو آپ بھی تکلیف سمجھتے اور گناہ سے ڈر جاتے تو آخرت کی سزا تو اس سے بہت زیادہ
ہے کیونکہ دُنیا کی تکلیف میں اور آخرت کی تکلیف میں فرق یہ ہے کہ دُنیا کی کیسی ہی تکلیف
ہو اُس میں نفع بھی ضرور ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر سر میں درد ہے تو یہ کتنی بڑی بات ہے کہ پیٹ
میں نہیں۔ اگر مال جاتا رہا تو یہ کتنا بڑا نفع ہے کہ آبرو نہیں گئی اور ساتھ میں یہ بھی ہے کہ ایک درد
کے دس دردمند ہیں باپ بیٹے یار دوست وغیرہ تو کیا اس سے تسلی نہیں ہوتی ضرور ہوتی
ہے اور اس سے دُکھ درد بہت ہلکا ہو جاتا ہے پس دُنیا میں ہر تکلیف کے ساتھ ایک نفع
بھی ضرور ہوتا ہے اور ایک بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ آدمی دُنیا میں اُسی تکلیف کے اندر اور
بہت سے لوگوں کو بتلا دیکھتا ہے اور آدمی کی طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے ہمجنسوں کے
ساتھ بعض وقت درد اور تکلیف میں بھی اسے لذت معلوم ہوتی ہے۔ مرگ انبوہ جشنے دارد۔ کہ
بہت سے آدمیوں کے ساتھ مرنا بھی تماشا ہے چنانچہ لڑائی اور دنگے فساد میں چوٹ لگنے اور
مرنے سے خوف نہیں ہوتا کیونکہ اس مصیبت میں بہت سے بھائی شریک ہیں پھر بعض وقت
۲۲ اُس تکلیف کے دُور کرنے کی تدبیریں بھی کر سکتے ہیں اور اُن تدبیروں سے اگر بالکل آرام نہیں
ہوتا تو بعض وقت کسیقدر چین ہی پڑ جاتا ہے کہ اگر تکلیف کی شدت بھی ہوتی ہے تو اتنی جسکی
سہار ہو سکے ورنہ ایسی حالت میں نیند کبھی نہ آتی تکلیف میں نیند کا آنا چین کی علامت ہے اور
اکثر اوقات باتوں میں بھی دل بٹ جاتا ہے غرض دنیا کی تکلیف کی تو یہ حالت ہے۔ اب
آخرت کے عذاب کو دیکھئے کہ اُس میں راحت کا نام ہی نہیں سر سے پاؤں تک تکلیف ہی تکلیف
ہوگی کہ نہ سر کو چین نہ پیر کو نہ ہاتھ کو ایک شخص جسکو سب سے کم عذاب ہوگا اسکی بابت حدیث میں آیا ہے
کہ اُس کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائینگی مگر تکلیف کی یہ حالت ہوگی کہ اُسکا سر مثل دیگ کے
پکتا ہوگا اور وہ یہ سمجھے گا کہ مجھ سے زیادہ کوئی عذاب میں نہیں۔ صاحبو یہ تکلیف کیا کچھ کم
ہے اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو امتحان کے لئے اپنی انگلی آگ کے اندر رکھکر دیکھ لیجئے
اس وقت معلوم ہو جاویگا کہ اُس عذاب کی کیا حالت ہوگی جو دنیا کی آگ سے ستّر درجہ
زیادہ ہے کیونکہ جب اس آگ میں ایک منٹ بھی انگلی نہیں رکھی جا سکتی تو اُس آگ کی
برسہا برس تک کیسے برداشت ہوگی اگر تھوڑی ہی مدت تک مثلاً ایک ہی دن کی اسمیں

قید ہو گی تو اسکی بھی برداشت کیسے ہو گی خاصکر جبکہ وہ ایک دن بھی ہزار برس کے برابر ہو جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اسپر شاید لوگوں کو تعجب ہو بلکہ عجب نہیں کہ نئی تعلیم پائے ہوئے نوجوانوں کو اسپر ہنسی آتے کہ ایک دن ہزار برس کا کیسا ہو گا لیکن واقع میں یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں دیکھو دنیا میں بھی عرض تسعین میں چھ مہینہ کا ایک دن ہوتا ہے تو جبکہ دنیا میں اتنا بڑا دن موجود ہے تو اگر اس عالم کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہو تو کیا تعجب ہے کیونکہ عرض تسعین تو اسی جہان میں ہے پھر بھی یہاں وہاں میں اتنا بڑا فرق ہے اور آخرت کا تو جہان ہی دوسرا ہے وہاں اگر اس سے زیادہ فرق ہو جائے تو تعجب کیا ہے تو اگر وہاں ایک دن کی بھی سزا ہو گئی تو یہاں کے ہزار برس کی سزا کے برابر ہے اور شدت و سختی میں اس سے بھی زیادہ۔ دوسرے دنیا میں یہ راحت بھی کہ ہمدرد و غمخوار موجود تھے۔ وہاں یہ حالت ہو گی کہ کوئی بھی نہ پوچھے گا پھر یہ کہ یہاں تو دوسرے کو اپنے سے زیادہ تکلیف میں دیکھکر تسلی بھی کر لیتا ہے اور وہاں ہر شخص کو یہ خیال ہو گا کہ مجھ سے زیادہ کوئی تکلیف میں نہیں اور اگر خدانخواستہ ہمیشہ کا عذاب ہوا تو غضب ہی ہے کیونکہ وہاں کبھی موت بھی نہ آئے گی بلکہ یہ حالت ہو گی کہ جب پہلی کھال گلکر خراب ہو جاوے گی فوراً نئی کھال بدل دی جاویگی تاکہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ ۲۳

تو مسلمانوں پر تعجب ہے کہ دنیا کی اتنی ہلکی تکلیف کو تو تکلیف سمجھے اور اتنی بڑی تکلیف پر نظر نہ کرے یہ جواب تو ان لوگوں کے لئے تھا جنکی سمجھ ٹھیک نہیں کہ ان کو گناہ کی وجہ سے دنیا میں کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی بلکہ گناہ کرکے مزا آتا ہے تو وہ آخرت کی تکلیف یاد کرکے گناہ سے ڈریں۔ اور سمجھ کے درست نہ رہنے کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ گناہ کا یہ بھی خاصہ ہے کہ انسان کی سمجھ اور طبیعت کی سلامتی اس سے بالکل برباد ہو جاتی ہے لیکن جن لوگوں کی سمجھ اور عقل صحیح ہے انکے لئے جیسا کہ یہ جواب تھا ایسا ہی ایک جواب اور بھی ہے وہ یہ کہ گناہ سے دنیا کی تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن ہم اپنی بے تمیزی سے اس تکلیف کو لذت سمجھتے ہیں میں ابھی اسکو عرض کرونگا لیکن اول ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

ملے زمین کے ایک حصہ کا نام ہے ۱۲

مشہور ہے کہ غیر ملک کا ایک وحشی آدمی ہندوستان میں آیا تھا اتفاق سے آپ ایک حلوائی
کی دوکان سے گذرے وہاں گرم گرم حلوا رکھا ہوا تھا خوشبو سونگھ کر طبیعت للچائی۔
دام ڈمڑی کچھ پاس نہ تھے آپ نے اُس میں سے ایک دو ہتڑ بھر کر حلوا اٹھا لیا اور کھا گئے
حلوائی نے رپٹ لکھوائی۔ افسر نے چالان کرنا تو مناسب نہ سمجھا بس تنبیہ کے لئے یہ حکم
دیدیا کہ اسکو گدھے پر سوار کریں اور پیچھے پیچھے لڑکے ڈفلی بجاتے ہوئے چلیں اس شکل
سے بازار میں گھما کر شہر بدر کردیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب یہ اپنے ملک کو واپس ہوا
تو لوگوں نے ہندوستان کا حال پوچھا آپ فرماتے ہیں کہ ہندوستان خوب ملک ہے
حلوا کھانا مفت ہے گدھے کی سواری مفت ہے لڑکوں کی فوج مفت ہے ڈم ڈم مفت
ہے۔ ہندوستان خوب ملک ہے تو جیسا اس وحشی نے بے وقوفی سے اس ذلت کے
سامان کو عزت کا سامان سمجھا تھا۔ ایسا ہی ہم بھی اپنی تکلیف کے سامان کو لذت کا سامان
سمجھتے ہیں یہ تو مثال تھی مگر میں مثال پر بس نہ کرونگا بلکہ اسکی حقیقت بتلاتا ہوں۔ غور کیجئے
اور غور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو آپ نے لذت کا سامان سمجھ رکھا ہے کبھی اس سے
گذر کر اسکے دوسرے پہلو پر بھی نظر کیجئے تب آپ کو معلوم ہو کہ یہ ظاہری لذت اصل میں
تکلیف ہے کیونکہ سمجھ کی غلطی کی یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس سامان کے مقابل دوسرے ۲۴ گناہوں کی کلفت اور عبادت کی راحت
پہلو کو نہیں دیکھا مشہور قاعدہ ہے کہ ہر چیز کی پہچان اسکی ضد کو دیکھکر ہوتی ہے دیکھو جو
مینڈک کیچڑ میں رہتا ہو اور اسی میں پیدا ہوا ہو وہ چونکہ صاف شفاف پانی سے واقف نہیں
اسلئے اسکے نزدیک یہ وسڑا ہوا کیچڑ ہی صاف شفاف پانی ہے لیکن اگر کبھی شفاف پانی
پر اسکا گذر ہو جاتے تو اسکو اسوقت اس کیچڑ کی حقیقت فوراً معلوم ہو جاویگی اسیطرح ہم نے
چونکہ گندی حالت میں ہوش سنبھالا ہے ہم کو اسکی بُرائی یا اچھائی کی خبر نہیں، امتحان
کے لئے یہ کیجئے کہ ایک ہفتہ بھر کے لئے گناہ کو چھوڑ دیجئے اور اپنے دنیوی کاموں کا
کوئی بندوبست کرکے اس زمانہ میں تلاوت اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہیئے اور کسی قسم
کا گناہ اس زمانہ میں نہ کیجئے صرف ایک ہفتہ ایسا کر لیجئے اسکے بعد اپنے دل کو دیکھئے
کہ کیا حالت ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالے آپ اپنے قلب میں بہار اور چین پائینگے

(ح) غرض ایجاد محض اور افنا محض کے نہ ہوسکنے پر اور محال و ممتنع ہونے پر نہ کوئی دلیل موجود ہے نہ کبھی موجود ہوگی ہاں صرف استقرا یعنے تجربہ ہے کہ ہم نے ایسا دیکھا نہیں۔ جسکا نتیجہ صرف استبعاد ہے جسکا حکم یہ ہے کہ اسکو ممتنع اور محال نہیں کہہ سکتے اور بلا سچی خبر کے اسکو تسلیم کرنا جائز نہیں۔ لیکن سچی خبر کے بعد بھی اسکو نہ ماننا یہ بھی جائز نہیں۔ اس صورت میں اگر کوئی نہ مانے تو بعینہ ایسا ہوگا جیسے کوئی کلکتہ کے وجود کا باوجود متواتر خبروں کے انکار کئے جاوے اور کہے میری اتنی عمر ہوئی میں نے کبھی کلکتہ نہیں دیکھا میں سو کوس تک پھر آیا مگر کلکتہ کہیں نہیں ملا لہذا اسکا وجود ناممکن ہے صرف تجربہ (استقراء) سے دلیل عقلی نہیں حاصل ہوتی صرف یہ ہوتا ہے کہ ظن غالب ایک بات ثابت ہوجاتی ہے جسکا خلاف ممکن ہی رہتا ہے جسکے متعلق کبھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر ہماری قدرت سے باہر ہے تو مطلقاً قدرت سے باہر ہے اور کوئی قادر مطلق ایسا نہیں جو اسکو وجود میں لاسکے بلکہ یہ بھی خیال کرنا صحیح نہیں کہ اگر بعض افراد انسانی کی قدرت سے باہر ہے تو دیگر افراد
انسانی کی قدرت سے بھی باہر ہے بلکہ اگر ایک وقت میں تمام افراد انسانی کی قدرت سے ۱۰۵
بھی باہر ہو تب بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیشہ قدرت انسانی سے باہر رہے گی ممکن ہے کہ کسی وقت قدرت انسانی میں آجاوے۔ گراموفون اور بجلی اسکی زندہ نظیریں موجود ہیں کہ اس زمانہ سے پہلے کبھی افراد انسانی کی قدرت میں نہیں آئی تھیں اگر آجکل کے عقلاء (فلاسفر) اب سے ایک ہزار برس پہلے ہوتے اور کسی اور قوم کے ہاتھوں یہ ایجادیں ہوتیں اور اُنکے سامنے یہ کرشمے نقل کئے جاتے تو بالبداہت یہی کہہ اٹھتے کہ یہ محال اور ناممکن اور ممتنع باتیں ہیں مگر آپ اس زمانہ میں دیکھ لیجئے کہ گلی گلی میں یہ ایجادیں موجود ہیں۔ فلسفہ قدیمہ کی وسعت نظر دیکھئے کہ انھوں نے اصول ہی یہ نہیں رکھا کہ جس چیز کی ہم نے نظیر نہ دیکھی ہو یا ہماری قدرت سے باہر ہو وہ ناممکن ہے بلکہ انکا اصول یہ ہے کہ جبتک کسی چیز کے محال (ممتنع) ہونے پر دلیل عقلی قطعی قائم نہ ہو وہ ممکن رہتی ہے اگر کبھی کسی وقت میں بھی وجود میں آجاوے تو انکار نہیں کیا جا سکتا اور شریعت اسلامی کی نظر اس سے بھی زیادہ وسیع ہے وہ بہت سی اُن تحقیقات میں بھی غلطیاں نکالتی ہے جنکو فلسفہ قدیمہ نے

(ا) اور حکماء یونانیین بھی اس غلطی میں شریک ہیں مگر اُنکے پاس تو کچھ ٹوٹی پھوٹی دلیل بھی تھی گو اسمیں ایک لفظی تلبیس سے کام لیا گیا ہے چنانچہ ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ میں وہ دلیل بھی مذکور ہے اور احقر نے درایۃ العصمۃ میں اسکا باطل ہونا بھی دکھا دیا ہے اور اہل سائنس متعارف کے پاس اس درجہ کی بھی کوئی دلیل نہیں۔

(ح) بالاتفاق صحیح مانا تھا جیسے خلا کا محال ہونا یا آسمانوں میں خرق والتیام (ٹوٹ پھوٹ) کا محال ہونا وغیرہ وغیرہ (علم کلام کی کتابیں لسنے بھری پڑی ہیں یہاں طول دینے کا موقع نہیں) امام متکلمین زمان حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ نے ایک کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ سوائے اجتماع نقیضین کے کوئی دوسری چیز محال عقل نہیں جس چیز کو بھی ناممکن کہا جاوے اسمیں بلا واسطہ یا بواسطہ اجتماع نقیضین لازم آوے تب تو ناممکن ہے ورنہ ممکن ہے۔ اور واقع ہوسکتی ہے بس مختصر معیار کسی چیز کے ہوسکنے یا نہ ہوسکنے کا یہ ہے اور اسکو واقع ہوتے نہ دیکھنا اور تجربہ میں نہ آنا کسیطرح اسکو ناممکن نہیں ثابت کرسکتا۔ خلا کے وجود میں یا آسمان میں ٹوٹ پھوٹ ہونے کو تسلیم کرنے میں اجتماع نقیضین لازم نہیں آتا لہذا یہ محال نہیں الحاصل کسی چیز کو عدم محض سے وجود میں آتے نہ دیکھنا نیز بعد وجود اسکو فانی محض ہوتے نہ دیکھنا اس بات کو نہیں ثابت کرسکتا کہ ایسا ہونا محال اور ناممکن ہے اور یہ محض تنگ خیالی ہے کہ جو بات ہماری قدرت سے باہر ہے وہ مطلقاً قدرت سے باہر ہو اسکے لئے دلیل عقلی کی ضرورت ہے جو اسکا محال ہونا ثابت کرے اور ایسی دلیل نہ آجتک ہوئی ہے نہ ہوسکتی ہے جو دلیل پیش کیجائیگی علماء اسلام پیش کنندہ کے مسلمہ اصول ہی سے اسکا رد کرنیکو تیار ہیں آخر حق حق ہے اور باطل باطل ہے۔ باطل کو کیسے ہی رنگ آمیزیاں کرکے دلفریب بنایا جائے مگر جب دلیل وحجت کی کسوٹی پر کسا جاویگا دودھ الگ اور پانی الگ ہوجاویگا مصیبت یہ ہے اور اسی بات کی سخت شکایت ہے کہ اہل اسلام ملحدین کی صحبت میں بیٹھتے ہیں اور انکی تقریریں سنتے ہیں اور اُنکی کتابیں دیکھتے ہیں اُن میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں اول تو بددینوں کی صحبت اختیار کرنے اور انکی تقریریں اور تحریریں دیکھنے کی ضرورت کیا ہے اور اگر ایسا کیا تو کسی محقق عالم سے اُن باتوں کو کیوں حل نہیں کرلیتے

(ح) علماء اسلام کے پاس وہ علوم ہیں جنکے سامنے سائنس جدید کی تو حقیقت ہی کیا ہے (کیونکہ
اُنکے اکثر تحقیقات کی بنا صرف تخمین و استقراء پر ہے دلیل عقلی کی ماہیت بھی نہیں جانتے) سائنس
قدیم کو بھی ہمیشہ نیچا دکھایا ہے۔ اس موضوع پر مستقل کتابیں موجود ہیں مثلاً امام غزالی قدس سرہٗ
کی تصنیف تہافت الفلاسفہ ہے جسمیں فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے اُنکی ہر ہر بات کی غلطی
دکھائی ہے جسکو دیکھکر بچے بھی ہنستے ہیں کہ فلاسفہ کی باتیں ایسی مہمل ہیں اور احقر کہتا ہے کہ
اگر اور کتابوں کے سمجھنے کی لیاقت بھی نہ ہو تو اس کتاب انتباہات ہی کو غور و انصاف کے ساتھ
اور سائنس سے مرعوب نہ ہو کر مطالعہ کریں تو انشاء اللہ تعالے کل شبہات کے جواب ملجائینگے
قدم مادہ کی بحث اوق بحث ہے جسپر آجکل ملحدین خصوصاً آریہ لوگ ہر جگہ غل مچاتے پھرتے
ہیں لیکن کتاب ہذا کو غور سے پڑھیئے حضرت مصنف مدظلہ نے جس خوبی سے دریا کو کوزہ میں
بھرا ہے اُسکی خوبی تو بڑے بڑے اہل علم ہی جان سکتے ہیں جنھوں نے فلسفہ کو بتمام و کمال
حاصل کیا ہے اور اُسکی دشوار گذار گھاٹیاں اُن کی نظر سے گذری ہیں وہ حضرت والا کی اس
١٠٧ تقریر کو دیکھکر حیرت میں رہ جائینگے کہ کسطرح وہ وادیہائے پرخار باغہائے گلزار بن گئے
اور کسطرح علماء کے سمجھنے کے مضامین عوام کے سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ تاہم غیر اہل علم اور
معمولی لیاقت کے آدمی بھی اسکو غور سے پڑھیں گے تو انشاء اللہ تعالے شفا اور شرح صدر حاصل
ہوگی اور اسمیں وہ بات پائینگے جو غالباً کسی دوسری کتاب میں نہ ملے گی چاہیئے کہ اس
بحث کو غور سے پڑھیں اور اُردو سمجھکر اُسکو معمولی مضمون نہ سمجھیں یہ کرامت کا مرتبہ ہے کہ
حضرت والا نے ایسی مشکل بحث کو اُردو میں چند سطروں میں ختم کر دیا۔ جاننا چاہیئے کہ مادہ
کے قدیم ہونے کا مسئلہ کچھ آج ہی کا مسئلہ نہیں ہے بعض پُرانے فلاسفر بھی اس طرف
گئے ہیں فرق اتنا ہے کہ پُرانے فلاسفروں کی نظر چونکہ کسیقدر دقیق ہے اسواسطے وہ
کوئی بات محض اپنے تخمین اور گمان سے نہیں کہتے جیسے فلسفہ جدیدہ والے کہتے ہیں۔ بلکہ
اسپر حسب قواعد منطق دلیل قائم کر کے کہتے ہیں جسمیں کچھ مقدمات مسلمہ ہوتے ہیں اور اُنکے
ملانے سے ایک نامعلوم مقدمہ نکل آتا ہے جسکو نتیجہ کہتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ان مقدمات
ہی میں کوئی غلطی رہگئی ہو یا کسی اور طرح سے کوئی غلطی ہوگئی ہو جسپر علماء کلام نے گرفت

(ح) کی ہو اور آجکل کے فلاسفروں کو دلیل ہی کی ماہیت معلوم نہیں نہ وہ ترتیب مقدمات جانیں نہ نتیجہ نکالنے کا صحیح طریقہ جو ظن وگمان سے انکی سمجھ میں آگیا اسکو صحیح مان لیتے ہیں۔ اور جو انکی سمجھ مین نہ آیا اسکو ناممکن اور محال کہدیتے ہین اور اگر کوئی اعتراض پڑا تو اسکے دفعیہ کی کوئی ایسی توجیہ کرلی کہ اس سے صرف اپنے دل کو سمجھا لیا جاتا ہے وہ درحقیقت ایسی غلط ہو کہ اس سے وہ اعتراض پورے طور پر نہ اٹھتا ہو بلکہ انکے بہت سے مسلمات کو صدمہ پہنچتا ہو اور عقلاً باطل ہی ہو دیکھئے قدم مادہ کے مسئلہ میں پڑانے فلاسفروں نے یہ مانا ہے کہ مادہ قدیم ہے اور چونکہ اسکا وجود بلا کسی صورت کے نہیں ہو سکتا اسواسطے ایک صورت بھی قدیم ہے اسکو وہ صورت جسمیہ کہتے ہین ان کا مانا ہوا مسئلہ ہے کہ عالم مرکب ہے ہیولی (مادہ) اور صورت سے یہ بات بہت ظاہر ہے کہ جو کوئی مادہ کو قدیم کہیگا اسکو ضرور ماننا پڑیگا کہ جب بھی اسکا وجود ہو کسی صورت ہی میں ہوگا لیکن علماء کلام نے فلسفہ کے اس مسلم مسئلہ کو انہی کے مسلم مقدمات سے دلیل قائم کرکے باطل کیا ہے (وہ دلیل آگے آتی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ صورت کو قدیم نہیں مان سکتے۔ اسکا مفصل بیان 108 آگے آتا ہے اور یہ بات مسلم ہے اور فلاسفر خود مانتے ہیں کہ بلا صورت کے مادہ نہیں ہوسکتا تو جب صورت کا قدیم ہونا باطل ہوا تو مادہ کا قدیم ہونا بھی باطل ہو گیا) اب فلسفہ جدیدہ کی سنئے کہ انھون نے اس اشکال سے بچنے کے لئے ایک ایسی توجیہ نکالی جس کو سنکر اہل علم کے بچے بھی ہنستے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مادہ کے موجود ہونے کے لئے صورت جسمیہ کا ہونا بھی لازم ہے بلکہ یون کہدیں تو کیا حرج ہے کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ مادہ تھا اور کوئی صورت اسکو حاصل نہ تھی یعنی مادہ صورت جسمیہ سے مجرد تھا۔ ان کو یہ بھی نہیں سوجھا کہ اس کہنے کی حقیقت کیا ہے کہ مادہ عالم کا موجود تھا اور صورت نہ تھی اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب صرف مادہ کو مانا جائے اور یوں کہا جائے کہ عالم کا صرف مادہ ہے اور ذرات کی یا اجزاء لاتتجزے کی اور کوئی بھی صورت ابتے ایسی نہیں بنی ہے اسکے یہی معنی ہوسکتے ہیں کہ عالم کا وجود بالقوہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہوگا کہ عالم ایک ایسی فرضی حالت میں ہے کہ آئندہ ذرات کی یا اجزاء لاتتجزی کی یا کوئی صوت پیکر وجود میں آسکتا ہے

صوفی ابن الوقت باشد در مثال لیک صافی فارغ است از وقت و حال

حالہا موقوف فکر و رائے او زندہ از نفخ مسیح آسائے او

عاشق حالی نہ عاشق بر منی بر امید حال بر من مے تنی

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود نیست معبود خلیل آفل بود

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این نیست دلبر لا احب الآفلین

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش است یک زمانے آب و یکدم آتش است ۴۹

برج مہ باشد ولیکن ماہ نے نقش بت باشد ولے آگاہ نے

ہست صوفی صفا جو ابن وقت وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت

لیک صافی غرق عشق ذوالجلال ابن کس نے فارغ از اوقات و حال

غرقہ نورے کہ او لم یولد است لم یلد لم یولد آن ایزد است

رو چنین عشقے گزین گر زندۂ ورنہ وقت مختلف را بندۂ

منگر اندر نقش خوب و زشت خویش
بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش

منگر این را کہ حقیری یا ضعیف
بنگر اندر ہمت خود ای شریف

تو بہر حالے کہ باشے مے طلب
آب میجو دائما اے خشک لب

کان خشکت گواہے میدہد
کو بآخر بر سر منبع رود

خشکی لب ہست پیغامے ز آب
کہ بمات آرد یقین این اضطراب

کاین طلبگاری مبارک جنبشے است
این طلب در راہ حق مانع کشے است

این طلب مفتاح مطلوبات تست
این سپاہ و نصرت رایات تست

این طلب ہمچون خروسے در صیاح
مے زند نعرہ کہ مے آید صباح

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب
نیست آلت حاجت اندر راہ رب

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
یار او شو پیش او انداز سر

کز جوار طالبان طالب شوے
وز ظلال غالبان غالب شوی

گر یکے موری سلیمانے بجست　　منگر اندر جستن او سست سست

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ　　نے طلب بود اول و اندیشہ

گر یکے گنجے بباید نادرست　　ور نباشد از طلب ہم قاصرست

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او　　چون بجد اندر طلب بشتافت او

چون نہادی در طلب پا اے پسر　　یافتی و شد میسر بے خطر

ہین مباش ای خواجہ یکدم بے طلب　　تا بیابے ہر چہ خواہے بے تعب ۵۱

عاقبت جوئندہ یابندہ بود　　چونکہ در خدمت شتابندہ بود

در طلب چالاک شو این فتح باب　　مے طلب ف اللہ اعلم بالصواب

انتخاب مضمون بالا کی تائید کے لئے ایک قصہ سنو ایک شخص کو اسکے معشوق نے اپنے پاس بٹھلایا تو اس نے خط نکالا اور اسکو پڑھکر سنانے لگا۔ اُس خط کے اندر عشقیہ اشعار تھے اور بہت کچھ تعریف و توصیف بھی اپنی خستگی اور بیچارگی کا اظہار تھا بہت کچھ منت و سماجت تھی اور اپنے رونے پیٹنے نالہ و فغاں رنج و الم کا بیان تھا اپنی ذلت اور اپنوں اور بیگانوں سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اپنے زمانۂ مفارقت کا بیان کیا تھا اور مصائب ہجر ذکر کئے تھے اپنے پیغاموں اور قاصدوں کا بھی ذکر کیا تھا غرض کہ طلب و یاس بہت کچھ تحریر کیا تھا۔

وہ یہ خط اپنے محبوب کے استمالت خاطر و جلب رحم کے لئے اسکو سنا رہا تھا چنانچہ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا۔ اور بہت دیر ہو گئی اسپر اس معشوق نے دق ہو کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اگر میرے لئے کیا تو میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہارا مدعا حاصل ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ وصل کی حالت میں اس خرافات کا اعادہ محض تضیع اوقات ہے آپ ذرا غور تو کریں کہ میں آپکے پاس موجود ہوں اور آپ خط پڑھ رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کیسے عاشق ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ بیشک آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں مگر پورے طور پر میرا مدعا حاصل نہیں کیونکہ گو اسوقت مجھے وصل حاصل ہے لیکن اس وصل میں میں آپ کی وہ دلفریبیاں اور دلربائیاں۔ ناز و انداز۔ ادائیں اور غمزے نہیں دیکھتا۔ جو پارسال کے وصل میں تھیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اسوقت بھی وہی باتیں ہوں جو اُس وصل میں تھیں تاکہ لذت تامہ حاصل ہو اور میرا مدعا پورے طور پر حاصل ہو۔ میں نے پارسال آپ کی خوبیوں سے بہت کچھ حظ حاصل کیا تھا اور اُن سے آنکھوں کو اور دل کو بہت ہی محظوظ کیا تھا۔ لیکن میں اُن خوبیوں کا سرچشمہ تو دیکھ رہا ہوں مگر وہ خوبیاں نہیں ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا ہوئیں اور کس غارتگر نے انھیں کھو دیا۔ اس نے جواب دیا کہ بس معلوم ہوا کہ آپ کا معشوق میں نہیں ہوں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اور میرے ذریعہ سے اس مطلوب تک پہونچنا مقصود ہے۔ مگر میں کہے دیتا ہوں کہ مجھ میں اور آپکے مطلوب میں بہت بعد ہے میں اگر بلغار میں ہوں تو وہ قتو (شہر یا ملک) میں ہے بس میرے ذریعہ سے اسکو حاصل کرنا ناممکن ہے یعنی آپ بالعرض مجھ پر اور بالذات میری خوبی پر عاشق ہیں اور وہ آپ کی مطلوب خوبی میرے امکان سے باہر ہے اسلئے کہ آپ کو وہ ادائیں اور دلفریبیاں من حیث الذات مطلوب نہیں بلکہ من حیث کونہا ملذۃ و مطربۃ مطلوب ہیں اور احوال عاشق مختلف ہوتے ہیں کبھی ایک ادا دلفریب ہوتی ہے اور کبھی دوسری ادا۔ حتی کہ کبھی ظلم پسند ہوتا ہے اور رحم ناپسند اور وہ یوں کہتا ہے ؎ ۵۲

محو جفا ستم کش الطاف کب ہوا ✤ رحم اسکو میرے حال پہ آیا غضب ہوا

اور کبھی رحم پسند ہوتا ہے اور کہتا ہے ؎

بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کوچہ میں اس نے + دروازہ پہ آ جانک کے دیکھا جو کہیں یہ
اس رحم کے صدقے وہیں گھبرا کے کہا ہاں + جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

کبھی اختلاط غیر کا احتمال بھی تکلیف دیتا ہے اور کہتا ہے ؎

کیا خوش ہوں کوئی غیر میں گر نقش پا نہو + وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

اور کبھی اُسکی طرف التفات کو عدم التفات کی علامت قرار دیکر اپنی طرف عدم التفات پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

یا وسہواً اُسے اسے غیر ہے نسیان عمداً + یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا

یہ اُتار چڑھاؤ تو عاشق کی طبیعت کا ہے اب معشوق کی طرف دیکھو کہ اسکے بیساختہ پن اور تصنع میں بھی فرق ہوتا ہے کہ جو بات اُسکے بیساختہ پن میں ہے وہ تصنع میں نہیں۔ لہذا میں عرضداشت پر کوئی توجہ نہیں کر سکتا نیز جبکہ میں اور میرے احوال خاصۂ ہر دو آپکے مطلوب ہیں گو جہتیں مختلف ہیں۔ پس میں آپکا مطلوب تام نہ ہوا۔ بلکہ جزو مطلوب ہوا۔ بلکہ آپکے مطلوب کا گہر ہوا۔ مطلوب نہ ہوا۔ اور آپ کا عشق مال پر ہوا صندوق پر نہ ہوا کیونکہ معشوق ۵۳
کئی تہ رکھنے والے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا جبکی ایک تہ مبدا، اور دوسری منتہٰے ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اکہرے کپڑے کی شکل ہوتا ہے کہ اسکو مبدا و منتہٰے خود وہی ہوتا ہے یعنی معشوق ذو جہتین نہیں ہوتا کہ ظاہر مین خود مطلوب ہو اور باطن میں کچھ اور بلکہ اسکی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ ملجاوے تو طلب کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور ظاہراً بھی وہی مطلوب ہو۔ اور باطناً بھی وہی۔ اور آپکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ بات نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ میں آپکا معشوق نہیں۔ اس مقام پر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ جب وہ عاشق محبوب کی اداؤں اور دلفریبیوں پر من حیث کونہا ملذۃ و مطربۃ عاشق تھا تو درحقیقت وہ خود اپنے حال پر عاشق تھا۔ لہذا اسکے معشوق کے اندر تین تہیں تھیں۔ اول ذات محبوب۔ دوسری احوال محبوب۔ تیسری خود اپنے احوال۔ معشوق نے تیسری تہ کو دوسری تہ میں مندمج کر دیا اور اسکی طرف۔

عاشقی تو بر من بر حسا سلتے + حالت اندر دست نبو د لے فتے

سے اشارہ کر دیا ہے اور ہم نے اسکی شرح میں اسپر تنبیہ بھی کر دی ہے اور اب اسکو تفریحاً بھی بیان کر دیا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب سُنو مولانا فرماتے ہیں کہ جو حالت عشق مجازی میں اس عاشق کی تھی وہ حالت عشق الٰہی میں عارف کامل کی نہیں ہوتی۔ اور عارف کامل جسکو حاکم احوال کہنا چاہیے حال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانہ جو تقلیب احوال میں یدطولےٰ اور مہارت تامہ رکھتا ہے اسکا غلام ہوتا ہے اور اُسپر حاکم ہو کر اسکے اندر تغیر نہیں پیدا کر سکتا اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور مخاطبین پر فوراً ایک خاص حال طاری ہو جاتا ہے یا یوں کہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اسکے مناسب حال کو طاری ہو جانے کا حکم کرتا ہے اور وہ حال اسپر فوراً طاری ہو جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو لکندہ ناتراشں لوگوں کو جو کہ جمادات سے مشابہ ہیں اور اسلئے سراسر جسم کہلانے کے مستحق ہیں آدمی بنا دیتا ہے اور ایسا کر دیتا ہے کہ گویا ان میں جسمانیت رہی ہی نہیں اور بالکل رُوح ہی روح رہ گئے ہیں اور جو شخص پابند حال ہو اور حال کا طالب ہو کر منتظر بیٹھا ہو وہ
۵۴ منتہی نہیں بلکہ ناقص ہے۔ اور عارف کامل خود تو کیا منتظر حال ہوتا اسکی تو یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دست تصرف سے احوال ناقصہ کو احوال کاملہ بنا تا ہے اور جب ہاتھ ہلاتا ہے تو شراب باوجودیکہ مست کن ہے خود مست ہو جاتی ہے ہرچند کہ موت تلخ ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اسکو شیریں اور مرغوب بنا دے اور خار و نشتر باوجودیکہ موذی ہیں مگر وہ چاہے تو نرگس و نسرین کی طرح مفرح و منشط ہو جائیں۔ وہ حال کا بادشاہ ہوتا ہے اور احوال اسکے تابع فرمان ہیں وہ اوروں کی طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا اسلئے اسکا طالب و منتظر بھی نہیں ہوتا۔ جو لوگ پابند احوال اور اسکے طالب و منتظر رہتے ہیں وہ انسانیت سے نہیں نکلے اور فنا فی الحق ہو کر صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے۔ اسلئے کہ ان میں ابھی تک ایک صفت نقصان یعنی تغیر و تلون اور کبھی گھٹنا کبھی بڑھنا موجود ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ صوفی ابن الوقت۔ اور تابع حال ہوتا ہے سو یہ انھیں ناقص صوفیوں کی حالت ہے رہے وہ صوفی جو کدورات بشریہ و ظلمات نفسانیہ سے پاک صاف ہیں سو وہ وقت حال سے بےفکر ہیں یہ تو احوال کے کیا پابند ہوتے احوال خود

انکی فکر وراستے کے پابند ہیں کہ جبتک یہ نہ چاہیں کوئی حال طاری نہیں ہوسکتا اور جب یہ چاہیں توپھر رک نہیں سکتا۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انھیں کے دم حیات بخش مثل دم مسیح کے بدولت زندہ ہیں۔ ہاں تو اس معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ تو حال پر عاشق ہے مجھ پر عاشق نہیں۔ کیونکہ جب مجھ میں وہ حال موجود ہوتا ہے تو میں تجھے اچھا معلوم ہوتا ہوں اور تو میرا طالب ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو میں تجھے پسند نہیں آتا اور تو اس حال کے لئے بیچین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ تعلق اور میری جو کچھ طلب ہے وہ بتوقع حال ہے اور اسی کی امید پر تو مجھے لپٹتا ہے معشوق کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کبھی وہ ناقص ہوتا ہے کبھی کامل کبھی اس میں دلبری کی صفت موجود ہوتی ہے کبھی نہیں کبھی وہ پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کبھی پانی کیطرح دل ٹھنڈا کرتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور کبھی آگ کی طرح دل جلاتا اور قابل نفرت ہوتا ہے پس سمجھو کہ جو کبھی ناقص اور کبھی کامل ہو وہ فانی ہے معبود خلیل یعنی مقصود طالب حق اور مطلوب اہل کمال نہیں۔ اور جو فانی اور متغیر الاحوال ہو وہ دلبر
اور اس قابل نہیں کہ اسکو محبوب بنایا جاوے چنانچہ حضرت خلیل فرماتے ہیں لآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن۔ ۵۵
اور جو کبھی پسندیدہ اور کبھی ناپسندیدہ ہو اور کبھی پانی کیطرح دل ٹھنڈا کرنے والا اور مرغوب ہو اور کبھی آگ کی طرح دل جلانے والا اور نامرغوب ہو وہ ماہ اور حسن ذاتی رکھنے والا نہیں بلکہ برج ماہ اور حسن عارضی رکھتا ہے وہ صورت بت ہے اور اپنے اندر صفت علم جو کمال ہے نہیں رکھتا پس ایسے کو مطلوب اور مقصود بنانا طالب حق کو ہرگز شایاں نہیں بلکہ مطلوب اسکو بنانا چاہیئے جو افول وتغیر احوال بلکہ جملہ نقائص سے منزہ اور جمیع کمالات کے ساتھ موصوف ہو اور کبھی بھی ناپسندیدہ نہ ہو بلکہ ہمیشہ پسندیدہ ہو اور کبھی بھی نامرغوب نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ مرغوب ہو۔
اب سمجھو کہ طالبان حق کی دو شانیں ہوتی ہیں بعض تو عاشق مجازی کی طرح خام ہوتے ہیں۔
اور بعض پختہ چنانچہ صوفی طالب صفا چونکہ تابع وقت ہوتا ہے اسلئے وہ وقت وحال ہی کو مضبوط پکڑنے ہوتا ہے اور اسیکو مقصود سمجھتا ہے یہ تو اس عاشق مجازی کی طرح خام اور ناقص ہے لیکن جو لوگ کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں وہ عشق حق سبحانہ میں غرق ہوتے ہیں اور کسی کے تابع و پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اوقات واحوال سے بیفکر ہوتے

ہیں وہ اُس نور میں غرق ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ سے پیدا نہیں ہوا اور لم یلد ولم یولد شان حق سبحانہ
ہے لہٰذا وہ نور حق سبحانہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر نبوت وقت کا وہاں کیا گذر ہو سکتا ہے
صنف اول کی طرح یہ حضرات خام نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرات پختگان عشق ہیں پس اگر تم میں حیات
موجود ہے اور ادراک واحساس رکھتے ہو اور جمادات کی طرح بے حس نہیں ہو تو ایسا عشق اختیار
کرو اور اگر عاشق مجازی یا پہلی قسم کے عاشق خدا بنے تو یاد رکھو کہ اوقات مختلفہ کی غلامی
کرنی پڑیگی اور ہر وقت اور ہر حال تم پر جُدا گانہ حکومت کریگا اور تم اس سخت خصمی ملازمت سے
ہمیشہ پریشان رہوگے پس تم کو چاہیئے کہ وحدہ لاشریک کے ہو رہو جہیں سکون ہی سکون ہے
پریشانی کا نام نہیں تو اپنی بھلائی بُرائی پر نظر نہ کرنا۔ اور یہ نہ خیال کرنا کہ میرا کیا منہ ہے۔ کہ
میں طالب حق سُبحانہ بنوں بلکہ تو یہ دیکھنا کہ یہ دولت عشق الٰہی کیسی عجیب ہے۔ اور
مطلوب کیسا پاکیزہ اور کسقدر دلربا ہے ٥

عاید فریب شوخی ورغبت فزا نگاہ + میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھکر نہو خبردار تو یہ نہ
دیکھنا کہ میں مفلس و قلاش ہوں یا ضعیف و ناتواں ہوں بلکہ تو اپنی ہمت عالی پر نظر کرنا جو ۵۷
تجھکو اس طلب کیلئے عطا ہوئی ہے اور خواہ تیری کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو طلب کرتے رہنا
تو پیاسا ہے پس تو ہمیشہ پانی کو طلب کرتے رہنا اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ مجھے پانی نہ ملے گا
اسلیئے کہ ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب کہہ رہی ہے کہ تیرے ہونٹوں کی رسائی پانی کے چشمہ
تک ہوگی اور تو کبھی نہ کبھی دیر یا سویر وصال مطلوب سے کامیاب ہوگا کیونکہ یہ تیرے
ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب پانی حق سبحانہ کی طرف سے تیرے لئے اس امر کا پیغام
اور مژدہ ہے کہ یہ تیری تشنگی ... آخر تجھ کو ... تجھکو پہونچا کے رہیگی کیونکہ یہ طلب ہی
ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب ہی تمام رکاوٹوں کو دُور کرنے والی ہے۔
یہ طلب تیرے مقاصد کی کنجی ہے اور یہی تیری فتح کے لئے فوج اور جھنڈے ہیں تو اس
خشکی اور طلب کو ایسا سمجھ جیسا ... کہ مرغ کی اذان کہ وہ صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے
... تیرے پاس ... تیری پریشانی ... بلکہ ... حق سبحانہ کے
رستہ کو طے کرنے کے بے سامان سفر کی ضرورت نہیں ہے ٥

وادِ حق را قابلیت شرط نیست ✧ بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

اور بھی تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرنا کہ جسکو تو اس راہ کا طالب دیکھے اسکا رفیق بنجا اور اپنے کو اسکے حوالہ کر دے کیونکہ خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اُن طالبین کے زیر سایہ تو بھی طالب ہو جاویگا۔ اور ان غالبین نفس و شیطان کے سایہ میں رہکر تو بھی غالب ہو جاویگا۔ یاد رکھ کہ اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو تلاش کرے تو اُسکو نظر حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ اسکی عالی ہمتی کی داد دینا چاہیئے۔ پس تو اپنی طلب کو بھی اس چیونٹی کی طلب کے مشابہ سمجھکر حقیر نہ سمجھنا اسلئے کہ طلب بڑی چیز ہے دیکھ تو سہی جو کچھ دولت یا ہنر تیرے پاس اسوقت موجود ہے۔ ان سے پہلے کیا تھا طلب اور خیال ہی تو تھا اسی طلب اور خیال کی برکت ہے کہ آج تو دولتمند اور صاحب کمال بنا بیٹھا ہے پس تو طلب کو حقیر سمجھکر چھوڑ نہ بیٹھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ملنا ہوگا خود ہی مل رہے گا۔ کیونکہ بے طلب کے کسیکو خزانہ ملجانا شاذ و نادر ہوتا ہے ظاہر تو یہ ہے کہ طلب نہ ہونے کی صورت میں دولت سے تو محرومی لازمی ہی طلب دولت سے محرومی کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ طلب کو فضول سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من جد وجد جو طلب کرتا ہے تو جبکہ وہ اس میں سرگرم ہوتا ہے اسکو ملتا بھی ضرور ہے۔ پس جب تم طالب بنجاؤ گے تو مطلوب تمہارے سلئے ضرور آسان ہو جاویگا۔ اور ایک روز مل بھی جاویگا۔ لہذا کسی وقت بھی تم کو بے طلب نہ رہنا چاہیئے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مطلوب تم کو ملجاویگا۔ کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کوئی شخص کسی مطلوب کو ڈھونڈھتا ہے تو جبکہ وہ اس کام میں سرگرم ہو بالآخر اسکو مل ہی جاتا ہے پس ہمت نہ ہارو اور طلب میں چست ہو کر خائف المرام ہو خلاصہ یہ ہے کہ طلب کرو۔ اتنا تو ہم جانتے ہیں باقی ٹھیک بات کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اب ہم ایک قصہ سُناتے ہیں جس سے تم کو طلب اور دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہو۔

شرح شبیری

ایک عاشق کی اپنے معشوق کے وصل کیوقت عشق نامہ

کو پڑھنے کی اور اُسکے مطالعہ کرنیکی حکایت اور معشوق کا اسکو ناپسند کرنا اسلئے کہ مدلول کے حصول کے بعد دلیل کو تلاش کرنا قبیح ہے اور معلوم تک پہونچ جانیکے بعد علم میں مشغول ہونا مذموم ہے

آن یکے را یار پیش خود نشاند نامہ بیرون کرد پیش یار خواند

۵۸ یعنی ایک شخص کو دوست نے اپنے آگے بٹھایا تو اُس شخص نے خط نکالکر یار کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا زاری و مسکینی و بس لابہا

یعنی خط میں اشعار تھے اور مدح و ثنا تھی اور زاری اور مسکینی اور بہت سی باتیں۔

گریہ و افغان حزن و درد خویش خواری و بیزاری با اہل خویش

یعنی اپنا گریہ اور افغان اور حزن اور درد اور خواری اور بیزاری اہل و اقربا کے ساتھ۔

دوری و رنجوری از ہجران دوست ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست

یعنی ہجر یار کی وجہ سے دوری اور رنجوری اور پیغام اور پیغامبر کا ذکر اور رطب و یابس اُس میں تھا۔

ہمچنین میخواند با معشوق خود تاکہ بیرون شد ز حصر و حد و عد

یعنی وہ اسیطرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھ رہا تھا یہانتک (اسکا بیان) حد سے بہت بڑھ گیا تھا (تو اس معشوق نے اول تو صبر کیا مگر جب نوبت یہانتک پہونچی تو وہ بھی بولا کہ)

گفت معشوق این اگر بہر من است گاہ وصل این عمر ضائع کردنست

یعنی معشوق نے کہا کہ اگر یہ میرے واسطے ہے تو وصل کے وقت میں یہ تو عمر کو ضائع کرنا ہے۔

من بہ پیشت حاضر و تو نامہ خوان نیست این بارے نشان عاشقان

یعنی میں تو تیرے سامنے ہوں اور تو خط پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ تو عاشقوں کا نشان ہے نہیں (اسلئے کہ اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو اسوقت تو مجھے دیکھا بھالتا انکو الگ پھینکتا)

۵۹ **گفت اینجا حاضری اما ولیک می نمی یابم نصیب خویش نیک**

یعنی عاشق نے کہا کہ تو اس جگہ حاضر ہے لیکن میں اپنا حصہ اچھی طرح نہیں پاتا۔ مطلب یہ کہ تیری جو محبت مجھے پہلے تھی اب وہ جوش و خروش میرے اندر موجود نہیں ہے۔

آنچہ می دیدم ز تو پارینہ سال نیست اینم گرچہ می بینم وصال

یعنی جو بات کہ میں تیرے لئے اپنے اندر پارسال پاتا تھا وہ اسوقت نہیں ہے اگرچہ وصال دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ تیرے لئے جو جوش و خروش کہ پارسال میرے اندر تھا آج وہ موجود نہیں ہے۔

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام

یعنی میں نے اس چشمہ (وصل) سے ایک زلال کھایا ہے اور دیدہ و دل کو آب (رخ) سے

تازہ کیا ہے (مگر)

چشمہ می بینم ولیکن آب نے — راہ آبم را مگر زد رہزنے

یعنی میں چشمۂ وصل کو دیکھ رہا ہوں مگر پانی نہیں ہے میرے پانی کی راہ کسی راہزن نے ماری ہے مطلب یہ کہ وصل تو ہے مگر اسکے اندر جو پہلے جوش وخروش تھا وہ موجود نہیں ہے تو ایسا ہے کہ جیسے چشمہ ہو اور اس میں پانی نہ ہو کہ وہ بے سود ہوتا ہے ایسے ہی یہ وصل بے سود ہے

گفت پس من نیستم معشوق تو — من ببلغار و مرادت در قتو

یعنی معشوق نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں میں تو بلغار میں ہوں اور تیری مراد قتو میں ہے بلغار اور قتو دو شہروں کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ تو کچھ سوچ رہا ہے اور میں کہیں ہوں۔ تو کہاں اور میں کہاں۔ معلوم ہوا کہ میں پوری طرح تیرا معشوق ہی نہ تھا بلکہ ۔

عاشقی تو بر من و بر حالتے — حالت اندر دست نبود ای فتے

یعنی تو مجھ پر اور ایک حالت پر عاشق ہے تو حالت تو قدرت میں ہوتی نہیں ہے اے جوان مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو دو چیزوں پر عاشق تھا ایک تو مجھ پر اور ایک اس حالت پر جو کہ میری وجہ سے تیری ہو جاتی تھی تو میں جزو معشوق ہوا کل معشوق نہ ہوا۔

پس نیم کلے مطلوب تو من — جزو مقصودم ترا اندر زمن

یعنی پس میں تیرا پورا مطلوب نہیں ہوں بلکہ زمانہ میں تیرا جزو مقصود ہوں ۔

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقد است بر صندوق نے

یعنی میں تمہارے معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں۔ عشق نقد پر ہے اور صندوق پر نہیں مطلب یہ کہ تیرے معشوق کی تو وہ حالت ہے جو کہ میری وجہ سے تیری ہوتی تھی۔

فلما انكروها ظهر صدق دعواهم
التوحيد حيث نفوا ربوبية
ما زعموه غير الرب ولعل
الانقلاب عن الصواب
هو لغلبة الاهوال على
عقولهم بحيث لا يعرفان
ينكروا التجلي المثالي
الاخر الاتي فيما بعد
قياسا لاحدهما
على الاخر) فيقول
هل بينكم وبينه
اية فتعرفونه
بها فيقولون نعم
فيكشف عن ساق
فلا يبقى من كان
يسجد لله من تلقاء
نفسه الا اذن له
بالسجود ولا يبقى
من كان يسجد اتقاء
ورياء الا جعل الله
ظهره طبقة واحدة

کہ ہم کو اون کی طرف سخت احتیاج تھی اور
اون کا ساتھ نہیں دیا پس اسوقت آپ کو
چھوڑ کر کہاں جائیں) حق تعالیٰ ارشاد فرماوینگے
کہ میں تمہارا رب ہوں (چونکہ اوس تجلی میں حق
تعالیٰ کو پہچانیں گے نہیں اسلئے) وہ لوگ
کہیں گے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں
تجھ سے ہم اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسیکو شریک
نہیں کرتے دو بار یا تین بار ایسا کہیں گے
یہاں تک کہ بعضے تو بالکل اس کے قریب
ہو جائیں گے کہ (امر صواب سے منقلب
۱۶۳ ہو جائیں (اور اوس سے ہٹ جائیں
بسبب امتحان شدید کے جو کہ جاری
ہوگا یہ نووی نے کہا ہے اور ان لوگوں
کے اس انکار کی کہ تو ہمارا رب نہیں
شاید یہ وجہ ہے کہ جس صفت سے حق تعالیٰ
کی اونکو دنیا میں معرفت حاصل ہے وہ بھی
تجلی مثالی ہے جو اذہان مختلفہ میں اوضاع
مختلفہ پر ہے اور یہ تجلی مثالی ذہنی اسوقت
کی تجلی مثالی محشری پر منطبق ہوگی نہیں
جیسا کہ اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد دال ہے فی ادنیٰ صورۃ من

كلما اراد ان
يتجلى على
قلوبهم قال القاضي
عياض كما نقله
عنه النووي
قيل المراد
بالساق هنا
نور عظيم وورد
ذلك في حديث
عن النبي صلى الله
عليه وسلم قلت ۱۶۴
ويخلق الله ح
فيهم علما
ضروريا بكونه
تجليا ربانيا
وان لم يعرفوه
به قبل ذلك
والله اعلم ثم
يرفعون رؤسهم
وقد تحول
في صورته التي

التی رأوہ اور شاید حکمت اس تغائر تجلی
کی امتحان ہو جیسا خطابی و نووی سے
اوپر مذکور ہوا ہے یعنی امتحان اون کے
ایمان کا اور اون دعوے توحید کا تو
اون کے اس قول کا کہ ہم لوگوں سے
جدا ہو گئے تھے پس اس امتحان کے
لئے اون کے سامنے اون کی صورت
ذہنیہ سے مغائر صورت میں تجلی
فرمائی اور اسکی ساتھ اون میں اس کا
علم ضروری پیدا نہیں فرمایا کہ یہی تجلی
ربانی ہے پس جب انہوں نے اس صورت
کا انکار کیا تو اون کے دعوئے توحید
کا صدق ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے غیر کی
ربوبیۃ کا انکار کر دیا اور شاید انقلاب
عن الصواب کا سبب اون کے عقول
پر اہوال کا غلبہ ہوا اس طرح کہ مستبعد نہ
تھا کہ اسپر قیاس کر کے اوس تجلی ثانی
کا بھی انکار کر بیٹھیں جس کا ذکر عنقریب
اسی حدیث میں آتا ہے) پھر ارشاد فرمادیں
گے کیا تمھارے اور رب تعالیٰ کے
درمیان کوئی علامت ہے جس سے

رواه فيها اول مرة
فقال انا ربكم
فيقول انت ربنا
الحديث رباب
اثبات رؤية
المؤمنين ۱۷)
والذی ارے
ان هذا التحول
هو ظهوره فی
الصورة الذهنية
المثالية
التی كانوا يعرفونه
بها قبل ذلك
وهذا هو الذی
وعدنا باتيان
ذكره بقولنا
سياتی فی
الحديث ويجوز
هذا التحول
فی التجليات
المثالية من

تم اوسکو پہچان لو وہ کہیں گے ہاں پس
ساق کو کھول دیا جاوے گا پس کوئی
ایسا شخص باقی نہ رہے گا جو اللہ کو سجدہ
کرتا ہو دل سے مگر اوسکو سجدہ کی توفیق
ہوجاوے گی اور کوئی ایسا شخص باقی
نہ رہے گا جو تقیہ اور ریا سے سجدہ کرتا
ہو مگر اللہ تعالے اوسکی کمر کو ایک تختہ
کردیں گے وہ جب بھی سجدہ کرنا
چاہے گا فوراً ہی قفا کے بل گر پڑیگا
(قاضی عیاض نے کہا ہے جیسا کہ نووی
نے اون سے نقل کیا ہے کہ بعض نے ۱۶۵
کہا ہے کہ مراد ساق سے اس جگہ ایک
نور عظیم ہے اور یہ ایک حدیث میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اھ
میں اشرف کہتا ہوں کہ اون لوگوں میں
اوسوقت اللہ تعالے اوس کے تجلی ربانی
ہونے کا علم ضروری پیدا کردیں گے
اگرچہ اس کے قبل اس تجلی سے اونکو
اوسکی معرفت نہ تھی واللہ اعلم) پھر یہ
لوگ سجدہ سے اپنا سر اوٹھادیں گے
اور اللہ تعالی اپنی ایسی صورت میں منتقل

بعضها الى البعض
وهذا كما الصورة
وان كانت
واحدة بالشخص
لكنها يمكن
ان ترى مختلفة
في ابصار مختلفة
فلا يشكل
انطباق
التصورات
المختلفة على ۱۶۶
الصورة المتعينة
هذا وانما لم
يتجل بصورة
اعلى مما عرفوه
مغايرة له لعدم
حصول حكمة
الامتحان به
لان كل مومن
يعتقد ان الله تعالى
ليس دون ما اعتقده

ہو چکے ہوں گے جس میں ان لوگوں نے اون کو اول بار (یعنی دنیا میں) پہچانا تھا (یعنی پہچانا تھا) پھر فرمادیں گے میں تمھارا رب ہوں وہ لوگ کہیں گے آپ ہمارے رب ہیں الحدیث (مسلم ج ۱ باب اثبات رویۃ المومنین) اور اسمیں میں جو سمجھا ہوں یہ ہے کہ اس انتقال کی حقیقت اوس صورت مثالیہ ذہنیہ میں ظہور ہے جس کے ذریعہ سے وہ لوگ حق تعالیٰ کو اس کے قبل دنیا میں پہچانتے تھے اور یہی تجلی ہے جس کے مذکور ہونے کا ہم نے اپنے اس قول میں وعدہ کیا تہا وہ قول یہ ہے 'جس کا ذکر عنقریب حدیث میں آتا ہے''۔ اور تجلیات مثالیہ میں ایسا انتقال ایک سے دوسری کی طرف جائز ہے اور یہ صورت مثالیہ اگرچہ واحد بالشخص ہوگی لیکن ممکن ہے کہ ابصار مختلفہ میں جب تصورات مختلفہ مختلف اطوار میں نظر آوے پس یہ اشکال واقع نہیں ہوتا کہ تصورات مختلفہ صورت متعینہ پر کیسے منطبق ہونگے

باقی آئندہ

اسکے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی اس قصہ کو بروایت شاہ عبدالغنی صاحب شاہ
اہل اللہ صاحب کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ قصہ شاہ اہل اللہ صاحب
کا ہے نہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا۔ میں نے اس معاملہ میں مولانا سے گفتگو بھی کی مگر مولانا اپنی
رائے پر قائم رہے واللہ اعلم۔

حاشیہ حکایت (۱۳۵) قولہ مولانا اپنی رائے پر قائم رہے اقول
مولانا کا قول اسلئے راجح ہے کہ اسکی سند معلوم ہے چنانچہ احقر کے رسالہ زیادات میں مذکور ہے
اور دوسرے قول کی سند معلوم نہیں پس ترجیح ظاہر ہے (**ش ت**)

(۱۳۶) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے۔ کہ
شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے درمیان جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق اختلاف تہا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ اگر
کوئی شخص خواب میں دیکھے اور دل گواہی دیدے کہ آپ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں
تو خواہ کسی شکل میں دیکھے اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا۔ اور شاہ
رفیع الدین صاحب یہ فرماتے تھے کہ جو صورت آپکی واقعی تھی اگر اسمیں بال برابر بھی تفاوت ہو
تو اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مثلاً اگر آپکے بیس بال سفید تھے
اور دیکھنے والے نے اکیس دیکھے تو اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا
اور اسکی دلیل یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر صحابہ کے زمانہ میں کوئی شخص جناب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا دعوی کرتا تو صحابہ اس سے حلیہ دریافت کرتے اور بغیر اسکے
تصدیق نہ کرتے۔ اور اس بارہ میں دونوں بھائیوں میں تحریریں ہوئی ہیں لیکن زبانی گفتگو
کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے مجلس میں اسکا تذکرہ بھی چھڑ گیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب
اس مسئلہ پر تقریر فرمانے لگے تو شاہ رفیع الدین صاحب بالکل خاموش سنتے رہتے تھے
اور اصلاً نہ بولتے تھے (خانصاحب نے فرمایا کہ کسی نے شاہ رفیع الدین صاحب سے کہا
کہ آپ شاہ صاحب سے تحریری گفتگو کرتے ہیں ایک دفعہ دونوں بیٹھ کر زبانی گفتگو کیوں
نہیں کر لیتے تو شاہ رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ہی لیکن میرے پاس میاؤں کا

جواب نہیں اگر شاہ صاحب نے یوں فرمایا کہ میں یوں کہتا ہوں تو میرے پاس اسکا جواب نہیں ہے یہ فرماکر خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات زبانی گفتگو کے متعلق سوال کرنے کی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کس سے سُنی ہے) خانصاحب نے فرمایا کہ میانجی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کا اس مسئلہ میں ایک تیسرا مسلک تھا۔ وہ یہ فرماتے تھے کہ اگر دیکھنے والے نے آپ کو اس زمانہ کے اتقیاء کی وضع میں دیکھا ہے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اگر اس وضع کے خلاف وضع میں دیکھا ہے تو نہیں دیکھا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۶) قولہ صحابہ اُس سے حلیہ **اقول** اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ خاص ان صحابہ کا بھی مسلک ہوگا سب سے ایسا سوال منقول نہیں یا اس زمانہ کی استعداد کا یہی متقضا ہو کہ تمثل بعید نہ ہوتا ہو تو اس سے ضعیف الاستعداد کیلئے تمثل بعید کا بطلان لازم نہیں آتا **(شت)**

(۱۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ غلام علی صاحب جب ابتداء میں دہلی آئے ہیں تو جامع مسجد میں شرقی دروازہ کے اوپر شمالی سہ دری میں ٹھیرے۔ کئی وقت ہوگئے۔ مگر کسی نے کھانے کو نہ پوچھا اور یہ فاقہ سے رہے۔ کئی وقت کے بعد ایک شخص ایک بڑی قاب میں مرغ کی بریانی لایا اور شاہ غلام علی صاحب کو مسافر سمجھکر دیدی اسوقت کا دستور تھا کہ برتن واپس نہ لیتے تھے اسلئے اس نے قاب بھی واپس نہ لی۔ جب انھوں نے کھانا کھایا تو کچھ کھانا بچ رہا۔ انکو خیال ہوا کہ اسکو رکھ دیا جاوے۔ دوسرے وقت کام آوے گا۔ یہ خیال کرکے انھوں نے رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور رکھنا ہی چاہتے تھے کہ معاً ان کو خیال ہوا کہ رکھنا نہیں چاہئے بلکہ کسی اور حاجتمند کو دیدینا چاہئے جس خدا نے اسوقت دیا ہے وہ دوسرے وقت بھی دیگا یہ خیال کرکے وہ نیچے اترے اور دروازہ کے باہر کسی حاجتمند کو دینے کے لئے گئے۔ جب یہ دروازہ سے نکلے ہیں تو ایک مجذوب نے انکی طرف مخاطب ہوکر کہا خوب سمجھا بے سالے یہ ٹھہری تھی کہ اگر یہ صرف قاب کو ٹیک دے تو سالے کو جھوکا مارڈالو۔

حاشیہ حکایت (۱۴۷) قولہ یہ ٹھہری تھی **اقول** ہر ایک کے ساتھ جُدا

معاملہ ہے اس سے ادخار کا منافی توکل ہونا لازم نہیں آتا (شت)

(۱۳۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ غلام علی صاحب بہت کریم النفس تھے لوگ انکی کتابیں چرا کر یا مانگ کر لیجاتے۔ اور پھر ان ہی کے ہاتھ بیچنے کے لئے آتے کتابوں کا داروغہ دیکھتا اور کہتا کہ حضور یہ کتاب تو آپ ہی کی ہے دیکھئے اسپر آپ کا بھی نام لکھا ہوا ہے اور میرا بھی آپ فرماتے کیا دنیا میں میرے اور تیرے نام کا کوئی اور شخص ہے ہی نہیں۔ نہیں ہماری کتاب نہیں ہے اسکی ہے مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اور وہ کتاب اسکو دیدیتے اور اگر ضرورت سمجھتے تو قیمت دیکر لے لیتے۔

حاشیہ حکایت (۱۳۸) قولہ کیا دنیا میں اقول یہ ہے علم و عمل لاتقف مالیس لک بہ علم کا (شت)

(۱۳۹) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگرد تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی کچھ پڑھا تھا۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ عرض و معروض کرنی ہوتی تو عرضی لکھا کرتے تھے۔ ۱۴۳

حاشیہ حکایت (۱۳۹) قولہ عرضی لکھا کرتے تھے اقول ادب کا یہ بھی ایک رنگ تھا دوسرا رنگ عرضی کو حجاب سمجھکر زبان سے عرض کرنا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست (شت)

(۱۴۰) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے اپنے کسی بزرگ سے نہیں سنا۔ حدیث دیوان اللہ دیے سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جامع مسجد میں جب جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لاتے تو جنوبی دروازہ سے داخل ہوتے اور جب نماز سے فارغ ہوکر تشریف لیجاتے تو شرقی دروازہ میں کو جاتے۔ جمعہ کی نماز کے بعد شرقی دروازہ کی شمالی سہ دری میں ایک بزرگ مصلے بچھا کر بیٹھتے تھے اور انکے سامنے ایک مٹی کا لوٹا اور اسکے اوپر ایک گھسی ہوئی اینٹ رکھی ہوتی تھی جب مرزا صاحب نماز سے فارغ ہوکر تشریف لاتے تو ان بزرگ کے لاتیں مارتے اور برا بھلا کہتے اور انکے نیچے سے مصلا نکال کر پھینکدیتے۔ لوٹا اٹھا کر توڑ دیتے اور اینٹ کو بھی اٹھا کر پھینکدیتے اور یہ

کرکے روانہ ہوجاتے لوگ اس حرکت کو دیکھکر اور مرزا صاحب کی شان کے خلاف سمجھکر بہت تعجب
کرتے مگر دریافت کرنیکی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی خاص شخص نے جرأت کرکے دریافت
کیا کہ حضرت یہ کون بزرگ ہیں اور آپ انکے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کیا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب
نے فرمایا کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب ہم لڑکے تھے تو ہماری شکل صورت اچھی تھی ہمارے
چاہنے والے ہمارے پاس آیا کرتے تھے یہ بھی ہمارے چاہنے والوں میں سے تھے اور یہ
بھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اسوقت انکے ساتھ یوں ہی ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی۔ جوں
جوں ہم جوان ہوتے گئے۔ ہمارے چاہنے والے رخصت ہوتے گئے مگر صرف ایک یہ شخص تھا
جو برابر آتا رہا اب خدا نے ہمیں ہدایت کی اور ہم سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کے فضل
سے صاحب اجازت ہوئے۔ ایک روز ہمیں خیال ہوا کہ یہ شخص باوفا دوست ہے اسکی طرف
توجہ کرنی چاہئے میں نے جو اسکی طرف توجہ کی تو میں اسکے عکس ہی میں دب گیا اور میں نے اسکو
اپنے سے بہت اونچا دیکھا اب تو میں نہایت پریشان ہوا اور میں نے اسکا نہایت ادب کیا
اور اپنی جگہ اسکے لئے چھوڑی اور کہا کہ میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں آپ میری جگہ تشریف ۱۴۲
رکھیں اور میں آپ کی جگہ مگر اس نے نہ مانا میں نے نہایت اصرار کیا مگر اس نے میرے اصرار
پر بھی نہ مانا اور کہا کہ تمہیں میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا ہوگا جواب تک کرتے رہے ہو اسکو میں نے
نہ مانا اسپر انھوں نے میری تمام کیفیت سلب کرلی اور میں کورا رہ گیا اب میں بہت پریشان
ہوا اور میں نے کہا کہ میری کیفیت دیدو اسپر اس نے کہا کہ اس شرط سے واپس کرتا ہوں
کہ وعدہ کرو کہ مجھ سے ہمیشہ وہی برتاؤ کرتے رہوگے جو ابتک کرتے رہے ہو اور یہاں
نہیں بلکہ جامع مسجد میں سب لوگوں کے سامنے ؎

لگتی ہیں گالیاں بھی ترے منہ سے کیا بھلی + قرباں ترے پھر مجھے کہدے اسیطرح

(یہ شعر اس جگہ خانصاحب نے اپنی طرف سے پڑھا تھا) میں نے ناچار اس کو
منظور کیا اور اس مجبوری سے میں ایسا کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۲) قولہ ہمارے چاہنے والوں میں تھے اقول
انکی محبت نفسانی نہ تھی ورنہ سب کے ساتھ یہ بھی رخصت ہوجاتے۔

اگر ایسا ہوا تو مدینہ میں ہمارے مخالف ایک بڑی جماعت طیار ہو جائے گی اور کسی نہ کسی وقت اپنا انتقام لینے کے لئے وہ ہم پر ضرور حملہ آور ہو گی اس بنا پر انھوں نے قصی بن کلاب کے اس مشہور مکان میں جو دار الندوہ کے نام سے موسوم اور ہمیشہ سے قومی دار الشوریٰ بنا ہوا تھا اجلاس عام کیا اس جلسہ میں ہر قبیلہ کے روسا یعنی عتبہ، شیبہ، ابو سفیان، ابو جہل، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلدہ، ابو البختری، ابن ہشام طعیمہ بن عدی، حارث بن عامر، زمعہ بن اسود بن مطلب، حکیم بن حزام، امیہ بن خلف، ہشام بن عمر، نبیہ، منبہ، وغیرہ وغیرہ شریک تھے اور اس اندیشہ ناک قومی و مذہبی مخالفت کی ترکی تمام کرنے اور سالہا سال کے نزاع و جدال کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے سب سے مشورہ لئے گئے۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں، ایک نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈالکر کسی تنگ تاریک مکان میں بند کر دیا جائے، دوسرے نے کہا "جلا وطن کر دینا کافی ہے" ابو جہل نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص منتخب کیا جاوے اور پورا مجمع ایک ساتھ ملکر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے اس صورت میں انکا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور بنو ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس آخیر رائے پر اتفاق ہو گیا اور چند ستم کیش نوجوان اس طے شدہ امر کی انجام دہی کے لئے مقرر ہو گئے۔

خدا کے مقدس ناموس اعظم جبرائیل علیہ السلام نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار قریش کے مشورہ و منصوبہ کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ آپ کا یہاں شب گذارنا مناسب نہیں بارتیعالیٰ عز اسمہ کا فرمان عالیشان ہے کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں، چنانچہ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوراً دوپہر کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لیگئے دستور کے موافق دروازہ پر دستک دی اجازت پانے کے بعد گھر میں تشریف فرما ہوتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "یہاں آپ کی حرم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے" آپ نے فرمایا "مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چونکہ بہت دنوں سے ہجرت کے منتظر تھے نہایت بیتابانہ عرض کرنے لگے میرا باپ

آپ پر فدا ہو مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟ ارشاد ہوا ہاں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اسوقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ مارے خوشی کے ان کے آنسو نکل پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے وہی دو اونٹنیاں جو ہجرت کے لیے چار ماہ سے ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیں اور عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا "اچھا" "مگر بقیمت۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجبوراً قبول کیا۔

بعض مورخین کا بلا قیمت نہ قبول کرنے کی علت یہ بیان کرنا کہ "محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہوسکتا تھا سراسر غلطی اور انصاف کا خون کرنا ہے کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے اوپر کسیکا احسان نہیں رہا۔ سب کا اتار دیا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا البتہ احسان میرے ذمہ باقی ہے اسلئے ان کا احسان اتنا بڑا ہے کہ اسکا عوض قیامت کے روز اللہ ہی دینگے۔ مجھے کسی کے مال نے

۴۲ اتنا نفع نہیں پہونچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہونچایا ہے (جامع الترمذی جلد ثانی مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۲۰۷)

نیز ابن عساکر نے بیان کیا ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) اسلام سے مشرف ہوئے آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے آپ نے تمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیئے (تاریخ الخلفاء)

بلکہ بقیمت قبول کرنے میں نکتہ یہ ہے ہجرت عبادت ہے اور عبادت کا اپنے مال سے ہونا بہتر اور افضل ہے چنانچہ حق شانہ ارشاد فرماتے ہیں وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (اپنے رب کی عبادت میں کسیکو شریک نہ کیجئے) ورنہ صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار دینار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور امداد اسلام پر صرف کئے تھے (تفسیر روح البیان فی قصۃ الغار)

غرض ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت ہوشیاری وعقلمندی سے سفر کا پورا انتظام کر لیا اور یہ قرارداد ہوئی کہ دونوں صاحب رات کے وقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مکان کی کھڑکی سے نکلکر مدینہ کی راہ لیں صبح ہونے سے پیشتر جبل ثور کے غار میں پوشیدہ ہوجائیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے تمام دن مکہ میں رہ کر باشندگان مکہ کے خیالات وحالات معلوم کرکے شب کو واپس آکر غار ثور میں آکر اطلاع دیں عامر بن فہیرہ سیدنا ابوبکر کے آزاد شدہ غلام دن بھر مکہ میں بکریاں چرائیں اور شام کو غار میں دودھ پینے کیواسطے لیکر آئیں عبداللہ بن اریقط کو (جو راہ سے خوب واقف اور نہایت امانت دار تھا اگرچہ شرک وکفر میں مبتلا تھا) مناسب اجرت پر مقرر کرکے فرمایا کہ دونوں اونٹنیوں کو تیسرے دن جبل ثور پر لائے اور مدینہ تک راستہ بتلاتا چلے لیکن اس سے اس بات کا قول وقرار لے لیا کہ کسی پر اس پوشیدہ راز اور خفیہ عزم کو ظاہر نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسوقت کمسن تھیں انکی بڑی بہن اسماء نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی ماں تھیں سفر کا سامان کیا دو تین دن کا کھانا، ناشتہ دان میں رکھا، نطاق، جسکو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا۔ جسکی وجہ سے آجتک انکو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۷۳ جب نیر اعظم اپنی روشن کرنوں سے عالم افروزی کرکے دُنیا سے رخصت ہوا اور شب ظلمت کی سیاہ چادر اوڑھ کر نمودار ہوئی تو کفار قریش نے جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کرلیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اسلئے باہر ہی ٹھیرے رہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نکلیں تو آپ کو قتل کریں۔ تاکہ خالی الذہن ہونے کی وجہ سے آپ کوئی تدبیر بھی نہ کرسکیں اور آخری شب کی ظلمت کے سبب قاتل بھی معلوم نہ ہوسکے کہ کس نے قتل کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی تاہم آپ کی دیانت وامانت پر پورا وثوق اور کامل اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس لاکر رکھ جاتا تھا۔ اسوقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھکو ہجرت کا حکم ہوچکا ہے میں آج مدینہ روانہ ہوجاؤنگا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو صبح کو سب کی امانتیں نام بنام ادا کرنا اور وہ تمام معاملات ضروری حقوق العباد جو میرے متعلق ہیں اور میں اتفاقیہ سفر درپیش ہونے کے سبب ان کو پورا نہ کرسکا اتمام کو پہونچا کر مدینہ چلے آنا

عمامہ سر سے باندھ، روئے مبارک پر نقاب ڈالکر دروازہ سے باہر تشریف لائے سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیتیں تلاوت کرنی شروع کیں اور ایک مشت خاک ان کفار کی جانب (جو گھر کا محاصرہ کئے ہوئے شام سے پڑے ہوئے تھے) پھینک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے اور انکے ہمراہ مکان کے دریچہ سے جو پشت کی جانب تھا باہر آئے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا "مکہ! تو مجھکو دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھکو رہنے نہیں دیتے یہ کہکر جبل ثور کا راستہ لیا جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر دہنی جانب واقع ہے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کافرون کے سرون پر خاک پھینکنا بطور معجزہ کے تھا جسکا اثر یہ ہوا کہ آپ اپنے دشمنون کے درمیان سے صاف نکل گئے اور کسی نے نہ آپکو پہچانا اور نہ کسی نے آپ کی مزاحمت کی۔

صبح کو کفار قریش کے پاس (جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے) شیطان بصورت شیخ نجدی ہوکر آیا اور کہا کیون انتظار کر رہے ہو؟ تمہارا دشمن تمہارے روبرو مکان سے باہر نکل گیا جب وہ مکان کے اندر گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انھون نے سوتا ہوا دیکھکر اس شیخ نجدی سے کہا تو جھوٹا ہے ہمارا مطلوب یہان موجود ہے اس نے کہا جگا کر تو دیکھو کون ہے اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنے روئے مبارک سے چادر اٹھائی تو یہ لوگ اپنے خیال کی غلطی پر سخت نادم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہان ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسوقت کہان ہیں۔ ظالمون نے یہ خیال کرکے کہ شاید حضرت علی جھوٹ بولتے ہون آپ کو پکڑا اور حرم میں لیجاکر تھوڑی دیر محبوس رکھا لیکن کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوتا ہوا دیکھکر چھوڑ دیا پھر سب لوگ وہان سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے اور آپ کی بیٹی حضرت اسمار رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ "تیرا باپ کہان ہے" آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں۔ ابوجہل ملعون سمجھ گیا کہ دونوں اپنی جانیں سلامت لیکر مکہ سے کسی جانب کو روانہ ہوگئے اور غصہ مین جھلا کر حضرت اسمار کے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے کان کی بالی نکل پڑی اور آپ زمین پر گر گئیں۔

(باقی آئندہ)

اکمال الشیم

دوسری بار نئی خوبیوں کے ساتھ طبع ہوئی ہے

اس لاجواب کتاب کی تعریف مین اس سے زیادہ کچھ کہنے کی حاجت نہیں کہ یہ کتاب الحکم کی بےنظیر شرح ہی جسکے مصنف شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری ہین جنکی جلالت وعظمت پر صوفیہ کرام کا اتفاق ہے اصل کتاب عربی مین تھی جسکی تبویب شیخ علی متقی مصنف کنز العمال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور حضرت اقدس قطب العارفین رئیس السالکین مقدام العلماء الراسخین مولانا الحافظ الحاج شاہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہ نے اعلیحضرت شیخ العرب والعجم قطب العالم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کے ارشاد سے اردو مین ترجمہ فرمایا پھر مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد عبد اللہ صاحب گنگوہی نے اسکی مفصل شرح فرمائی اور حضرت اقدس حکیم الامۃ المحمدیہ مجدد الملۃ الاسلامیہ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اسکو بیحد پسند فرما کر خانقاہ امدادیہ کے درس سلوک میں داخل فرمایا۔ اور سالکین کو بیحد اسکے مطالعہ کا حکم فرماتے ہیں علاوہ کتاب کے فی نفسہ مفید ہونیکے ایک خصوصیت اسمیں یہ ہے کہ گو اسکی شرح مین عربی شرح سے مدد لیگئی ہے جسکو شارح نے دیباچہ مین ظاہر کیا ہے لیکن زیادہ تر امداد حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدفیوضہم العالی کی تحقیقات تقریریہ وتحریریہ سے ہی لیگئی ہے جیسا کہ مراجعت ملفظ سے معلوم ہو سکتا ہے منتسبین حضرت حکیم الامۃ کیلئے اسکو داخل درس کرائے جانے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ اس بناء پر حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ کے افادات کے شائقین کو خصوصیت کیساتھ اسطرف متوجہ ہونا چاہیئے اور طبع ثانی میں تتمیم فائدہ کیلئے آخر مین حضرت والا کے چند خاص افادات کا مجموعہ ملقب بہ سلسبیل العابری السبیل بھی اضافہ کر دیا گیا ہے جنمین تصوف کا نہایت جامع مانع خلاصہ اور نہایت ہی سہل طریق عمل ارشاد فرمایا ہے جو قریب قریب تمام مطولات سے مغنی ہو گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ (۱؍۴) محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

المشتھر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

پڑھیے

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے حیرت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں اگر آپکو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے اُن تمام کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان ہو کر کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دُور ہوتے جاتے ہیں تو فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں۔

ضخامت ۳۰۴ صفحات۔ قیمت اصلی تین روپے چار آنے رعایتی عہ مگر یہ رعایت دس رجب المرجب تک رہے گی۔ اور خریداران الہادی کے واسطے آخر شعبان تک رعایت رہے گی۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآنًا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مقصود دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامہ ناس

حاضر باشیاں بادی + و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جمیع

مقاصد مبادی + پس استنانا للنفع المزبور صحیفہ شہریہ کہ مندرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

نمبر ۴	بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۴ھ	جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی + بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + باہتمام محمد عثمان عامی + حفظ و سلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ درسہ کلاں دہلی بیرون طلب باید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامت محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم	۱۵
۳	کلید مثنوی	تصوف	″	۲۳
۴	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	″	۳۱
۵	امیر الروایات	تصوف و سیر	مولوی امیر شاہ صاحب معہ حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۵
۶	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ندوہ بادلی	۴۳

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے (عہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے مجموعہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاک خانہ اضافہ کرے گا۔ اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچے گا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائیں گے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہوں طلب فرما دیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

ف ۲ حضرت بلالؓ کا حضورؐ کے آگے آگے چلنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ خادم اور غلام اپنے آقا کے پیش پیش چلا کرتا ہے اور یہی منشاء سوال ہے کہ اے بلال تمہیں خدا کے پیارے رسولؐ کی خدمت کا شرف کس عمل کی بدولت میسر آیا۔ ورنہ تو کسی نبی کا بھی یہ مرتبہ نہیں کہ حضورؐ پر سبقت لیجاوے چہ جائیکہ ایک امتی۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ہمیشہ اذان کے بعد دو رکعت پڑھ لیتا ہوں واللہ اعلم

نماز حاجت کی ترغیب اور اسکی دعا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ اللہ پاک سے دعا فرمائیے کہ وہ میری آنکھیں روشن کردے آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہارے واسطے دعا ہی کروں (یعنی بہتر یہ ہے کہ تم اسی حالت پر صبر کرو اس کو رنج کی عوض میں اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا اور اگر نہیں مانتے ہو تو خیر) آپ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھ پر بینائی جاتا رہنا بہت گران ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر اوضو وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو (پھر آخر میں) یہ دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلٰى رَبِّيْ بِكَ اَنْ يَّكْشِفَ لِيْ عَنْ بَصَرِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ وَشَفِّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ (چنانچہ اس نے ایسا ہی وضو کیا نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی)

ترجمہ۔ اے اللہ میں صرف تیری طرف متوجہ ہو کر بطفیل آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے آپ سے سوال کرتا ہوں اے محمدؐ میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے خدا کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ وہ (آپ کی برکت سے) میری آنکھوں کو روشن کر دے۔ اے اللہ آپ میرے حق میں انکی شفاعت کو قبول فرمائیے۔

پھر جو واپس ہوا تو اللہ پاک نے اس کی آنکھیں روشن کر دی تھیں۔

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح غریب کہا ہے اور یہ الفاظ

روایت نسائی کے ہیں اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے
بھی روایت کیا اور حاکم نے علیٰ شرط الشیخین تصحیح کی ترمذی کے ہاں ثم صلّ رکعتین
یعنی نماز کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرے اور پھر انہی الفاظ کے
ساتھ دعا مانگے (ترمذی کتاب الدعوات) طبرانی نے اس روایت کے ساتھ اول
یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص خلیفۃ المومنین حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کسی کام کے لئے
برابر جایا آتا تھا مگر وہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے تھے اور نہ ان کے بارے
میں کچھ غور کرتے تھے (آخر ایک روز) یہ شخص عثمان بن حنیف سے ملا اور اس سے
امیر المومنین کی بے التفاتی کی شکایت کی انھوں نے کہا کہ تم اول وضو کی جگہ جاکر
وضو کرو پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو اور آخر میں یہ دعا پڑھو اللھم انی اتوجہ
الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک
الی ربی فیقضی حاجتی جو کچھ تمہاری مراد ہے خدا سے طلب کرو اور پھر میرے پاس
آنا میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ وہ آدمی چلا گیا اور جو کچھ عثمان بن حنیف نے ۳۰۰
بتلایا تھا اس پر عمل کیا اور (خود ہی) حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر پہونچ گیا (اور اپنے
آنیکی اطلاع کرائی) دربان آیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے حضور میں لے گیا
امیر المومنینؓ نے اپنے پاس چٹائی پر بٹھایا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا کام ہے
انھوں نے اپنی ضرورت بیان کی امیر المومنین نے اس کو پورا کر دیا اور فرمایا کہ تمہارا
کام مجھے اسوقت تک یاد نہیں آیا تھا (ابھی خیال ہوا) آئندہ تمہارا جو کام ہوا کرے فوراً
آیا کرو اس کے بعد یہ شخص وہاں سے چلا آیا اور عثمان بن حنیف سے ملا اور کہنے لگا۔
جزاک اللہ امیر المومنین بالکل میرے کام کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور کچھ خیال نہ
تھا۔ اب آپ نے میرے بارے میں گفتگو کی (تو خیال کیا ہے) عثمان بن حنیف کہنے
لگے خدا کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا سنا لیکن (یہ جو کچھ بھی ہوا سب اس دعا کی برکت
ہے کیونکہ) میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک
نابینا شخص حضور کی خدمت میں آیا اور آنکھوں کے جاتے رہنے کی شکایت کی آپ نے

فرمایا تم اس پر ہی صبر کیوں نہیں کرتے؟ (تاکہ قیامت میں اسکے بدلے جنت ملے) اس نے عرض کیا حضور میرے پاس کوئی آدمی تو ہے نہیں اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے آپ نے فرمایا اچھا تو جاؤ وضو کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور (ان مذکورہ بالا) کلمات کے ساتھ دعا مانگو، عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ابھی ان باتوں میں کچھ دیر لگی لیکن ابھی ہم وہاں سے بیٹھے تھے کہ اتنے میں وہی نابینا شخص ہمارے پاس آیا (جسے دیکھا تو) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی آنکھوں میں کوئی نقصان ہی نہیں آیا تھا۔ طبرانی نے اس حدیث کے طرق نقل کرنے کے بعد کہا کہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی اللہ پاک سے کوئی حاجت ہو یا کسی انسان سے کوئی کام ہو اس کو چاہئے کہ اول خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعتیں نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ دعا مانگے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ ۳۰۹
الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ ترجمہ: بجز خدا حلیم وکریم کے اور کوئی معبود نہیں عرش عظیم کا مالک خدا پاک ہے (جملہ نقائص سے) دونوں جہان کے پروردگار کے لئے تمام تر حمد ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اسباب رحمت کی، ودائمی مغفرت کی، توفیق صلاح کی، اجتناب معاصی کی، اے ارحم الراحمین میرا جو گناہ بھی ہو آپ اس کو ضرور معاف فرمادیں اور اے ارحم الراحمین جو حاجت بھی آپ کی مرضی کے مطابق ہو اس کو آپ ضرور پورا فرمادیں۔

اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے فائد بن عبدالرحمن کی روایت سے نقل کیا اور ابن ماجہ میں ہے کہ پھر امور دنیا وآخرت میں سے جو چاہے مانگے، ان شاء اللہ ضرور پائیگا حاکم نے بھی اس حدیث کو اختصار کے ساتھ بطریق شاہد نقل کیا ہے اور فائد کی نسبت

کہا ہے کہ مستقیم الحدیث ہے اور عَنْ اَنَّہٗ مَغْفِرَتُكَ کے بعد وَالْعِصْمَةُ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
زیادہ کیا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں کہ قائد متروک ہے (تاہم) ثقاوت اس سے روایت کرتے
ہیں (چنانچہ) ابن علاء کہتے ہیں کہ باوجود ضعف کے ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ اور
اس حدیث کو اصبہانی نے حضرت انس کی روایت سے نقل کیا ہے اور اس کے
الفاظ یہ ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے کہا اے
علی میں تمکو ایک ایسی دعا بتلاتا ہوں کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا تم کسی غم میں
مبتلا ہو اور اس دعا کو پڑھکر خدا سے دعا کرو تو خدا کے حکم سے تمہاری دعا ضرور مقبول
ہوگی اور مصیبت دور ہو جائیگی وہ یہ ہے کہ اول وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھو پھر
خدا کی حمد وثنا کرو اور اپنے نبی پر درود بھیجو اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کے
لئے خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ
فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ ۳۱۰
الْكَرِيمُ - سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِينَ، اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُفَرِّجَ الْهَمِّ مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ اِذَا دَعَوْكَ
رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا فَارْحَمْنِي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ بِقَضَائِهَا وَنَجَاحِهَا
رَحْمَةً تُغْنِيْنِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ ترجمہ اے اللہ آپ (آپ احکم الحاکمین
ہیں لہٰذا آپ) کے بندے جس بات میں جھگڑتے ہیں آپ ہی اس کا فیصلہ کرتے ہیں
بجز خدائے برتر کے اور کوئی معبود نہیں سوائے خدا حلیم وکریم کے اور کوئی دوسرا خدا
نہیں، ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک خدا (ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک
ہے) تمام ستائش ہر دو جہان کے پروردگار کے لئے ہے اے مصیبتوں کو دور کرنے
والے غموں کو کھولنے والے، مضطروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے خدا جب میں
آپ سے دعا مانگوں تو اے آسمان وزمین کے رحمٰن ورحیم آپ میری اس حاجت کو پورا
کرکے مجھ پر رحم کیجئے اور ایسا رحم کہ جس کی بدولت میں غیروں کے رحم سے بے نیاز ہو جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ اگر تمہیں کسی حاجت کے لئے دعا کرنی ہو تو) دن یا رات میں (کسی وقت) بارہ رکعتیں دو دو کرکے پڑھو اور آخر کی دو رکعتوں میں التحیات کے بعد اول خدا کی حمد وثنا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو پھر سجدہ کی حالت میں یہ دعا پڑھو۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَ مُنْتَھَی الرَّحْمَةِ مِنْ کِتَابِکَ وَ اِسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّکَ الْاَعْلٰی وَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّةِ۔ اس کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرکے دعا مانگو اور سجدے سے اٹھکر دونوں طرف سلام پھیر دو۔ اور (دیکھو) اس دعا کو بیوقوف لوگوں کو مت بتلانا وہ اس کو پڑھکر (جا اور بیجا) دعائیں مانگیں گے۔ اور پھر وہ مقبول ہونگی۔

حاکم اس حدیث کو روایت کرکے احمد بن حرب اور ابراہیم بن علی وبیلی اور ابوذکریا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور اس کو بالکل سچا پایا اور پھر خود ہی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسکو سچا پایا۔ عامر بن خداش اس حدیث کے منفرد راوی ہیں مگر ۳۱۱
ثقہ اور مامون ہیں۔

حافظ اس راوی اور سند پر کچھ کلام کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس جیسی چیزوں میں سند نہیں دیکھی جاتی بلکہ تجربہ پر اعتماد ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ دعائیں لیکر آئے اور کہنے لگے کہ جب آپ کو کوئی دنیوی ضرورت پیش آیا کرے تو آپ اول ان دعاؤں کو پڑھکر پھر دعا مانگا کیجیے۔

یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَا کَاشِفَ السُّوْءِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ بِکَ اُنْزِلُ حَاجَتِیْ وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا فَاقْضِھَا۔ ترجمہ اے آسمان وزمین کے بنانیوالے۔ اے عزت وجلال کے مالک۔ اے مظلوموں کے آنسو پونچھنے والے۔ اے فریادیوں کے فریادرس! اے تکالیف کو دور کرنیوالے۔ اے ارحم الراحمین! اے

مضطروں کی دعاؤں کو قبول کرنیوالے۔ اے اللہ العالمین میں آپ کے سامنے اپنی حاجت پیش کرتا ہوں اور آپ اس کو خوب جانتے بھی ہیں۔ لہذا اس کو پورا کیجئے۔ اسکو اصبہانی نے روایت کیا۔ اس کی سند اسمٰعیل بن عیاش ہے مگر اس کے شواہد کثرت سے ہیں۔

نمازِ استخارہ پڑھنے کی ترغیب اور اسکے چھوڑنے پر تنبیہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی سعادت اور نیک بختی یہ ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ عز وجل سے استخارہ کرے۔ اسکو ابو یعلیٰ اور امام احمد نے روایت کیا نیز حاکم نے ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا کہ انسان کی بدبختی یہ ہے کہ وہ استخارہ چھوڑ دے" اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے۔ نیز ترمذی نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے اور قضائے الٰہی پر بھی راضی رہے اور
۲۱۴ اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ کو چھوڑ دے اور قضائے الٰہی پر ناراض ہو" اور کہا کہ حدیث غریب ہے بجز محمد بن ابی حمید کے اور کسی طریق سے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے اور یہ کچھ اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں۔ نیز بزار نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سعادت یہ ہے کہ (ہر کام میں) اپنے خدا سے استخارہ کرے اور اس کے حکم پر راضی رہے اور بدبختی یہ ہے کہ استخارہ چھوڑ دے اور حکم خداوندی پر ناراض رہے۔ اور بزار کے مانند اصبہانی نے ابو الشیخ بن حبان نے اپنی کتاب الثواب میں روایت کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمکو قرآن کی سورتوں کی طرح جملہ امور میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اول دو رکعت نفل نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ
اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ) فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ
وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ
عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ) فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ
الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ" ترجمہ اے اللہ! میں طالب خیر ہوں آپ کے علم سے
طالب قدرت ہوں آپ کی قدرت سے سائل ہوں آپ کے فضل عظیم کا کیونکہ آپ تو
(ہر چیز پر) قادر ہیں اور میں (بالکل ہی) قادر نہیں آپ (سب کچھ) جانتے ہیں اور میں
(کچھ بھی) نہیں جانتا اور آپ تو علام الغیوب ہیں خدایا! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے
لئے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہو تو آپ اسکو میرے واسطے مہیا فرما دیجئے
اور آسان کر دیجئے اور پھر اس میں برکت بھی دیجئے اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے
لئے دین و دنیا کے اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے روک دیجئے
اور مجھکو اس سے۔ اور بہتری جس جگہ بھی ہو عطا کیجئے اور پھر مجھ سے راضی ہو جائے ۳۱۴
حضور نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا ذکر کرو (خواہ دعا کے اندر ہی ھٰذا الامر کے بعد یا
تمام دعا ختم ہونے کے بعد اور علمائے نے لکھا ہے کہ حاجت کا دل میں خیال کر لینا بھی
کافی ہے۔ اسکو بخاری ابوداؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا۔

تمت

ہزاران ہزار حمد پروردگار کو ہے کہ اس کی حسن توفیق سے حصہ دوئم کتاب مستطاب الترغیب
والترہیب مسمی بہ کتاب الصلوٰۃ کا جو نماز جیسے دین کے رکن اعظم کی ترغیب وترہیب وفضائل فرائض
و واجبات ونوافل واذکار و دعیات نماز اور اس کے بعد کی احادیث کو بالتفصیل حاوی ہے
ماہ شعبان ۱۳۴۲ھ بکمال سعی و کوشش محب صادق جناب محمد عثمان خانصاحب مالک و مدیر کتبخانہ
اشرفیہ طبع ہو کر ہدیہ ناظرین ہوا۔ امید ہے کہ شائقین نہایت قدر کے ساتھ فائدہ اٹھائینگے۔

وما علینا الا البلاغ المبین وما توفیقی الا باللہ

(بندہ محمد اسحاق عفی عنہ مترجم کتاب ہذا)

فہرست مضامین

التادیب فی التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب حصہ دوم

مضمون	صفحہ
کتاب الصلوٰۃ	
اذان کی ترغیب اور اسکی فضیلت	۱۰۹
اذان کا جواب اور بعد کی دُعا	۱۰۵
تکبیر کی ترغیب	۱۱۹
بلا عذر اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ترہیب	؍؍
اذان اور اقامت کے درمیان دُعا مانگنے کی ترغیب۔	۱۲۰
مسجدیں بنانے کی فضیلت	۱۲۲
مسجد کی صفائی اور خوشبودار کرنے کی ترغیب	۱۲۳
مسجد میں خاصکر قبلہ کیطرف تھوکنے کی ترہیب	۱۲۵
مساجد میں خاصکر اندھیری رات میں جانے کے فضائل۔	۱۳۰
مساجد میں زیادہ موجود رہنے اور بیٹھے رہنے کی ترغیب۔	۱۳۹
عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب اور مکان سے نکلنے کی ترہیب	۱۴۳
پانچوں نمازوں کو فرض جاننے اور ان پر محافظت کرنے کی ترغیب۔	۱۴۶

مضمون	صفحہ
مطلقاً نماز کی ترغیب اور رکوع و سجود و خشوع کی فضیلت۔	۱۵۸
نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب اور جو نماز کو جائے اور جماعت نہ ملے تو اسکا اجر۔	۱۶۵
کثرت جماعت کی ترغیب۔	۱۶۹
جنگل میں نماز پڑھنے کی ترغیب۔	۱۷۰
خاصکر نماز صبح اور عشا باجماعت کی ترغیب اور ان دونوں سے رہجانے والے کیلئے ترہیب	۱۷۱
بلا عذر جماعت کی حاضری کو چھوڑنیکی ترہیب	۱۷۴
نفل نماز کے گھر میں پڑھنے کی ترغیب	۱۷۹
ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنیکی ترغیب	۱۸۰
صبح اور عصر کی محافظت کی ترغیب	۱۸۵
صبح اور عصر کی نماز کے بعد اپنے مصلے پر بیٹھے رہنے کی ترغیب	۱۸۸
ان اذکار کی ترغیب جو بعد صبح اور عصر اور مغرب کی نماز کے کیے جاتے ہیں۔	۱۹۱
عصر کے بلا عذر فوت ہونے سے ڈرانا	۱۹۴
کمال اور خوبی کیساتھ امامت کرنیکی ترغیب	

انّ الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبًا موقوتًا

کتاب الصلوٰۃ

یعنی حصہ دوم

از تادیب و تہذیب

ترجمہ

ترغیب و ترہیب

حسب فرمائش محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا من لہ الحمد ماذا اقول فی ثنائک وقد قال افضل الرسل الذی ہو صلی علم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک وکیف اصلی واسلم کما ہو حقہما علی رسولک الذی ارسلتہ للناس بشیرا ونذیرا فصل وسلم علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ صلوۃ وسلاما کما تحب وترضی

امّا بعد پس بندۂ ناچیز محمد اسحٰق ابن عبد اللہ میرٹھی عرض کرتا ہے کہ میرے مشفق محمد عثمان خان صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی نے ارشاد فرمایا کہ فی زماننا امور دینیہ میں لوگوں نے تغافل وتساہل حد سے زیادہ اختیار کیا ہے اُن کے بیدار کرنے کے لئے کچھ احادیث کا ترجمہ متعلق ترغیب وترہیب شائع کیا جانا مناسب ہے تاکہ اہل اسلام کو اس کے مطالعہ سے کچھ اعمال خیر وفرائض دینیہ کی طرف رغبت اور معاصی سے نفرت ہو۔ میں نے بھی غور کیا کہ حقیقت میں غفلت اور دین سے بے خبری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ پہلے تو امور دینیہ کے ادا میں صرف تساہل ہی کرتے تھے۔ اور جب اُن کو متنبہ کیا جاتا تھا تو نادم ہوتے تھے۔ اور اب تو یہ دیکھا جا رہا ہے کہ نماز جس کی بابت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے دین میں سب سے زائد اہم نماز کو جانتا ہوں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے درباره خلافت فرمایا تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نماز جیسے اہم کام کے بارہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ یعنی اپنی جگہ پر امام مقرر فرما دیا ہے۔ تو دوسرے امور میں بھی جو کہ اہمیت میں اس سے موخر ہیں وہی احق ہیں او کما قال اُس کی یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ اگر آدمی ذرا کچھ پڑھتا ہے تو اذان کہنے سے بچنے لگتا ہے اور اگر کچھ ترقی ہوتی ہے۔ تو امامت سے شرم آتی ہے اور اگر ترقی کی تو پھر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا اس کے نزدیک ملانوں کا کام ہو جاتا ہے یہ دیکھتے ہوئے مجھکو بھی باوجود اپنی نااہلیت کے ملحوظ رکھتے ہوئے خیال ہوا کہ بیشک اس وقت میں ضرور اس کی کوشش کی جائے کہ دین کے ہر ہر باب میں بالتفصیل جس قدر احادیث بابت ترغیب وترہیب صحیح دستیاب ہوں۔ اُن کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ پڑھے لکھے لوگ خود مطالعہ کر کے فائدہ اٹھائیں اور ناخواندہ حضرات کو واعظین سنا سنا کر نفع پہونچائیں چونکہ اس بارہ میں کتاب جامع مسمّی بالترغیب والترہیب مصنفہ امام ذکی الدین ابی محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری مصری بردّ اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے نہایت مناسب تھی۔ لہٰذا اس کتاب میں سے ہر ہر باب کی اُن حدیثوں کا کہ صحیح ہیں یا جو ایسی ہیں کہ اُن کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق نہیں ہے ترتیب کتاب پر اس طرح سے ترجمہ کرنا شروع کرتا ہوں کہ من حیث المضمون مکرر نہ ہو اور جس باب میں احادیث صحیح یا حسن میسر ہونگی۔ اور مقصود کے پورا کرنے کے واسطے کافی ہونگی تو اُن احادیث کو بھی چھوڑ دوں گا جن کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہو اور اگر کسی باب میں صحیح میسر نہیں ہونگی تو مختلف فیہ بھی لکھدوں گا۔ اور جہاں مصنف نے بنا اختلاف تحریر فرمایا ہے اُسکو حاشیہ پر بطور تنبیہ کے لکھوں گا۔ اور اگر مختلف فیہ بھی میسر نہ ہوئی تو مجبوراً ضعیف بھی لکھونگا مگر ظاہر کر دونگا اور ہر حدیث کا جو جو الرکتب آئمہ سے مصنف نے بیان کیا ہے۔ اس کو بھی لکھونگا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

نوٹ

مضمون	صفحہ
بغیر کمال و خوبی کے امامت سے ترہیب	۱۹۵
آدمی کی ایسی امامت سے ڈرانا کہ مقتدی لوگ اس سے ناراض ہیں۔	۱۹۷
صف اول کی ترغیب اور صف کو سیدھا کرنے کی اور داہنی جانب کے فضائل۔	۱۹۹
صفوں کے ملانے کی ترغیب	۲۰۲
مردوں کے پچھلی صف میں کھڑے ہونے اور عورتوں کے پہلی صف زنانی میں قصداً کھڑے ہونے اور صف کے ٹیڑھی ہونے سے ترہیب۔	۲۰۵
امام کے پیچھے آمین کہنے کی ترغیب اور نماز کے شروع کے وقت کیا پڑھنا چاہیے۔	۲۰۷
رکوع اور سجدے سے امام سے پہلے سر اٹھانے سے ترہیب	۲۱۱
رکوع اور سجدہ تمام کرنے اور اطمینان کر کے سیدھا نہ کرنے سے ڈرانا اور خشوع کی فضیلت۔	۲۱۲
نماز میں آسمان کیطرف نظر اٹھانے سے ڈرانا	۲۲۲
نماز میں ادہر ادہر منہ پھیرنے وغیرہ سے ڈرانا۔	۲۲۳
بلا ضرورت کنکری وغیرہ پر جائے مسجد میں ہاتھ پھیرنے یا پھونک مارنے سے ترہیب	۲۲۷
نماز میں کوکھوں پر ہاتھ رکھنے سے ترہیب	۲۲۸
نمازی کے آگے سے گذرنے کی ترہیب	۲۲۹
قصداً نماز چھوڑنے اور سستی سے نماز کو قضا کرنے سے ترہیب۔	۲۳۰

نوافل کا بیان

مضمون	صفحہ
رات دن میں بارہ رکعت سنتیں پڑھنے پر مداومت کرنے کی ترغیب	۲۴۲
فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعت سنت پر مداومت کرنے کی ترغیب	۲۴۳
ظہر کے فرضوں سے پہلے اور بعد میں نماز نفل پڑھنے کی ترغیب	۲۴۵
عصر کے فرضوں سے پہلے نفلی نماز پڑھنے کی ترغیب	۲۴۸
مغرب اور عشا کے درمیان نفلی نماز پڑھنے کی ترغیب	۲۴۹
عشا کے بعد نفلی نماز پڑھنے کی ترغیب	۲۵۱
نماز وتر کی ترغیب اور ان حدیثوں کا بیان جو وتر نہ پڑھنے والوں کے بارہ میں آئی ہیں۔	۲۵۱
ترغیب اس بارہ میں کہ انسان وضو کر کے تہجد کے لئے اٹھنے کے ارادہ سے سووے۔	۲۵۳
ان کلمات کی ترغیب جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے وقت پڑھا کرتے تھے اور ان حدیثوں کا بیان جو ایسے شخص کے بارہ میں آئی ہیں کہ جو بلا ذکر الٰہی کرتے ہوئے سو جاتے۔	۲۵۵
ایسی دعاؤں کی ترغیب کہ جو رات کو سوکے اٹھکر پڑھنی چاہئیں۔	۲۶۳
تہجد کی نماز کی ترغیب۔	۲۶۴
اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے ترہیب۔	۲۸۰
آدمی کو صبح تک سونے اور تہجد کی نماز کا کوئی حصہ بھی ترک کرنے سے ترہیب۔	〃
ترغیب ان آیات و اذکار کے بیان میں جو صبح شام پڑھنی چاہئیں	۲۸۳
اگر کسی شخص سے شب کا وظیفہ یا کچھ حصہ رات کو نماز تہجد وغیرہ پڑھنا رہ جاوے تو دوسرے وقت اسکو ادا کرنے کی ترغیب	۲۹۷
صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب بمعہ ترکیب۔	۳۰۳
نماز توبہ کی ترغیب	۳۰۵
نماز حاجت کی ترغیب اور اسکی دعا۔	۳۰۷
نماز استخارہ پڑھنے کی ترغیب اور اسکے چھوڑنے پر تہدید بمعہ ترکیب	۳۱۲

الہادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت وطریقت کے متعلق جامع شریعت وطریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ ونقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے۔ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور بصورت وی۔ پی دو روپے بارہ آنے۔ (۲/۱۲)

نوٹ

آدھ آنہ کا ٹکٹ برائے خرچ ڈاک بھیجکر نمونہ طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اور اسکے بعد گناہون کی پہلی حالت پر تو آپ خود بخود آہی جائینگے جب ایک دو دن گناہوں میں گذر چکیں پھر دیکھئے کہ اب دل کی کیا حالت ہے اور اُس پہلی حالت سے اسکو ملا یئے خدا کی قسم آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اطمینان تھا اور یہ پریشانی ہے وہ راحت تھی یہ کلفت ہے وہ لذت تھی یہ مصیبت ہے اسوقت آپ کو گناہ کر کے ایسی تکلیف ہوگی جیسے کسی کانٹے کے لگ جانیسے ہوتی ہے خدا کی قسم جو لوگ گناہ سے بچتے ہین اُنکو گناہ سے ایسا ہی صدمہ ہوتا ہے بلکہ اگر بلاضرورت گنہگار کے پاس بھی بیٹھتے ہیں تو پریشان ہوجاتے ہیں اور اگر کوئی کم ہمتی سے یہ امتحان بھی نہ کرنا چاہے کیونکہ اس میں بھی چند دن کے لئے ہے۔ فرمانبردار بننا پڑتا ہے تو میں اس سے ترقی کر کے کہتا ہون کہ اپنی موجودہ حالت مین ہی غور کریجئے کہ آپ کو کبھی اطمینان نصیب ہوتا ہے یا ہر وقت تکلیف اور پریشانی ہی میں گذرتی ہے ظاہر ہے کہ کبھی نہ کبھی تو راحت و اطمینان میسر ہوتی ہی ہے اب غور کر کے دیکھئے کہ وہ اطمینان و راحت عبادت و طاعت کے زمانہ میں تھا یا گناہ کے وقت مین یقیناً آپ اقرار کرینگے کہ جس زمانہ میں آپ کے دل کو چین تھا اسوقت آپ کسی نیک کام میں لگے ہوئے تھے اگر اسکا بھی اندازہ نہ ہوسکے

۲۵ تو ایک اور آسان طریقہ بتاتا ہون کہ اللہ والوں کے پاس جائیے اور اللہ والوں سے مراد وہ نہیں ہیں جنکے بیوی بچے کچھ بھی نہ ہون بلکہ وہ لوگ مراد ہین جنکو اصلی محبت صرف خدا سے ہے اگرچہ بیوی بچے بھی انکے ہیں تو ایسون کے پاس جائیے اور دیکھئے کہ مصیبت میں انکی کیا حالت ہوتی ہے اور راحت میں کیا حالت ہوتی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ مصیبت و راحت دونوں مین خوش ہین کیونکہ ان کا مذاق یہ ہے کہ دوست کی طرف سے جو کچھ بھی اپنے اوپر گذرے وہ بہتر ہی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کی خدمت مین کسی نے ایک نہایت قیمتی موتی بھیجا تھا جب وہ انکے پاس پہنچا تو فرمایا خدا کا شکر ہے اسکے بعد وہ موتی گم ہوگیا۔ آپ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے خادم نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ موتی کے آنے پر بھی خوشی تھی اور گم ہونے پر بھی خوشی ہے فرمایا کہ مجھے خوشی اسکے آنے یا جانے پر نہیں ہوئی بلکہ ایک دوسری بات پر ہوئی ہے وہ یہ کہ جب یہ موتی آیا تھا تو میں نے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس موتی کے ساتھ دل کو زیادہ تعلق تو نہیں ہوا معلوم ہوا کہ نہیں تو

مین نے اس حالت پر خدا کا شکر کیا اسکے بعد جب وہ گم ہو گیا تو میں نے پھر دل کو دیکھا کہ
اب غم کا اثر تو نہین ہوا دل کو دیکھکر معلوم ہوا کہ نہیں اس پر مین نے پھر خدا کا شکر کیا تو یہ شکر اسپر
تھا کہ خدا کے سوا مجھے کسی سے تعلق نہین کہ موتی کے آنے سے نہ خوشی ہوئی اور نہ جانے سے
کچھ غم ہوا۔ اسیطرح حضرت غوث الاعظم کے پاس ملک چین کا آئینہ کوئی شخص لایا آپنے خادم کے (حضرت غوث اعظم کی حکایت)
سپرد کر دیا اور فرما دیا کہ جب ہم طلب کیا کرین ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا کرو۔ اتفاق سے
وہ آئینہ ایک دن خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا وہ مارے خوف کے گھبرا گیا اور عرض
کیا کہ ؎ از قضا آئینہ چینی شکست ؁ کہ قسمت کی بات وہ آئینہ ٹوٹ گیا آپ نے فرمایا ؎
خوب شد اسباب خود بینی شکست ؁ کہ چلو اچھا ہوا اپنی خوبیون پر نظر کرنے کا سامان تھا ٹوٹ گیا
آپ نے ہنسی میں ہی اسکو اڑا دیا اور کچھ بھی اثر یا غصہ مزاج مبارک پر نہ ہوا۔ سبب اسکا
یہ ہے کہ جتنی پریشانی ہوتی ہے خدا کے غیر کے ساتھ تعلق رکھنے سے ہوتی ہے جن لوگونکو (پریشانی کا اصل سبب غیر خدا سے تعلق ہے)
خدا سے تعلق نہیں ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور وجہ ان کی اس پریشانی کی یہ ہوتی ہے
کہ وہ ہر کام کی نسبت ایک رائے اپنے ذہن میں تراش لیتے ہیں کہ یہ کام اسطرح ہو گا۔ جیسے ۲۶
شیخ چلی نے اپنے ذہن میں یہ خیال پکا لیا تھا کہ یہ تیل کا گھڑا جو مزدوری پر لے جا رہا ہون۔
اسکو بیچ کر مجھے پیسے ملیں گے ان پیسون سے یون مالدار ہو جاونگا پھر بیاہ کرونگا پھر خوب
اولاد ہوگی وہ مجھ سے پیسے مانگیں گے مین کہونگا ہشت۔ اس کہنے سے آپ کا سر ہل گیا
اور گھڑا گر گیا مالک بہت جھلایا تو آپ کہتے ہیں کہ تیرا تو ایک گھڑا ہی گیا میرا تو سارا کنبہ برباد
ہو گیا۔ صاحبو اس قصہ پر تو ہم ہنستے ہیں مگر در حقیقت ہم خود اپنے اوپر ہنستے ہین کیونکہ ہم سب
اسی بلا مین پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر وقت یہ دُھن لگا یا کرتے ہیں کہ اس روپیہ سے یون تجارت
ہو گی اتنا نفع آمدنی ہو گا۔ یون ہم بنک میں روپیہ داخل کرینگے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر
تمنا پوری ہوتی نہیں اخیر مین شیخ چلی کی طرح ہر شخص کا گھڑا پھوٹ جاتا ہے تو سارے رنج
کی بات یہ ہے کہ آدمی اُمیدین قائم کرتا اور طرح طرح کی آرزو کرتا ہے اور وہ پوری نہیں ہوتی
چنانچہ کوئی دنیا دار کسیوقت آرزو سے خالی نہیں ہے ہر وقت کسی نہ کسی تمنا مین رہتا ہے
اور ہر تمنا مین پورا ہونا ضروری نہیں اس سے پریشانی ہوتی ہے تو کوئی دُنیا دار پریشانی

سے خالی نہیں۔ اور اللہ والوں کی راحت و اطمینان کا راز یہ ہے کہ اپنا ہر کام انھوں نے حق تعالیٰ کو سونپ دیا ہے اپنی کوئی رائے نہیں لگاتے اسلئے جو کچھ ہوتا ہے اس سے انکو تکلیف نہیں ہوتی۔ حضرت بہلول سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیسا مزاج ہے کہنے لگے کہ اس شخص کے مزاج کی کیا کیفیت پوچھتے ہو کہ دنیا کا ہر کام اسکی خواہش کے موافق ہوتا ہے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا اس لئے کہ دنیا کا کوئی کام خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہوتا اور میں نے اپنی خواہش کو بالکل خدا تعالیٰ کی خواہش میں فنا کر دیا ہے تو میری خواہش کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا کیونکہ جو کام خدا کی خواہش کے موافق ہوگا وہ میری خواہش کے موافق بھی ہوگا۔ پس کوئی بات اللہ والوں کی خواہش کے خلاف نہ ہوگی پھر انکو رنج کیوں ہوگا یہ راز ہے اسکا کہ دنیا دار کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی اور اللہ والوں کو کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو اللہ والوں کو بیمار ہوتے ہوئے بھی دیکھا ان پر طرح طرح کی تکلیفیں بھی ہوتی ہیں تو صاحبو میں نے دکھ کا انکار نہیں کیا انکو دکھ ہوتا ہے لیکن
۲۷ پریشانی نہیں ہوتی اس دکھ کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کرو ایک شخص کسی پر عاشق ہے اور ایک مدت کے بعد محبوب کی زیارت اسکو نصیب ہوئی اور اسکو دیکھکر مدہوش ہو گیا اسی حالت میں محبوب کو سلام کیا اس نے بجائے جواب دینے کے دوڑ کر اسکو گلے سے لگا لیا اور خوب زور سے دبایا کہ اسکا ارمان پورا ہو جائے عاشق چونکہ جدائی کی تکلیفوں میں بالکل گھل چکا تھا اسلئے محبوب کے دباتے پر لگیں اسکی ہڈیاں ٹوٹنے پھر عین اسی دبانے کی حالت میں اتفاقاً سامنے سے ایک رقیب آگیا اسکو دیکھکر محبوب نے کہا کہ اگر میرے دبانے سے تم کو تکلیف ہوتی ہو تو تم کو چھوڑ کر اسکو دبالوں اب غور کیجئے کہ وہ عاشق اسکا کیا جواب دیگا ظاہر ہے کہ وہ یہی کہے گا کہ اس تکلیف پر تو ہزار جانیں قربان ہیں خدا دشمن کو یہ بات کبھی نصیب نہ کرے۔ اور کیا وہ عاشق اس قید کو بھاری سمجھے گا ہرگز نہیں ہاں جسمانی تکلیف ضرور ہوگی مگر دل کی یہ کیفیت ہوگی کہ اس میں راحت بھری ہوگی بلکہ زبان سے یہ نکلتا ہوگا ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ٭ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اسیطرح انکو صرف جسمانی تکلیف ہوتی ہے مگر دل ان کا راحت میں ہے اتو
سمجھ میں آگیا کہ گناہ کرنیوالے کیسی تکلیف میں ہیں کہ کسی وقت راحت نصیب نہیں تو گناہ سے
دنیا ہی کے اندر یہ تکلیف ہوتی ہے اور اسکے سوا ایک اور بھی تکلیف دنیا میں ہوتی ہے مگر
وہ گناہ کرنیکے بعد ہوتی ہے اور جسکا پہلے ذکر ہوا وہ گناہ کرنے کے ساتھ تھی وہ یہ ہے کہ
جتنے گناہ کرنیوالے ہیں وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسے رہتے ہیں کوئی نہ کوئی مصیبت انپر
پڑی رہتی ہے مگر لوگ اس قسم کی مصیبتوں کو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ فلاں گناہ کی سزا ہے
چنانچہ اکثر ایسے وقت کہا کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کونسا گناہ ہوا تھا جسکے سبب یہ تکلیف پہنچی
پڑی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ تکلیف گناہ کے سبب ہوا کرتی
ہے مگر تعجب صرف اسپر ہے کہ کونسا گناہ ہم سے ہو گیا تھا مجھے لوگوں کے اس تعجب ہی
پر تعجب ہے کیونکہ ہم میں وہ ایسا کون ہے جو ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں اور جب
ہر وقت گناہ میں مبتلا ہیں تو پھر تعجب مصیبت نہ ہونے پر کرنا چاہیے تھا بہرحال ثابت ہو گیا
کہ گناہ کرنے سے دنیا کی بھی پریشانی ہوتی ہے اور آخرت کی الگ رہی کہ خدا تعالے کی ۴۸
رحمت کو دیکھیے کہ فرماتے ہیں کہ اس نقصان سے بچو ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور
باطنی گناہ کو بھی آپ نے دیکھا کہ کتنے بڑے نقصان سے خدا تعالے نے بچایا ہے۔
اور میں نے اسکے بیان کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ اسکے متعلق ہم میں کئی طرح کی کوتاہیاں
۵ ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم میں اکثر آدمیوں کو تو دین ہی کی خبر نہیں ان کا تو یہ مذہب ہے کہ

اب تو آرام سے گذرتی ہے ✤ عاقبت کی خبر خدا جانے

کیوں صاحب اگر کوئی شخص آپ کو زہر بھرا لڈو لا کر دے تو کیا اسے اپنے قول کے موافق
وہاں بھی عمل کرو گے کہ کل کے دن کی کیا خبر کیا گذرے اب تو لڈو کھانے کو ملتا ہے یا کہ اسکے
برے انجام پر نظر کر کے اسکو واپس کرو گے تو کیا قیامت آپ کے نزدیک کل سے کچھ زیادہ
دور ہے صاحبو کل آنے تک تو ۲۴ گھنٹے یقینی ہیں اور موت کے متعلق تو ہم ۲ منٹ کی بھی خبر نہیں کہ
شاید یہی سانس آخری سانس ہو موت کا کوئی مقرر وقت معلوم نہیں لوگ اس وہم میں ہیں
کہ ابھی تو ہم جوان ہیں۔ صاحبو بعض لوگوں کو اسطرح موت آگئی ہے کہ خود ان کو بھی خبر نہیں

ہوئی کہ اب ہم مرجاوینگے۔ کانپور میں ایک صاحب گھر میں آئے کھانا مانگا کہار اتار کر لائی۔ دیکھا تو آقا صاحب ختم ہوچکے غرض موت کا کوئی قاعدہ اور وقت مقرر نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ سو برس کے بھی ہوگئے تو کیا ہوگیا وہ سو برس بھی جب گذر جاوینگے تو ایک دن کے بھی برابر نہیں معلوم ہونگے حضرت نوح علیہ السلام جنکی عمر ڈیڑھ ہزار برس کی ہوئی عزرائیلؑ نے پوچھا کہ آپ نے دنیا کو کیسے پایا فرمایا جیسا کہ ایک گھر کے دو دروازے ہوں ایک دروازہ سے داخل ہوا اور گذرتا ہوا دوسرے دروازہ سے نکل گیا اور اگر یہ سمجھ میں نہ آوے تو یوں سمجھو کہ آپ کی عمر کے مثلاً چالیس یا پچاس برس گذر گئے ہیں مگر غور کرکے دیکھو کہ یہ اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسے کل دن آئے والا تو موت کو دور سمجھنا بڑی غلطی کی بات ہے جب وہ آئیگی تو یہ حالت ہوگی جیسے خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ کفار سے پوچھا جائے گا کہ تم زمین پر کتنے برس رہے جواب دینگے کہ ایک دن یا کچھ کم خیال تو کیجئے کہ ان لوگوں کی اتنی بڑی بڑی عمریں ہوئیں مگر جب پوچھا جائے گا تو ایک دن سے بھی کم معلوم ہونگی تو جب یہ حالت ہے تو

پھر کاہے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو۔ صاحبو جسوقت ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے تو جیلخانہ کو بہت دور ۲۹

سمجھتا ہے لیکن جب سزا کا وقت آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو بہت ہی قریب تھا یہ تو کہنا کہ اچھے آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کتنی بڑی غلطی کی بات ہے حضرت خداوند تعالےٰ تو عاقبت کی خبر جانتا ہی ہے لیکن جسکو خدا بتلادے وہ بھی تو جانتا ہے اگر کوئی بیمار کہے کہ حکیم جانے کہ اس غذا میں کیا نقصان ہے تو اس سے کیا کہو گے یہی کہ بھائی حکیم تو بیشک جانتا ہے لیکن جب اس نے تمہیں بتلادیا تو اب تو تم بھی جانتے ہو اسیطرح عاقبت کی حالت جب خدا تعالےٰ نے تم کو بتلادی تو تم بھی جان گئے پھر غفلت اور دلیری کیسی اور بہت لوگ جو دنیا کے پیچھے پڑے ہیں انکی وجہ یہی ہے کہ موت اور عاقبت کو بھول گئے ہیں اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ موت جوکہ لذتوں کو کھو دینے والی ہے اسکا ذکر کثرت سے کیا کرو ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اسکا ہمیشہ مراقبہ کیا کرے اور سوتے وقت اسطرح غور کرے کہ مرنے کے بعد یہ سب لاؤ لشکر چھوٹ جائے گا اور میں اکیلا رہجاؤنگا مجھ سے پوچھ گچھ کیجاویگی اور یہ سوچے کہ حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہزار تلواریں لگیں تو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی جان نکلنے

میں ہوتی ہے اور یہ بات ہے بھی ظاہر کیونکہ ذرا آدمی اپنے بدن کا ایک روان توڑ کر دیکھے تو معلوم ہوگا کہ کسقدر ہوتی ہے تو جب فرشتہ پوری جان نکالے گا اسوقت کیا حالت ہوگی۔ اسی طرح سوچو کہ پھر قیامت کے وقت کیا حالت ہوگی جب اسیطرح سوچو گے تو دنیا سے دل بھر جائے گا۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم سوداگری کھیتی باڑی کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کسی کام میں دل نہ لگاؤ ایک نصیحت کرنے والے کے کچھ شعر مجھے اس مضمون کے یاد آئے فرماتے ہیں ؎

کل ہوس اسطرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے ✤ خوب ملک روس ہے اور سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو عشرت سے کیجئے زندگی ✤ اس طرف آواز طبل[۱] اُدھر صدائی کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گلگوں[۲] کا دور ✤ شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے

یہ تو ہوس نے حکم دیا تھا آگے کہتے ہیں کہ ؎

سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشا میں تجھے ✤ چل دکھاؤں تو جو قید آز[۳] کا محبوس[۴] ہے

اور کیا تماشا دکھلایا کہ ؎ ۳۰

لے گئی یکبارگی گور غریبان کی طرف ✤ جس جگہ جان تمنا سو طرح محبوس ہے
مرقدین دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے ✤ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج ✤ کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

خیال فرمایئے بڑے بڑے بادشاہ گذر گئے مگر ان کا کہیں نشان بھی باقی نہیں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ بادشاہوں کا تو کہیں تاج بھی باقی نہیں لیکن بزرگوں کی جوتیاں تک بھی تبرک کے طور پر باقی ہیں اس سے معلوم کر لینا چاہئے کہ دنیا کی طلب کا اور اثر ہے اور حق تعالے کی طلب اور اثر ہے غرض ایک کوتاہی تو ہم میں یہ تھی کہ دین کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور دوسری کوتاہی یہ ہے کہ اگر توجہ کرتے ہیں تو بے ترتیبی سے کرتے ہیں۔ عقل اور شرع کے موافق ترتیب یہ ہے کہ بہ نسبت نفع حاصل کرنے کے نقصان سے بچنا زیادہ ضروری ہے چنانچہ حکیموں کا اتفاق ہے کہ علاج سے زیادہ ضروری پرہیز ہے تو اسوقت

۱؎ نقارہ ۱۲ ۲؎ مے گلگوں سرخ رنگ کی شراب ۱۲ ۳؎ حرص ۱۲ ۴؎ قیدی ۱۲۔

اگر توجہ بھی ہوتی ہے تو وظیفوں کی طرف جس سے کہ ثواب کا نفع حاصل ہوتا ہے اور آجکل اسی کا نام لوگوں نے بزرگی رکھا ہے کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا دیندار ہے کہ ایک قرآن روز پڑھتا ہے رات بھر جاگتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ دین نہیں اپنے مرتبے میں یہ بھی دین ہے مگر اس سے بھی زیادہ ضروری ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ گناہ کی چیزوں سے بچے تاکہ نقصان سے بچا رہے اسوقت اسکا بالکل خیال نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایک تسبیح بھی نہ پڑھے مگر گناہ چھوڑ دے غیبت نہ کرے جھوٹ نہ بولے اور خدا کے سوا سب کی محبت سے دل کو خالی کردے اور ایک نفل بھی نہ پڑھے اور ایک تو ایسا ہو اور دوسرا ایسا ہو کہ ساری رات جاگے عبادت کرے قرآن شریف پڑھے لیکن اسکے ساتھ ہی مسلمانوں کو حقیر سمجھے ان کو تکلیف پہونچائے اور بھی گناہ کرے تو خوب سمجھ لو کہ پہلا جنتی ہے اور دوسرا دوزخی۔ خدا تعالیٰ نفلوں کو نہیں دیکھتے حدیث میں ہے کہ گناہوں سے پرہیز رکھنے کے برابر کسی عبادت کو نہ سمجھو ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ سے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں عورت بہت روزے رکھتی ہے لیکن اپنے پڑسیوں کو تکلیف دیتی ہے

۳۱ فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی پھر ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا کہ وہ بہت زیادہ عبادت (نفل وغیرہ) نہیں کرتی لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گی آجکل ہمارے دیندار بھی دین کی وہ چیزیں لیتے ہیں جنکی ظاہری صورت نظر آتی ہو یعنی جن عبادتوں میں کچھ کام کیا جاتا ہے اور جنکی ظاہری صورت نظر نہیں آتی جیسے گناہوں کا چھوڑنا تو اسکا خیال کم کرتے ہیں حالانکہ اسمیں نفس کا مکر ہے کیونکہ جن عبادتوں میں کچھ کام کیا جاتا ہے ان سے لوگوں کی نظروں میں انکی عزت ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت کام کرتے ہیں اور گناہ چھوڑنے میں کسیکو پتہ بھی نہیں چلتا مثلاً اگر ایک شخص ساری عمر کسیکی غیبت نہ کرے تو دوسروں کو پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ اس نے کیا کام کیا یہی وجہ ہے کہ آجکل وہ عبادتیں تو کرتے ہیں جن میں کچھ کرنا پڑتا ہے مگر گناہ کو نہیں چھوڑتے اور اگر چھوڑا بھی تو بعض گناہوں کو اور یہ بھی نہ چھوڑنے ہی کے حکم میں ہے مثلاً اگر ہم نے غیبت کو نہ چھوڑا اور گالی کو چھوڑ دیا تو یہ کیا چھوڑنا ہوا اور گالی وغیرہ کو بھی ہم نے اسلئے چھوڑا ہے کہ اسمیں بدنامی کا اندیشہ ہے ورنہ اگر خدا کے خوف سے چھوڑا جاتا۔ تو سب گناہ چھوڑ دینے چاہئیے تھے۔ تیسری کوتاہی یہ ہوئی کہ اگر گناہ کو چھوڑتے بھی ہیں تو بعض کو

اور بعض کو نہیں جیسا ابھی عرض کیا تھا اور اگر کوئی اپنے گمان میں سارے گناہوں کو بھی چھوڑ دے تو اس میں کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہری گناہوں کو جو ہاتھ پیر کے متعلق ہیں چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ لوگ گناہ انہی کو سمجھتے ہیں اگر کسی سے پوچھا جائے کہ گناہ کیا کیا ہیں تو وہ انہی کو گنوائیگا کبھی دل دکھانے اور کینہ و تکبر و ریاکاری وغیرہ کا نام بھی نہ لے گا وجہ یہی ہے کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا جاتا اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ان سب کوتاہیوں کا علاج بیان فرمادیا کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ظاہری اور باطنی یعنی ظاہری اعضاء کے متعلق بھی اور دل کے متعلق بھی۔ گناہ تو بہت ہیں مگر میں مثال کے طور پر مختصر بیان کرتا ہوں کہ مثلاً آنکھ کا گناہ کسی غیر عورت کو دیکھنا بے ڈاڑھی لڑکے کو دیکھنا یا غیر کا ایسا بدن دیکھنا کہ اسکا دیکھنا شرع سے ناجائز ہے جیسے عورت کے سر کے بال اور یہ مسئلہ عورتوں کو بھی بتلانا چاہیئے کیونکہ وہ اس میں بہت مبتلا ہیں ایک گناہ آنکھ کا یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھکر حرص کرے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کافروں کو جو دنیا کا سامان دے رکھا ہے تم اسکی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ مال حاصل نہ کرو بلکہ مطلب یہی ہے کہ مال کو قبلہ و کعبہ نہ بناؤ کہ اسکی بدولت دین ہی ہاتھ سے جاتا رہے اسیطرح زبان کا گناہ ۳۲ چغلخوری ہے غیبت ہے جھوٹ بولنا ہے آجکل کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں مگر بہت کم۔ اسکا علاج یہ سب ہے کہ جو کچھ بولو سوچکر بولو کہ میں کیا کہونگا اور وہ بات کہیں خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو نہیں پھر خدا نے چاہا تو زبان کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ کان کا گناہ یہ ہے کہ چھپ چھپ کر کسی کی بات سنے۔ گانا سنے ہاتھ کا گناہ یہ ہے کہ کسی غیر عورت کو چھوئے کوئی ناجائز مضمون لکھے۔ پیر کا گناہ یہ ہے کہ کسی ناجائز موقع پر چلا جائے اور ایک پیٹ کا گناہ ہے کہ بہت ہی کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزی حلال مل ہی نہیں سکتی تو حرام حرام سب برابر پھر کہاں تک بچیں صاحبو یہ گمان بالکل غلط ہے جو مسئلوں کی کتابوں میں لکھا ہے وہ بلاشبہ حلال ہے لوگ مولویوں سے پوچھتے نہیں ورنہ بہت سی حلال صورتیں نکل آئیں افسوس ہے کہ معاملات میں وکیلوں سے تو مشورہ کرتے ہیں مگر مولویوں سے کبھی مشورہ نہ کرینگے اور نہ یہ پوچھینگے کہ یہ ناجائز ہے یا جائز صاحبو اگر عمل کرنے کی بھی توفیق نہ ہو تب بھی ہر معاملہ کو پوچھ تو ضرور لو اگرچہ اسکے برتو نہیں کیونکہ اگر نسخہ معلوم ہوگا تو کبھی تو استعمال کی توفیق ہو جاویگی

آنکھ کا گناہ

زبان کا گناہ

کان کا گناہ

ہاتھ کا گناہ

پیر کا گناہ

پیٹ کا گناہ

(باقی آئندہ)

تو میں تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جبتک وہ حالت رہی تو میں آپکا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی نفرو ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود مبتدا و منتہایت او بود

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (رہنے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منتہا تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ اُن سے آخیر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول آپکی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نباشی منتظر ہم ہویدا او بود ہم نیز سر ۹۱

یعنی جب تم اُسکو پا لوگے تو پھر منتظر نہ رہوگے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اُس سے ملکر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق و شوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد ملجاوے تو اول اُس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا اُنکی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسیقدر انس و محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے آپکی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

میر احوال است نے موقوف حال بندہ آن ماہ باشد ماہ و سال

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اس چاند کے غلام ماہ وسال ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق وشوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابوالحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اسکے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کرلے۔ پس وہ اصل میں طالب رضاء حق کا ہوتا ہے اسکو حال ہو یا نہ ہو اسکی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند　　چون بخواہد جسمہا را جان کند

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کردیتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کردیتا ہے وہ احوال پر امیر و حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

۶۲ **منتہی بود کہ موقوف است او　　منتظر بنشستہ باشد حال جو**

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہی نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہی کب ہے سچے طالب حق منتہی ہوا کرتا ہے جو منتہی ہوتا ہے اسکی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او　　چون بجنباند شود مس مست او

یعنی اسکا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اسکو جب ہلاتا ہے تو مس اسکا مست ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنادیتی ہے اسیطرح منتہی کا ہاتھ ماہیت حال کیلئے کیمیا ہوتا ہے کہ اسکی توجہ سے وہ حال مقام بنجاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود　　خار و نشتر نرگس و نسرین شود

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیریں ہو جاوے اور خار و نشتر بھی نرگس اور نسرین ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کرے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات سب خوشگوار اور آسان ہو جاویں۔

او بود سلطان حال اندر روش — نے چو تو محروم در حال کشش

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور افعال میں محروم ہوتا ہے

آنکہ او موقوف حالست آدمی است — کہ بحالے افزون گاہے در کمی است

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں آدمی سے مراد نرا آدمی جو صفات کمالیہ سے عاری ہو تو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک آدمی ہے باقی کمالات اسکے اندر نہیں ہیں۔

۳ **صوفے ابن الوقت باشد در مثال — لیک صافی فارغ است از وقت و حال**

یعنی اپنی حالت میں صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اسکے تابع ہیں۔

حالہا موقوف فکر و رائے او — زندہ از نفخ مسیح آسائے او

یعنی احوال اسکی فکر و رائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اسکی مسیح جیسے نفخ سے زندہ ہوتے ہیں یعنی احوال خود اُسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ

عاشق حالے نہ عاشق بر منے — بر امید حال بر من مے تنے

یعنی اُس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا ہاں اس حال کی امید پر میرے پر بھی تنتا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اسکے پاس حال ملجاوے گا میرے پاس

آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ یہاں دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ ناقص گہ گہے کامل بود نیست معبود خلیل آفل بود

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو عافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اسکو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل و فانی ہے۔

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این نیست دلبر لا احب الآفلین

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونیوالونکو پسند نہیں کرتا لا احب الآفلین میں قرآن شریف سے استدلال کرکے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرمادیا آگے انکی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔ ۶۴

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش است یکزمانے آب و یکدم آتش است

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد و لیکن ماہ نے نقش بت باشد و لے آگاہ نے

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جسطرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسیطرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا جون ابن وقت وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے پس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدھر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسیطرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسیطرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال　　ابن کس نے فارغ از اوقات و حال

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات و حال سے فارغ ہے یعنی وہ کسیکا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات و حالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اسکو طاری کر لیا علی ہذا۔

۶۵ **غرقۂ نورے کہ او لم یولد است　　لم یلد لم یولد آن ایزد است**

یعنی وہ اس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یلد اور لم یولد خاصۂ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنا فی اللہ ہو گیا ہے اسلئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اسلئے کہ ذات حق کی شان لم یلد ولم یولد ہے لہذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابو الوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

رو چنین عشقے بجو گر زندۂ　　ورنہ وقت مختلف را بندۂ

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابو الحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسیکو شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب و زشت خویش ٭ بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش

یعنی تو اپنے اچھے برے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہیں مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالیٰ کی قدرت اور اسکے کرم پر نظر کرو کہ ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ٭ بر کریما کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرما سکتا ہے پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف ٭ بنگر اندر ہمت خود ای شریف

یعنی اسکو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو ارے بھلے مانس تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہر حالے کہ باشی می طلب ٭ آب میجو دائما اے خشک لب ۶۶

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کو تلاش کر مطلب یہ کہ تم نکمے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کر لو پس جب طلب پیدا کر لوگے تو یہ ہو گا کہ۔

کاں لب خشکت گواہی میدہد ٭ کو بآخر بر سر منبع رود

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاویگا یعنی تمہاری طلب گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کرو گی بس اگر کچھ نہ ہوسکے تو اتنا تو کرو کہ طلب اور تگاپوئے بھی بڑی چیز ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ طلب کے ساتھ انشاء اللہ ضرور ہدایت ہوگی۔

خشکی لب ہست پیغامی ز آب ٭ کہ بآت آرد یقین این اضطراب

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاویگا۔

کاین طلبگاری مبارک جنبشے است ، این طلب در راہ حق مانع کشے است

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق مین یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

این طلب مفتاح مطلوبات تست ، این سپاہ نصرت و رایات تست

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

این طلب ہمچون خروسے در صیاح ، میزند نعرہ کہ مے آمد صباح

۴۷ یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے۔ یعنی کہ جسطرح کہ مرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسیطرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

گرچہ آلت نیستت تو می طلب ، نیست آلت حاجت اندر راہ رب

یعنی اگرچہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے رہو کہ راہ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تمہارے پاس سامان نہ ہون تم صرف طلب میں رہو کہ انشاء اللہ ہی سے کام نبجاویگا۔ اب بعض ایسے ہین جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کرسکتے تو اُنکے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر ، یار او شو پیش او انداز سر

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اسکے ساتھی ہوجاؤ اور اسکے سامنے سر ڈالدو۔

مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کر سکتے تو طالبوں کی خدمت میں رہو کہ اسی سے انشاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔ آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی وز ظلال غالبان غالب شوی

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بنجاوگے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہوجاوگے۔

گر یکے مورے سلیمانے بجست منگر اندر جستن او سست سست

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اسکی طلب میں سست سست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اسکو ضعیف سمجھکر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اسکو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کرسکو تو طالبوں کی خدمت میں رہو ہی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہیں کہ۔ ۴۸

ہرچہ داری تو زمال و پیشہ نے طلب بود اول و اندیشہ

یعنی تم جو اسوقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسیطرح اگر تم طلب لگالوگے تو انشاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہنچ جاؤ گے اب یہاں بعض بزرگوں کے قصے پڑھنے والوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو ملگیا جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است ور بایستد از طلب ہم قاصر است

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھہر جاوے تو قاصر ہی مطلب کہ اول تو مفت ملنا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسیکو ملجاوے اور پھر وہ طلب نکرے تو انجام یہ ہوگا کہ اسکو بھی کھو بیٹھے گا

(باقی آئندہ)

ولا يعتقد انه ليس فوق
ما اعتقده
فلو تجلى بصورة اعلى لسوغ
احتمال كونه تجليا ربانيا وما
نفاه فلم يحصل الامتحان فلما
تجلى بصورة ادنى وكان يعتقد
انه ليس ادنى حكم بالنفي فافهم
واعلم ان كل ما ذكرته هنا في
شرح الحديث على اصول القوم
ليس شئ منها قطعيا لكنه
اقرب من كل ما ذكره آخرون
من العلماء كقول بعضهم في التجلي
الادنى انه بعض الملائكة
ظهر لهم ولا يخفى عليك بعده
واباء قوله عليه السلام
اتاهم رب العالمين عن هذا
الحمل وكانت عثرت بهذا
التقرير على ما ادعينا من ان
التجلي في الجنة يكون برؤية
الذات وان لم يدرك كنهها
وفي الموقف بالمثال كما كان

خوب سمجھ لو اور بجائے ادنیٰ صورت میں
تجلی فرمانے کے) ایسی صورت میں تجلی نہ فرما
جاوں کی پہچانی ہوئی صورت سے اعلیٰ
ہو اس وجہ سے ہے کہ اس سے امتحان
کی حکمت حاصل نہ ہوتی (اس لئے کہ ہر مومن
کا یہ تو اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے
اعتقاد سے کم نہیں ہے اور یہ کسی کا بھی
اعتقاد نہیں کہ میرے اعتقاد سے فوق بھی
نہیں ہے پس اگر صورت اعلیٰ میں تجلی
فرماتے تو اسکو یہ احتمال ہوتا کہ شاید
تجلی ربانی ہو اور اسکی نفی نہ کرتا پس امتحان ۱۶۷
حاصل نہ ہوتا اور جب صورت ادنیٰ میں
تجلی فرمائی اور اسکا اعتقاد یہ تھا کہ وہ
ادنیٰ نہیں ہے اسلئے نفی کا حکم کر دیا
خوب سمجھ لو اور جاننا چاہیئے کہ میں نے
اسجگہ حدیث کی شرح میں اصول قوم
پر جو کچھ ذکر کیا ہے انمیں کوئی چیز قطعی
نہیں البتہ دوسرے علماء نے جو کچھ
ذکر کیا ہے ان سب سے اقرب ضرور ہے
مثلاً بعض نے کہا ہے کہ ادنیٰ صورت
میں تجلی کسی فرشتہ کا ظہور ہوگا اور اسکا

لموسى عليه السلام بالطور بصورة
النار ولا يمتنع عليه المثال بمعنى
المشارك له في الوصف لقوله تعالى
وله المثل الاعلى ويمتنع عليه
المثل بمعنى المشارك في الماهية
لقوله تعالى ليس كمثله شيء
وهذا المثال وان لم يكن
قديما لكن للتشارك البالغ
الى حد الكمال يكون مرآة للقديم
ولا يلتفت الذهن الى
وجوه التغائر والتمائز بينهما ١٦
فتبصر وتفكر لئلا تضل ولا
تزل فالمقام ادق من الشعر
واحد من السيف ومما يتعلق
بالحديث ما قاله النووي انه
ليس في الحديث تصريح برؤية
المنافقين الله تعالى وانما
فيه ان الجمع الذين فيهم المؤمنون
والمنافقون يرون وهذا
لا يقتضي ان يراه جميعهم وقد
قامت دلائل الكتاب

پورا ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
اناہم رب العالمین کا اس سے آبی ہونا ظاہر
ہے اور غالباً تم اس تقریر سے ہمارے
اس دعوے پر آگاہ ہو گئے ہو گے کہ جنت
میں تجلی رؤیت ذات سے ہوگی اگرچہ اس کی
کنہ کا ادراک نہ ہوگا اور موقف میں مثال سے
ہوگی جیسا موسے علیہ السلام کو کوہ طور پر بصورت
نار ہوئی تھی اور حق تعالیٰ پر مثال بمعنی مشارک
فی الوصف ممتنع نہیں چنانچہ ارشاد ہے
ولہ المثل الاعلیٰ اور مثل بمعنی مشارک فی الماہیۃ
ممتنع ہے جیسا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئ
اور مثال گو قدیم نہیں ہوتی لیکن تشارک کامل
کے سبب قدیم کا مرآۃ ہو جاتی ہے اور اس وقت
ذہن کو وجوہ تغائر و تمائز کی طرف التفات
نہیں ہوتا خوب بصیرت اور تفکر سے
کام لو تاکہ غلطی اور لغزش میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ
مقام بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے
اور اسی حدیث کے متعلق وہ بات بھی ہے
جو نووی نے کہی ہے کہ اس حدیث میں
اس کی تصریح نہیں ہے کہ منافقین کو بھی
اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہوگی صرف حدیث

والسنة على ان المنافق
لايراه سبحانه وتعالى اهـ
كقوله تعالى فى الكفار
كلا انهم عن ربهم
يومئذ لمحجوبون) و
اعلم ان الحديث
تستنبط منه مسئلة وهى
انه كما ان الله تعالى قد
عذر من نفى ما لا يعرفه
من الحق مع كونه مثبتا
فى الواقع كذلك يعذر
من اثبت ما عرفه منه
مع كونه منفيا فى الواقع
لاشتراك العلة وهو
التكليف حسب العلم
كما وقع لبعض المكاشفين
من توهم التجلى الروحى
تجليا ربانيا فالظن انه يعذر
ان شاء الله تعالى وحمل بعضهم
قول ابراهيم عليه السلام
هذا ربى على مثل هذا

میں یہ ہے کہ ایسی جماعت کو جس میں مومنین
و منافقین دونوں ہوں گے رؤیت ہوگی
اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب ہی کو
رؤیت ہو اور کتاب وسنت کے دلائل
اسپر قائم ہیں کہ منافق کو حق سبحانہ تعالےٰ
کی رؤیت نہ ہوگی (جیسے ارشاد ہے
(کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون) اھ
اور جاننا چاہیئے کہ حدیث سے ایک مسئلہ
مہمہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ کہ جیسے اللہ تعالےٰ
نے ایسے شخص کو معذور رکھا جس نے
۱۶۹ حق کے ایسے وصف کی نفی کی جس کی
اسکو معرفت نہ تھی باوجودیکہ کسی مرتبہ
میں وہ وصف ثبت تھا۔ اسی طرح وہ
شخص بھی معذور رکھا جاوے گا جو ایسے
وصف کو ثابت کرے جسکی اسکو
معرفت ہے گو وہ بعض مرتبہ میں منتفی ہو
کیونکہ دونوں جگہ علت معذوریت
کی مشترک ہے اور وہ علت تکلیف ہے
حسب العلم جیسا بعض مکاشفین نے تجلی روح
کو تجلی حق سمجھ لیا امید ہے کہ معذور ہونگے
اور بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

العذر منهم العارف الرومي
في الدفتر الخامس من المثنوي
بعد اربعة اخماس منه
قبيل قصة الشيخ محمد بقوله ؎
گفت ہذا ربی ابراہیم راد
چونکہ اندر عالم وہم او فتاد
واختاره الشيخ عبد القادر الدهلوي عن
اساتذته في تفسيره لهذه
القصة واني وان لم ارض
للانبياء لكن ذهاب بعض
اهل الحق اليه كان ۱۷۰
في جواز احتمال كونه
عذرا والله اعلم
الحديث ينادي مناد
من تحت العرش يوم
القيمة يا امة محمد
اما ما كان لي قبلكم
فقد غفرته لكم
وبقيت التبعات
فتواهبوها بينكم
وادخلوا الجنة برحمتي

قول ہذا ربی کو اسی قسم کے عذر پر محمول کیا
ہے انہیں سے عارف رومیؒ بھی ہیں۔
دفتر خامس کے تین خمس کے بعد شیخ محمد کے
قصہ سے ذرا قبل اس قول میں ؎
گفت ہذا ربی ابراہیم راد
چونکہ اندر عالم وہم او فتاد
اور ہمارے مشائخ میں سے حضرت شاہ
عبد القادر دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں
اسکو اختیار کیا ہے اور اگرچہ مجھکو انبیاء
علیہم السلام کے شان میں یہ پسند نہیں
لیکن بعض اہل حق کا اس طرف جانا اس کے
عذر محتمل ہونے کے لئے تو کافی ہے
واللہ اعلم۔
حدیث قیامت کے دن ایک ندا کرنے
والا حق تعالیٰ کی جانب سے زیر عرش سے
ندا کرے گا اے امت محمدؐ میرا جو کچھ
حق تمہارے طرف تھا اسکو تو معاف
کرچکا اور تمہارے باہمی حقوق باقی رہ
گئے سو تم آپس میں ایک دوسرے کو بخشدو
اور میری رحمت سے جنت میں داخل
ہوجاؤ۔ (باقی آئندہ)

قولہ کیفیت سلب کرلی **اقول** اس سلب کی حقیقت جیسا احقر نے حضرت مولانا گنگوہی سے سنی ہے یہ ہے کہ معمول کے قوی اور اکیہ وعلمیہ میں ایسا تصرف کیا جاتا ہے جس سے اس میں غباوت پیدا ہوجاتی ہے باقی کمال و قرب کو کوئی زائل نہیں کرسکتا اھ احقر کہتا ہے کہ ایسی غباوت کسی مرض یا کسی دوا وغیرہ کے غلبہ سے بھی پیدا ہوسکتی ہے اور اس سے فی نفسہ کوئی ضرر بھی نہیں گو لذت کی کمی سے قلق ہوتا ہے البتہ بواسطہ اس کے کبھی مضر ہوجاتا ہے کہ وہ سبب ہوجاتا ہے نشاط کی کمی کا اور وہ مفضی ہوجاتی ہے تقلیل فی الاعمال کی طرف اس لئے جہاں ایسا احتمال ہو وہاں یہ تصرف حرام ہے اور جہاں کیفیات نفسانیہ کا غلبہ مخل ہو مضر دینیہ یا مصالح دنیویہ یا دینیہ میں وہاں یہ تصرف طاعت ہے اور جہاں محض مصلحت مباحہ ہو وہاں مباح ہے جیسا اس قصہ میں ہوا (**ش ت**)

(۱۴۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تھے اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے انکے والد کا نام مرزا جانی تھا اور مرزا صاحب کا نام جان جاناں عالمگیر نے رکھا تھا انکی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں نجف خاں رافضی کا تسلط تھا اور رافضی اسوقت زور شور پر تھے اتفاق سے دو رافضی مرزا صاحب کی خدمت میں ۱۴۵
آئے اور کہا کہ آپ شیخین کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا میرا کیا منہ ہے کہ میں انکی نسبت کچھ کہہ سکوں انکی نسبت تو خدا فرماتا ہے والسابقون الاولون الخ اسپر اُنھوں نے کہا کہ وہ نزول آیت کے وقت بیشک ایسے ہی تھے اسلئے خدا نے ایسا فرمادیا۔ اور بعد کو انکی حالت بدل گئی اور اس معاملہ میں خدا کو بدا ہوا ہے اسپر مرزا صاحب نے فرمایا کہ ایسے احمق خدا کو بھی نہیں مانتا جسکو یہ بھی خبر نہ ہو کہ شیخین نعوذ باللہ مرتد ہوجاویں گے اور پھر ان کو خوشنودی کا بھی پروانہ دیدے اور ان سے جنت کا بھی وعدہ کرلے ایسا خدا تو انھیں کا خدا ہے اسپر انھوں نے بندوق ماردی جو مرزا صاحب کے سینہ پر لگی۔ بندوق ایسے انداز سے لگی کہ مرزا صاحب کا فوراً انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ تین روز زندہ رہے جب شاہ عالم کو جب علم ہوا تو عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ مرزا صاحب کیسا مزاج ہے آپ نے فرمایا کہ بندوق لگی ہے سو اسکی تو چنداں تکلیف نہیں کیونکہ یہ سینہ پہلے ہی سے چھلنی تھا۔ ہاں

بندوق چونکہ قریب سے لگی ہے اسلئے کچھ بارود اندر چلی گئی ہے اور اسکی بو سے دماغ سخت پریشان ہے یعقوب خان خورجوی اور ابوبکر خورجوی بیان فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے اس حادثہ سے چار پانچ ہی روز پہلے یہ غزل لکھی تھی ؎

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ✤ کہ این مقتول راجز بیگناہی نیست تقصیرے

اور یہ شعر آپکی تربت پر علیحدہ کندہ بھی ہے

حاشیہ حکایت (۱۴۱) قولہ احق الخ **اقول** یہ بطور الزام کے فرمایا کہ تمہارے قول پر اس صاحب کا قائل ہونا لازم آتا ہے (**ش**)

(۱۴۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود حسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود حسن صاحب فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اسکی خبر کسی ذریعہ سے لکھنؤ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کو ہوگئی کہ مولانا نانوتوی کا جی ککڑی کو چاہتا ہے اسپر

۱۴۶ مولوی عبدالحی صاحب نے لکھنؤ سے مولانا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۲) قولہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ **اقول** اسکو منافی زہد سمجھنا تقشف خلاف سنت ہے خود احادیث میں بعض اشیاء کی رغبت کا ظاہر فرمانا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محققین کے نزدیک یہ اظہار احتیاج الی النعمۃ اعلے درجہ کی عبدیت وحجت مع المنعم ہے (**ش**)

(۱۴۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اکلم علی صاحب کو اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا جب یہ شاہ اسحق صاحب سے سبق پڑھنے بیٹھے۔ تو انکی آواز میں کمزوری پائی گئی۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں آپ فوراً مکان میں تشریف لیگئے اور وہاں سے کھانا لائے اور مولوی اکلم علی صاحب کو الگ بلا کر کھانا کھلایا اور اس دن سے ان کا کھانا اپنے یہاں کر لیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) قولہ الگ بلا کر **اقول** یہ آداب عطا

میں سے ہے جب احتمال ہو معطی لہ کے شرمانے کا پھر استمرار عطا رافع تخجلت ہو جاتا ہے (شت)

(۱۴۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب دف کو بھی ناجائز کہتے تھے ایک مرتبہ میری انکی اس بارہ میں گفتگو ہوئی اور یہ گفتگو ہمارے دروازہ میں ہوئی۔ میرے گھر میں جب معلوم ہوا کہ دف کے جواز و عدم جواز میں گفتگو ہو رہی ہے تو انھوں نے مجھ سے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلا لو۔ میں پردہ ہوئی جاتی ہوں۔ میں ان سے اس بارہ میں گفتگو کرونگی وہ پردہ ہو گئیں اور میں نے نواب صاحب کو گھر میں بلا لیا جب وہ گھر میں آئے تو میرے گھر میں سے نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لئے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ایک ڈھپڑی تھی (جو بچے گھڑے وغیرہ کے گھیرے پر جھلی منڈھ کر بنا لیا کرتے ہیں) اسوقت اباجان (شاہ اسحق صاحب) بیمار تھے اور زمین پر ایک روئی کے گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے آپنے

۱۴۷ مجھے ابا کے پاس لیجا کر بٹھا دیا اور میں وہاں بیٹھکر ڈھپڑی بجانے لگی سو کبھی تو میں اسے زمین پر رکھکر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لیکر۔ جب میں زمین پر رکھکر بجاتی تو ابا اسکو اٹھا کر میرے ہاتھ میں دیدیتے اور زمین پر رکھکر نہ بجانے دیتے آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے نواب صاحب نے اسکی تصدیق کی۔ تب میرے گھر میں کہا کہ اس سے ثابت ہے کہ آپکے استاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دف کو جائز کیونکہ جب میں اسکو زمین پر رکھدیتی تھی تو وہ دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہو جاتی تھی اور جب میں ہاتھ میں لے لیتی تو وہ ایک طرف سے کھلکر دف ہو جاتی تھی۔ نواب صاحب انکے اس استدلال کو سنکر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۴) **قولہ** بند ہو کر ڈھول کی طرح **اقول** سبحان اللہ شاہ صاحب کے فعل کی حقیقت کو کیسا سمجھیں (فائدہ) یہ محقق ہو گیا کہ جواز دف کی شرط یہ ہے کہ تطریب یعنی گت سے نہ بجایا جاوے (شت)

(۱۴۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا یا مولانا نانوتوی نے اچھی طرح یاد

نہیں مگر سُننا انہیں میں سے کبھی ایک سے ہے) کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے میانجی نور محمد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص خوش گلو ہے اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سُن لیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور اسلیئے اسکا سننا خلاف احتیاط ہے لہذا میں اسکے سُننے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۵) **قولہ** امام بنا دیتے ہیں **اقول** کسقدر ادب ہے منصب امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اسقدر پاس فرماتے تھے (**تشت**)

(۱۴۶) خانصاحب نے فرمایا کہ میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ قاسم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب یہ چاروں ماموں پھوپھی خالہ زاد بھائی تھے۔ ان میں سے شیخ قاسم علی صاحب شاہ عبد العزیز صاحب کے کچھ شاگرد تھے اور ان پر نہایت
۱۴۴ فریفتہ تھے میانجی محمدی صاحب سید صاحب کے مرید اور ان پر عاشق تھے۔ حکیم خادم علی صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب پر دیوانہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب شاہ اسحٰق صاحب پر فریفتہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر بنوائی ہے شاہ اسحٰق صاحب اسکو اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد بنوانا نہ چاہیئے اور استدلال میں اس حدیث کو پیش کرتے تھے۔ جو مشکوٰۃ باب التصاویر میں اس مضمون کی مروی ہے کہ بعض امہات المومنین نے حبشہ کے ایک گرجا کی اور اسکی تصویروں کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولئك اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدًا ثم صوروا فیه تلك الصور اولئك شرار خلق الله۔ متفق علیه۔ اور اسی لیئے اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ الا نادرًا۔ ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ چاہیئے اس نے کہا کہ پھر آپکے دادا نے کیوں بنائی ہے تو آپنے فرمایا کہ یہ انسے پوچھو۔ میرا مسلک یہی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۶) قولہ استدلال میں الخ **اقول** یہ محمل احوط والبعد عن الفساد ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ خود اہل قبور کو سجدہ کرتے تھے۔ احقر کہتا ہے کہ گو نماز خدا ہی کی پڑہی جاوے تب بھی اُس جگہ نماز پڑھنے کو قبول و برکت میں بلا دلیل دخیل سمجھتے ہیں اور توجہ الی الاولیاء اور توجہ اولیاء کو اس میں موثر جانتے ہیں اور عبادت الٰہیہ میں مخلوق کی اتنی شرکت کا اعتقاد بھی خلاف دلیل ہے اور حضرات مجوزین نے حسن ظن کی وجہ سے اس احتمال کی طرف التفات نہیں فرمایا (ش‌ت)

(۱۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب اور میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبد العزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لیجاتے۔ آپکے متعلقین بھی آپکے ساتھ جاتے اور وہاں جاکر فاتحہ پڑہتے فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرما دیتے۔ مگر شاہ اسحٰق صاحب بھی آپ کے ہمراہ جاتے لیکن جس وقت فاتحہ پڑہتے تھے تو شاہ صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے فرماتے کہ ۱۴۹
میاں اسحٰق بیٹھو گے یا جاؤ گے۔ اسپر شاہ اسحٰق صاحب فرماتے کہ حضور جاؤنگا اور یہ کھکر واپس تشریف لے آتے۔ یہ کبھی جلسہ میں شریک نہیں ہوتے اور نہ شاہ صاحب نے اُنکے عدم شرکت پر ان سے کبھی کچھ تعرض فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۷) قولہ یہ کبھی جلسہ میں الخ **اقول** اختلاف مسلک اُسی اختلاف نظر سے تھا جو حکایت سابقہ کے حاشیہ میں مذکور ہوا اور شاگرد و اُستاد دونوں کا کس درجہ انصاف و حسن ظن اس سے ثابت ہوتا ہے (ش‌ت)

(۱۴۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی سفر حج میں تھے اس سفر میں انکا جہاز یمن کے ایک بندرگاہ پر ٹھیر گیا۔ اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کریگا چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں۔ اس لئے آپ جہاز سے اتر کر انکی خدمت میں روانہ ہوگئے جب انکی خدمت میں پہونچے اور گفتگو ہوئی۔ تو مولانا کو اُنکے شہرت علم کی تصدیق ہوگئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند

کی درخواست کی۔ ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب سے۔ وہ عالم شاہ عبدالغنی صاحب کو نہ جانتے تھے اس لئے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا شاہ اسحق صاحب سے وہ شاہ اسحق صاحب سے بھی واقف نہ تھے اسلئے پوچھا کہ شاہ اسحق صاحب نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے واقف تھے جب ان کا نام سُنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو سند دیدونگا اور یہ بھی فرمایا۔ کہ شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جسطرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے۔ اور جہاں اسکی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں۔ یوں ہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے۔ وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں، اُسکے بعد انھوں نے مولانا کو حدیث کی سند دیدی۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے خود مولانا نانوتوی سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۸) قولہ انکی خدمت میں روانہ ہوگئے **اقول** باوجود

۱۵۰ کامل ہونے کے دوسرے اہل کمال سے استفادہ فرمانا کمال تواضع وحرص دین کی دلیل ہے۔

وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون (شبیر)

(۱۴۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ریاست رامپور میں نواب یوسف علی خان کے زمانہ میں روشن باغ میں ایک مجذوب رہتے تھے اور نواب صاحب کی طرف سے دو سپاہی انکی خدمت کے لئے رہا کرتے تھے۔ ان کا نام شیر شاہ تھا یہ مجذوب بالکل ننگے رہتے تھے مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے چنانچہ جب باتیں کرتے ان کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی انکے پاس آتا اُس سے کوئی نہ کوئی فرمائش ضرور کرتے نیز ان کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی ایک انار یا ایک امرود یا ایک روپیہ یا ایک پیسہ وغیرہ پیش کرتا تو نہ لیتے اور فرماتے کہ ایک نہ لونگا دو لاؤ۔ میرے پھوپھا انکی خدمت میں جایا کرتے تھے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لیجاتے تھے۔ میرے پھوپھا نے شاہ آباد دروازہ ایک مکان لے رکھا تھا اور ہمارے مکان کے قریب ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو نہایت صحیح العقیدہ اور بزرگ آدمی تھے ان کا نام مولوی اسمٰعیل صاحب تھا اور انکے ایک بھائی تھے جنکا نام حافظ اسحٰق تھا۔ میں ان حافظ اسحٰق صاحب سے کوئی کتاب بھی

پڑھتا تھا جسکا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان وجوہ سے مولوی اسمٰعیل صاحب سے تعلقات تھے ایکمرتبہ ان مولوی اسمٰعیل صاحب نے میرے پھوپھا سے بشیر شاہ کے انتقال کے بعد اپنا قصہ بیان فرمایا کہ گو میری عادت مجاذیب سے اختلاط کی نہ تھی مگر میں خلاف عادت بشیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور گو انکی عادت یہ تھی کہ وہ ہر آنے والے سے کچھ نہ کچھ فرمائش کیا کرتے تھے۔ مگر انھوں نے بھی اپنی عادت کے خلاف کبھی مجھ سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ ایک مرتبہ مین نے عرض کیا کہ حضور سب سے کچھ نہ کچھ فرمائش کرتے ہیں مگر مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی کیا حضور مجھ سے کچھ ناخوش ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مین سب سے زیادہ تجھ سے خوش ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر آپ مجھ سے فرمائش کیوں نہیں کرتے تو انھوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جتنے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں سب اغراض لیکر آتے ہیں، کوئی بیوی کیلئے آتا ہے۔ کوئی معشوق کے لئے۔ کوئی نوکری کیلئے کوئی کسی اور غرض سے اسلئے ہم بھی انکے ساتھ اپنی غرض لگا دیتے ہیں اور تو کسی غرض سے نہیں آتا بلکہ محض خدا کے لئے آتا ہے اسلئے تیرے ساتھ غرض لگانے کو جی نہیں چاہتا۔ میں نے پوچھا کہ آپ جب کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ایک نہیں لیتے بلکہ دو لیتے ہیں اسمین کیا راز ہے آپنے ۱۵۱
فرمایا وخلقنٰکم ازواجا اور ایک آیت اور ایسے ہی پڑھی جب خدا نے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں ہم بھی جوڑا لیتے ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کچھ فرمائش کریں آپ نے فرمایا اچھا مرغ پلاؤ لاؤ۔ میں اپنے گھر آیا میرے بھائی حافظ اسحٰق اسمٰعیل مرغ پالتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ میں میاں بشیر شاہ کے لئے مرغ کا پلاؤ لیجاؤنگا۔ تو کوئی عمدہ پٹھا جسمیں سیر بھر گوشت ہو مجھے دیدو۔ انھوں نے ایک نہایت عمدہ پٹھا دیدیا۔ اسکے بعد میں بازار گیا اور سیر بھر نہایت عمدہ چاول لایا اور بہت اچھی بریانی پکا کر ایک بڑی رکابی میں اسکے لئے سب کا سب لے گیا۔ جب میں وہاں پہونچا تو وہ باغ کے ایک تالاب میں نہا رہے تھے مجھے دیکھکر نکل آئے۔ میں نے پلاؤ پیش کیا انھوں نے بیٹھکر سب کھا لیا اور کھا کر اس رکابی کو تالاب پر لے گئے اور وہاں اسے خوب دھویا۔ اور دیر تک پانی کو ہلاتے اور رکابی کو دھوتے رہے اُسکے بعد وہاں سے آئے اور آکر رکابی کو آسمان کی طرف بہت اونچے پھینک دیا اور فرمایا سارزقکم فی السماء۔ میں سمجھا کہ اب رکابی گر کر پاش پاش ہو جاوے گی مگر وہ سیدھی

انہی کی طرف آئی اور انھوں نے اسکو ایک انگوٹھے اور دو انگلیوں پر روک لیا اسکے بعد انکو پھر پھینکا اور وہی رمز تکلم فی اسماء فرمایا اور پھر انگلیوں پر روک لیا۔ غرض وہ بہت دیر تک یہ ہی کھیلتے رہے۔ بہت دیر کے بعد انھوں نے مجھے رکابی دی میں تو رکابی لیکر چلا آیا اور وہ پھر پانی میں گھس گئے۔ میں حسب معمول انکی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ مین نے پھر کہا کہ کچھ فرمائش کیجئے۔ انھوں نے فرمایا اچھا انکی سفریاں (امرود) لاؤ۔ میں ڈہائی سیر نہایت عمدہ سفریاں لے گیا۔ اتفاق سے اس روز بھی اکیلے تھے۔ میں نے وہ سفریان پیش کیں۔ آپ نے ان کو لیکر سامنے رکھکر کھانا شروع کیا۔ ایک سفری جو کسیقدر گدری تھی جب وہ سرک کر انکی طرف کو آتی تو اسکو نہ کھاتے اور ہٹا دیتے اور کہتے میرے پاس نہ آئے گی۔ مولوی کے پاس جاوے گی۔ مولوی کے پاس جاویگی۔ غرض وہ تمام سفریاں کھالیں۔ اور اس سفری کو آخر تک نہ کھایا اور یہ ہی کہتے رہے مولوی کے پاس جاویگی مولوی کے پاس جاوے گی۔ میرے پاس نہیں آئے گی جب تمام سفریاں ختم ہوگئیں تو انھوں نے وہ سفری مجھے دی اور کہا یہ تو کھالینا۔ میں نے جو اُسے اُٹھایا تو نہایت تیز گرم تھی۔ مین نے اٹھاکر رومال میں رکھ لی اور گھر لے آیا۔ گھر میں آکر میں ایک عجیب خلجان میں مبتلا ہوگیا۔ کبھی تو جی چاہتا کہ کھالوں اور کبھی یہ خیال کرتا تھا کہ اگر تو نے کھا لیا تو پھر تو بھی انکی طرح دیوانہ ہوجاویگا اور جو کچھ علم دین کے متعلق نفع کیا کہ تجھ سے پہونچ جاتا ہے وہ بھی منقطع ہوجاویگا اور جو روپئے بھی چھوٹ جائینگے۔ غرض بہت دیر تک اسی الجھن میں رہا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ آخر میں اسے کھونٹی پر لٹکا دیا مگر وہ الجھن اب بھی نہ گئی جب میں سونے کے لئے لیٹا تو اسوقت بھی وہ الجھن نہ گئی کبھی کھانے کا خیال ہوتا تھا اور رومال کو کھونٹی پر سے اُتارتا تھا۔ اور کبھی پھر خیال ہوتا تھا کہ اسکا نہ کھانا ہی مناسب ہے اور یہ خیال کرکے پھر کھونٹی پر لٹکا دیتا تھا جب بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا تو بیوی نے کہا کہ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ نہ خود سوتے ہو نہ سونے دیتے ہو اور یہ اس رومال میں کیا چیز ہے کہ کبھی اتارتے ہو اور کبھی پھر رکھدیتے ہو۔ بیوی کو تو میں نے ٹال دیا مگر مجھے کسیطرح یکسوئی نہ ہوئی اور میں صبح تک اسی الجھن میں رہا۔ اور رات بھر نہیں سویا۔ ۱۵۲

اب قریش کے غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی جب اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قاتل نہایت ذلت کے ساتھ اپنے مقصد میں ناکام رہے تو ٹڈی دل کی طرح آپکی جستجو میں ادہر اُدہر نکل پڑے اور مکہ کا ایک ایک گھر دیکھ ڈالا جب کہیں نشان نہ پایا تو انھوں نے اشتہار دیا کہ جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر لائے گا وہ سو اونٹ انعام پائے گا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے ہوتے جبل ثور کی جانب چلے جا رہے تھے اسوقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے کبھی پیچھے اور کبھی داہنی جانب اور کبھی بائیں جانب تاکہ ہر طرف کی خبر رکھیں جب حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیرون کو خار دشت مغیلان سے صدمہ پہونچنے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور اپنی ایذا و تکلیف کی کچھ پروا نہ کی (مواہب لدنیہ وغیرہ)

راہ مین دونون حضرات کا ایک بوڑھی بدوی عورت ام معبد یعنی عاتکہ بنت خالد کے
45 خیمہ پر گذر ہوا جسکے ایک گوشہ مین ایک نہایت لاغر بکری کھڑی ہوئی تھی اور بالکل دودھ
نہ دیتی تھی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے تھنون پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ دودھ سے بھر گئے اور اس طرح سے ان سے دودھ نکلنا شروع ہوا جس طرح فوارہ سے پانی نکلتا ہے جسکو آپنے ام معبد سے اجازت لیکر خود بھی پیا اور اپنے ساتھی کو بھی پلایا اور بڑھیا کے گھر کے تمام خالی برتن دودھ سے لبریز ہو گئے اور یہ برکت اسیطرح برابر جاری رہی جب آپ یہان سے رخصت ہو گئے تو ام معبد کا خاوند ابو معبد یعنی اکثم بن جون جو کسی ضرورت سے جنگل گیا ہوا تھا۔ واپس آیا اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھکر حیران و ششدر رہ گیا۔ سبب پوچھا تو ام معبد نے کہا کہ ایک نہایت شریف و کریم جوان آج ہمارے یہاں تھوڑی دیر کے لئے مہمان ہوئے تھے یہ سب اسکے ہاتھ کی برکت ہے۔ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے خطہ حجاز کا گوشہ گوشہ گونج رہا تھا۔ اور کوئی کان آپ کے ذکر سے ناآشنا نہ تھا اسلئے ابو معبد یہ سنکر فوراً کہنے لگا۔ بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ محمد بن عبداللہ معلوم ہوتے ہیں اور افسوس کرکے بی بی سے کہنے لگا اگر مین موجود ہوتا تو ان مبارک قدموں کو چومتا اسکے بعد ان دونون نے بھی

ہجرت کی اور مدینہ پہونچکر مسلمان ہوگئے۔

سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم راتون رات سفر کرکے جبل ثور کے غار میں پہونچے پہلے
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھکر غار کے اندر اترے اور اسکی سطح کو اپنی چادر سے صاف کیا
اور ان سوراخون کو جو غار کے اندر حشرات الارض کا مسکن بنے ہوئے تھے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر
بند کر دیا ایک بڑا سوراخ رہ گیا جو چادر ختم ہونے کی وجہ سے بند نہ ہو سکا اسکو اپنے پیر کے
انگوٹھے سے بند کر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آواز دی "یا رسول اللہ تشریف
لے آیئے"

چنانچہ رسالت کے بدر منیر نے اس تیرہ و تار غار کو اپنے جمال جہان آرا سے منور کیا اور
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ تھوڑی دیر سو رہیے تاکہ سفر کی تکان رفع ہو جائے" غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے آرام فرمایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے پتھر سے کمر لگا اور اس سوراخ میں
انگوٹھا اڑا کر اطمینان سے بیٹھ گئے جو درحقیقت کسی زہریلے سانپ کا بل تھا اور وہ سانپ اپنی ۴۶
آمد و رفت کا راستہ بند پا کر اندر گھبرا رہا تھا آخر وہ مقید ہونے کی تاب نہ لا سکا اور اس نے
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جسکی زہریلی سوزش نے آپ کو
بے چین کر دیا لیکن آپ نے پیر کو ذرا جنبش سے اس وجہ سے نہ ہلایا کہ مبادا اسکی حرکت سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے یہانتک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ
کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بیتابی کے سبب آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اس وقت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنے رفیق کی حالت غیر دیکھکر وجہ پوچھی ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے انگوٹھا علیحدہ کرا کر اپنے دہن مبارک کا لعاب
مار گزیدہ مقام پر لگا دیا جسکے لگانے ہی فوراً آرام ہو گیا اور سوزش یکدم زائل ہو گئی۔

جب کفار قریش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ میں کہیں نشان نہ پایا
تو سب لوگ دونوں کی تلاش میں شہر سے باہر نکلے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ مجھ کو خبر ہے۔ یہ
دونوں کے پاؤں کے نشان ہیں ان نشانات کو دیکھتے ہوئے چلے چلو۔ آگے چلکر جب ایک

پاؤں کا نشان رہ گیا تو شیخ نجدی سے لوگوں نے کہا کہ یہاں سے ایک کہاں چلا گیا اس نے جواب دیا کہ صدیق عاشق نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے اس جگہ سے آپ کو اپنے کندھے پر بٹھلا کرلے گیا ہے۔

جب کفار غار کے قریب آگئے تو شیخ نجدی نے ان سے کہا کہ دونوں اس غار میں موجود ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غار میں داخل ہونیکے بعد بحکم خداوندی اس غار کے منہ پر مکڑی نے رات رات میں جالا تن دیا تھا و نیز ببول کا درخت پیدا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی دو جنگلی کبوتروں نے آکر اور گھونسلا بنا کر انڈے دے تھے۔

کفار نے جب یہ دیکھا کہنے لگے اگر یہاں کوئی آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھیرتا یہ کہکر کفار پھر گئے۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کی حفاظت کیلئے تار عنکبوت اور بیضہ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ ہزار زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے

۴۷ وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ ✤ وَكُلُّ طَرْفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي

اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر و کرم کی جسکو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم وحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار کی آپکے دیکھنے سے اندھی تھی۔

فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيقُ لَمْ يَرِمَا ✤ وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرِمِ

پس آپ سراپا صدق تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى ✤ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

انھوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے (اور انھوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا۔

وِقَايَةُ اللهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ ✤ مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأُطُمِ

خداوند تعالےٰ کی حمایت وحفاظت نے آپکو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہونکے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پروا کر دیا (کذا فی نشر الطیب صفحہ)

جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار قریش کو غار کے دہانہ پر پہنچتے ہوئے دیکھا تو بہت غمزدہ ہوتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ "اب تو دشمن اس قدر قریب آگئے کہ اگر کسی کی بھی ان میں سے اسکے قدم پر نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیگا آپ نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالےٰ میں اسوقت یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اَعْمِ اَبْصَارَهُمْ۔ یا اللہ انکی آنکھوں کو اندھا کردے۔

سو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا سے کفار قریش کو اندھا کردیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس غار میں تین رات متواتر پوشیدہ رہے ان ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ جو نوجوان تھے روزانہ شب کو خفیہ آپ کے پاس آتے اور صبح اندھیرے منہ مکہ چلے جاتے دن بھر پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں جو کچھ خبر ملتی شام کو غار میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
۴۴ بیان کرتے عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام غار کے متصل بکریاں چراتے اور آپ کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کا دودھ پلا جاتے تھے۔ لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہونچا آتی تھیں اسیطرح تین راتیں غار میں گذریں۔

تیسرے دن کے بعد ۴ ربیع الاول سنہ ہجری بروز پیر عبد اللہ بن اُرَیقِط[1] دُئلی[2] (جو رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) دونوں اونٹنیاں یعنی قصوی اور جدعا در غار پر لیکر حاضر ہوا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ جدعاء پر سوار ہوگئے اور صدیق اکبر دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کو بھی خدمت کیلئے اپنے پیچھے سوار کرلیا عبد اللہ بن اریقط مشرک جسپر حفظ راز کا اطمینان تھا آگے آگے راستہ دکھلانے کے لئے چلا ایک رات دن برابر چلا کئے دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اگر کہیں سایہ معلوم ہو تو وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں

[1] اریقط بضم ہمزہ و فتح راء مہملہ و یائے ساکنہ و کسر قاف ۱۲ منہ [2] دئلی بضم دال مہملہ و ہمزہ مکسورہ و لام ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

۴۸۸

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوّف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و رافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی رُوح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے۔ اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف رُوحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوّف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جُدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے

قیمت تین روپے چار آنے (سے ۳؍)

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اشتہار

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہین اگر آپکو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہ بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریون کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہین جن سے مسلمان ٹھوکر کھاکر منزل مقصود سے کوسون دور ہوتے جاتے ہیں تو فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں۔

ضخامت ۲۰۰ صفحات۔ قیمت اصلی تین روپیہ چار آنے (سے؎)

اور خریداران الہادی کے واسطے آخر شعبان تک ؏ علاوہ محصولڈاک ۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۵۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مضموں دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی بر اعاظم ناس

حاضر باشد یا بادی ٭ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ شامل ست بر جمیع

مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المزبور ٭ صحیفہ شہریہ کہ مستدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۹ | بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ | جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و مسکن ست بر کہ ہر جائع و صادی ٭ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ باہتمام محمد عثمان عامی ٭ و ہر وہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب و التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحق صاحب	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۱
۳	حیوۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	"	۱۵
۴	کلید مثنوی	تصوف	"	۲۷
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	"	۳۵
۶	امیر الروایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۴۳

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ حسین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ سے یہ رسالہ بمعہ ٹائٹل تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ بھی دو روپے آٹھ آنے (عہ/)

(۴) سوائے ان صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں بقیہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر ۲ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک قیمت پیشگی نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے

(۷) اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہو طلب فرما دیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

کتاب الجمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا سُبل السلام وفضل علینا بیوم الجمعۃ الذی ھو سید الایام والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ المبعوث الی کافۃ الانام وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ھم ھداۃ الحق ودعاۃ الاسلام۔ اما بعد

جمعہ اور اسکے آداب کی رعایت و پابندی اسلامی شعائر میں سے ہے موجودہ زمانے میں جسطرح اور مذہبی اصولی کاموں میں تساہل اختیار کیا جاتا ہے اسیطرح جمعہ اور اسکے آداب کی پابندی بھی اب مفقود ہوتی جاتی ہے لہٰذا اس مذہبی کاہلی کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہوئے جمعہ کے متعلق احادیث کا ترجمہ کتاب کا ایک مستقل جزو بنا کر کتاب الجمعہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ واللہ تعالےٰ المستعان۔

نماز جمعہ، اور اسکے لئے جانیکی ترغیب، جمعہ کے دن اور وقت کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خوب اچھی طرح وضو کر کے جمعہ کے لئے آتے اور پھر خاموش بیٹھ کر (خطبہ) سنتا ہے (اور اسکے بعد نماز پڑھے) تو اللہ تعالےٰ اس شخص کے اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک (سات یوم) اور تین یوم اسکے علاوہ (کل دس یوم) کے تمام گناہ (صغیرہ) معاف فرمادینگے۔ اور جو شخص (اثنائے خطبہ مین یا سجدے کے وقت) کنکریان ہی برابر کرتا رہا (یا اور کوئی اس قسم کا بیہودہ کام کرتا رہا) تو اس نے بیکار وقت ضائع کیا۔

ف اللہ میان کے ہان قانون یہ ہے کہ ایک نیکی کا کم از کم دس گنا ثواب دیا جاتا ہے لہٰذا ایک روز جمعہ کی نماز پڑھنے سے دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، قدرت کی کریمی ملاحظہ ہو کسطرح گناہونکی بخشش کا سامان مقرر فرمایا ہے اسکو مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچوں (وقت کی) نمازیں (ایک نماز دوسری نماز تک) اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے تمام درمیانی زمانہ کے صغیرہ گناہوں کے لئے مکفر (کفارہ) ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں ابومالک اشعری کی روایت سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ آنے والے جمعہ تک کے درمیانی سات یوم اور تین دن اسکے علاوہ (کل دس یوم) کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسکو (کم از کم) دس گنا ثواب ملتا ہے (یہ تو مقررہ قانون ہے باقی واللہ یضاعف لمن یشاء جسکو چاہیں اس سے بھی زیادہ دیدیں۔ جسکے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص (اپنا تمام عمر میں) ایک دن ان پانچوں کاموں کو کرلے اللہ پاک ضرور اسکا نام جنتیوں میں لکھدینگے۔ کسی مریض کی عیادت کرے اور کسی جنازہ میں شریک ۲
ہوجائے اور ایک روزہ رکھ لے اور جمعہ کیلئے چلا جائے اور ایک غلام آزاد کردے۔

ف غلام کا آزاد کرنا آجکل یہ چیز نہیں میسر آسکتی باقی سب کام سہل ہیں۔ سو اللہ پاک نے تسبیح و اذکار ایسے مقرر فرمادیے ہیں جو غلام آزاد کرنیکی برابر وزن رکھتے ہیں چنانچہ ادعیہ و اذکار کے بیان میں گذرچکا لہذا اب جنتیوں میں نام لکھانا کچھ دشوار نہیں۔ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔

حضرت یزید بن ابی مریم فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے جمعہ کی نماز کو جاتے ہوئے (راستے میں) رفاعہ بن رافع صحابی ملے اور کہنے لگے کہ خوش ہو تمہارے یہ قدم اللہ کے راستے میں اُٹھ رہے ہیں میں نے ابوعبس سے سُنا ہے کہتے تھے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسکے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوگئے وہ نار جہنم پر حرام ہیں۔ اسکو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ عبایہ فرماتے ہیں مجھے (ایک روز) ابوعبس جمعہ کی نماز کو جاتے ہوئے ملے

اور کہنے لگے کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جسکے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے اسکو اللہ پاک نے جہنم سے بچا لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی شخص کے قدم اللہ پاک کے راستے میں اٹھے ہوں اور پھر انکو جہنم کی آگ چھو سکے باقی امام بخاری کے ہاں یزید کا اور عبایہ کا کلام مذکور نہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص جمعہ کے روز (اچھی طرح) غسل کرے اور اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائے اور عمدہ کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز کو جائے اور (مسجد میں پہنچکر) جسقدر ممکن ہو نوافل اور سنن پڑھے (مگر صف اول کی ہوس میں) کسیکو تکلیف بھی نہ دے۔ اور پھر (اثنائے خطبہ میں) خاموش (بیٹھا) رہے حتی کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے۔ تو اسکے لئے اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہوں کیلئے کفارہ ہو جائے گا۔ امام احمد اور طبرانی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ امام احمد کے رواۃ ثقات ہیں۔

۳ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے جو اسکے پاس اچھے عمدہ کپڑے ہوں وہ پہنے اور اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائے پھر وقار کے ساتھ (میانہ روی سے) جامع مسجد جائے اور (صف اول کی طلب میں) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور کسیکو تکلیف نہ دے (خطبہ سے قبل) جو مقدور ہو نوافل اور سنن پڑھے پھر (خطبہ کے درمیان سکون اور خاموشی کے ساتھ) انتظار کرے حتی کہ امام ممبر سے اتر آئے (پھر نماز جمعہ ادا کرے) تو دو جمعوں کے درمیان جسقدر گناہ ہیں سب معاف ہو جائینگے۔ اسکو امام احمد اور طبرانی نے بروایت حرب عن ابی الدرداء نقل کیا ہے لیکن حرب کو ابو الدرداء سے سماع نہیں۔

حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو مسلمان آدمی جمعہ کے روز غسل کرکے جامع مسجد آئے۔ اور (صفوں میں) کسی نمازی کو تکلیف نہ دے اگر امام (خطبہ کیلئے ممبر پر) نہ آیا ہو تو

اتنی دیر جسقدر ممکن ہو سنن اور نوافل پڑھے اور اگر امام (ممبر پر) آگیا ہو تو خاموش بیٹھکر خطبہ سنے حتی کہ امام خطبہ وغیرہ سے فارغ ہو جائے (اور پھر نماز ادا کرے) تو اسکے عوض اگر جمعہ اس گذشتہ جمعہ کے گناہ معاف نہ ہونگے تو ان شاء اللہ آنے والے جمعہ تک کے گناہوں کے لئے کفارہ ضرور ہو جائیگا اسکو امام احمد نے روایت کیا میرے علم میں عطاء نے بنیشہ سے نہیں سُنا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے روز خوب اچھی طرح نہادھو کر حسب حیثیت تیل خوشبو وغیرہ لگائے اور پھر نماز کیلئے جامع مسجد جائے (اور مسجد میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے) نمازیوں (کی صفوں) کو نہ چیرے اور (خطبہ سے پہلے) جو کچھ مقدر ہو سنن و نوافل پڑھے اور جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش (بیٹھا سُنتا) رہے (اور پھر سب کے ساتھ نماز پڑھے) تو اللہ پاک اسکے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام گناہ معاف فرمادینگے اسکو امام
۴ بخاری نے روایت کیا اور نسائی میں اس طرح ہے کہ "جو کوئی آدمی جمعہ کے روز قاعدہ کے موافق غسل وغیرہ کرکے اپنے گھر سے جامع مسجد (نماز کے لئے) آئے اور (اثنائے خطبہ میں) خاموش رہے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ تو یہ اسکے گذشتہ جمعہ کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ نیز اسکو طبرانی نے کبیر میں باسناد حسن مثل نسائی روایت کیا اور اسکے آخر کے الفاظ یہ ہیں کہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کیلئے ہمیشہ کفارہ ہوتا رہیگا جبتک کہ گناہ قاتل (کبیرہ سے) پرہیز رکھا جائے۔

حضرت اوس بن اوس ثقفی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جو آدمی جمعہ کے روز خوب اچھی طرح غسل کرکے سویرے سے نماز کیلئے بغیر سواری کے پاپیادہ جائے اور (خاموشی کے ساتھ) خطبہ سُنے اور کوئی بیہودہ حرکت نہ کرے تو اسکے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت روزہ نماز کا ثواب ملے گا اسکو امام احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نسائی نے روایت کیا اور ترمذی نے تحسین کی نیز ابن حبان ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا اور حاکم نے بھی روایت کرکے

تصحیح کی، طبرانی نے اوسط میں بروایت ابن عباس روایت کیا۔ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے الفاظ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ بیان مراد میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ الفاظ متقارب المعنی ہیں تکرار الفاظ سے مقصد صرف غسل کرنے اور سویرے جانے کی تاکید ہے صرف الفاظ کا اختلاف و تعدد ہے جو معنے میں کچھ موثر نہیں جس کا قرینہ اس حدیث میں مَشٰی وَلَمْ یَرْکَبْ کے الفاظ ہیں کہ جو باوجود اختلاف لفظی کے صرف پیدل چلنے کے معنی کو تاکید کے ساتھ ادا کرتے ہیں یہی اثرم صاحب امام احمد کا خیال ہے۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ غَسَّلَ کے معنے خصوصیت سے سر کے بال دھونے کے ہیں۔ کیونکہ اہل عرب کے سروں پر بہت گھنے بال ہوتے تھے اکثر پٹھے رکھتے تھے عادۃً ایسے بالوں کے دھونے میں تکلیف ہوتی ہے اور تکاسل کیا جاتا ہے لہذا خصوصیت سے سر کے بالوں کے دھونے کے متعلق مزید تنظیف کے لئے ارشاد فرمایا گیا یہی رائے مکحول کی ہے (وقال الشیخ الکشمیری ہو الصحیح لانہ منصوص فی روایت ابوداؤد) اس صورت میں غَسَّلَ
کے معنے بقیہ جسم کو دھونے کے اور نہانے کے ہونگے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک غَسَّلَ ۵
کے معنے ہیں اپنی اہلیہ کو غسل کرایا یعنے جمعہ سے قبل جماع کیا تاکہ اپنے نفس پر اطمینان اور نظروں کی حفاظت ہو جائے (جمعہ کے ازدحام میں وساوس پریشان نہ کریں۔ نظریں بے محل نہ پڑیں۔ نیز جمعہ اور شب جمعہ عموماً فرصت کے اوقات ہوتے ہیں لباس تبدیل کرنا غسل کرنا جمعہ کی ضرورت سے ہوتا ہے لہذا اس ضرورت سے بھی ساتھ کے ساتھ ہی فراغت ہو جائے) (یہ کلام جملہ اول کے متعلق تھا) جملہ ثانی بَکَّرَ وَابْتَکَرَ کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ ابتکر کے معنے ہیں خطبہ میں شروع سے شریک ہونا اور بکّر بہت سویرے قبل از وقت) جانا اور ابن انباری کی رائے ہے کہ بکّر کے معنے ہیں نماز جمعہ سے قبل صدقہ کرنا جس کے لئے یہ حدیث موید ہے۔ بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا۔ ترجمہ صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ بلائیں اس سے گزر کر نہیں آتیں یہ روک لیتا ہے۔ حافظ ابوبکر بن خزیمہ فرماتے ہیں کہ جن روایات میں غَسَّلَ بالتشدید وارد ہے ان میں تو کنایہ جماع سے ہے یعنے خود بھی غسل کیا۔ اور اپنی بی بی یا جاریہ پر بھی غسل واجب کرایا اور جو غَسَلَ بالتخفیف روایت کرتے

ہیں اسکے بموجب غسل کے معنے بال دہونے کے اور اغتسل کے معنے باقی بدن دہونے اور غسل کرنے کے ہیں جسکے لئے حدیث طاؤس عن ابی عباس شاہد ہے چنانچہ بسند صحیح طاؤس سے نقل کیا کہ وہ فرماتے تھے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِغْتَسِلُوْا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاغْسِلُوْا رُءُوْسَکُمْ وَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا جُنُبًا وَمَسُّوْا طِیْبًا. ترجمہ جمعہ کے روز اچھی طرح غسل کیا کرو اور بال بھی دہو یا کرو اگرچہ جنبی نہ ہو اور خوشبو لگاؤ. حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خوشبو کے متعلق تو مجھکو یاد نہیں ہاں غسل کے متعلق تو آپ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

ف مذکورہ بالا احادیث میں آداب وسنن جمعہ تعلیم فرمائے گئے ہیں جنمیں سے بعض موکدات ہیں مثلاً خطبہ کے وقت خاموش رہنا اور خطبہ سننا اگلی صف میں بیٹھنے کی خواہش سے لوگوں کو پھلانگتے ہوئے نہ جانا اور نمازیوں کو تکلیف نہ دینا خطبہ یا سجدے کی حالت میں کنکریوں یا اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال میں نہ لگا رہنا وغیرہ امور کی ۶ رعایت واجب ہے اور بعض آداب ہیں مثلاً جمعہ کے روز جہانتک ممکن ہو سویرے مسجد جانا حتی کہ بعض صلحائے امت کا تعامل رہا ہے کہ وہ صبح ہی سے مسجد چلے جاتے تھے اور اسکو افضل سمجھا گیا ہے. خوب اچھی طرح غسل کرنا اگر سر پر بال ہوں تو انکو دہونا. جو اچھے سے اچھے میسر ہوں کپڑے پہننا اگر ہو سکے تو تیل لگانا خوشبو کا استعمال کرنا وقار کے ساتھ جامع مسجد جانا وغیرہ تمام امور مستحبات وآداب میں سے ہیں غرضکہ یوم جمعہ کو شریعت اسلامیہ نے صرف عبادت یعنے نماز جمعہ اور اسکے اہتمام کے لئے تجویز کیا ہے اسیوجہ سے جمعہ کو تمام کاروبار چھوڑنا اور تعطیل کرنا مسلمانوں کا اسلامی شعار ہے لہذا اس دن کو عبادت اور اسکے اہتمام میں ہی صرف کرنا چاہیئے اور نماز جمعہ کو اسکے جملہ آداب کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے. تاکہ وہ ہفتہ بھر کے صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (جمعہ کے روز) سر کے بالوں کو دہویا اور غسل کیا اور پھر نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد گیا اور صف اوّل میں بالکل امام کے

قریب بیٹھا اور شروع سے خطبہ سُنتا رہا تو اس شخص کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کے روزے نماز کا ثواب ملیگا۔ اسکو امام احمد نے برجال صحیح روایت کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جمعہ پیش کیا گیا ہے تو اسکو حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتیلی میں لیکر آئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تہا کہ ایک صاف شفاف آئینہ ہے اور اسکے وسط میں (خال رخ محبوب کی طرح) ایک سیاہ نقطہ (اسکی آب و تاب کو دوبالا کر رہا) ہے چنانچہ آپ نے بطریق استعجاب دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کیا (لاتے ہو)؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ جمعہ ہے جناب باری عز اسمہٗ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے تاکہ آپکے لئے اور آپ کے بعد آنیوالی آپکی امت کیلئے یہ (یوم) عید ہو جائے اور آپ (حضرات) کے لئے اسمیں (عظیم الشان) خیر و برکت (رکھی گئی) ہے (مقام مسرت یہ ہے کہ) آپ (اس روز سعید کے اختیار کرنیمیں سب سے) اول ہیں اور (دوسری امتیں) یہود و نصاریٰ (اس فضل میں) آپ کے بعد ہے۔ (چنانچہ باوجودیکہ یہ لوگ آپسے پہلے تھے مگر تاہم نصاری نے اپنے لئے ہفتہ کو اور یہود نے اتوار کو یوم عبادت (عید) تجویز کیا اور یہ مبارک دن آپ کے لئے رہا) نیز اس مبارک دن میں اللہ تعالے ایک ایسی ساعت سعید کہ جو کوئی بندہ اپنے خدا سے اسوقت میں جو کچھ بھی مانگتا ہے اگر مقسوم میں ہوتا ہے تو اللہ پاک ضرور عنایت فرما دیتے ہیں اور اگر کسی مصیبت سے پناہ (نجات) چاہتا ہے تو اللہ پاک اسکو اور اس سے بھی بڑھکر مصائب و آلام کو دُور فرما دیتے ہیں۔ اور ہم اسکو آخرت میں یوم مزید کہتے ہیں۔

فٓ یہ مبارک ساعت ہی وہ نقطہ سیاہ ہے جو جمعہ کے روشن چہرے کے لئے خال رخ محبوب کی طرح گرانقدر اور اسکو بقیہ ایام سیادت اور فضیلت کا مرتبہ دلانیوالی ہے اس میں ہر قسم کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اس ساعت کی تعیین کے متعلق آئندہ کلام آتا ہے۔

فٓ۲ یوم مزید اللہ تعالے فرماتے ہیں وَلَهُمْ مَا يَشَاؤُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ۔ ترجمہ اہل جنت کو انکی حسب خواہش ہر قسم کی چیزیں ملینگی اور ایک خاص انعام (زیادتی)

ہماری جانب سے جزائے اعمال کے علاوہ ملے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ انعام وزیادتی دیدار الٰہی ہے جو کہ اللہ پاک کے تمامتر عطیات وانعامات کی روح ہے جسکے لئے فریفتگان جمال ایک ہفتہ تک بےچینی سے انتظار کیا کرینگے اور پھر جمعہ کی شب کو دار کرامت میں تشنگان دیدار کو جمال روئے انور سے سیراب کیا جایا کرے گا۔ اسی وجہ سے ساکنان جنت اس مبارک دن کو یوم مزید کہتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں بسند جید روایت کیا ہے۔

حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام ایام میں بزرگ تر اور سب کا سردار ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک
عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ بزرگ اور باعظمت ہے اسکی پانچ خصوصیتیں (ایسی)
ہیں (جو اور ایام میں نہیں) (۱) اسمیں اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا فرمایا (۲) اور اسی
دن میں اللہ پاک نے (دنیا کو آباد کرنے کے لئے) انکو زمین پر اتارا (۳) اور پھر اسی روز
انکی وفات ہوئی (۴) اور اس دن میں ایک ایسا وقت (آتا) ہے کہ بندہ جو کچھ بھی اسوقت
۸ خدا سے مانگتا ہے اللہ تعالےٰ اسکو ضرور عطا فرما دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی حرام چیز نہ مانگے
(۵) اور اسی روز قیامت قائم ہوگی (گویا دنیا کی عمرانی زندگی کا سب سے پہلا اور سب سے آخری
دن یہی ہے اسی سے شروع ہوئی اور اسی پر ختم ہو جاوے گی لہٰذا) کوئی مقرب سے مقرب فرشتہ
کوئی زمین کوئی آسمان کوئی ہوا کوئی پہاڑ کوئی دریا ایسا نہیں جو (قیامت کے اندیشہ سے) جمعہ
کے دن سے نہ ڈرتا ہو۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے ایک الفاظ سے روایت کیا
انکی اسناد میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں۔ انکو امام احمد وغیرہ قابل حجت سمجھتے ہیں نیز اس
مضمون کو انہی عبداللہ کے طریق سے حضرت سعد بن عبادہ کی روایت سے بزار اور امام احمد
نے روایت کیا ہے بقیہ رُوات اسکے ثقہ اور مشہور ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ بہترین دن کہ جسپر آفتاب نکلتا ہے جمعہ کا روز ہے اسی روز ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی روز جنت میں داخل کئے گئے اور اسی روز (دنیا کی آبادی کے لئے) جنت سے باہر بھیجے گئے۔ اس حدیث کو مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے روایت کیا۔

(باقی آئندہ)

اسیطرح تمام بدن کے متعلق ایک گناہ یہ ہے کہ لباس کافروں کے مشابہ پہنا جائے صاحبو اگر تمہارے نزدیک مذہبی حکم کوئی چیز نہیں تو اسلامی غیرت تو ہونی چاہیے۔ کیا یہ غیرت کی بات نہیں آخر قومی پہچان بھی تو کوئی چیز ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں قوم کا ہے مسلمان ہے یا دوسری قوم کا ہے پس اگر یہ کچھ ضروری چیز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے (صرف یہی ہے کہ دوسری قوموں کا سا لباس نہ پہنیں) غضب ہے کہ اکثر ہندو تو ایسی وضع اختیار کرنے لگے ہیں جیسی مسلمانوں کی ہونی چاہیے اور مسلمان ہندو فرنگی وضع اختیار کرنے لگے ہیں۔ میرے بھائی کے پاس ایک تحصیلدار اور ایک سب انسپکٹر آئے۔ تحصیلدار ہندو تھا مگر ڈاڑھی موچھ مسلمانوں کی سی تھی اور سب انسپکٹر صاحب مسلمان مگر چہرہ ہندوؤں کا سا تھا خدمتگار نے پان لا کر تحصیلدار صاحب کے سامنے رکھدئے تو سب انسپکٹر صاحب ہنسے تحصیلدار صاحب بھی ہنسے نوکر سمجھ گیا
۲۲ اور پان اٹھا کر سب انسپکٹر صاحب کے سامنے رکھدئے بھائی نے کہا کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایک نوکر بھی آپ کو ہندو سمجھتا ہے صاحبو غیرت کرنی چاہیے۔ اور ہماری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس طرز وشکل بدلنے میں کیا مصلحت ہے سوائے اسکے کہ ایک کافر قوم کا لباس ہے تو خدا کی پناہ اس کا تو گویا یہ مطلب ہوا کہ لاؤ ہم بھی کافر نہیں اگرچہ صورت ہی کے اعتبار سے بن جائیں۔ مجھے ایک ظریف کا قول یاد آیا کہنے لگے کہ اسوقت نوجوانوں کی یہ حالت ہے کہ اگر یورپ والے کسی مصلحت سے اپنی ناک کٹوانے لگیں تو یہ نوجوان بغیر سوچے سمجھے اپنی ناک بھی کٹوانے لگیں گے اور اصل وجہ یہ ہے کہ اس طرز وشکل بدلنے کو یہ لوگ عزت سمجھتے ہیں کیونکہ یہ وضع اہل حکومت کی ہے لیکن صاحبو اگر شوکت وعزت بھی ہوئی تو نتیجہ کیا؟ شوکت تو اس لئے حاصل کیجاتی ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں اس سے کام لیا جائے۔ نہ اس لئے کہ اپنوں ہی پر رعب جماویں اور اس وضع سے اہل حکومت کی نظر میں تو کچھ

عزت ہوتی نہیں۔ ہاں اپنے بھائیوں پر اس سے کچھ ہیبت قائم ہوجاتی ہے۔ اور یہ ہمدردی کے خلاف ہے پھر تماشا ہے کہ یہ لوگ قومی ہمدردی کا بھی دعوے کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہمدردی اور نفع وہی پہونچا سکتا ہے جو قوم سے میل جول اور مناسبت پیدا کرے نہ کہ وہ شخص جو اُن سے نفرت کرتا ہو اور ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہو جس سے لوگ اس سے وحشت کرنے لگیں بعض لوگ اس مسئلہ میں یہ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم اس لباس سے کافر ہو جائیں گے۔ میں اُن سے کہتا ہوں کہ اگر آپ عورت کا لباس بھی کیوں نہیں پہنتے اور بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان کو شوکت سے بھی کوئی تعلق نہیں مثلاً تصویر رکھنا کتا پالنا۔ ڈاڑھی منڈانا۔ اسپر مجھے ایک انجی اور ایک دوسرے صاحب کی حکایت یاد آئی انجی تو یہ کہ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا وہاں ان ایک جنٹلمین جو کتا ساتھ لئے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ کتے میں ایسی ایسی خوبیاں ہیں پھر اسکا پالنا کیوں ناجائز کیا گیا میں نے کہا صاحب اس کا ایک تو عام جواب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور یہ جواب ہزاروں شبہوں کا جواب ہے دوسرا جواب خاص ہے کتے کے ساتھ وہ یہ کہ اسمیں باوجود ان سب خوبیوں کے ایک ایسا عیب ہے جس نے اس کی سب خوبیوں کو گرد کر دیا ہے اور وہ یہ ہے اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے اسلئے اسکا پالنا منع ہے بس جیب ہی تو ہوگئے اور خوش ہو کر اس بات کو مان لیا۔ اور دوسرے کی حکایت یہ ہے۔ کہ ایک صاحب کتا بغل میں دابے بیٹھے تھے کسی نے کہا اسمیں کیا مصلحت ہے۔ کہنے لگے تاکہ موت کا فرشتہ پاس نہ آئے کیونکہ فرشتے کتے سے بھاگتے ہیں۔ انھوں نے کہا یہ تو کوئی بات نہیں آخر دنیا میں کتے بھی تو مرتے ہیں جو فرشتہ انکی جان نکالتا ہے وہی تمہاری بھی نکالے گا۔ اور پہلی حکایت میں جو میں نے دوسرا جواب دیا تھا جس سے وہ بہت خوش ہوئے تھے واقع میں وہ کوئی بڑی بات

تصویر رکھنے اور ڈاڑھی منڈانے کا بیان ۳۴

نہیں بات اصلی تو وہی تھی کہ ہم کو حضورؐ نے منع فرمایا ہے غرض بعضے گناہوں میں تو
بالکل ہی ضرورت مصلحت کا کوئی درجہ نہیں اور بعضے گناہوں میں اس معنے کر ضرورت
سمجھی جاتی ہے کہ انکے نہ کرنے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے اور ان کے لئے نفس
کچھ حیلے نکالتا ہے حالانکہ عقل صحیح کے سامنے وہ بھی لچر ہیں لیکن اس وضع کے
بدلنے میں تو کسی طرح کا بھی نفع نہیں اور اسکے چھوڑنے میں کونسی تکلیف ہے تو یہ گناہ
بالکل گناہ بے لذت ہوا اور اگر فرض کر لیجئے کہ لذت وضرورت بھی ہو تو خدا کے حکم
کے سامنے اپنی مصلحت کیا چیز ہے یہ تو ظاہری گناہ تھے اور باطنی گناہ یہ ہیں کہ مثلاً
دنیادار تو دوسروں کو ذلیل سمجھتے ہی ہیں مگر دیندار بھی اپنے کو بزرگ سمجھکر دوسروں کو
ذلیل سمجھتے ہیں حالانکہ اسکی کوئی وجہ نہیں کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جو بڑی بڑی
عبادتیں کرتے تھے اپنے گھمنڈ کی وجہ سے غارت ہو گئے اور بہت رند گنہگار رد ہو کر
مقصود کو پہونچ گئے اب انکے چھوڑنے کا طریقہ سمجھئے سو طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچا کرو
کم سے کم سونے کے وقت ہی سوچ لیا کرو کہ آج ہم نے کیا کیا۔ شرارتیں کی ہیں اسکے
بعد سوچو کہ ان پر کیا سزا ہونے والی ہے اسکے بعد سوچو کہ ہم نے اس سزا کے بچنے کی
کیا تدبیر کی ہے جب کچھ تدبیر اپنے پاس نظر نہ آئے تو توبہ کرو۔ اور خوب رو رو اسیطرح
روزانہ کیجئے پھر ایک چلہ کے بعد دیکھئے کہ کتنی کایا پلٹ جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی
اسکی بھی کوشش کیجئے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ گناہ کیا کیا ہیں آپ نے آجتک
شاید سُنا بھی نہ ہوگا کہ ریل کے تیسرے درجہ میں سفر کرے اور جبیں سیر اسباب ہو تو
اسکو بغیر محصول دئے لیجانا حرام ہے تو آپ کو ضروری ہے کہ علم دین حاصل کریں۔
خواہ اردو ہی کتابیں پڑھکر مگر ہر کتاب دیکھنے کے قابل نہیں معتبر عالموں سے کتابیں
پسند کرا کر دیکھو ہر قسم کی کتابیں نہ دیکھو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب دیکھنے میں
کیا حرج ہے تو صاحبو حرج یہ ہے کہ اس سے آدمی ڈانوا ڈول ہو جاتا ہے تو ہر قسم کی

۳۵ الہادی بابت ماہ رمضان ۱۳۴۴ھ

کتابیں نہ دیکھو بلکہ جو عالم معتبر بے غرض ہیں انکی کتابیں دیکھو دوسرے یہ کہ انکو کسی عالم سے پڑھ لو اور اگر پڑھنے کی فرصت نہ ہو تو خود دیکھ لو مگر اس طرح کہ جہاں ذرا شبہ بھی رہے فوراً اس پر نشان بنا دو اور کسی عالم سے اسکو پوچھکر حل کر لو اور جیسے کھانے کی روزانہ ضرورت ہے اسیطرح اسکو بھی ساری عمر کے لئے ایک ضرورت کی چیز سمجھو اور دیکھا کرو اور جو پڑھ نہیں سکتے وہ پڑھے ہوؤں سے سن لیا کریں اس طریقہ سے خدا نے چاہا تو تھوڑے دنوں میں تمام مسلمان دین سے خبردار ہو جائینگے اور اسکے ساتھ وہ مراقبہ فائدہ مند ہوگا جو پہلے ذکر کیا گیا۔ اس ترتیب کے ساتھ اگر آپ کام کرینگے تو خدا نے چاہا بہت جلد سب گناہ چھوٹ جائینگے۔ خدا تعالےٰ نے اس چھوٹی سی آیت میں ان سب کو تبلادیا کہ ظاہری اور باطنی گناہ سب کو چھوڑ دو اب خدا تعالےٰ سے دعا کرو وہ عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

تمت

سلسلۂ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا دوسرا وعظ مسمّٰی بہ معاصی کا ترک ختم ہوا اب انشاء اللہ تعالےٰ تیسرا وعظ مسمّٰی بہ مسجد کے آداب شوال کے پرچہ سے شروع ہوگا۔

تبع خلیان اگرچہ کہ یہ حجم میں ہے سیکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از ہر برکات و فوائد میں اس کا ہے عالم کو عظیم نفع

حیوٰۃ المسلمین

الحمد للہ الذی انزل فی کتابہ او من کان میتا فاحیینٰہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت لیس بخارج منہا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی شرف بخطاب کذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا ودعا امتہ الی جزیل ثوابہ فی قولہ یایہا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم وقادہم الی رفیع جنابہ فی قولہ اولٰئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ بعد فقد قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثٰی وہو مؤمن فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ولنجزینہم اجرہم باحسن ما کانوا یعملون وقال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمٰی ان آیات کے ساتھ ایک اور آیت جو اہل جہنم کے حق میں ہے یعنی ثم لا یموت فیہا ولا یحییٰ اگر بطور مقدمہ کے ملالی جائے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جس حیوٰۃ میں راحت و حلاوت نہ ہو وہ حیوٰۃ گو صورۃً غیر موت ہو مگر معنیً غیر حیوٰۃ بھی ہے) تو اس انضمام کے بعد مثل نصوص کثیرہ شہیرہ کے خطبہ کی آیات میں حیوٰۃ باطنی و اخروی کا اور ما بعد الخطبہ کی

لہ ولتفسیر بعضہا بعضا بما یدل علی العاجل من الاختصاص الذی حقیقتہ اثبات حکم لشیٔ ونفیہ عن غیرہ ومجموع ہذہ الایات یفید مجموع الامرین وقید بالعاجل لانہ ہو المختص کما سیأتی فی آخر الحواشی للتنبیہ فمنہا قولہ تعالیٰ (ع ۱) فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ومنہا قولہ تعالیٰ (ع ۲) فبدل الذین ظلموا الی قولہ تعالیٰ یفسقون ومنہا قولہ تعالیٰ (ع ۳) وضربت علیہم الذلۃ الیٰ قولہ تعالیٰ یعتدون و (ع ۴) فما جزاء من یفعل الی اشد العذاب و (ع ۵) ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ الی عذاب عظیم (الم) و (ع ۶) ومنہم من یقول الی سریع الحساب (سیقول) و (ع ۷) فی من آمن وفی من کفر بعیسٰی قولہ تعالیٰ وجاعل الذین اتبعوک الی من نٰصرین (تلک الرسل) و (ع ۸) ولا تہنوا الی مؤمنین و (ع ۹) فاٰتٰہم اللہ ثواب الدنیا الی المحسنین و (ع ۱۰) سنلقی فی قلوب الذین کفروا الی الظٰلمین و (ع ۱۱) ان الذین تولوا منکم الی ما کسبوا و (ع ۱۲) فانقلبوا بنعمۃ الی فضل عظیم (لن تنالوا) و (ع ۱۳) ومن یہاجر الی سعۃ (والمحصنٰت) و (ع ۱۴) فبظلم من الذین ہادوا الی بالباطل و (ع ۱۵) فی قطاع الطریق قولہ تعالیٰ ذٰلک لہم خزی فی الدنیا الی عظیم و (ع ۱۶) ومن یتول اللہ ورسولہ الی الغٰلبون و (ع ۱۷) قل انبئکم بشر الی سبیل و (ع ۱۸) والقینا

آیات میں علی تفسیر المحققین حیوۃ ظاہری و دنیوی کا بھی اختصاص صرف مطیعان حق کیساتھ نہایت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فبینہم العداوۃ الی المفسدین ورع ۹) ولو انہم اقاموا التوراۃ الی یعملون (لا یحب اللہ) ورع ۱۰) الم یروا کم
اہلکنا الی آخرین (رواذا سمعوا) ورع ۷) فی نوح وقومہ قولہ تعالیٰ فانجیناہ والذین معہ الی عمین ورع ۲۲) فی ہود وقومہ قولہ تعالیٰ
فانجیناہ ومن معہ الی مومنین ورع ۲۳) فی صالح وقومہ قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ الی الناصحین ورع ۲۳) فی لوط وقومہ قولہ تعالیٰ فانجیناہ
واہلہ الی المجرمین ورع ۲۵) فی شعیب وقومہ قولہ تعالیٰ فاخذتہم الی الخاسرین (ولو اننا) ورع ۲۶) ولو ان اہل القریٰ آمنوا الی یکسبون
ورع ۲۶) فارسلنا علیہم الطوفان الی یعرشون ورع ۲۸) ان الذین اتخذوا العجل الی المفترین ورع ۲۹) فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا
الذین ینہون الی سوء العذاب ورع ۳۰) اذ یوحی ربک الی الملٰئکۃ الی العقاب ورع ۳۱) وان اللہ موہن کید الکافرین ورع ۲۶) یاایہا الذین
آمنوا ان تتقوا اللہ الی العظیم ورع ۳۳) وما لہم ان لا یعذبہم اللہ الی لا یعلمون (قال الملأ الذین) ورع ۳۴) ذلک بان اللہ لم یک مغیرا
الی ظالمین ورع ۳۵) یاایہا النبی قل لمن فی ایدیکم الی رحیم (واعلموا) ورع ۳۶) لہم البشریٰ الی العظیم ورع ۳۷) ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین
ورع ۳۸) فی قوم یونس قولہ تعالیٰ لما آمنوا الی حین ورع ۳۹) وان استغفروا ربکم الی فضلہ (یعتذرون) ورع ۴۰) ویقوم استغفروا
ربکم الی مجرمین ورع ۴۱) وما کان ربک لیہلک القریٰ الی مختلفون ورع ۴۲) فی یوسف قولہ تعالیٰ ولما بلغ اشدہ الی المحسنین (وما
من دابۃ) ورع ۴۳) فی یوسف قولہ تعالیٰ وکذلک مکنا لیوسف الی یتقون ورع ۴۴) ولا یزال الذین کفروا الی المیعاد ورع ۴۵) لہم عذاب ۴
فی الحیوۃ الدنیا الی واق ورع ۴۶) اولم یروا انا نأتی الارض الی الحساب ورع ۴۷) واذ تأذن ربکم الی لشدید ورع ۴۸) فاوحیٰ الیہم ربہم
الی وعید (وما ابرئ نفسی) ورع ۴۹) وان کان اصحٰب الایکۃ الی المبین ورع ۵۰) قد مکر الذین من قبلہم الی لا یشعرون ورع ۵۱) والذین
ہاجروا فی اللہ الی الصبر ورع ۵۲) افامن الذین مکروا السیئات الی یتخوف ورع ۵۳) من عمل صالحا من ذکر الی یعملون ورع ۵۴)
وضرب اللہ مثلا قریۃ الی ظالمون (ربما) ورع ۵۵) واذا اردنا ان نہلک الی تدمیرا ورع ۵۶) فعسیٰ ربی ان یؤتین الی عقبا (سبحان الذی)
ورع ۵۷) ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لہم الرحمٰن ودا ورع ۵۸) قال فاذہب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس (قال الم اقل لکم)
ورع ۵۹) کم قصمنا من قریۃ الی خامدین ورع ۶۰) واراد وا بہ کیدا فجعلناہم الاخسرین ورع ۶۱) فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذلک ننجی
المومنین ورع ۶۲) ولقد کتبنا فی الزبور الی عٰبدون ورع ۶۳) فکاین من قریۃ اہلکناہا الی المصیر (اقترب للناس) ورع ۶۴) وعد
اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض الی ہم الفاسقون (قد افلح المومنون) ورع ۶۵) والذین یقولون ربنا الی اماما
(وقال الذین لا یرجون) ورع ۶۶) قال سنشد عضدک الی الغالبون ورع ۶۷) وکم اہلکنا من قریۃ بطرت الی اہلہا ظالمون ورع ۶۸)
فخسفنا بہ الی المنتصرین (امن خلق) ورع ۶۹) فکلا اخذنا الی یظلمون ورع ۷۰) ظہر الفساد الی مشرکین ورع ۷۱) وانزل الذین ظاہروہم
الی قدیرا (اتل ما اوحی) ورع ۷۲) لئن لم ینتہ المنافقون الی تبدیلا ورع ۷۳) لقد کان لسبا الی الا الکفور ورع ۷۴) (بقیہ برصفحہ آئندہ)

واضح اور مصرح ہے مگر باوجود اسقدر وضاحت و صراحت کے ہمارے اسلامی بھائی اس مسئلہ سے اسقدر غافل ہیں کہ گویا اس مسئلہ کے دلائل کو کبھی نہ انکی آنکھوں نے دیکھا نہ انکے کانوں نے سُنا اور نہ اُنکے قلب پر ان کا گذر ہوا اور حیوۃ کی ان دونوں قسموں میں سے بھی حیوۃ اخروی کا اختصاص تو انکے اذہان سے اتنا بعید نہیں جتنا حیوۃ دنیوی کا اختصاص بعید ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسوقت مسلمانوں پر تمام عالم میں عموماً اور کشور ہند میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں مگر نہ انکے ذہن کو مطلق اس طرف التفات ہوتا ہے نہ انکی زبان پر اسکا نام آتا ہے نہ انکے قلم سے یہ مضمون نکلتا ہے اگر کسیکو علاج و تدبیر کی طرف توجہ ہوتی بھی ہے تو وہ نسخے استعمال کئے جاتے ہیں جنکی نسبت بے تکلف یہ کہنا یقیناً صحیح ہے کہ ؎ گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند

آن عمارت نیست ویران کردہ اند + بے خبر بودند از حال دروں + استعیذ اللہ مما یفترون

رنجش از صفرا و از سودا نبود + بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود + اور اس بے اصول علاج کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا

ہر چہ کردند از علاج و از دوا + رنج افزوں گشت و حاجت ناروا + از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت +

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فلما جاءہم نذیر الی آخر السورۃ (ومن یقنت) و (ع) فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون و (ع) قل یعباد الذین آمنوا اتقوا ربکم الی حساب (ومالی) و (ع) فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا و (ع) انا لننصر رسلنا الی الاشہاد و (ع) ان الذین قالوا ربنا اللہ الی وفی الاخرۃ (فمن اظلم) و (ع) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و (ع) یوم نبطش البطشۃ الکبری انا منتقمون (الیہ یرد) و (ع) یایہا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم و (ع) فلا تہنوا الی اخر السورۃ و (ع) لقد رضی اللہ عن المؤمنین الی قدیرا و (ع) ہو الذی ارسل رسولہ الی شہیدا و (ع) کذبت قبلہم قوم نوح الی وعید (قال فما خطبکم) و (ع) ام یقولون الی الابد (حم الاحقاف) و (ع) اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ و (ع) فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا الی شدید العقاب و (ع) الم تر الی الذین نافقوا الی لا یعقلون و (ع) عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ و (ع) واخری تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب و (ع) وللہ خزائن السموات الی لا یعلمون و (ع) ما اصابکم من مصیبۃ الی یہد قلبہ و (ع) ومن یتق اللہ الی قدرا و (ع) وکاین من قریۃ عتت الی خسرا (قد سمع اللہ) و (ع) انا بلونٰہم الی لوکانوا یعلمون و (ع) فقلت استغفروا ربکم الی انہارا و (ع) لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینٰہم ماء غدقا (تبارک الذی) و (ع) الم یجعل کیدہم فی تضلیل (عم) ہذہ ماءۃ آیۃ فی الباب ولم نذکر کثیرا من اشباہہا لعدم قصدنا الاستیعاب ۱۲ منہ عفی عنہ وجہ التقیید حمل بعضہم الاٰتیتین علی الحیوۃ والمعیشۃ الاخرویتین لکن لا یتوقف المطلوب علیہا لکون کثیر من الآیات المذکورۃ فی الحاشیۃ السابقۃ صریحا فی ذلک ۱۲

آب آتش را مدد شد ہمچو نفت + سستی دل شد فزون و خواب کم + سوزش چشم و دل پر درد و غم +
مگر باوجود اس ناکامی پر ناکامی کے ان عطائی اطباء کی حالت اس خطائی طبیب کی سی ہے جس نے
کسی کو بے موقع مسہل دیا تھا اور برابر زیادت اسہال کی خبر اسکو پہونچ رہی تھی مگر وہ ہر اطلاع کے
جواب میں یہی کہتا تھا کہ مادہ فاسدہ ہے نکلنے دو حتی کہ وہ مر بھی گیا مگر یہ اسکا مرنا سنکر بھی اپنی اسی
رائے کو صحیح سمجھا کئے اور یہ فرمایا کہ اللہ رکھے مادے جسکے نکلنے سے مرگیا نہ نکلتا تو نہ معلوم کیا ہوجاتا
اس جہل عملی کی وجہ صرف یہی جہل علمی ہے کہ ان صاحبوں کے سرشار کی تعیین میں انکو نصوص الٰہیہ
و نبویہ کی پوری تصدیق نہیں۔ اے صاحب جب اللہ و رسول پر ایمان ہے جسکے معنے ہیں ہر امر
اور ہر خبر میں انکی تصدیق کرنا اور انکو سچا سمجھنا پھر یہ کیسی تصدیق ہے کہ کسی میں تصدیق کسی میں
عدم تصدیق افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض اسلئے سخت ضرورت محسوس ہوئی
کہ اس تجاہل و تغافل پر انکو تنبیہ کیجاوے تاکہ مرض کے سبب کا تعین پھر علاج صحیح کا تیقن ہو
اور اس تعین و تیقن کے بعد اسباب کے ازالہ اور علاج کی تحصیل کا اہتمام کریں اور براہین عقلیہ و
نقلیہ و نیز مشاہدہ و تجربہ سے محقق و ثابت ہوچکا ہے کہ دور حاضرین ان اسباب و معالجات کی تعلیم
و تفہیم منحصر ہوگئی ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں پس بلا خوف منازع
حضور کی شان عالی میں یہ دعوی بالکل سچا دعوی ہے ف ذات پاک کاملے پرمایۂ + آفتابے ور سپا سایۂ +
حاذقش گو کو حکیم حاذق ست + صادقش دان کو امین صادق ست + ور علاجش سحر مطلق را ببین +
ور مزاجش قدرت حق را ببین + جو شخص آپ کی صحت تشخیص کو اعتقاد کرکے آپکی تجویز پر عمل کریگا۔

ف۔ ولما قال ازہری لان الشریعۃ لما انبہت علیہ ثم ترجمۃ الشریعۃ نبہ علیہ العلماء ومنہا رسالۃ جزاء الاعمال
التی کتبتہا قبیل ذلک بقلیل ثم تم نسخی ہذا التنبیہ ہیجہ وحرکنی علی ذلک ما نشتی من القلق الشدید علی سوء حال المسلمین
منذ ایام بحیث ازعجنی واسہرنی فاقتصد اللشعث الا انہی یدی والقی فی روعی اثناء صلوۃ الفجر لعشرین من جمادی الاولی
سنۃ ۱۳۴۲ھ مدتا فیہ بعض الاعمال بخصوصہا فی کشفت بعض الغمۃ التی لا طاقۃ لہم بہا یرتفع بعض منہا بالعمل ببعض منہا
فلا نابس ببعض منہا لغشوشۃ وجوہ ہی اسباب جمیع البلایا والرزایا وان اکتب تمیما من ذلک ابلغہ المسلمین من
دون التعرض لوجہ المدخلیۃ المذکورۃ لان المقصود النافع للعامۃ ہی المسائل لا الدلائل ورجائی کونہ نافعا والبلاء
النازلۃ دافعا فاراح ذلک حاشی وازاح منہ الغواشی فشرعت فیہ راجیا من اللہ فیہ النفع وہو ولی کل نفع ورفع ۱۲ منہ

وہ بیساختہ کہنے لگے گا ؎ مطلع نور حق و دفع حرج ✤ مغنی فی الصبر مفتاح الفرج
اے لقائے تو جواب ہر سوال ✤ مشکل از تو حل شود بے قیل وقال ✤ ترجمان ہرچہ ما را در دل ست
دستگیر ہر کہ پایش در گل ست ✤ مرحبا یا مجتبےٰ یا مرتضےٰ ✤ ان تغب جاء القضا ضاق القضا
انت مولی القوم من لا یشتہی ✤ قد ردی کلا لئن لم ینتہ ✤ اور اگر یہ شخص آپ کی کسی تجویز کی لم
بھی نہ سمجھے گا تب بھی جیسا کہ لوازم اعتقاد سے ہے یہ کہے گا ؎
آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ✤ ہرچہ فرماید بود عین صواب ✤ آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست
نائب ست و دست او دست خداست ✤ ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ ✤ شاد و خندان پیش تیغش جان بدہ
تا بماند جانت خندان تا ابد ✤ ہمچو جان پاک احمد با احد ✤ عاشقاں جام فرح آنگہ کشند ✤
کہ بدست خویش خوبان شان کشند ✤ آں یکے را کش چنیں شاہے کشد ✤ سوے تخت و بہترین جاہے کشد ✤
اور آپ نے نہایت شفقت و نہایت رحمت سے اپنا پورا مطلب بے دریغ عام خلائق کے روبرو
پیش فرمایا آگے استعمال کرنے والوں یا استعمال نہ کرنیوالوں کی سعادت و شقاوت جس نے جب کبھی
بھی استعمال کیا صلاح و فلاح اسکے پیش پیش رہی اور جس نے اس میں اہمال کیا اگر اسکو کچھ حصہ عقیدت
و محبت کا حاصل ہے اس عقیدت و محبت کی برکت سے اسپر عنایت اسطرح متوجہ ہوتی ہے کہ
صلاح و فلاح سے اسکو حرمان عاجل نصیب کیا جاتا ہے تاکہ اس فوری تنبیہ سے وہ اپنی اصلاح
کرسکے اور جو عقیدت و محبت سے خالی ہیں اس خلو کی شامت سے انکے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا
ہے کہ بطور استدراج کے انکو صورۃً عاجلاً کامیابی عطا کردی جاتی ہے اور حقیقۃً و آجلاً
حرمان ہی انکے نصیب حال ہوتا ہے چنانچہ حرمان آجل تو ظاہر ہی ہے اور حرمان حقیقی کا
شاہد انکی اندرونی حالت ہے کہ خالص راحت و حلاوت کو وہ خود اپنے اندر مفقود پاتے ہیں
اسی فلاح عاجل و صوری و حرمان آجل و حقیقی کا ذکر ان آیات میں ہے قولہ تعالےٰ ایحسبون
انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون وقولہ تعالےٰ
فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم انما یرید اللّٰہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا و
تزھق انفسہم وہم کافرون۔ جب عیاناً و برہاناً صلاح و فلاح کا انحصار مطب نبوی ہی

؎ الابیات المشروحۃ المذکورۃ فی الخطبۃ من المثنوی المعنوی بتغیر یسیر فی بعضہا ۱۲ منہ

کے نسخوں میں ثابت ہو چکا تو برادران اسلامی پر جنکو مرض کی خبر اور اسکے سبب اور نسخہ سے بیخبری ہے واجب ولازم ہوا کہ اب اس علمی تغافل وتجاہل یا عملی تکاسل وتشاغل کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہیں اور ان حکمی حتمی نسخوں کا استعمال کریں اور عاجلاً وآجلاً وصورۃً وحقیقۃً صلاح وفلاح کا متزایداً ومتصاعداً مشاہدہ کریں یہ تنبیہ کلی ہے جلب منافع ودفع مضار کے طریق صحیح پر اور تنبیہ جزئی وبسوط تمام شریعت مطہرہ ہے لیکن تنبیہ کلی واجمالی ہے اسلئے کافی نہیں کہ عمل بدون تفصیل متعذر ہے اور تنبیہ جزئی وتفصیلی پر مختصر وقت میں مطلع ہونا متعسر ہے اسلئے ضرورت اسکی ہے کہ اسلامی بھائیوں کی حالت حاضرہ[عہ] غیر محتملۃ التاخیر فی المعالجہ کے اعتبار سے جو اجزاء اس تفصیل میں ایک بناء خاص پر مستحق تقدیم فی التعلیم ہیں سردست انکی تعیین وتبیین بقدر ضرورت کر دیجاوے اور وہ بناء خاص یہ ہے کہ جس طرح ادویہ حسیہ میں بعض ادویہ ازالہ امراض میں مؤثر بالخاصیت ہیں اور بعض مؤثر بالکیفیت پھر ان میں بعض مؤثر بلاواسطہ ہیں مثلاً اس طرح کہ مرض حرارت مزاج سے تھا کسی جزو بارد سے اس کا علاج کیا گیا اور بعض مؤثر بواسطہ مثلاً اسطرح کہ وہ حرارت کسی خلط سے تھی اسکا علاج ایسے جزو سے کیا گیا جو بالذات اس خلط کی مقلل یا معدل ہو اور بواسطہ اس تقلیل یا تعدیل کے مزیل حرارت۔ اسیطرح حکماء امت واطباء ملت کو کہ مبصران آثار و ماہران اسرار ہیں اپنے ذوق نورانی وادراک جدانی سے مکشوف ہوا ہے کہ اعمال مؤثر بالخاصہ بھی ہیں اور یہ حکم تمام شرائع کو عام ہے اور انہیں سے بعض مؤثر بالکیفیۃ بھی ہیں پھر ان میں بعض مؤثر قریب ہیں اور بعض مؤثر بالواسطہ یا بالوسائط اسوقت ہیں نے تعجیل حصول منفعت وتسہیل قبول دعوت کی مصلحت سے یہ تجویز کیا ہے کہ احکام میں سے قسم دوم کی بھی قسم دوم کے بعض ان اجزاء کی فہرست کو جو علماً وعملاً ہر طرح سہل ہیں اپنے بھائیوں کے روبرو پیش کروں اور زیادت تسہیل کیلئے ایک ایک دو دو جزو پیش کروں چند مدت میں وہ سب خود جمع بھی ہو جاوینگے اور وہ اجزاء اس قسم کے ہونگے۔ اسلام۔ علم دین۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ قرآن۔ خوش اخلاقی۔ خوش معاملگی۔ کسب حلال ترک اسراف۔ حکایات اولیاء۔ دعاء واشباہہا اور ان اجزاء کی خاصیت بیان کرنا یہی موضوع ہے

[عہ] قید بہا لان الآخرۃ لا یبتاء بہ عامین بیتقی الاسلام فی تسبب الاعمال لجزاء ہا وایضا اصلاح عدۃ الاعمال تحمل فیہا التاخیر الی آخر الآجال بخلاف الحالۃ الحاضرۃ فلا تحل بین الفریقین مست الحاجۃ الی تخصیص الحاضرۃ بالتعیین والتبیین ۱۲ منہ

اس مجالہ کا جو کہ شروع تمہید میں مذکور ہے) نظر کر کے اس فہرست کا نام حیوۃ المسلمین قرار دیتا ہوں اور اُن اجزاء کو ارواح سے ملقب کرتا ہوں جیسا اس حیوۃ کی اور ان ارواح کا تعدد ہر مسلم کے لئے تعدد و آثار کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا ہر حی کیلئے ارواح طبیہ حیوانی و نفسانی و طبعی کا تعدد۔ واللہ ولی الہدایۃ + وبیدہ الرعایۃ والحمایۃ۔

کتبہ اشرف علی لغرۃ جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ

رُوح اوّل اِسلام و ایمان

(دونوں لفظوں کا مطلب قریب ہی قریب ہے) (۱) فرمایا اللہ تعالے نے کہ بلاشبہ (سچا) دین اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے اور (۲) فرمایا اللہ تعالے نے کہ جو شخص سلام کے سوا کسی دوسرے دین کو تلاش (اور اختیار) کریگا سو وہ (دین) اُس شخص سے (خدا تعالے کے نزدیک) مقبول (اور منظور) نہ ہوگا اور وہ (شخص) آخرت میں خراب ہوگا اور (۳) فرمایا اللہ تعالے نے جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہینگے **ف**۔ دنیا میں اعمال کا غارت ہونا یہ ہے کہ اسکی بی بی نکاح سے نکلجاتی ہے اگر اسکا کوئی مورث مسلمان مرے اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا مرنے کے بعد جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے **مسئلہ** اگر یہ شخص پھر مسلمان ہوجاوے تو بی بی سے پھر نکاح کرنا پڑیگا بشرطیکہ بی بی بھی راضی ہو اور اگر وہ راضی نہ ہو تو زبردستی نکاح نہیں ہوسکتا اور (۴) فرمایا اللہ تعالے نے اے ایمان والو تم (ضروری عقیدوں کی تفصیل سُن لو وہ یہ ہے کہ) اعتقاد رکھو اللہ تعالے کے ساتھ اور اسکے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور اس کتاب کیساتھ جو اس نے (یعنی اللہ تعالے نے) اپنے رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی (یعنی قرآن کیساتھ) اور ان کتابوں کیساتھ (بھی) جو کہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) پہلے (اور نبیوں پر) نازل ہوچکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرے اور اسیطرح جو اس کے

فرشتوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسیطرح جو) اسکی کتابوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسی طرح جو) اسکے رسولوں کے ساتھ (کفر کرے) اور (اسیطرح جو) روز قیامت کیساتھ (کفر کرے) تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا بلاشبہ جو لوگ (پہلے تو) مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے (اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلی بار کا اسلام سے پھر جانا معاف ہو جاتا بلکہ) پھر کافر ہو گئے پھر (مسلمان ہی نہ ہوئے ورنہ پھر بھی ایمان مقبول ہو جاتا بلکہ کفر) میں بڑھتے چلے گئے (یعنی مرتے دم تک کفر پر قائم رہے) اللہ تعالےٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ انکو (بہشت کا) رستہ دکھلاینگے اور (ارشاد) فرمایا اللہ تعالےٰ نے بیشک جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے (یعنی ایمان اختیار نہ کیا) ہم انکو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کرینگے (اور انکی برابر یہ حالت رہیگی کہ) جب ایک دفعہ انکی کھال (آگ سے) جل چکیگی تو ہم اُس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری (تازی) کھال پیدا کر دینگے تاکہ (ہمیشہ) عذاب ہی بھگتتے رہیں بلاشک اللہ تعالےٰ زبردست (اور) حکمت والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے بہت جلد ہم انکو ایسی بہشتوں میں داخل کرینگے جن کے (مکانوں کے) نیچے سے نہریں بہتی ہونگی وہ انمیں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے (اور) انکے لئے ان (بہشتوں) میں بیبیاں ہونگی صاف ستھری اور ہم انکو نہایت گنجان سایہ میں داخل کرینگے۔

ف ان آیتوں میں اسلام والوں کے لئے جنت کی نعمتیں اور اسلام سے ہٹنے والوں کے لئے دوزخ کی مصیبتیں تھوڑی سی بیان کی گئی ہیں دوسری آیتوں میں اور حدیثوں میں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں اور دوزخ کی طرح طرح کی مصیبتیں بہت سی بیان ہوئی ہیں اے **مسلمانو** دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے اگر اسلام پر قائم رہکر مان لیا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش اور چین دیکھوگے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤگے اور اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کیلئے کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر گیا تو مرنے کے ساتھ ہی ایسی مصیبت کا سامنا ہوگا کہ دنیا کے سب عیش بھول جائیگا پھر اُس مصیبت سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی تو جسکو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی وہ ساری دنیا کی بادشاہی کی لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑیگا اے اللہ ہمارے بھائیوں کو ہدایت کر اور انکی عقلیں درست رکھ۔

روح دوم تحصیل و تعلیم علم دین

یعنی دین کا سیکھنا اور سکھلانا (۱) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علم (دین) کا طلب کرنا (یعنی اسکے حاصل کرنے کی کوشش کرنا) ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ)

ف اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت ہو شہری ہو یا دیہاتی ہو امیر ہو یا غریب ہو دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور علم کا یہ مطلب نہیں کہ عربی ہی پڑھے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھے خواہ عربی کتابیں پڑھکر خواہ اُردو کی کتابیں پڑھکر خواہ معتبر عالموں سے زبانی پوچھکر خواہ معتبر واعظوں سے وعظ کہلوا کر اور جو عورتیں خود نہ پڑھ سکیں اور نہ کسی عالم تک پہونچ سکیں وہ اپنے مردوں کے ذریعہ سے دین کی باتیں عالموں سے پوچھتی رہیں (۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابوذر (یہ ایک صحابی کا نام ہے) اگر تم کہیں جاکر ایک آیت قرآن کی سیکھ لو یہ تمہارے لئے سو رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تم کہیں جاکر ایک مضمون علم (دین) کا سیکھ لو خواہ
اُسپر عمل ہو یا عمل نہ ہو یہ تمہارے لئے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے (ابن ماجہ) ۹

اس حدیث سے علم دین حاصل کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعضے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہو سکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ یہ غلطی ہے دیکھو اس میں صاف فرمایا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو دونوں حالت میں یہ فضیلت حاصل ہوگی اسکی تین وجہ ہیں ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو گمراہی سے تو بچ گیا یہ بھی بڑی دولت ہے دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگی تو انشاء اللہ تعالے کبھی تو عمل کی بھی توفیق ہوجاویگی تیسری وجہ یہ کہ کسی اور کو بھی بتلادیگا یہ بھی ضرورت اور ثواب کی بات ہے (۳) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان آدمی کوئی علم (دین کی بات) سیکھے پھر اپنے بھائی مسلمان کو سکھلا دے (ابن ماجہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دین کی جو بات معلوم ہوا کرے وہ دوسرے بھائی مسلمانوں کو بھی بتلا دیا کرے اسکا ثواب تمام خیر خیرات سے زیادہ ہے۔ سبحان اللہ خدا تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے کہ ذرا سی زبان ہلانے میں ہزاروں روپیہ خیرات کرنیسے بھی زیادہ ثواب ملجاتا ہے۔

(۴) حق تعالےٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ اسکی تفسیر میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو بھلائی (یعنی دین) کی باتیں سکھلاؤ (احاکم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا فرض ہے نہیں تو انجام دوزخ ہے (یہ سب حدیثیں کتاب ترغیب سے لیگئی ہیں)

(۵) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان والے کے عمل اور نیکیوں میں جو چیز اسکے مرنے کے بعد بھی اسکو پہونچتی رہتی ہے اُن میں یہ چیزیں بھی ہیں ایک علم (دین) جو سکھلایا گیا ہو (یعنی کسیکو پڑھایا ہو یا مسئلہ بتلایا ہو)
اور اس (علم) کو پھیلایا ہو (مثلاً دین کی کتابیں تصنیف کی ہوں یا ایسی کتابیں خرید کر وقف کی ہوں یا طالب علموں کو دی ہوں یا طالب علموں کو کھانے کپڑے کی مدد دی ہو جن سے علم دین پھیلیگا اور یہ بھی مدد دیکر اُس پھیلانے میں ساجھی ہو گیا) دوسرے نیک اولاد جسکو چھوڑ مرا ہو۔ (اور بھی کئی چیزیں فرمائیں) (ابن ماجہ وبیہقی)

(۶) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی اولاد والے نے اپنی اولاد کو کوئی دینے ۱۰
کی چیز ایسی نہیں دی جو اچھے ادب (یعنی علم) سے بڑھکر ہو (ترمذی وبیہقی)

(۷) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تین بیٹیوں کی یا اسی طرح تین بہنوں کی عیالداری (یعنی انکی پرورش کی ذمہ داری) کرے پھر انکو ادب (یعنی علم) سکھلا وے اور اُن پر مہربانی کرے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ ان کو بےفکر کردے (یعنی انکی شادی ہوجاوے جس سے وہ پرورش سے بیفکر ہوجاویں) اللہ تعالےٰ اس شخص کے لئے جنت کو واجب کردیگا ایک شخص نے دو کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا دو میں بھی یہی فضیلت ہے ایک شخص نے ایک کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا ایک میں بھی یہی فضیلت ہے (شرح السنۃ) یہ حدیثیں مشکوٰۃ سے لی گئی ہیں) **ف** ان حدیثوں میں اور اسی طرح اور بہت سی حدیثوں میں علم دین اور تعلیم دین یعنی دین کے سیکھنے اور سکھلانے کا ثواب اور اسکا فرض ہونا مذکور ہے اصل سیکھنا اور سکھلانا تو وہی ہے جس سے آدمی عالم یعنی مولوی بنجاوے مگر ہر شخص کو نہ اتنی ہمت نہ اتنی فرصت

عــہ کذا فی القاموس والصراح ۱۲ منہ۔

اسلئے میں دین سیکھنے اور سکھلانے کے ایسے آسان طریقے بتلاتا ہوں جس سے عام لوگ بھی اس فرض کو ادا کر کے ثواب حاصل کر سکیں تفصیل اُن طریقوں کی یہ ہے کہ (۱) جو لوگ اردو حرف پہچان سکتے اور پڑھ سکتے ہیں یا آسانی سے اردو پڑھنا سیکھ سکتے ہیں وہ تو ایسا کریں کہ اُردو زبان میں جو معتبر کتابیں دین کی ہیں جیسے بہشتی زیور اور بہشتی گوہر اور تعلیم الدین اور قصد السبیل اور تبلیغ دین اور تسہیل المواعظ کے سلسلہ کے وعظ جتنے مل جاویں ان کتابوں کو کسی اچھے جاننے والے سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور جب تک کوئی ایسا پڑھانے والا نہ ملے ان کتابوں کو خود دیکھتا رہے اور جہاں سمجھ میں نہ آوے یا کچھ شبہ رہے وہاں پنسل وغیرہ سے کچھ نشان کر دے پھر جب کوئی اچھا جاننے والا ملجاوے اُس سے پوچھ لے اور سمجھ لے اور اسطرح جو حاصل ہو وہ مسجد میں یا بیٹھک میں بیٹھکر دوسرونکو بھی پڑھکر سنا دیا کرے اور گھر میں آ کر اپنی عورتوں اور بچوں کو سنا دیا کرے اسیطرح جنھوں نے مسجد یا بیٹھک میں سُنا ہے وہ بھی اسکو اپنے دھیان میں چڑھا کر جتنا یاد رہے اپنے گھروں میں آ کر گھر والونکو سنا دیا کریں (۲) اور جو لوگ اُردو نہیں پڑھ سکتے وہ کسی اچھے لکھے پڑھے سمجھدار آدمی کو اپنے یہاں بلا کر 11
اُس سے اسیطرح وہی کتابیں سُن لیا کریں اور دین کی باتیں پوچھ لیا کریں اگر ایسا آدمی ہمیشہ رہنے کے لئے تجویز ہو جاوے تو بہت ہی اچھا ہے اگر اسکو کچھ تنخواہ بھی دینا پڑے تو سب آدمی تھوڑا تھوڑا چندہ کے طور پر جمع کر کے ایسے شخص کو تنخواہ بھی دیدیا کریں دُنیا کے بے ضرورت کاموں میں سیکڑوں ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہو اگر دین کی ضروری بات میں تھوڑا سا خرچ کر دو تو کوئی بڑی بات نہیں مگر ایسا آدمی جو تم کو دین کی باتیں بتلاوے اور ایسی کتابیں اپنی عقل سے تجویز مت کرنا بلکہ کسی اچھے اللہ والے عالم سے صلاح لیکر تجویز کرنا۔

(۳) ایک کام یہ پابندی سے کریں کہ جب کوئی کام دنیا کا یا دین کا کرنا ہو جسکا اچھا یا بُرا ہونا شرع سے نہ معلوم ہو اسکو بیان کر کے کسی اللہ والے عالم سے ضرور پوچھ لیا کریں اور وہ جو بتلاوے اسکو خوب یاد رکھیں اور دوسرے مردوں اور عورتوں کو بھی بتلا دیا کریں اور اگر ایسے عالم کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو تو اُسکے پاس خط بھیجکر پوچھ لیا کریں

اور جواب کے واسطے ایک لفافہ پر اپنا پتہ لکھکر یا لکھوا کر اپنے خط کے اندر رکھ دیا کریں کہ اس طرح سے جواب دینا اُس عالم کو آسان ہوگا۔ اور جلدی آویگا

(ملا) ایک اس بات کی پابندی رکھیں کہ کبھی کبھی اللہ والے عالموں سے ملتے رہیں اگر ارادہ کرکے جاویں تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اگر اتنی فرصت نہ ہو اور ایسا عالم پاس بھی نہ ہو جیسے گانوں والے ایک طرف پڑے رہتے ہیں تو جب کبھی شہروں میں کسی کام کو جانا ہو اور وہاں ایسا عالم موجود ہو تو تھوڑی دیر کے لئے اسکے پاس جاکر بیٹھ جایا کریں اور کوئی بات یاد آجاوے تو پوچھ لیا کریں

(ملا) ایک کام ضروری سمجھکر یہ کیا کریں کہ کبھی کبھی مہینہ دو مہینہ میں کسی عالم کی صلاح سے کسی وعظ کہنے والیکو اپنے گانوں یا اپنے محلہ میں بلاکر اسکا وعظ سنا کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف دلمیں پیدا ہو کہ اس سے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے یہ مختصر بیان ہے دین سیکھنے کے طریقوں کا اور طریقے بھی کیسے بہت آسان۔ اگر پابندی سے ان طریقوں کو جاری رکھیں گے تو دین کی ضروری باتیں بے محنت حاصل ہو جاوینگی اور اسکے ساتھ ہی دو باتوں کا اور خیال رکھیں کہ وہ بطور پرہیز
کے ہے ایک یہ کہ کافروں کے اور گمراہوں کے جلسوں میں ہرگز نہ جاویں اول تو کفر کی اور گمراہی کی باتیں ۱۲
کان میں پڑنے سے دلمیں اندھیرا پیدا ہوتا ہے دوسرے بعض دفعہ ان کے جوش میں ایسی باتوں پر غصہ آجاتا ہے پھر اگر غصہ ظاہر کیا تو بعض دفعہ فساد ہو جاتا ہے بعض دفعہ اُس فساد سے دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے بعض دفعہ مقدمہ کا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے جسمیں وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور روپیہ بھی یہ سب باتیں پریشانی کی ہیں اور اگر غصہ ظاہر نہ کر سکے تو دل ہی دل میں گھٹن اور رنج پیدا ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے غم خریدنا کیا فائدہ دوسری بات یہ ہے کہ کسی سے بحث مباحثہ نہ کریں کہ اسمیں بھی اکثر ویسی ہی خرابیاں ہو جاتی ہیں جنکا ابھی بیان ہوا اور ایک بڑی خرابی ان دونوں باتوں میں اور ہے جو سب خرابیوں سے بڑھکر ہے وہ یہ کہ ایسے جلسوں میں جانے یا بحث کرنے سے کوئی بات کفر کی اور گمراہی کی ایسی کان میں پڑجاتی ہے جس سے خود بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے پاس اتنا علم نہیں جو اُس شبہ کو دل سے دور کر سکے تو ایسا کام کیوں کرے جس سے اتنا بڑا نقصان ہونیکا ڈر ہو اور اگر کوئی خواہ مخواہ بحث چھیڑنے لگے تو سختی سے کہدو کہ ہم سے ایسی باتیں مت کرو اگر تم کو پوچھنا ہی ضروری ہو تو عالموں کے پاس جاؤ اگر ان سب باتوں کا خیال رکھوگے تو دوا اور پرہیز جمع کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دین کے تندرست رہوگے۔ کبھی دین کی بیماری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اشرف علی عفی عنہ۔

اسلئے کہ بزرگوں کی توجہ سے جسکو حاصل ہوا ہے صرف قوت اور استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی قرب حق حاصل نہیں ہوتا قرب ہمیشہ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے تو فرماتے ہیں کہ جسکو ملگیا ہے اُس نے بھی آخر طلب ہی کی ہے اور اگر اُس نے طلب چھوڑ دی تو وہی قاصر رہگیا لہذا چاہئے کہ انسان خود طلب کرے اور ایسے حضرات کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اُن کو تو دیکھا کہ جنکو بلا طلب کے ملگیا ہے اگرچہ وہ دو چار ہی تھے مگر ان پر تو نظر گئی اور اُن لاکھوں کو نہ دیکھا کہ جو طلب اور مجاہدہ و ریاضت کر کرکے واصل ہوئے ہیں سخت افسوس کی بات ہے۔ اور کسقدر کم ہمتی کی بات ہے کہ اُن پر نظر گئی اور ان پر نہ گئی اور یاد رہے اکثر جنکو ایسا ہوا ہے انکو جنون ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اسلئے کہ وہ ایک دم سے تحمل نہیں کر سکتے انکی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے کہ کسی برتن میں اسکی گنجائش سے زائد چیز بھری جاوے تو یقیناً وہ پھٹ جاویگا تو اسیطرح جب ان میں ایک مرتبہ ہی وہ استعداد بھری جاتی ہے تو ان کو یا تو جنون ہو جاتا ہے یا مر جاتے ہیں اور جنکو ایسا نہیں ہوا جیسے کہ مثلاً شاہ بھیک صاحب وغیرہ تو اسکی وجہ
69 یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات پہلے سے مجاہدات و ریاضات کئے ہوئے ہوتے ہیں بس صرف ایک نظر کی دیر ہوتی ہے کہ فضل ہو جاتا ہے اور فضل ہمیشہ ایک لمحہ ہی میں ہوتا ہے اس کے مقدمات بیشک پہلے سے ممہد کئے جاتے ہیں بس یاد رکھو کہ بے طلب کے کسی کو قرب و وصول نہیں ہوا ہے اور طلب سے جس نے چاہا واصل و مقرب بنگیا ہے اسیکو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او چون بجد اندر طلب بشتافت او

یعنی جس کسی نے کوئی چیز تلاش کی بیشک اُس نے پالی جبکہ کوشش سے طلب میں دوڑا یعنی ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جس نے جب کچھ طلب کیا ضرور اسکو پالیا۔

چون نہادی در طلب پائی پسر یافتی و شد میسر بے خطر

یعنی اے صاحبزادے جب تو نے (کسی شے کی) طلب میں پاؤں رکھا تو اسکو پا لیا ہے اور

وہ بے خطر کے میسر ہو گئی ہے۔

ہیں مباش ای خواجہ یکدم بے طلب تا بیابے ہرچہ خواہے بے تعب

یعنی ائی خواجہ ایکدم بے طلب کے مت رہو۔ تاکہ جو تم چاہتے ہو اُسکو بے تعب کے پالو۔

عاقبت جوئیندہ یابندہ بود چونکہ در خدمت شتابندہ بود

یعنی آخر کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے چونکہ وہ طلب میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔
مطلب یہ کہ طالب چونکہ طلب میں کوشاں ہوتا ہے تو مطلوب اُسکو مل ہی جاتا ہے۔

در طلب چالاک شو این فتح باب مے طلب و اللہ اعلم بالصواب

یعنی طلب میں چست و چالاک رہ اور اس فتح باب کو طلب کر واللہ اعلم بالصواب۔ یعنی قرب حق کے باب کے فتح کو طلب کر اور اسمیں کوشاں رہ تاکہ ایک روز حاصل ہو جاوے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص روز و شب دعا کیا کرتا تھا کہ یا الٰہی مجھے امیر کردے۔ مگر مجھے کمانا نہ پڑے اسیطرح اسکو ایک مدت گذر گئی اتفاق سے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا تو گھر میں ایک گائے گھس آئی اُس نے اُسکو ذبح کر لیا اور کھا گیا قاضی کے یہاں اسکا مقدمہ گیا تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ گائے اسی کی تھی اور اسکے باپ کا ایک غلام تھا اُس نے اُسکے باپ کو قتل کر کے اُسکا مال سب چھین لیا تھا اور یہ مفلس رہگیا تھا اسی مال میں سے خریدی ہوئی وہ گائے تھی تو دیکھو اُس نے اور کچھ تو کیا نہیں مگر اُسکو طلب تھی تو سب کچھ مل گیا یہ لگا رہا طلب کو چھوڑا نہیں بس اسیطرح تم لگ لپٹ کر کام کرو تو جوئیندہ یابندہ بود کے مصداق ہو جاؤ گے۔ اب حکایت سُنو۔

شرح حبیبی

آن یکے در عہد داؤد نبیے نزد ہر دانا و پیش ہر غبیے

این دعا میکرد دائم کای خدا ثروتی بی رنج روزی کن مرا

چون مرا تو آفریدی کاهلی زخم خواری سست جنبی منبلی

بر خران پشت ریش بی مراد بار اسپان و استران نتوان نهاد

کاهلم چون آفریدی ای ملی روزیم ده هم ز راه کاهلی

کاهلم من سایه خسپم در وجود خفتم اندر سایهٔ احسان و جود

۱۷ کاهلان و سایه خسپان را مگر روزیی بنهادهٔ نوع دگر

هر کرا پا هست جوید روزیی هر کرا پا نیست کن دلسوزیی

رزق را میران بسوی آن حزین ابر را باران می کش هر زمین

چون زمین را پا نباشد جود تو ابر را راند بسوی او دو تو

طفل را چون پا نباشد مادرش آید و ریزد وظیفه بر سرش

روزیی خواهم بناگه بی تعب که ندارم من ز کوشش جز طلب

مدتے بسیار میکرد این دعا — روز تا شب شب ہمہ تا ضحے

خلق می خندید بر گفتار او — بر طمع خامے و بر بیکار او

کہ چہ می گوید عجب این سست ریش — یا کسے دادست بنگ بیہشیش

راه روزی کسب و رنج ست و تعب — ہرگز این نادر نشد و رشد عجب

ہر کسے را پیشہ داد و طلب — از رہ کسب و تعب با رنج و تب

اطلبوا الارزاق من اسبابہا — وادخلوا الاوطان من ابوابہا ۷۲

شاہ و سلطان و رسول حق کنون — ہست داؤد نبی ذو فنون

ہست در فرمانش باز و وحش و طیر — در ہمہ روئے زمین او راست سیر

با چنان عزے و نازی کاندرو ست — کہ گزیدستش عنایتہائے دوست

معجزاتش بے شمار و بے عدد — موج بخششہائیش مد و اندر مدد

ہیچکس را خود ز آدم تا کنون — کے بدست آوازہا چون ارغنون

کو بہر وعظے بمیراند دویست | آدمے را صوت خوبش کرده نیست
شیر و آہو جمع گردد آزمان | سوے تذکیرش مغفل این از آن
کوه و مرغان ہم رسائل با دمش | ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
این و صد چندان مر او را معجزات | نور رویش بے جہات و در جہات
با ہمه تمکین خدا روزیئے او | کرده باشد بسته اندر جستجو
بے زره بافی و رنج روزیش | مے نیاید با ہمه پیروزیش ۷۳
اینچنین مخذول واپس مانده | خانه کنده دون و گردون رانده
اینچنین مدبر ہمے خواہد که او | گنج یابد تا رود پایش فرد
ز احمقی خواہد که بے رنجش زود | بے تجارت پر کند دامن ز سود
اینچنین گنجے نیامد در جہان | که بر آید بر فلک بے نردبان
این ہمی گفتش که تسخر زر بگیر | که رسیدت روزی و آمد بشیر

وان همی خندید ما را هم بده | زانچه یابی هدیه ای سالار ده

او ازین تشنیع مردم وین فسوس | کم نمی کرد از دعا و چاپلوس

تا که شد در شهر معروف و شهیر | کو ز انبان تهی جوید پنیر

شد مثل در خام طمعی آن گدا | او ازین خواهش نمی آید جدا

کم نمی کرد از دعا و ابتهال | کز اجابت مستعان ذو الجلال

گر گران و گر شتابنده بود | عاقبت جوینده یابنده بود

تا که روزی ناگهان در چاشتگاه | این دعا میکرد با زاری و آه

ناگهان در خانه اش گاوی دوید | شاخ زد بشکست در بند و کلید

گاو گستاخ اندران خانه بجست | مرد بر جست و قوایمهاش بست

پس گلوی گاو ببرید آن زمان | بی توقف بی تامل بی امان

چون سرش ببرید شد سوی قصاب | تا اهابش بر کند در دم شتاب

داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ہر سمجھدار اور بے سمجھ کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ جب تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے اور پڑا پڑا کھانے والا۔ اور کم حرکت کرنے والا اور کاہل بنایا ہے تو تو مجھے بے مشقت دولت عنایت فرما۔ کمر لگے ہوئے نامراد گدہوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا ہے پس جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ پر کسب کی مشقت کا بار نہ ڈال اور کاہلی ہی کے ذریعہ سے مجھے روزی عطا کر میں کاہل ہوں اور جب سے پیدا ہوا ہوں سایہ ہی میں سوتا ہوں۔ محنت کیلئے کبھی دہوپ میں نہیں نکلا اور ابتک تیرے احسان وجود ہی کے سایہ میں سویا کیا۔ کبھی مشقت و محنت برداشت نہیں کی مگر روزی ملا کی معلوم ہوتا ہے کہ کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کیلئے تو نے روزی کا ذریعہ کسب کے علاوہ کوئی اور مقرر کیا ہے۔ پس جنکے پاؤں ہیں وہ تو اپنی روزی اسی طریقہ سے طلب کرتے ہیں جو انکے لئے مقرر ہے یعنی محنت و مشقت کرتے ہیں۔
اور جنکے پاؤں نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا لہذا تو اس پر رحم کر اور اس کسب کے علاوہ دوسری
طرح سے روزی پہونچا اور اپنے باران کرم کو اسی زمین تک محدود نہ رکھ۔ بلکہ مجھکو بھی اس سے ۷۵
متمتع کر کہ میں بھی زمین ہی کی طرح بے دست و پا ہوں آپ کا قاعدہ ہے کہ زمین کے پاؤں یعنی قدرت علی الکسب نہ ہونے کے سبب اپنے کرم سے ابر کو اسکی طرف جھکاتے اور چلاتے ہیں نیز بچہ چونکہ پاؤں یعنی قدرت علی الاکتساب نہیں رکھتا اسلئے آپ کے حکم سے ماں خود آکر اُسکی مقررہ غذا اسکو دیتی ہے بس اسیطرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اچانک اور بے مشقت کہیں سے دولت ملجاوے کیونکہ میرے پاس طلب کے سوا کوئی اور کوشش نہیں ایک عرصہ تک وہ یہی دعا کرتا رہا صبح سے شام تک شام سے صبح تک اور صبح سے دوپہر تک اسکا یہی کام تھا۔ لوگ اُسکی اس دعا پر۔ اور طمع خام اور رزق سے مخالفت یعنی اسکو طلب نہ کرنے پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تو یہ احمق بک کیا رہا ہے۔ کسی نے اسکو بھنگ پلاکر بیہوش تو نہیں کر دیا ہے۔ روزی حاصل کرنے کا طریقہ تو کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہی ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا جسطرح یہ مانگتا ہے اور اگر ہوا ہو تو نہایت ہی تعجب خیز بات ہے۔ ہر شخص کو اس نے ہنر عطا کیا ہے اور غم اور بیماری کے باوجود بھی کمانے اور مشقت اُٹھانے کے ذریعہ سے طلب

کرنا بتایا ہے اور یہ کہا ہے کہ رزق کو سبب سے تلاش کرو اور گھروں میں دروازے سے جاؤ۔ دیکھو اسوقت داؤد علیہ السلام ہیں وہ بادشاہ بھی ہیں اور رسول بھی وحوش وطیور انکے تابع فرمان ہیں اور تمام زمین پر گھوم سکتے ہیں انکو یہ عزت اور ناز حاصل ہے کہ حق سبحانہ نے انکو اپنے افضال وانعامات بیحد کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا ہے معجزات انکے بیشمار اور بے گنتی ہیں اور حق سبحانہ کے دریائے کرم کی موجیں اُن تک برابر پہونچ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ابتک کسیکو بھی ایسی پاکیزہ آواز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہر وعظ میں اپنی خوش آوازی سے دو سو آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں اور آدمی اُس عمدہ آواز کو سُنکر جان دیدیتے ہیں انکے وعظ میں شیر اور ہرن جمع ہوجاتے ہیں اور اتنے مست ہوتے ہیں کہ ایک کو ایک کی خبر نہیں ہوتی۔ پہاڑ اور پرندے اُنکی بات کا جواب دیتے ہیں اور جب وہ انکو بلاتے ہیں تو وہ ان سے آشنا ہوتے ہیں یہ بھی معجزات ہیں اور انکے علاوہ اور سیکڑوں معجزے ہیں انکے منہ کا نور بظاہر جہات میں ہے مگر فی الحقیقت بے جہات ہے کیونکہ وہ نور حق سبحانہ ہے جو جہات سے منزہ ہے اسقدر عزت وناز اور اسقدر شوکت وقدرت کے باوجود بھی حق سبحانہ نے انکی روزی کا وسیلہ طلب اور جدوجہد کو ہی قرار دیا ہے وہ باوجود اس خوش اقبالی کے بھی بدون روزی کے لئے تکلیف اُٹھائے اور بغیر زرہ بنے روزی نہیں پاتے اور یہ ایسا مطرود ومردود خانہ خراب ذلیل منحوس و بدبخت ہوکر چاہتا ہے کہ اُسکو خزانہ ملجاوے کہ اسکے پاؤں اسمیں دھنس جائیں وہ اپنی حماقت سے چاہتا ہے کہ بلاکسی زحمت اور بلاکسی تجارت کے جلدی سے نفع سے پلہ بھرے۔ اسطرح تو خزانہ دُنیا میں کسی کو بھی نہیں ملتا۔ بھلا بتلاؤ تو کون ہے جو آسمان پر بغیر سیڑہی کے چڑھ جاوے جب کوئی نہیں بلکہ ہر ایک کو سیڑہی اور سبب کی ضرورت ہے تو یہ ایسا کہاں کا ہے کہ اسکو حصول دولت کیلئے سبب کی ضرورت نہیں کوئی اس سے مسخرہ پن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لے مبارک تیری روزی آگئی اور تیرا خوشخبری دینے والا آگیا۔ لے روپیہ۔ دوسرا اپنا نے کو کہتا تھا کہ لیجئے ابتو آپ گاؤں کے رئیس اور سردار ہوگئے جو کچھ آپ کو ملا ہے اسمیں سے ہم کو بھی دلوائیے غرض لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے تھے مگر وہ ان بددینوں کی طعن وتشنیع کے سبب دعا والحاح میں کمی کرتا تھا

(باقی آئندہ)

قال الله تعالى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

لما دلت الآية على ان الدعوى بلا برهان مما يجتنب منه المتعفف + وكان الحكم على غير الحديث
بكونه حديثا ادخل في التعسف كما ان عكسه ادخل في التعفف + وكان الابتلاء
في هاتين البليتين قد كثر في احاديث التصوف + وكانت الرسالة الملقبة

التشرف بمعرفة احاديث التصوف

مع ترجمتها الموسوم ب

تكميل التعرف في تسهيل التشرف

وافية عن كلتيهما لما فيهما من التحقيق والتعرف + خالية عن المجازفة والتكلف
فالحائز عليها بعيد ان شاء الله تعالى عن التأسف + وقريب الى التلطف + من
تصنيف صاحب الفهم والتعرف + كاشف معضلات التصوف مولانا المولوي
الحافظ الحاج الشاه اشرف علي حمله الله الى العلى فلاجل انه اهل التلطف

اهتم بطبعها محمد عثمان حفظه الله عن التلهف

في المطبع المعروف بمجتبائي المطابع الواقع في دهلي

قیمت فی جلد ...... ایک روپیہ

فہرست مضامین التشرف بمعرفت احادیث التصوف

۱- تمہید
۳- کتاب العلم مع عبادات الاحیاء
،، علم کی فضیلت اور اسکی ضرورت
۴- ذوق سلیم کا معتبر ہونا۔
۶- علوم و احوال باطنہ۔
،، علم غیر نافع کا جہل ہونا
۷- مجالس صوفیہ کی فضیلت
،، تائید عادات صوفیہ کہ مسائل کو اکثر اشعار میں ضبط کرتے ہیں
۸- تخاطب کی رعایت تعلیم اور مسائل میں
۹- علم رسمی کی مذمت۔
۱۰- علم باطن کی اصل
۱۱- قرب فرائض و قرب نوافل
،، اثبات نور باطنی و بعض احوال وجہ بعض علامات کاملین
۱۲- سعی الشیخ فی نومہ و فضیلت اہل ارشاد۔
۱۳- فضیلت معرفت عارفین
۱۴- قرآن کے بعض معانی کا اہل ظاہر سے مخفی ہونا۔
۱۵- حق تعالیٰ کا مدرک بالکنہ نہ ہونا اور علم بندہ کا محیط الوجوہ نہ ہونا۔
۱۶- رویت حق کا ممتنع ہونا دنیا میں اور اولیاء کی بالکنہ کا آخرت میں بھی
۱۷- اتحاد بجبلہ کا غیر اختیاری ہونا
۱۸- کائنات کا مظاہر تجلیات ہونا۔
،، مسئلہ مذکورہ حدیث بالا
۱۹- شعور جمادات۔

کتاب الصلوٰۃ بمع تحقیق و تطبیق

۲۰- قرب عامل کا علاوہ قرب عمل کے ہونا
۲۲- نماز میں خشوع اور نماز کے بعد دعا
۲۳- طریقہ تکمیل نماز۔
۲۴- حضور قلب کا شرط قبول ہونا معمولی و عشق
۲۵- صلاح باطن کا اصلاح ظاہر کیلئے مستلزم ہونا۔
۲۵- قطع اسباب تشویش
۲۶- غیرت۔
۲۷- اللہ سے حیا اور اس کا طریق
۲۸- عدم تجدید صلوٰۃ اللیل
۲۹- مداومت بر عمل
،، - وبال ترک معمولات

کتاب الزکوٰۃ

۳۰- عدم تزاحم درمیان معاد و معاش ضروری۔
۳۰- تاکد حقوق عباد خصوص مشائخ
۳۱- مثل سابق
۳۱- عدم منافی درمیان توکل و ادخار ضروری۔
۳۲- تعمیم حسن معاشرت

کتاب الصوم و کتاب الحج

۳۳- عدم استحقار صغائر۔
۳۴- اتباع معاملات حق مع عبید
۳۵- زیارت قبر نبوی صلعم
،، اختیار بودن فیض صلحاء

کتاب آداب القرآن

۳۶- ترک بعض طاعات غیر واجبہ در غلبۂ حال
۳۷- اصل بعض القاب صوفیہ
،، ثابت کرنا ظلمت اور نور کا قلب کیلئے
،، تواجد بغرض محمود۔
۳۸- تفاصل درمیان تجلی وحی
،، ترجیح جمع خاطر بر کثرت ثواب در بعض احوال۔
۳۹- منکر بودن عبادات شاقہ
،، ابطال علم منافی شریعت و اثبات علم وہبی
۴۰- رعایت نشاط در عبادات

کتاب الاذکار والدعوات

۴۱- ذکر کی فضیلت اور ذکر قلبی و لسانی میں جمع کرنے کی فضیلت
۴۲- تعبیر ذکر فی النفس و عدد صوفیہ و تمثیلات ایشان
۴۲- حقیقت قہر۔
۴۳- بیان تفویض و دعا
۴۴- تکبیر و ترک دوام
۴۵- اصل ہزاری روزہ
۴۶- تاثیرات بعض اذکار و معانی تقییدات
۴۷- مجاہدہ اضطراریہ و حکمت بعض شکوے اہل اللہ
۴۷- عدم تغییر عاصی باحتمال توبہ
،، اعتدال در مجاہدہ۔

کتاب آداب الاکل مع بعض آداب

۵۰- توجیہ کلام مجازی
،، اختیار جانب سہل
۵۱- ذکر ریا۔

کتاب النکاح

۵۱- توجیہ کلام مجازی
۵۲- غیر مقصود بودن احوال
،، - مجاہدہ اضطراریہ
۵۳- ہدیہ دادن بحب خالص

کتاب آداب الکسب والمعاش

۵۳- توکل مع الاشتغال فی الکسب
۵۴- نرمی

کتاب الحلال والحرام

۵۴- اصل چلہ
۵۵- معیار تقویٰ

۵۶- مشروط کردن منظوری دعوت بشرط ابلاغ

کتاب آداب الالفة

۵۷- طریقہ نصیحت

۵۸- معاملہ با شیخ وقت صدور لغزشی از و

" نہی از غلو

۵۹- وضعداری در حقوق

" - اصل عظیم حسن اخلاق

۶۰- احتراز از معززین ہر قوم

۶۱- احتیاط از مواضع تہم و حقیقت آن-

۶۱- تطییب خاطر و شرط او

۶۲- مقدم بودن معاملات بر عبادات

" کتاب آداب العزلة

۶۳- اصل تدوین حالات بزرگان

" - توسط در عمل-

" - سفر در پنجشنبہ و شنبہ

کتاب السماع

۶۴- معذور بودن صاحب وجد

۶۵- قطع اسباب تشویش

" اصل فراست و حکم آن

۶۶- اصل آیین وجد و تواجد

۶۷- موافقت قوم در مباحات

کتاب عجائب القلب از ربع مہلکات

۶۹- عداوت نفس

۷۰- جہاد نفس

۷۱- دوام انتظار فیوض

۷۲- شوق و محبت

" - معتبر بودن تنبیہات قلب سلیم-

۷۴- وسع قلب تجلی خاص را

۷۵- صحت الہام

" - مذمت غلو در حب خلق

" - احتیاط از شبہات امور غیر مشتہر وغیرہ

۷۶- عمل تقوی

کتاب تہذیب نفس

۷۶- عدم تنافی درمیان امور طبعیہ و درمیان کمال

۷۷- اعتدال در مجاہدہ

۷۷- اعتبار در کراہت طبعی در رضا

۷۸- فضل بودن جہاد نفس از جہاد کفار

کتاب علاج شہوت و بطن

۷۹- عدم تنافی درمیان زہد و توسع فی الماکول و المشروب

۸۰- عدم اختلاط با دنیا و اہل بطالت

کتاب آفات اللسان

۸۱- ترک اقوال و افعال عبث

۸۱- ترک جدال

۸۱- اشد بودن غیبت میت

کتاب مذمت غضب

۸۳- ذم غضب

۸۳- قناعت و عافیت

۸۴- مذمت بعضے فقر

۸۴- نفع عظیم محبت شیخ

کتاب مذمت دنیا

۸۵- وحشت از دنیا

۸۶- تنفیر از دنیا-

کتاب مذمت بخل

۸۷- مثل سابق

۸۷- عدم ذم دنیا- معین آخرت

۸۷- بودن عزت در استغنا

۸۸- ذم بخل در افادہ

کتاب مذمت جاہ

۸۹- ذم حرص دنیا

۹۰- مطلع نبودن ملائکہ بر بعض اعمال و اصل ذکر قلبی مخفی

۹۰- مذمت نمایش

۹۱- مغموم نبودن برود سیاس

۹۲- ضرر تکلفات ضعفا را

کتاب مذمت کبر

۹۲- سادگی وضع

۹۳- ترک تعرض بعوام

۹۳- بیغوی حکمت کہ تکوینیہ در معاصی

۹۴- اصل بودن اصلاح باطن

کتاب التوبة از ربع منجیات

۹۵- حقیقت توبہ-

۹۶- معافی از مغلوب

۹۷- طاری شدن تغیرات بر کامل

۹۸- فرق درمیان تدقیق و تعمق

۹۹- بودن دنیا از آخرت

۱۰۰- غایۃ تیسیر

" - بودن بلا از ثمرات ولایت

۱۰۱- جزم نکردن برکسی بر خوانی

۱۰۲- الحکمت ز لالت کاملین

۱۰۳- عدم اعتبار توبہ زبانی محض

۱۰۴- سبب بعض اقسام قبض از معصیت

کتاب صبر و شکر

۱۰۴- عمل بودن باطن بر نگاہ

۱۰۷- خواص بعض درجات توکل مسمی بیقین

۱۰۹- بودن جذب علت وصول

۱۱۰- استدراج بودن بقاء احوال مع المعاصی-

کتاب الخوف والرجاء

۱۱۲- غرور بودن رجا بدون عمل

۱۱۲ - اعتبار رجاء راجسنر بدون عمل -
۱۱۳ - اجمال حدیثین بالا
۱۱۴ - انفع بودن رجا از خوف برائے عامل آخرت
۱۱۵ - فضیلت مومن برکعبہ
۱۱۶ - فضیلت جزئیہ مومن بر بعض ملئکہ
۱۱۸ - استحالہ انفکال حق تعالیٰ بالخیر
۱۱۹ - بعض مصالح تکوینیہ خلق زونیہ وزیبا خلق
۱۲۰ - تکیہ نہ کردن بر طاعات
۱۲۱ - منافی بودن تغیر طبعی کمال را
۱۲۲ - اجتماع حال سکر کمال

کتاب الفقر والزہد

۱۲۳ - فضیلت فقر -
۱۲۴ - مشروط کردن ہدیہ بشرائط مناسبہ
۱۲۵ - مشروط بودن قبول ہدیہ بعدم اشراف
۱۲۶ - عدم حکم قرائن محتملہ
۱۲۷ - بعض صفات کاملین
۱۲۸ - ذم تکلف در ترفع

کتاب توحید و توکل

۱۲۹ - مکان انکشاف سر قدر و نفی از کشف غوامض
۱۳۱ - ذم توہم دعوی حق

کتاب المحبۃ والشوق

۱۳۳ - عدم تنافی درمیان حظوظ مباحہ و کمال زہد
۱۳۴ - شرط بودن مناسبت درمیان شیخ و طالب
۱۳۴ - ترجیح اثبات رویت پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بر نفی آن
۱۳۷ - بطلان مذہب اباحیہ
۱۳۹ - تمنی موت شوق
〃 اہتمام حب زائد از اہتمام خوف
۱۴۰ - رضا و صبر
〃 - محترز از سبب للشر
۱۴۱ - اہتمام اصلاح ہمہ وقت
۱۴۱ - خوشبو الیدن لفظ در داخل شدن ہیل خوشبو مالیدن برائے دین -
۱۴۲ - اعتبار نیت فوق العمل
〃 بودن قلب مدار اصلاح
- بالادراک والتوسل
۱۴۴ - الی حقیقۃ الاشراک والتوسل -
۱۵۵ - امتناع ادراک کنہ حق تعالیٰ

کتاب ذکر موت

۱۵۶ - فضیلت موت
۱۵۷ - مراقبہ میت
۱۵۷ - ادراک میت
۱۵۸ - نافع بودن اعمال احیاء مر اموات را
۱۵۹ - تحقیق مسئلہ رویت
۱۶۱ - تقویت رجاء در حقوق العباد -

تمت بالخیر

رویناه في سباعیات
ابي اسعد القشيري
من حديث انس وفيه
الحسين بن داود البلخي
قال الخطيب ليس بثقة
ف فيه تقوية الرجاء في
حقوق العباد ايضا ويتقوى
هذا الرجاء لمن راقبها
ومن ثم يكون رجاء
الصوفية اقوى كخوفهم ايضا
وقد وقع الفراغ بحمد الله تعالى
ونعمته من تاليف الشطر الاول
من اصل التشرف الماخوذ
من تخريج العراقي للتاسع و
العشرين من صفر يوم الجمعة
وقت الضحوة الكبرى
سنة ١٣٣١ من الهجرة في
الخانقاه الامدادية
دامت بركاتها
من كورة تهانه بهون و
هو مشتمل على مائتي

ہم سے یہ حدیث سباعیات ابی اسعد
قشیری میں حدیث انس سے روایت
کی گئی ہے اور اس میں حسین بن داود بلخی
ہے خطیب نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے **ف**
اس حدیث میں حقوق العباد میں بھی رجاء کی
تقویت ہے اور یہ رجاء اس شخص کے
لئے اور زیادہ قوی ہو جاوے گی جو حقوق
العباد کی نگرانی و اہتمام رکھے اور اسی مقام
سے صوفیہ کی رجاء اوروں سے زیادہ قوی
ہوتی ہے جیسا کہ ان کا خوف بھی ایسا ہی ہوتا ہے
اور بحمد اللہ تعالیٰ اصل تشرف 171
کی تالیف سے جو کہ تخریج عراقی سے ماخوذ ہے
انتیسویں صفر یوم جمعہ وقت چاشت
سنہ ۱۳۳۱ ہجری کو خانقاہ امدادیہ واقعہ قصبہ
تھانہ بھون میں فراغت ہوئی اور یہ حصہ
دو سو حدیثوں پر مشتمل ہے ان حدیثوں میں
وہ بھی ہیں جو مقصوداً لائی گئیں اور وہ بھی
ہیں جو کسی دوسری حدیث کے ضمن میں
لائی گئیں مع چند دیگر حدیثوں کے
جو دو سو سے علاوہ ہیں اور یہ عدد زائد
حدیث مکرر کے عدد سے جو کہ میری تلاش میں

حدیث مابین المقصود والضمنی مع زیادة قلیلة توازی عدد المکرر وهو الواحد فیما تتبعت و عددما لیس ثابتا لفظا مع ثبوت معناه نبقی مائتان وصارت مع احادیث حقیقة الطریقة خمسمائة وخمسین

صرف ایک ہے (احب الاعمال الی اللہ ادومہا) اور بعض ایسی روایات کے عدد کے جو کہ لفظاً ثابت نہیں گو معنیً ثابت ہیں۔ برابر ہے پس دو سو حدیثیں باقی رہ گئیں اور یہ حقیقۃ الطریقۃ کی حدیثوں سے مل کر ساڑھے پانسو ہوگئیں اور اگر اس میں سے مشترک کو منہا کر دیا جاوے گا جو انشاء اللہ تعالیٰ پچاس سے متجاوز نہ ہونگی تب بھی باقی حدیثیں پانسو[1] سے کم نہ رہیں گی اور فوائد کی

[1] اور یہ سب احادیث کہ دلائل ہیں مسائل تصوف کے ان آیات کے علاوہ ہیں جو رسالہ مسائل السلوک
میں ان مسائل کے اثبات کے لئے جمع کی گئی ہیں ان مسائل کی تعداد اسکی دونوں جلدوں میں جیسا کہ ۱۶۲
سلسلہ کے نمبروں میں منضبط ہیں پانچ کم چودہ سو ہیں جن میں بعض آیات سے متعدد مسائل بھی ثابت ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اسمیں جو رسالہ تائید الحقیقۃ ملحق ہے اس کے مسائل کی تعداد بالاستیعاب نہیں لکھی گئی۔ اگر اس تعداد متروک اور اس تعداد کو تخمیناً برابر بھی لیا جاوے تو بھی پانچ کی کسر کا اعتبار نہ کرکے سو کم ڈیڑھ ہزار آیات کا عدد محفوظ رہے گا اور ان پانچ سو احادیث کی ملا کر سو کم دو ہزار دلائل ہوں گے اور بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک مسائل مواعظ کا (جو کہ شائع با صلاح لاشاعۃ ہو چکے ہیں) عدد (۴۴۴) تک پہنچا ہے جیسا کہ رابعۃ التابعۃ مع الحاشیہ میں بذیل مضمون دوم مذکور ہے اگر انہیں سے چھوٹے رسالوں کا جو کسی دوسرے رسالہ کا جزو ہے ان کا عدد تخمیناً (۴۴) قرار دیکر اسکو کم کرے پھر بھی بقیہ میں جو مسائل قواعد کلیہ شرعیہ سے کہ وہ بھی احکام کے دلائل ہیں یا نصوص جزئیہ سے ثابت ہوتے ہیں اگر فی وعظ اور فی کتاب میں تین تین مسئلہ کی دلیلیں فرض کی جاویں اور یہ عدد کچھ بھی نہیں واقع میں اس سے بہت زیادہ ہیں چنانچہ اس وقت ایک دوست صرف مواعظ میں سے ہر نوع کے

ولوطرح منہا المشترک الذے
لا یتجاوز عن خمسین انشاء اللہ
تعالیٰ ما انتقصت عن خمسائۃ
ووقع الفراغ من تحریر الفوائد
تحت کل حدیث الیٰ التاریخ
المذکور والشہر المذکور

تحریر سے جو کہ ایک ایک حدیث کی تحت میں
ہیں بسنہ تاریخ و ماہ مذکور میں فراغ ہوا
صرف سنہ بدل گیا یعنے ۱۳۴۲ھ تھا
(اور فوائد ہی کے ساتھ ترجمہ سے بھی فراغ ہوا
بجز چند سطروں کے جو ایک وقتی عذر کے
سبب وقت مذکور کے بعد لکھی گئیں کر دہ

(بقیہ نوٹ ص۱۷۲) مضامین کا جدا جدا انتخاب کر رہے ہیں جس کا ذکر ثالثہ التابعہ میں بذیل مضمون سوئم کیا گیا ہے
اگر یہ مکمل ہوگیا تو اس عدد کا قلیل ہونا معاینہ میں آجاوے گا اور دوسرے رسالوں کا تتبع الگ رہا۔
لیکن باوجود اس کے اگر فی الحال یہی عدد فرض کر لیا جاوے تب بھی چار سو رسالوں میں بارہ سوا دلہ
ہوتی ہیں اور ما سبق انیس سو سے ملا کر تین ہزار سے سو زیادہ ادلہ کا عدد پہونچتا ہے اور بعد
فرض تساوی اثبات المتعدد بالواحد واثبات الواحد بالمتعدد کہ فرض قریب ہے اوسط عدد مسائل کا ۱۷۳
بھی اسیقدر ہوتا ہے اور اگر اس رسالہ تشرف کی دوسری جلد کی بھی توفیق ہوگئی جیسا اس کے
خاتمہ کی اخیر سطروں میں اسکی طرف اشارہ بھی ہے تو وہ ادلہ اسپر مزید ہیں اور اگر میں فن
اعتبار کی دلالات کا بھی اخذ کرتا تو اس سے چند گونہ عدد بڑھ جاتا۔
تحدیث بالنعمۃ۔ اب حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتا ہوں کہ جو فن (یعنی تصوف) آج سے
دلائل کے اعتبار سے تو گویا بے جان اور مسائل کے اعتبار سے بیجان ہو چکا تھا چنانچہ جو بعض ادلہ
اس کے زبانوں پر مشہور اور غیر محققین کے ملفوظات و مکتوبات میں مذکور تھے ان کے اکثر حصہ
میں یا کتاب و سنت کی تحریف تھی یا تخیلات شاعری کی تصریف تھی جس سے وہ فن اہل ظاہر کی
تکذیب بلکہ استہزاء کا محل بن گیا تھا اور محققین کے کلام سے تتبع کرنے کی کسکو ہمت خصوص جو
طالب بھی نہ ہو اور اسی کے قریب قریب مسائل کی حالت تھی کہ بجز چند مسائل کے اور وہ بھی نہایت
مجمل بلکہ مبہم عنوان سے کوئی مسئلہ خصوص صحیح مسئلہ کان میں بھی نہ پڑتا تھا جس فن کی یہ نوبت

یتبدل السنة وهی سنة ۱۳۴۵ من الهجرة
الاوسطی امعنی د دة حرت لعل
وقتی بعد الوقت المذکور لولاه لما
تاخرت ولعلی اوفق لتالیف
شطره الباقی ویکون ملخوذا من غیر العراقی
والامر کله لله وافوض امری الی الله

عذر نہ ہوتا تو یہ تاخر نہ ہوتا اور شاید اس کے
حصہ باقیہ کی جو کہ غیر عراقی سے ماخوذ
ہوگا تالیف کے لیئے بھی مجکو توفیق
ہوجاوے اور سب اختیارات حق تعالی
کو ہیں اور میں اپنے سب کام اللہ ہی کے
سپرد کرتا ہوں + تمام شد

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۱) پہونچ گئی ہو کیا خدا تعالی کی یہ تھوڑی نعمت ہے کہ وہ ایسا زندہ ہوا جیسا بفضلہ تعالی ائمہ طریقت کے عہد مبارک میں تھا اور اب انشاء اللہ تعالی قرون متطاولہ تک اس کے زندہ رہنے کی توقع کی جاتی ہے وللہ الحمد اور اس میں احقر کا الیت رسمیہ بلکہ اسمیہ سے زائد کچھ دخل نہیں منعم حقیقی حضرت حق سبحانہ وتعالی ہیں اور واسطہ انعام حضرت مرشد علیہ الرحمۃ بقول ایک حکیم کے ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند ۱۷۴

اور بقول دوسرے حکیم کے ؎

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم +
جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اب اس حاشیہ کو اس اظہار شکر اور اقرار عجز پر ختم کرتا ہوں ؎

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

۱۲ منہ عفی عنہ

جب صبح ہوئی تو میرے دوست چندامیاں میرے پاس آئے۔ یہ بہت نیک اور ذاکر شاغل تھے۔ میں نے ان سے اس سفری کا تذکرہ کیا اور اپنی پوری کیفیت بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ میاں تردد کیوں کرتے ہو۔ کھا بھی لو لیکن یہ دیکھ لو کہ وہ ابتک گرم ہے یا ٹھنڈی ہو گئی اگر گرم ہے تو اثر ہے اور اگر ٹھنڈی ہو گئی تو اثر جاتا رہا۔ میں گھر میں سے سفری لایا دیکھا تو ابتک گرم تھی مگر اسقدر تیزی نہ تھی میں نے کہا کہ چندامیاں گرم تو ہے۔ انھوں نے کہا دیکھوں میں نے انکو دی وہ لیتے ہی منہ میں رکھ گئے اور کھاتے ہی انگرکھا پاجامہ اُتار دیا اور ننگے ہو کر چلد ئے۔ میں نے جب چندامیاں کی یہ حالت دیکھی تو میں پھر بٹیر شاہ کے پاس گیا۔ اور ان سے اس سفری کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیے جس سے میری یہ حالت بھی قائم رہے اسپر انھوں نے فرمایا کہ میں اتنا نہیں ہوں یہ قصہ بیان کرکے خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے چندامیاں کو دیکھا ہے یہ قوم سے پٹھان تھے اور گھر سے بہت خوشحال تھے ان کے باپ بھائی ریاست کے معزز عہدوں پر تھے اور اپنے

۱۵۳ گھر میں سب میں خوبصورت تھے انکے پاؤں میں زنجیر پڑی رہتی تھی اور یہ ایک تخت پر بیٹھے رہتے تھے اُس تخت پر ایک مصلے پڑا رہتا تھا۔ یہ کبھی ذکر کرتے تھے اور کبھی نماز پڑھتے تھے اور کبھی ویسے ہی بیٹھے رہتے۔ اور جب نماز پڑھتے تو نہ اوقات کا لحاظ ہوتا نہ رکعات کا لحاظ بلکہ جب چاہا نماز شروع کردی۔ اور جبتک جی چاہا پڑھتے رہے۔ سُنا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو مارتے بھی تھے نیز انکی یہ حالت تھی کہ جب کسیکو دیکھتے تو ہنس کر ہاتھ سے منہ چھپا لیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۹) قولہ مگر باتون میں مجذوب نہ تھے اقول اس پر تعجب نہ کیا جاوے جذب میں یا جنون میں عقل نہ ہونا تو لازم ہی لیکن بعض اوقات حواس صحیح ہوتے ہیں اور وہ کسی امر کا ادراک کرتے ہیں کسی کا نہیں کرتے اور ایسا شخص مکلف نہیں ہوتا اسلیے کہ مدار تکلیف کا عقل ہے نا کہ حواس چنانچہ بہائم باوجود سلامت حواس کے اسی لئے مکلف نہیں کہ انکو عقل نہیں خواہ مطلقاً خواہ خاص درجہ کی جو نباء ہو تکلیف کی جو کہ صبی ومعتوہ میں بھی مفقود ہے علے اختلاف قولی المحققین **قولہ** میں اتنا نہیں ہوں۔ **اقول** علت انکی نقص ہے مجاذیب کا اسی لئے اہل تحقیق انکی طرف توجہ کو منع کرتے ہیں۔

کہ اول تو ان سے دین کا نفع کم ہوتا ہے اور کچھ ہوتا ہے تو ناقص چنانچہ اس قصہ مین کیفیت
تو حاصل ہو گئی اور اعمال برباد ہو گئے جس پر گو مواخذہ نہ ہو مگر حرمان ثواب سے تو ہوا شت)

(۱۵۰) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب بیان فرماتے تھے کہ
شاہ عبدالعزیز صاحب ایک مرتبہ کھانا کھانے کے لئے زنانہ مکان میں تشریف لے گئے
تھے اور کچھ لوگ آپکے انتظار مین مدرسہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے عبدالوہاب نجدی
کا ذکر چھڑ گیا۔ ان میں سے دو آدمیون مین اسکے متعلق مناظرہ ہونے لگا۔ ایک نے عبدالوہاب
کی مذمت اور تفسیق و تکفیر شروع کی۔ دوسرے نے اسکی تعریف و تحسین اور خوب گفتگو ہوئی۔
ان میں سے ایک مذمت کرنے والے نے یہ بھی کہا کہ عبدالوہاب بددین تھا اور اس نے
ابن تیمیہ اور ابن القیم مردودون اور بددینوں کے دین کو چمکانا چاہا۔ اتنے میں اتفاق سے
شاہ صاحب بھی مکان سے تشریف لے آئے شاہ صاحب ابھی بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ
اس شخص نے جو عبدالوہاب کا مخالف تھا شاہ صاحب سے کہا کہ حضرت میں تو کہتا ہون کہ
۱۵۱ عبدالوہاب کافر تھا اور ایسا تھا ویسا تھا اور اس نے ابن تیمیہ اور ابن القیم جیسے بددینون
کے دین کو رواج دینا چاہا۔ شاہ صاحب نے اسکے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی منہ پر انگلی رکھی
اور فرمایا ہا ہا اور دیر تک ایسا ہی کیا (مطلب یہ تھا کہ یہ بات نہایت بری ہے تم ایسا نہ کہو)
اسکے بعد بیٹھکر فرمایا کہ عبدالوہاب بھی نہایت سچا اور پکا مسلمان اور متبع سنت تھا مگر بدعقل
اور ابن تیمیہ و ابن القیم بھی نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے۔ مگر بشر تھے ان سے غلطی ممکن ہے
اور اس غلطی کی بنا پر ان کو برا بھلا کہنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ اسکے بعد شاہ صاحب نے فرمایا
کہ حجۃ الوداع مین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا تھا
جس سے مقصود تعلیم افعال طواف تھی اور اس حالت میں آپ کی اونٹنی نے نہ جگالا نہ مینگنیاں
کیں اور نہ پیشاب کیا پس حرمت مسجد بھی محفوظ رہی اور مقصود تعلیم بھی حاصل ہو گیا عبدالوہاب
اپنی غلطی سے اونٹنی پر طواف کو سنت سمجھ گیا اور اس نے اپنے اتباع سمیت اونٹون پر
طواف کیا جس سے تمام مسجد مینگنیون اور پیشاب سے بھر گئی۔ سو گو یہ اسکی غلطی تھی مگر اسکا منشاء
اتباع سنت تھا۔ اسلئے اسکو برا کہنا نہ چاہیئے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۰) قولہ مگر اسکا منشاء اتباع سنت تھا الخ **اقول** یہی فرق ہے اہل صورت و اہل معانی میں کہ وہ افعال کو دیکھتے ہیں اور یہ افعال کے مناشی کو اسلئے کبھی ایسے امر پر مواخذہ کرتے ہیں جو ظاہر اموجب مواخذہ نہیں ہوتا اور کبھی ایسے امر پر تسامح کرتے ہیں جو ظاہر اقابل تسامح نہیں ہوتا (**ش ت**)

خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور انکے کاتب تھے۔ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا ہے۔ اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہوگیا ہوں۔ مجھ سے تو مناظرہ ہو نہیں سکتا۔ میں اسمٰعیل کو بلائے لیتا ہوں تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کرلو۔ اگر تم غالب آگئے تمہارے ساتھ ہوجاؤنگا اور وہ غالب آگیا اسکے ساتھ ہوجاؤنگا مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کرینگے اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کرسکتے تو جانے دو۔ شاہ صاحب نے جب یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اسوقت دفع الوقتی فرمادی ہے مگر یہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہینگے ضرور چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب شاہ عبدالقادر صاحب آپکی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کریگا۔ اسوقت بھی میرے دل میں یہی خیال آیا کہ گو انہوں نے اسوقت یہ جواب دیدیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے

155

تو پھر اس حدیث کے کیا معنے ہونگے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر ماتہ شہید۔

کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کریگا عوام میں ضرور شورش ہوگی مولوی محمد یعقوب صاحب نے
شاہ عبدالقادر صاحب سے اُن کا جواب بیان کیا اسکو سنکر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔
بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اسوقت
ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ما نحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت
نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جسطرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال بھی سنت ہے
جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب مولوی اسمٰعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش
ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۱) قولہ یہ حکم اسوقت ہے الخ اقول اسوقت

بیساختہ زبان پر آتا ہے وفوق کل ذی علم علیم۔

(۱۵۲) خانصاحب نے فرمایا کہ کتاب اربعین وماتہ مسائل کے تصنیف کی وجہ یہ ہی
خان زمان خان دتاولی بھیکم پور کے رئیس تھے انھوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے سوالات
کئے تھے انکے جوابات میں تو شاہ صاحب نے اربعین لکھی ہے اور کچھ سوالات دہلی کے ۱۵۰
شاہزادوں اور بادشاہ دہلی اور حاجی قاسم و مولوی کریم اللہ وغیرہ مخالفین نے آپس میں
مشورہ کرکے اور سوالات ترتیب دیکر کئے تھے اور یہ قید بھی لگا دی تھی کہ انکے جوابات
صرف فلاں فلاں علماء کے تصریحات سے ہونے چاہئیں ان کا جواب شاہ صاحب نے
مولوی نور الحسن صاحب کاندہلوی کے سُپرد کردیا اور انھوں نے شاہ صاحب کی طرف سے
انکا جواب لکھا اس کتاب کا نام ماتہ مسائل ہے اور اربعین اور ماتہ مسائل کے بعض بعض
مسائل میں جو آپس میں کسیقدر اختلاف ہے مثلاً ایک مسئلہ کے متعلق اربعین میں فتوے
حرمت ہے تو ماتہ مسائل میں مکروہ او نحو ذلک اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ اربعین کے
جوابات میں شاہ صاحب آزاد تھے اسلئے انھوں نے اپنی تحقیق کے مطابق جوابات دئے
ہیں اور ماتہ مسائل کے جوابات میں اصل مجیب یعنی مولوی نور الحسن صاحب اور شاہ صاحب
جنکی طرف سے وہ جوابات ہیں دونوں پابند تھے اس لئے جسقدر تصریح ان علماء کے کلام
میں ملی جنکے تصریح سے جواب کی درخواست کیگئی تھی اسقدر تصریح لکھدی گئی۔

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیش بہا ہے بہت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے۔ پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدہر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ قیمت اصلی ۴ ہے۔ قیمت رعایتی عمر

خلاصہ سائنس و اسلام

اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی حمایت کے ساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کیواسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کے لئے بھی از بس ضروری اور نافع ہے۔ مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے اول عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصان و منافع دکہلاکر حکومت اور انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کیلئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت وضو میں اعضائے وضو دہونے اور ترتیب کی حکمت۔ نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنیکی حکمت۔ بے نمازوں کی واہی تباہی۔ عذروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث اس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بیسود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات مادہ کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے۔ وحدانیت کی فلاسفی۔ عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی۔ حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب۔ روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک و شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولوی حکیم شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں. اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس پرانے ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کردیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور با محاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمدللہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہوگئی اور فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام نہایت آب و تاب سے شائع ہوکر نور افزائے دیدہ و دل مشتاقان ہوا. اس ترجمہ سے آپ کو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرات آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرات ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کرکے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپکو مستعد کرینگے. یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتاکر ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کریگا جن سے مسلمان دھوکا کھاکر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک انکا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہاکر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ ضخامت ۷۰۰ صفحات. قیمت اصلی تین روپے چار آنے. رعایتی دو روپے چار آنے (۲ھ) محصولڈاک گیارہ آنے (۱۱/)

یہ رعایت ۱۵ شوال تک رہیگی

المشتہر. محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا

چوں آیت موصوفه دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برامانه نیں

حاضر باشد یا ہادی * و نیز بر حضرت تعلیم علوم قرآنیه یعنی دینیه که مشتمل ست بر جمله

مقاصد مبادی * پس اتباعا للنص المذکور صحیفه شهریه که مستدرج ست بتدریج شهور

مسمی به

الهادی

نمبر ۶	بابت ماه شوال المکرم سنه ۱۳۴۴ھ	جلد ۴

که جامع ست انواع علوم دینیه را برائے تطهیر طالب جادی و مذکر ست در مجالس تذکیری

و مسکن ست برائے هر جائع و صادی * بصورت ترجمه رساله ترغیب و ترهیب و تسهیل المواعظ

و حل انتباهات و کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات که اکثر آں مستفاد ست از

درگاه ارشادی یعنی خانقاه اشرفی امدادی * باداره محمد عثمان تاجر کتب * در بلده دہلی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانه اشرفیه دریبه کلان دہلی [illegible] میگردد

ـه هذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقتضی بنا بالکتاب بعد وقضی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ ''الہادی'' بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ ہجری

جو بہ برکت و دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالے

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہٗ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۱
۳	حل الاقتباسات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہٗ	۱۵
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۳
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.. ..	۳۱
۶	امیر الروایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب معہ حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۵
۷	حیات المسلمین	مضامین مختلفہ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم ..	۳۹
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی	۴۳

اُصول ومقاصد رسالہ ''الہادی'' اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے یہ رسالہ بجائے تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے (للعہ)

(۴) واسطے ان صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں ایک بار حضرت خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجنے کا دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی بھیجیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں کے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور نہ بقیہ سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم وسوم درکار ہو تو مل سکتی ہیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

المرقوم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

اور ابن خزیمہ نے ان لفظوں سے روایت کیا آفتاب جمعہ سے بہتر (دن) نہ نکلا نہ غروب ہوا خدا (کا یہ عظیم الشان فضل ہے کہ اس) نے ہم کو اس روز کی ہدایت فرمائی (چنانچہ ہم نے بخوشی اسکو قبول کیا) اور دوسری تمام امتیں اس (کی عظمت) کو نہ سمجھ سکیں (چنانچہ انھوں نے اس سے منہ پھیرلیا) لہذا وہ ہم سے (اس شرف میں) پیچھے رہ گئے اور یہ ہیں ملگیا اب یہود نے (اپنے لئے ہفتہ اختیار کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار تجویز کیا (اسکی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ) اس دن میں ایک (ایسی بابرکت) ساعت (مقرر فرمائی) ہے کہ جو کوئی مسلمان آدمی نماز جمعہ (کو اسکے تمامتر حقوق و آداب کی رعایت کے ساتھ) پڑھ کے اس ساعت کو پالے تو جو کچھ بھی خدا سے مانگے گا اللہ تعالےٰ اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔ اسکے بعد بقیہ حدیث بیان کی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا کہ تمام ایام میں افضل یوم جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اس میں انکی وفات ہوئی اور اس روز صور پھونکا جائیگا اور اسی میں لوگ اس سے بیہوش (ہو کر فنا) ہو جائینگے (یعنی قیامت آجائے گی) ۹

ف ا اجسام انبیاء علیہم السلام زمین کے اندر بطریق امانت بالکل محفوظ رہتے ہیں وہ اپنی قبروں میں پہلے کی طرح زندہ ہیں چنانچہ توریث و نکاح زوجات وغیرہ میں انکے احکام دوسرے اموات کے مانند نہیں بلکہ اس بارہ میں وہ حی سمجھے جاتے ہیں۔ جمعہ کی عظیم الشان خصوصیت اور برکت ایک یہ بھی ہے کہ ہفتہ کے ہر دنوں میں ہمارے درود آپ پر بواسطہ ملائکہ پیش ہوتے ہیں اور جمعہ و شب جمعہ میں بلا واسطہ حضور کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اسی وجہ سے جمعہ اور شب جمعہ میں درود شریف پڑھنے کی ترغیب کثرت سے وارد اور متواتر ہے

ف ۲ نیز ہو سکتا ہے کہ صعقہ سے مراد فنائے عالم اور وقوع قیامت لیلیا جائے اور نفخہ سے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے صور پھونکنا مراد لیا جائے جیسا کہ دوسری حدیث موید ہے گویا حشر و نشر دونوں اسی روز میں ہونگے مگر اس صورت میں تقدیم تاخیر عبارت میں ہو جائیگی لہذا اس روز کثرت سے مجھپر درود پڑھا کرو کیونکہ اس روز تمہارا درود مجھپر (بلا واسطہ) پیش ہوگا۔ صحابہ نے (بطریق استعجاب) عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پاس ہمارے درود

پیش ہونگے؟ حالانکہ جناب کی عظام مبارک بھی بوسیدہ ہو جاتینگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے (لہذا وہ انکے پاس امانت میں) انکو کبھی نہیں کھاسکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آج تک) جمعہ سے افضل دن پر آفتاب نہ نکلا اور نہ غروب ہوا اور (چونکہ اس روز قیامت آنیوالی ہے لہذا) بجز جنات اور انسانوں کے اور کوئی ذی روح ایسا نہیں کہ جو جمعہ کے روز سے خائف نہ ہو۔ اسکو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابوداؤد وغیرہ نے اس سے زائد الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور اسکے آخر کے الفاظ یہ ہیں کہ بجز جنات اور انسانوں کے تمام ذی روح جمعہ کے روز فجر کے وقت سے طلوع آفتاب تک خوف قیامت سے گوش بر آواز اور منتظر قیامت رہتے ہیں۔

حضرت ابوموسے اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے روز) تمام ایام اپنی حالت پر اٹھائے جائینگے۔ لیکن ۱۰
جمعہ ایک روشن اور پرنور صورت میں اٹھایا جائے گا جمعہ (پڑھنے) والے اسکو اس طرح گھیرے ہوئے ہونگے جس طرح نئی دلہن کو مسہری میں بٹھانے کے لیے لے جاتے ہیں وہ اسقدر ضیاپاش ہوگا کہ اہل جمعہ اسکی روشنی میں چلیں گے۔ انکے رنگ (اسکی چمک دمک سے) برف کی مانند شفاف ہونگے انکی خوشبو (اسکے قرب کی وجہ سے) مشک کی مانند (اسطرح مہکتی) ہوگی کہ (گویا) یہ کافور کے پہاڑوں سے گذر رہے ہیں۔ ثقلین جن وانس انکی طرف فرط تعجب سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہونگے۔ حتی کہ اس حالت میں جنت کے اندر چلے جائینگے۔ ان لوگوں کے ہمراہ بجز پابند دیندار موذنوں کے اور کوئی نہیں جاسکے گا۔ اسکو طبرانی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابن خزیمہ نے کہا کہ اگر یہ حدیث بحیثیت سند کے ثابت ہوگی تب بھی قلب میں تذبذب ہے حافظ فرماتے ہیں کہ سند تو اسکی حسن ہے مگر یہ متن حدیث ضرور غریب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز اللہ تبارک وتعالے

کسی مسلمان (نمازی) کو مغفرت سے محروم نہیں کرتے۔

ف مسلمان اگرچہ کسیقدر گنہگار ہو جمعہ کے روز اگر جمعہ کی نماز بھی پڑھ لے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اسکے گناہ کم از کم صغائر تو ضرور معاف فرما دینگے اور پھر امید ہے کہ اسپر پابندی کرنے کے بعد کبائر سے توبہ کرنے کی بھی توفیق میسر آجاتے گی۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا میرے خیال میں سند حسن ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے پہلی امتوں کو یوم جمعہ (کی عظمت و فضیلت) سے بے خبر رکھا اور ہم کو اسکی ہدایت فرمائی چنانچہ یہود کے لئے ہفتہ (یوم عبادت) ہے اور نصاریٰ کے لئے اتوار لہذا اب وہ ہم سے قیامت تک پیچھے رہینگے (کیونکہ انھوں نے بطریق خود رائی کے اس مبارک دن کو چھوڑا اور اس فضیلت سے محروم رہے اور چونکہ قیامت جمعہ کے روز قائم ہوگی جو کہ ہمارا یوم عبادت ہے لہذا) ہم (اگرچہ) دنیا کی سب سے آخری قوم ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے ہونگے اور تمام اقوام سے قبل ہمارا ہی حساب و کتاب ہوگا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ اور بزار نے برجال صحیح روایت کیا مگر روایت بزار کے آخری الفاظ یہ ہیں ہم دنیا کی سب سے پچھلی قیامت کے روز سب سے اول ہونگے اور سب سے پہلے پروردگار کی مغفرت سے بہرہ مند ہونگے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے (انگلی کے پورے سے اشارہ کرکے) فرمایا کہ اس (مبارک) دن میں ایک (ذراسی) ساعت ہے (مگر اسکی صفت یہ ہے) کہ جو کوئی خدا کا بندہ مسلمان نماز جمعہ پڑھ کے اسکو (قسمت سے) پالے تو جو کچھ بھی اسوقت خدا سے مانگے اللہ پاک اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔ اسکو بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا۔

جمعہ کی ساعت اجابت (قبولیت دعا) کا بیان

اس ساعت کی تعین کے بارے میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہیں اور سب جمعہ سے

علماء میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر پوری تفصیل کے ساتھ اسکے متعلق کلام کیا ہے اجمالاً یہاں بھی کچھ حدیث نقل کرتا ہوں جن سے بعض صحیح اقوال کی کافی طور پر تائید ہوتی ہے اور ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے والد کو ساعت جمعہ کے بارے میں کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے سُنا ہے میں نے کہا کہ ہاں وہ بیان فرماتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ (قبولیت دعا کی) ساعت امام کے منبر پر آنے اور نماز ختم ہونے کے درمیان میں ہے اسکو مسلم ابو داؤد نے روایت کیا۔

بعض حضرات اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ ساعت خطبہ اور نماز کے اثناء میں ہے۔

۱۲ حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں بندہ جو کچھ بھی خدا سے مانگتا ہے اللہ پاک اسکو ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ کونسی ساعت ہے آپ نے فرمایا نماز کے شروع ہونے سے لیکر فارغ ہونے تک۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ حالانکہ بہت ضعیف ہیں مگر پھر بھی ترمذی نے انکی روایات کی متعدد جگہ تحسین کی ہے اور باب الصلح میں ایک حدیث کی تصحیح بھی کی ہے اسیوجہ سے حفاظ نے ترمذی کی اس تحسین و تصحیح پر تنقید کی ہے اور اچھا نہیں سمجھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے میں نے عرض کیا حضور! ہم اللہ کی کتاب (توراۃ) میں (لکھا ہوا) پاتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی (مبارک) ساعت (آتی) ہے کہ جو کوئی اللہ کا بندہ اسکو (قسمت سے) نماز پڑھتے ہوئے پالے تو جو کچھ بھی وہ اسے مانگے گا اللہ پاک اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔

حضور نے میری طرف (ہاتھ کے پوروے سے) اشارہ کرتے ہوتے فرمایا کہ کیا وہ (اتنا) ذرا سا وقت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضور سچ فرماتے ہیں وہ اتنا ہی ذرا سا وقت ہے پھر میں نے عرض کیا حضور وہ کونسا وقت ہے آپ نے فرمایا دن کی آخری گھڑیاں میں نے عرض کیا حضور وہ تو نماز کا وقت نہیں (اور وہ ساعت تو نماز کے وقت ہے) آپ نے فرمایا واہ جب آدمی ایک نماز پڑھ کے صرف دوسری نماز کے لئے مسجد میں بیٹھا رہے تو وہ نماز ہی میں سمجھا جاتا ہے (لہذا اگر نمازی نماز عصر کے وقت سے مغرب تک بیٹھا ہوا دعا کرتا رہے تو ضرور یہ مبارک ساعت میسر آجائے گی) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا سند اسکی علی شرط الصحیح ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ اسی روز تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے خمیر کا پتلہ بنایا گیا اور اسی دن (صور پھونکا جائے گا اور) تمام دنیا ہلاک ہوگی اور پھر اسی دن (دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو) سب زندہ ہوکر اٹھیں گے اور اس دن کی
۱۳ تین آخری گھڑیوں میں وہ (بابرکت) ساعت ہے کہ اس میں جو شخص جو کچھ بھی اللہ پاک سے دعا کرتا ہے ضرور قبول فرماتے ہیں (لہذا ان اہم ترین امور کا اجتماع چونکہ اسی روز ہوا ہے اسوجہ سے اسکا نام جمعہ تجویز کیا گیا) اس حدیث کو امام احمد نے بطریق علی بن طلحہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن علی بن طلحہ کو حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں مگر مگر رجال سند صحیح میں معتبر ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز بارہ گھڑیاں ایسی (مستجاب الدعوات) ہوتی ہیں کہ جو کوئی مسلمان بندہ (قسمت سے) انکو پاسے تو جو کچھ بھی خدا سے اس میں مانگیگا اللہ پاک وہی عطا فرمائینگے۔ آپ نے فرمایا ان گھڑیوں کو عصر کے آخری وقت میں تلاش کرو۔ اسکو ابوداؤد نسائی نے روایت کیا۔ یہ الفاظ نسائی کے ہیں نیز حاکم نے روایت کیا اور علی شرط مسلم کہا ہے نیز مثل حاکم ترمذی نے بھی تصحیح کی۔

صحابہ و دیگر علمائے امت میں سے بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ امید افزا ساعت

عصر کے بعد غروب شمس سے قبل ہے چنانچہ یہی رائے امام احمد اور اسحق کی ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ (قبولیت دعا کی) ساعت بعد نماز عصر ہے گو یہ بھی ممکن ہے کہ زوال کے بعد ہو (جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ اسکے بعد عمرو بن عوف والی پہلی حدیث (بطریق تائید) نقل کی ہے۔

حافظ ابوبکر بن منذر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اس ساعت قبولیت کی تعیین کے بارے میں علمائے امت اور صحابہ کا اختلاف ہے (منجملہ دیگر اقوال کثیرہ کے آٹھ صحیح تر قول اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں) (۱) صبح صادق کے بعد سے آفتاب طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک یہ حضرت ابوہریرہ سے ہم نے روایت کیا ہے (۲) حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ کی رائے ہے کہ یہ ساعت زوال کے وقت ہے (۳) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ یہ اسوقت سے ہے جب موذن جمعہ کی نماز کے لئے (دوسری) اذان دیتا ہے (۴) حضرت حسن بصری سے ہم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے ۱۴
جسکو اللہ پاک نے نماز (جمعہ) کے لئے پسند فرمایا ہے (۶) ابوالسوار فرماتے ہیں کہ لوگ زوال آفتاب اور نماز کے درمیان میں دعا کو مقبول سمجھا کرتے تھے (۷) ہم نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ یہ ساعت آفتاب کے ایک بالشت ڈھل جانے کے بعد سے لیکر بقدر ایک ذراع ڈھل جانے کے درمیان میں ہے (۸) یہ ساعت نماز عصر اور غروب آفتاب کے درمیان میں ہے۔ یہ حضرت ابوہریرۃ اور عبداللہ بن سلام اور طاؤس کی رائے ہے واللہ اعلم۔

ف احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت بہت تھوڑا ہے حتیٰ کہ حضور نے اسکی کمی کو انگلی کے پوروے سے اشارہ کرکے بیان فرمایا ہے نیز اس کی تعبیر ساعت کے ساتھ جسکے معنے گھڑی کے ہیں خود اسکی قلت کی شاہد ہے اسکی تعیین کے بارے میں احادیث مختلف وارد ہیں اس وجہ سے صحابہ و دیگر علمائے امت کے اقوال بھی اس کی تعیین کے بارے میں مختلف ہیں جنکی تعداد اڑتالیس تک پہونچی ہے چنانچہ ان میں سے آٹھ تو حافظ منذری نے بیان کئے۔ لیکن حقیقت میں اکثر اقوال انہی دونوں کے قریب

آجاتے ہیں جو فی الواقع مختلف ہیں اور ان میں سے ایک کو حنفیہ نے لیا ہے اور دوسری کو شوافع نے (۱) عصر ومغرب کے درمیان۔ اسکے لئے اکثر احادیث شاہد ہیں۔ چنانچہ امام احمد کی تصریح اسکے متعلق گذر چکی یہی الحق کا مذہب ہے اور یہی حنفیہ اور حنابلہ کا مختار ہے (۲) خطبہ اور نماز کے درمیان میں یہ مختار شوافع ہے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ دونوں وقتوں میں یہ ساعت ہے۔ چنانچہ ابن قیم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہی رائے ہے گویا ان حضرات نے تطبیق احادیث کو ملحوظ رکھا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ پاک نے رمضان شریف میں لیلۃ القدر کو مخفی رکھا ہے اسیطرح جمعہ کے دن میں ساعت اجابت کو بھی پوشیدہ رکھا تا کہ راغبین کا اکثر وقت اسکی تلاش کی وجہ سے عبادت میں گذرے اور جمعہ کا تمام دن عبادت میں صرف ہو واللہ اعلم۔

جمعہ کے روز غسل کرنیکی ترغیب

غسل جمعہ کی فضیلت کے متعلق اس سے پہلے باب میں نبیشہ ہذلی سلمان فارسی 15
اوس بن اوس عبداللہ بن عمرو وغیرہ کی احادیث گذر چکی ہیں نیز ابی بکر اور عمران بن حصین کی حدیثیں بھی پہلے آچکی ہیں کہ جن میں وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے گا اسکے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا اسے آخر الحدیث (یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کی گئی)۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جمعہ کے روز کا غسل خطاؤں کو بالوں کی جڑوں سے کھینچ لاتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ روات اسکے ثقات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں میرے والد ابو قتادہ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ یہ تم جنابت (ضرورت) کی وجہ سے غسل کر رہے ہو یا جمعہ کے لئے میں نے عرض کیا ضرورت کی وجہ سے فرمایا تو دوبارہ غسل کرنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک جمعہ کو غسل

کر لیے تو دوسرے جمعہ تک انسان پاک صاف رہتا ہے۔
اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اسناد انکی قریب حسن ہے نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اسکو سوائے ہارون یعنے ابن مسلم صاحب حنا کے اور کسی نے روایت نہیں کیا مگر حاکم نے بلفظ طبرانی روایت کیا۔ اور علی شرط الشیخین تصحیح کی نیز ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسکو اسطرح روایت کیا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کر لیتا ہے وہ آیندہ جمعہ تک طاہر رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور سر دہویا پھر جو عمدہ ترین خوشبو میسر تھی وہ لگائی اور جو اچھے کپڑے پاس تھے وہ پہنے اور مسجد میں نماز جمعہ کے لئے گیا اور (جہان جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا) نمازیون کو انکی جگہ سے نہ ہٹایا (خاموشی کے ساتھ) خطبہ سُنا (نماز پڑہی) تو اسکے اس جمعہ سے لیکر آئندہ جمعہ تک (۷ یوم) اور تین دن اور زائد (کل دس یوم) کے گناہ معاف ہوجائینگے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ۱۶

حافظ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موید ہے مکحول اور انکے ہم خیال حضرات کے لئے جو گذشتہ حدیث میں غَسَّلَ و اغتَسَلَ کے یعنے سر دہونے اور غسل کرنے کے تبلانے میں (اس میں ہر دو امور کی علیحدہ علیحدہ تصریح موجود ہے)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جمعہ کے روز غسل اور مسواک کرنا ہر بالغ اور مسلمان مرد پر واجب ہے اور جسقدر میسر ہو خوشبو بھی لگانی چاہیئے اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ (جمعہ کا) دن اللہ پاک نے مسلمانون کے لئے عید بنایا ہے۔ لہذا جو شخص جمعہ کے لئے آئے غسل کرکے آئے اور اگر خوشبو پاس ہو تو وہ بھی لگائے۔ اور مسواک کرنے کو بھی ضروری سمجھو۔ اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا آئندہ ابواب میں اور ایسی احادیث بھی آتی ہیں جو اس باب کے لئے مفید ہیں اور موید ہیں۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا تیسرا وعظ

مسمٰے بہ

مسجد کے آداب

منتخب از آداب المساجد وعظ اوّل دعوات عبدیت

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد۔۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال اللہ تعالےٰ (آیت) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا ط اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَہُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْہَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۃ لَہُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (ترجمہ) اور کون شخص زیادہ ظالم ہوگا اُس شخص سے جو کہ اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور اُسکے اُجاڑنے میں کوشش کرتا ہے۔ ان لوگوں کو تو یہ حق نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا بھاری عذاب ہے۔

اسکے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) گو اسمیں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس[1] واقعہ میں نازل ہوئی ہے مگر اتنی بات میں

---

[1] جس واقعہ میں آیت نازل ہوئی ہو وہ واقعہ اس آیت کا شان نزول کہلاتا ہے ۱۲

اتفاق ہے کہ آیت عام ہے چاہے مسجد کا اجاڑنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلمان دونوں کی سزا یہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی اور آخیر کا مضمون دلیل ہے ایسے شخص کے زیادہ ظالم ہونے کی تو حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہوا کہ اُن کو تو یہ چاہئے تھا کہ خود بھی جب مسجدوں میں داخل ہوتے تو ڈرتے ہوئے داخل ہوتے نہ یہ کہ اور دوسرے آنے والوں کو بھی جو خالص دل سے اللہ کا نام لینے والے ہیں روکیں کیونکہ یہ کام تو بیخوف ہونے کی اور بھی زیادہ علامت ہے اسلئے ایسا شخص بہت زیادہ ظالم ہوگا۔

(۲) حاصل یہ کہ آیت لفظوں کے اعتبار سے تو کفار ہی کے ساتھ خاص ہے مسلمانوں کو شامل نہیں ہے کیونکہ جو منع کرنا خدا کے نام لینے سے یہاں مراد ہے ایسا منع کرنا خاص ہے کفار کے ساتھ مگر مسلمانوں کو یہ مذمت اور برائی دوسری طرح سے شامل ہے وہ یہ کہ منع کرنے کے بعد مسجدوں کو اُجاڑنے کا حکم فرمایا جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے منع کرنا اس وجہ سے بُرا ہے کہ اس سے مسجدیں اُجاڑ ہوتی ہیں کیونکہ مسجدوں
۲ کی آبادی نماز اور اللہ کا نام لینے سے ہے پس مسجد میں ایسے کام کرنا جن سے اللہ کا نام لینے
میں خلل آئے مسجد کو اُجاڑ دینا ہے پس اگر مسلمان سے مسجد میں کوئی کام نماز اور اللہ کے ذکر کے خلاف ہوگا تو وہ بھی ملامت کے لائق ہوگا اور ظاہر ہے کہ مسجد میں بلا ضرورت دنیا کی باتیں کرنا نماز اور اللہ کے ذکر سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اس لئے بلاشبہ گناہ اور ظلم ہے۔

(۳) بعضے آدمی خدا کے نام اور قرآن کی تلاوت پر دنیا کا سامان عوض میں لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا نام ایسا قیمتی ہے کہ دونوں عالم بھی اسکی قیمت نہیں ہو سکتے۔ اسیطرح رمضان میں کلام مجید ختم کرنے کے عوض حافظوں کو دینا منع ہے اور قبروں پر اُجرت دیکر پڑھوانا بھی ناجائز ہے ایسے ہی مردہ کے سوم میں بھی اُجرت پر پڑھانا درست نہیں اور اللہ والوں کے نزدیک تو اللہ کے نام اور انکی رضامندی کے مقابلہ میں دنیا کی قدر تو کیا ہوتی جنتوں کی نعمتوں کی بھی اتنی قدر نہیں انکے نزدیک اللہ کا نام اور خدا تعالےٰ کی رضامندی جنتوں کی نعمتوں سے بھی بڑھکر ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ ترجمہ اور خدا تعالےٰ کی رضامندی سب سے بڑھکر ہے یہ آیت اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور دین کو دنیا کے عوض بیچنے کے شبہ سے بعض بزرگوں نے اسقدر

احتیاط کی ہے کہ بازار میں نہیں جاتے تھے کہ شاید ان کو دیندار سمجھکر انکی دینداری کی وجہ سے کوئی دوکاندار داموں میں کمی کرے تو وہ بھی ایک قسم کا دین کا عوض ہو جائے گا۔ پس بازار میں نہ جانا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک غرور کی وجہ سے دوسرا اسوجہ سے کہ لوگوں پر بار او باؤ پڑے گا اور رعب کر ہم کو سودا سستا دینگے جس سے انکا نقصان ہوگا سو یہ نہایت اچھی اور ضروری بات ہے اس میں دین بیچنے کے مشبہ سے بھی پرہیز ہے اور اسکے علاوہ مخلوق کو بھی نقصان سے بچانا ہے پس اپنی عزت مرتبہ کے دباؤ سے فائدہ اٹھانا ایک قسم کی رشوت ہے اسلئے حاکم کو ہدیہ لینے کی اجازت نہیں۔ لیکن اسپر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے اور پھر بھی ہدیہ قبول فرماتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ہدیہ دیا جاتا تھا وہ صرف محبت کی وجہ سے ہوتا تھا نہ حاکم ہونے کی وجہ سے۔ اور آجکل ہدیہ نہیں رشوت ہے۔

(۳) بعض نے اس آیت یعنے مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ (یعنے
۳ مشرکین اس لائق نہیں کہ وہ مسجدوں کو آباد کریں) سے مسجدوں کو بنانے کا مسئلہ مراد لیا ہے اور اس سے مسجد میں کافر کا روپیہ لگانا ناجائز ثابت کیا ہے مگر میرے نزدیک وہ مجمل مسئلہ ہے اسکی دلیلیں ہیں۔ اس آیت سے تو مراد یہ ہے کہ مشرکین مسجدیں آباد کرنیکے اہل نہیں اور اسکا کچھ ذکر نہیں کہ ان کا روپیہ مسجد میں لگانا ناجائز ہے ورنہ اگر اس آیت کی یہ مراد ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی قریش کی بنائی ہوئی عمارت کو باقی نہ رکھتے کیونکہ قریش نے پورا خرچ نہ ہونے کی وجہ سے کعبہ شریف کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی عمارت سے گھٹا دیا تھا اور حطیم[۵] جو کعبہ کے اندر داخل تھا باہر کر دیا تھا اور دروازہ صرف ایک رکھا تھا۔ اور وہ بھی اونچا پھر جب خلفاء راشدین (یعنے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) کا زمانہ ختم ہوا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو سنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی عمارت کے طرز پر بیت کو بنوایا پھر عبدالملک

---

۵ کعبہ شریف کے پیچھے کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہے اسکا نام حطیم ہے ۱۲

کی خلافت میں اسکے ماتحت حاکم حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے کے بعد
انکی بنائی ہوئی عمارت کو توڑوا کر وہی قریش کی سی عمارت بنوائی اسکے بعد خلیفہ ہارون رشید نے
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت کے طرز پر بنانے کی نسبت امام مالک سے رائے لی
انھوں نے منع فرمایا اور اسی حالت پر باقی رکھنے کی رائے دی اس خیال سے کہ کہیں ایسا
نہ ہو کہ آیندہ تمام بادشاہ کعبہ پر اسیطرح مشق کیا کریں۔ اور پہلے بادشاہوں کی دیکھا دیکھی
پہلی عمارت کو توڑوا کر نئے سرے سے بنوایا کریں چنانچہ جب سے اتبک اسی بنا پر ہے اور گو
عبداللہ بن زبیر کی بنائی ہوئی عمارت کا باقی نہ رہنا ظاہر میں کسیقدر افسوس کے قابل ہو
کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بنائی ہوئی عمارت کے طرز پر تھا۔ لیکن قریش کی عمارت
کے طرز باقی رہنے میں معلوم نہیں خدا تعالےٰ کی کتنی مصلحتیں ہونگی مگر ایک بڑی مصلحت اور
کھلی حکمت جسکو گنوار بھی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کعبہ عبداللہ بن زبیر کی عمارت
پر رہتا گو دروازے بھی زمین کے برابر دو ہی ہوتے مگر پھر بھی قفل کنجیاں تو خدام ہی کے ہاتھ
میں رہتیں اور ہر کسیکو کعبہ کے اندر جانا نصیب نہ ہوتا مگر اس موجودہ صورت میں حطیم کہ ۴
اصل میں کعبہ کے اندر داخل تھا باہر ہے اگر کوئی شخص خدام کے منع کرنے کی وجہ سے کعبہ
کے اندر نہ جاسکے تو بلا روک ٹوک حطیم میں جاسکتا ہے اور کعبہ کے اندر جانے کی برکت
حاصل کرسکتا ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار مکہ نے باوجود کافر
ہونے کے کعبہ کی عمارت میں صرف حلال مال خرچ کیا تھا اسیوجہ سے خرچ کم ہوگیا۔ اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت کو پورا نہ کرسکے غرض ما کان للمشرکین کا حاصل یہ
ہے کہ مشرکین میں لیاقت مسجد کے آباد کرنے کی نہیں کیونکہ جس چیز سے اسکی آبادی ہے۔
وہ ان میں نہیں ہے اور وہ چیز خدا کا ذکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے انما یعمر
مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ الایۃ یعنے
ہاں مسجدوں کا آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں
اور نماز کی پابندی اور زکوۃ دیں۔ اس آیت میں مقصود اصلی نماز کا بیان ہے جسکے لئے مسجد
بنائی گئی اور ایمان کا ذکر اسلئے کیا کہ بغیر ایمان کے نماز صحیح نہیں ہوتی۔

(باقی آیندہ)

(ا) مثل دیگر دعاوی کے اسمیں بھی محض تخمین کی حکومت سے کام لیا ہے یعنی یہ خیال کیا ہے کہ یہ سب مکنونات[1] موجودہ اگر محض[2] معدوم تھیں تو عدم محض سے وجود ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا لیکن خوب غور کرنا چاہیئے کہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا کیا اس کے باطل ہونے کی دلیل بن سکتی ہے سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا کہ ایک ایسی موجودہ چیز

(ح) اور جب یہ کہا جاوے کہ موجود ہے تو اسکے معنی یہی ہونگے کہ بالفعل موجود ہوگیا اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے بلا اسکے کہ اسنے کوئی صورت پہن لی ہو۔ بلفظ دیگر وجود بالقوہ کے وقت مادہ کو قابلیت وجود کی حاصل ہوتی ہے نہ کہ وجود جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ عدم محض سے کسی چیز کا وجود میں آنا یا وجود کے بعد معدوم محض ہو جانا عقل کے خلاف ہے کیونکہ ایسا دیکھا نہیں جاتا وہ ذرا غور تو کریں کہ کیا یہ بات عقل کے خلاف نہیں کہ مادہ موجود ہو اور کوئی بھی صورت اُسمیں نہ ہو) یہ لوگ ہر بات میں نظیر مانگا کرتے ہیں ذرا اسکی تو کوئی نظیر دکھا دیں کہ ایک چیز موجود تو ہو مگر کوئی صورت نہ ہو) غرض یہ توجیہ ایسی مہمل ہے جس سے انکا مدعا تو کیا ثابت ہوتا اس کا
۱۰۹ بطلان ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے کیونکہ درحقیقت صورت سے خالی ہونا مادہ کا محال ہے کیونکہ وجود بالفعل کے معنی ہی یہ ہیں کہ مادہ کو صورت حاصل ہوا ور جب مادہ کو صورت سے خالی مانا اور یہ بھی کہا کہ مادہ موجود ہے تو یہی تو معنی ہوئے کہ مادہ موجود بالفعل ہے بھی اور نہیں بھی ہے وجود و عدم کا جمع ہو جانا اجتماع نقیضین نہیں تو کیا ہے۔ یہ کیسی فاش غلطی ہے جب وجود و عدم دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور مادہ کو صورت سے خالی ماننے میں انکا جمع ہونا لازم آتا ہے تو اسکا نتیجہ تو یہ ہے کہ مادہ موجود ہی نہیں قدم اور حادث کی گفتگو تو دور رہی۔ فلسفۂ جدیدہ کی اکثر تحقیقات میں ایسی ہی کھلی ہوئی غلطیاں ہیں اب فلسفۂ قدیم کو لیجئے تو انھوں نے جہانتک انکی سمجھ نے کام کیا دلیل سے کام لیا ہے اور وہ دلیل ایسی مہمل نہیں ہے جیسی فلسفۂ جدیدہ کی دلیل تھی کیونکہ قواعد منطق کے موافق چند مقدمات سے مرتب ہوا اور اس سے باقاعدہ نتیجہ نکالا گیا ہے اور اسوقت تک ضرور قابل تسلیم تھی اور تسلیم کیگئی تھی جبتک کہ اسکے علم سے بڑھکر دوسرا علم موجود نہ تھا یعنی علم کلام سامنے نہ آیا تھا جب علم کلام اسکے سامنے آیا تو اسکی بھی حقیقت فلسفۂ جدیدہ کی دلیل سے زیادہ نہ نکلی صرف اتنا فرق رہا کہ فلسفۂ جدیدہ

[1] کائنات ۱۲
[2] باطل ۱۲

(۱) یعنے مادہ جسکے تمام اجزاء وجود یعنی تغیرات مادی میں سے ہر تغیر مسبوق بالعدم ہے اُسکا نفس وجود مسبوق بالعدم نہ ہو۔ آخر ان وجودات اور اُس وجود میں فرق کیا ہے یہ سمجھہ میں نہ آنا تو قدم اور عدم قدم میں مشترک اور قدم میں اتنی اور زیادتی ہے کہ اسکے بطلان پر خود مستقل دلیل بھی قائم ہے اور وہ دلیل سائنس حال کے مقابلہ میں تو بہت آسانی سے چلتی ہے اور تھوڑے ہی عمل سے سائنس قدیم کے مقابلہ

(ح) پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھائی اور فلسفۂ قدیمہ نے دو تین قدم آگے بڑھکر ٹھوکر کھائی۔ حق سے دونوں دور ہی رہے۔ بیان اسکا یہ ہے کہ فلسفۂ قدیمہ نے اس اشکال کو تو اپنے اوپر نہیں آنے دیا کہ مادہ کو صورت سے مجرد مانکر وجود کا ہونا اور نہ ہونا دونوں ایک وقت میں ماننا پڑتا ہے جو اجتماع متناقضین ہے اور یہ مان لیا کہ مادہ بھی قدیم ہے اور کوئی نہ کوئی صورت بھی اسکو ہمیشہ حاصل رہی ہے جسکو صورت جسمیہ کہتے ہیں اور صاف کہدیا کہ عالم مرکب ہے ہیولیٰ اور صورت سے اور دونوں قدیم ہیں۔ اس سے انھوں نے اپنے دل کو سمجھا لیا لیکن فضلاء علم کلام ایسی دلیل رکھتے ہیں کہ اس ایک ہی دلیل سے فلسفہ قدیمہ و جدیدہ دونوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اُس دلیل کے بیان کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کو واضح طور پر بیان کر دیں پھر قدیم مادہ کو رد کرنا فلسفہ قدیمہ و جدیدہ دونوں کے طریق پر آسان ہوگا۔

صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کا واضح بیان

ہم اگر ایک کٹورہ بھر پانی لیں تو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ پانی ایک چیز ہے اور اسکو اسوقت ایک صورت خاص حاصل ہے کہ نیچے سے گول ہے اور اوپر سے مسطح ہے جسکا قطر مثلاً چھ انچہ کا ہے حتیٰ کہ اگر ہم کسی صورت سے اسکو جما کر برف کرلیں تو اُسکی جسامت اسیطرح کی قائم ہوجاویگی یہانتک کہ اگر اسکو کٹورہ میں سے نکال لیں تب بھی یہی صورت اسکی قائم رہے گی۔ اب فرض کرو کہ ہم اس ایک کٹورے پانی کو دو جگہ کرلیں تو ظاہر بات ہے کہ اب اسکی جسامت اور صورت بدل جاویگی

عہ یعنی تغیرات کے وجود ۱۲ عہ یعنے مادہ کے وجود ۱۲

(ا) میں بھی کام دیتی ہے وجہ یہ ہے کہ شانئس حال میں مادہ قدیمہ کو ایک مدت تک صورت جسمیہ سے خالی مانا گیا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا تجرد صورت سے محال ہے کیونکہ مادہ کی حقیقت ایک شئے کا وجود بالقوہ ہے اور جس سے فعلیت ہوتی ہے وہ صورت ہے اور ظاہر ہے کہ وجود بالقوہ قابلیت وجود کی ہے نیس

(ح) یعنی اُوپر کا سطح بجائے چھ انچہ کے تین انچہ رہجاویگا اور نیچے کی گولائی بھی پہلے سے گھٹ جاویگی غرض اُس پانی کی جسامت کو ایک دوسری شکل حاصل ہو جاویگی اور ایک پیمائش دو پر تقسیم ہو جاوے گی۔ اب یہ بہت موٹی بات ہے کہ کوئی چیز تو ایسی کی بدل گئی جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ شکل نہیں رہی اور کوئی چیز ایسی بحال خود باقی ہے جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ پانی ہے کہ بڑی ایک شکل چھوڑ کر دو چھوٹی چھوٹی شکلوں میں آگیا ہے اُس پہلی بڑی شکل کو اور نیز ان دو چھوٹی شکلوں کو صورت شخصیہ کہتے ہیں یعنی وہ صورت جس سے ایک معین شکل پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اسکی طرف الگ اشارہ کر سکتے ہیں اور دوسری چیز کی طرف الگ۔ اب فرض کرو کہ ہم کسی صنعت سے پانی کی نوع ہی بدل دیں مثلاً اسکو اتنا پکائیں کہ وہ بخارات بنجاوے اور 111
بخارات سے ہوا بنجاوے تو اب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا تغیر ہوا ہے کہ کوئی چیز تو ایسی کی بدل گئی اور کوئی چیز باقی ہے یعنی پانی کی نوعیت جاتی رہی اور بجائے اسکے ہوا کی نوعیت آگئی اور کوئی ایسی چیز ہنوز باقی ہے جسکی طرف اس تبدیلی کی نسبت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اس چیز نے پانی کی نوعیت چھوڑ دی اور ہوا کی نوعیت اختیار کر لی جس بات کو اس نے چھوڑ دیا اسکو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور جو باوجود اس نوعیت کو چھوڑنے کے باقی رہی اسکو صورت جسمیہ کہتے ہیں تو ہر چیز میں یہ چار چیزیں ہوتی ہیں۔ مادہ۔ صورت جسمیہ۔ صورت نوعیہ۔ صورت شخصیہ۔
اب ہم ایک فرد خاص میں انکی اور زیادہ توضیح کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔
فرض کرو کہ زید منجملہ موجودات کے ایک چیز ہے ظاہر ہے کہ اسمیں مادہ موجود ہے۔ اس بات پر کسی دلیل کی اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو سب مانتے ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ مادہ میں بہت سے تغیرات ہو کر زید بنا ہے مثلاً زید انسانی صورت اختیار کرنے سے پہلے نطفہ کی صورت میں تھا اور اس سے پہلے مٹی کی صورت میں تھا اور اس سے پہلے جو کچھ بھی ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کتنے ہی تغیر ہو گئے

(ا) مادہ کو بلا صورت کے موجود رکھنا درحقیقت اجتماع متنافیین کا قائل ہونا ہے کہ وجود بالفعل ہے بھی اور وجود بالفعل نہیں بھی ہے پس اسکا مقتضا تو یہ ہے کہ خود مادہ موجود ہی نہ ہوتا بقدم چہ رسد۔ اور اگر فلسفہ قدیمہ کے اتباع سے مادہ میں کوئی صورت بھی مان لیجائے تو یہ ظاہر ہے کہ کوئی صورت جسمیہ بدون صورت نوعیہ کے اور کوئی صورت نوعیہ

(ح) مگر کوئی بات اُس مادہ میں ایسی موجود رہی جسکے ذریعہ سے اسکو موجود مانا گیا اور یوں کہا گیا کہ تغیر سے اسکی شکل بدلتی ہے۔ اس بات کو صورت جسمیہ کہتے ہیں وہ بات باوجود تغیرات کے محفوظ رہتی ہے جب وہ مٹی کی صورت میں آیا تو کوئی بات اسمیں ایسی اور بڑھ گئی جسکی وجہ سے مٹی نام رکھنے لگے اور دوسری انواع عالم یعنی آگ اور ہوا اور پانی سے اسکو الگ کہہ سکے۔ اس بات کو صورت نوعیہ کہتے ہیں۔ یہ صورت نوعیہ بدلتی ہے کیونکہ جب مٹی سے نطفہ کی صورت میں آیا تو اس نے مٹی کی صورت نوعیہ چھوڑ دی اور نطفہ کی صورت نوعیہ پہن لی جسکے ذریعہ سے اسکو دوسری مٹی سے پیداشدہ چیزوں سے مثلاً پتھر کنکر وغیرہ سے امتیاز کرنے لگے پھر جب نطفہ سے انسانی صورت میں آیا تو نطفہ کی صورت نوعیہ چھوڑ دی اور انسانی صورت نوعیہ پہن لی جسکے ذریعہ سے اُسے گائے بیل ۱۱۲
بھیڑ وغیرہ سے امتیاز کرنے لگے حالانکہ یہ سب چیزیں نطفہ ہی سے پیدا شدہ ہیں اور ظاہر ہے کہ زید مطلق نوع انسان نہیں ہے بلکہ نوع انسان کا ایک فرد ہے جیسے عمرو بکر وغیرہ بھی اُسی نوع انسان کے افراد ہیں تو زید میں اور نیز دیگر ہر ہر فرد میں صورت نوعیہ انسانی کے ساتھ کوئی بات اور بھی شامل ہے جسکے ذریعہ سے افراد کو باہم امتیاز ہوتا ہے اسکا نام صورت شخصیہ ہے تو زید میں اتنی چیزیں موجود ہیں مادہ اور صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ اسیطرح جملہ کائنات کے ہر ہر فرد میں یہ چاروں چیزیں موجود ہیں۔ پُرانے فلاسفر ان سب کو بالتصریح ثابت کرتے اور مانتے ہیں۔ اور نئے فلاسفروں کی دوڑ چونکہ صرف مشاہدات تک ہے اسواسطے وہ ان ناموں کو بھی نہیں سمجھتے اور ان تذکروں ہی کو فضول سمجھتے ہیں اور انکے متبعین کہتے ہیں کہ پُرانے فلاسفروں نے فلسفہ سے کچھ کام نہیں لیا (یعنے مادی ایجادات آجکل کے لوگوں کی سی نہیں کیں) صرف خیالی بندشوں میں لگے رہے۔ ہمیں پُرانے فلاسفروں کی طرفداری اور اس اعتراض کے جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جس بات میں دونوں کو خطاب کر رہے

(ح) ہیں اس میں دونوں کی غلطی ثابت کرینگے وہ غلطی تھوڑی ہوتی تو کیا اور بہت ہوتی تو کیا۔
آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست۔ راہ حق سے دونوں دور ہیں کوئی مادیات
میں پہنسا رہکر دور ہوا تو کیا اور کوئی روحانیت اور علوم عالیہ تک پہنچکر دور ہوا تو کیا اس بات
مین دونوں برابر ہیں کہ علوم وحی کو اختیار نہین کیا اور حقیقت تک نہیں پہونچے سچ یہ ہے کہ

مپندار سعدی کہ راہ صفا + تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند + برفتند و بسیار سرگشتہ اند

علماء اسلام علوم وحی کی مدد سے دونون کی غلطی اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ اس سے
جائے گریز باقی نہیں رہتی۔

تنبیہ یہ بھی بتا دینا ضرور ہے کہ ان تینون چیزون سے ناآشنائی کی وجہ یہ بھی ہو
ہے کہ ان کے نامون میں صورت کا لفظ لگا ہوا ہے۔ صورت جسمیہ۔ صورت نوعیہ۔ صورت شخصیہ
سننے سے الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ عجب نہیں کہ آجکل کے نوجوان ان نامون کو سنکر یہ کہنے لگیں
کہ یہ کیا فضول بات ہے کہ ہر چیز میں تین صورتیں ہیں مثلاً یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ زید مین ۱۱۳
تین صورتیں ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ صورت (شکل) تو زید کی ایک ہی ہے پھر زید کے لئے تین
صورتین کہنا خیالی بندش نہیں تو کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ تینون کے ساتھ صورت کا لفظ بمعنے
شکل نہیں ہے جس سے یہ لازم آوے کہ زید کی تین شکلیں خلاف واقع مانی گئی ہیں بلکہ صورت
کے معنے ہیں ایک خاص حالت تو صورت جسمیہ سے مراد وہ حالت ہے جو مادہ کو موجود ہوتے وقت
حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی موجود چیز پائی جاویگی تو کائنات کی کسی نوع (قسم) ہی میں
سے ہوگی تو اسکو ایک خاص حالت ایسی بھی ضرور حاصل ہوگی جسکی وجہ سے اسکو اس نوع
میں سے سمجھیں اس حالت کو صورت نوعیہ کہدیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس چیز کے اس نوع
میں سے ہونے کے یہی معنے ہونگے کہ اس نوع کا ایک فرد ہے تو اسکو ایک حالت ایسی بھی
ضرور حاصل ہے جسکی وجہ سے ایک فرد کہلاتا اور دوسرے افراد سے الگ سمجھا جاتا ہے۔
اسکا نام صورت شخصیہ رکھدیتے ہیں۔ شخصیہ کے ساتھ صورت کا لفظ لگانا چندان بےجوڑ نہیں
اسواسطے کہ اسی سے ہر ہر شخص دوسرے سے علیحدہ ہوتا ہے۔ صورت شخصیہ کی مناسبت سے

(ح) دوسری دو حالتوں کے نام میں بھی صورت کا لفظ لگا دیا ہے اہل فہم کو اس سے چونکنا
نہ چاہیئے۔ اس تقریر سے ان الفاظ سے اجنبیت جاتی رہی اور اگر ان لفظوں کا ترجمہ آجکل کی
اُردو میں جسامت اور نوعیت اور شخصیت سے کردیا جائے تو نوجوانوں کی سمجھ سے اور زیادہ
قریب ہوجائینگے اور اس تقریر سے یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ تینوں چیزیں چاہے باعتبار
اپنی ماہیت کے الگ الگ ہوں لیکن کائنات کے ہر فرد میں تینوں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں۔
جیسا ہر جسم کے لیئے رنگ لازم ہے کہ گو وہ جسم باعتبار حقیقت و ماہیت کے اور چیز ہے اور رنگ
اور چیز لیکن یہ نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے سے الگ پائے جاویں۔ اسیطرح مادہ اور یہ تینوں
صورتیں باعتبار ماہیت وحقیقت کے گو الگ ہیں لیکن پائی سب ساتھ ہی جاتی ہیں۔ یہ
نہیں ہوسکتا کہ یہ سب الگ الگ پائی جاویں اور یکے بعد دیگرے وجود میں آویں۔ بلفظ دیگر
مادہ کے ساتھ تینوں کے ملجانے سے کوئی چیز کائنات کا ایک فرد کہی جاسکتی ہے۔ اب وہ
اشکال رفع ہوگیا کہ زید کی تین شکلیں کہاں ہیں کیونکہ ہم تین شکلیں زید کی نہیں کہتے شکل تو ایک
۱۱۴ ہی ہے جس سے ہم اسکو پہچان لیتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تینوں حالتیں اسمیں موجود ہیں جسمت
بھی ہے (جیسا کہ ظاہر ہے) اور کوئی بات ایسی بھی ہے جسکی وجہ سے زید نوع انسان میں شمار
ہوتا ہے۔ اور شخصیت بھی ہے جسکی وجہ سے اپنے اور بنی نوع سے الگ کیا جاتا ہے (شخصیت
بھی بہت ظاہر بات ہے) ان سب باتوں کے ملنے سے زید کی یہ شکل خاص پیدا ہوتی ہے۔
اور اس تقریر سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کے
انکار کی کوئی وجہ نہیں کسی لفظ اور کسی نام سے انکو تعبیر کیا جاوے مگر یہ موجود ضرور ہیں اگر
صورت جسمیہ کا انکار کیا جاوے تو اسکے کیا معنے ہونگے کہ مادہ موجود تو ہے مگر جسمیت سے
خالی ہے اسکو تو ہم باقاعدہ ثابت کر آئے ہیں کہ اسکے معنے یہ ہوتے ہیں کہ مادہ موجود ہے بھی
اور نہیں بھی ہے یہ اجتماع نقیضین ہے جو بداہتہً محال ہے۔ اور اگر صورت نوعیہ کو نہ مانا
جاوے تو اسکے کیا معنے ہونگے کہ کوئی چیز موجود تو ہے مگر کائنات کی کسی نوع میں شمار نہیں
ضرور کسی نوع میں شمار ہوتی ہے تو ضرور واجب التسلیم ہے کہ کوئی بات اسکو ایسی بھی حاصل
ہے جس سے وہ اُس نوع میں شمار ہوتی ہے۔ اور صورت شخصیہ سے تو کوئی انکار کرتا ہی نہیں

(ح) سب جانتے ہیں کہ زید کی صورت اور شخصیت اور ہے اور عمرو کی اور اور بکر کی اور جس سے
ہر ایک پہچانا جاتا ہے۔

بیان صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کا ختم ہوا

اب بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ کائنات کی ہر ہر چیز میں یہ چار چیزیں ہیں۔ مادہ۔ صورت جسمیہ۔
صورت نوعیہ۔ صورت شخصیہ۔ اسکے تسلیم کرنے میں کوئی اختلاف نہیں کرسکتا۔ صرف اختلاف
ہے تو یہیں ہے کہ یہ چارون چیزین سب قدیم ہیں یا حادث یا ان میں سے کوئی قدیم ہے
اور کوئی حادث۔ فلسفہ قدیمہ کہتا ہے کہ مادہ اور صورت جسمیہ دو چیز قدیم ہیں اور صورت نوعیہ
اور صورت شخصیہ حادث ہیں۔ اور فلسفہ جدیدہ کہتا ہے کہ صرف مادہ قدیم ہے اور تینوں صورتوں
مین سے کوئی صورت بھی قدیم نہیں۔ اور علم کلام (فلسفہ اسلام) کہتا ہے کہ ان چارون میں
سے کوئی بھی قدیم نہیں۔ قدیم صرف ذات خداوندی ہے۔ دوسرے کسیکو بھی قدیم ماننا اسلام
کے خلاف اور شرک ہے علماء کلام کے پاس ایسی دلیل ہے کہ وہ ایک ہی دلیل دونوں
فلسفون کے رد کیلئے کافی ہوجاتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ ہے کہ ۱۱۵
الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو مع اپنے لازم چیزون کے
ثابت ہوتی ہے لازم کہتے ہی اسکو ہین جس سے ملزوم الگ نہ ہوسکے مثلاً انسان کے وجود
کے لیے جگہ (مکان) کی ضرورت ہے تو جو کوئی انسان کو موجود مانے گا اسکو مکان کا وجود
بھی ماننا پڑیگا۔ اسکے کوئی معنے نہیں ہوسکتے کہ انسان تو موجود ہے مگر مکان موجود نہیں اشیاءات
میں اسکی مثال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے کسیکو ریل چلانے کی اجازت ملے تو اسکے یہ معنے
ہونگے کہ اسکو زمین خریدنے اور پٹری بچھانے کی بھی اجازت ہے اسکے کوئی معنے نہیں ہوسکتے
کہ ریل چلانے کی تو اجازت ہے مگر زمین نہیں ملے گی۔ علے ہذا بندوق کا لیسنس کسیکو ملتا ہے
تو اسکے یہی معنے ہوسکتے ہیں کہ وہ بندوق بنوا سکتا یا خرید سکتا ہے اسکے کوئی معنے نہیں ہوسکتے
کہ بندوق کا لیسنس تو دیا جاوے لیکن بندوق کی خریداری اور تیاری کی اجازت نہ دیجاوے
غرض یہ مقدمہ بالکل صحیح اور مسلم ہے کہ الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔ ایک مقدمہ یہ یاد
رکھو۔ اور دوسرا مقدمہ وہ ہے جسکو ہم ابھی پورے طور سے ثابت کر آئے ہیں کہ مادہ کو موجود

(ا) بدوں صورت شخصیہ کے تحقق (بوجود) نہیں ہوسکتی۔ پس جب کوئی صورت اس مادہ میں طاری ہو جاویگی لامحالہ وہاں صورت شخصیہ بھی ہوگی اور صورت شخصیہ میں تبدل ہوتا رہتا ہے پس جب ایک صورت شخصیہ متاخرہ (ایک کے بعد دوسری ۱۲) اسپر آئی دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلی صورت شخصیہ بھی باقی رہے گی یا زائل ہو جاوے گی۔ اگر باقی رہی تو تشخص کا تشخص ہونا صورت شخصیہ سے ہے۔ جب دو صورت شخصیہ ہوئیں تو وہ دو تشخص ہوگئے۔ (معدوم)

(ح) کہنے کے لئے لازم ہے کہ صورت جسمیہ کو بھی اسکے ساتھ موجود کہا جاوے اسکے کوئی معنے نہیں کہ مادہ موجود ہے اور کوئی صورت اسکو حاصل نہیں (بلکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ وجود بالفعل کے معنے ہی یہ ہیں کہ مادہ کوئی صورت پہن لے اور بلا صورت کے وجود کے معنے قابلیت وجود کے ہیں نہ کہ وجود کے) غرض صورت جسمیہ مادہ کو لازم ہے تو اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہنا پڑیگا (فلسفہ قدیمہ نے یہی کیا ہے) اور یہ کہنے کی بالکل گنجائش نہیں اور یہ محض بیہودہ بکواس ہے کہ مادہ قدیم تو ہے مگر کچھ دنوں تک صورت جسمیہ سے بالکل خالی رہا ہے (جیسا کہ فلسفہ جدیدہ نے کہدیا ہے) کیونکہ یہ جملہ اسکا مرادف ہے کہ مادہ قدیم تو ہے مگر کچھ دنوں تک وجود سے خالی ۱۱۶
(غیر موجود یا معدوم) بھی رہا ہے اور اسکا بطلان ظاہر ہے تو لامحالہ اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہنا پڑیگا اور فلسفہ جدیدہ کو فلسفہ قدیمہ کا اس بات میں اتباع کرنا ہوگا کہ وہ صورت جسمیہ کو بھی قدیم مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم مرکب ہے ہیولے (مادہ) اور صورت جسمیہ سے اب ہم دونوں سے خطاب کرینگے اور کہینگے کہ صرف یہ مان کر پیچھا نہیں چھوٹ جاویگا کہ مادہ کے ساتھ صورت جسمیہ بھی قدیم ہے کیونکہ صورت جسمیہ کو صورت نوعیہ لازم ہے تو ایسی دلیل مذکور یعنی انتفے از انتفے ثبت بلوازمہ کی رو سے ماننا پڑیگا کہ صورت نوعیہ بھی قدیم ہے اسکے کیا معنے ہوسکتے ہیں کہ مثلاً زید میں مادہ ہے اور کچھ جسامت (صورت جسمیہ) بھی ہے مگر زید مخلوقات کی کسی نوع میں داخل نہیں سب جانتے ہیں کہ نوع انسان میں داخل ہے یہ کسی نوع میں داخل ہونا جس بات سے حاصل ہوا اسیکو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور اگر صورت نوعیہ کو بھی قدیم مان لو تو اب بھی پیچھا نہیں چھوٹتا کیونکہ صورت نوعیہ کو بھی ایک لازم اور ہے اور بمقتضائے انتفے از انتفے ثبت بلوازمہ اسکو بھی قدیم ماننا ضرور ہوگا وہ لازم صورت شخصیہ ہے۔

(باقی آئندہ)

یہانتک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلان شخص سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی توشہ دان میں سے پنیر تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کہ طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا و گریہ وزاری میں کمی نہ کرتا تھا بالآخر حق سبحانہ نے اُسکی دعا قبول فرمائی۔ کیون نہ ہو جو کوئی کاہل ہو خواہ چست و چالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈہونڈہتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اُس قبولیت دُعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اچانک اُسکے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینگ مار کر اُس نے کواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے اُس نے فوراً اٹھکر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دئے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اُسکو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اُسکی کھال اتار دے اس قصہ کو یہانتک پہونچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت اُس شخص کی کہ داؤد علیہ السّلام کے زمانہ میں راتدن یہ دُعا کیا کرتا تہا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج وکسب کے عنایت فرما

آن یکے در عہدِ داؤدِ نبی ۔ نزدِ ہر دانا وپیشِ ہر غبی

این دعا میکرد دائم کای خدا   ثروتے بے رنج روزی کن مرا

یعنی ایک شخص حضرت داؤد نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرمادے اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے   زخم خوارے سست جنبے منبلے

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کاہل اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

بر خران پشت ریش نامراد   بار اسپان و اشتران نتوان نہاد

یعنی زخمی کمر والے گدھوں نامراد پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی اے ملی   روزیم دہ ہم ز راہ کاہلے ۴ے

یعنی اے غنی جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود   خفتم اندر سایۂ افضال وجود

یعنی میں کاہل ہوں اور زندگی میں سایہ میں سونے والا ہوں (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپان را مگر   روزیئے بنہادہ نوع دگر

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کیلئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (بس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پاہست جوید روزیے   ہر کرا پانیست کن دلسوزیے

یعنی جسکے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جسکے پاؤں نہیں اُسکی آپ دلسوزی کیجئے

رزق را میران بسوئے آں حزین　　ابر را باران بسوئے ہر زمین

یعنی اُس کاہل غمگین کی طرف آپ رزق کو چلا دیجئے اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسا دیجئے اسلئے کہ یہ خود کچھ نہیں کرسکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ

چون زمین را پا نباشد جود تو　　ابر را راند بسوئے او دو تو

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اُسکی طرف مکرر ہنکر چلاتا ہے۔

طفل را چون پا نباشد مادرش　　آید و ریزد وظیفہ بر سرش

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اُسکی ماں آتی ہے اور خوراک اُسکے سر پر ڈالدیتی ہے
۴۹ یعنی خود اُسکو دودھ آکر پلاتی ہے۔ بس اسیطرح مجھے بھی آپ بلا سعی کوشش کے دیجئے

روزئے خواہم بناگہ بے تعب　　کہ ندارم من ز کوشش جز طلب

یعنی میں روزی کا (اکھٹی) ایکدم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا۔ یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میکرد این دعا　　روز تا شب شب ہمہ تا ضحیٰ

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او　　بر طمع خامے و بر بیکار او

یعنی مخلوق اسکی بات پر ہنستی تھی اور اُسکی خام طمعی پر اور اُسکے اس اصرار پر۔

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش　　یا کسے دادست بنگ بیہشیش

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اسکو کسی نے بیہوشی کی دوا دیدی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج ہست و تعب ہر گز این نادر نشد ور شد عجب

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا ہے تو نادراً ہو گیا مگر اسکو کہاں سے ملجا دیگا۔

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب از رہ کسب و طلب با رنج و تب

یعنی حق تعالے نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جسکو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا وادخلوا الاوطان من ابوابہا

یعنی رزقوں کو اُسکے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں اُنکے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری ادلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالے نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگرچہ اُنکی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنون ہست داؤد نبی ذو فنون

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داؤد نبی ذو فنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش و طیر در ہمہ روئے زمین او راست سیر

یعنی اُنکے حکم میں وحوش و طیور سب ہیں اور تمام روئے زمین میں اُنکو سیر (حاصل) ہے۔

با چنان عزی و نازی کاندروست کہ گزیدش عنایتہائے دوست

یعنی باوجود ایسی عزت وناز کے جو کہ ان میں ہے کہ انکو عنایتہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد   موج بخشایش مدد اندر مدد

یعنی اُنکے معجزے بیشمار اور بے عدد ہیں اور انکی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

ہیچکس را خود ز آدم تا کنون   کے بدست آواز ہمچون ارغنون

یعنی آدم علیہ السلام سے اسوقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کیطرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیراند دویست   آدمے را صوت خوبش کردہ نیست

یعنی کہ ہر وعظ میں دوسو کو مار دیتے ہیں اُنکی آواز خوب نے آدمیوں کو نیست کر دیا ہے۔

۸۱ شیر و آہو جمع گردد آنزمان   سوئے تذکیرش مغفل این از آن

یعنی اُسوقت شیر اور ہرن اُنکے وعظ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسیکو گزند نہیں پہنچا سکتا اسلئے کہ اُنکی آواز کو سنکر سب مست ہوجاتے ہیں۔

کوہ و مرغان ہم رسائل با دمش   ہر دو اندر وقت دعوت محرمش

یعنی پہاڑ اور جانور اُنکی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت انکے محرم ہیں

این دو صد چندان مر او را معجزات   نور رویش بے جہات و در جہات

یعنی اس سے دوسو چند اُنکے معجزات ہیں اور نور رخ انکا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

با ہمہ تمکین خدا روزے او   کردہ باشد بستہ اندر جستجو

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالے نے اُنکی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بافی و رنج روزیش — مے نیاید با ہمہ فیروزیش

یعنی بے زرہ بافی کے اور رنج روزی اُنکی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی انکی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

اینچنین مخذول واپس ماندۂ — خانہ کندہ دون گردون راندۂ

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کمینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

اینچنین مدبر ہمے خواہد کہ او — گنج یابد تا رود پایش فرو

یعنی یہ ایسا بدبخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اُسکا پاؤں اُس میں دھنس جاوے

۸۲ زاحمقی خواہد کہ بے رنجش زود — بے تجارت پر کند دامن زسود

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلا کسی تکلیف کے جلدی سے بلے تجارت کے دامن نفع سے بھرے

اینچنین گیجے نیامد در جہان — کہ برآید بر فلک بے نردبان

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

این ہمی گفتش بہ تسخر تک بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

یعنی کوئی اُس سے تمسخر پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہونچ گئی اور خوشخبری دینے والا آگیا۔

وان ہمی خندید ما را ہم بدہ — زانچہ یابے ہدیۂ سالار دہ

یعنی اور دوسرا ہنستا کہ چودھری جی جو ہدیہ تم پاؤگے ہمیں بھی دینا۔

او ازین تشنیع مردم وین فسوس — کم نمے کرد از دعا و چاپلوس

یعنی وہ لوگوں کے تشنیع سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تاکہ شد در شہر معروف و شہیر — کو ز انبان تہی جوید پنیر

یعنی یہانتک کہ وہ شہر مین معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعے آن گدا — او ازین خواہش نمے آید جدا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کر اجابت مستعان ذوالجلال ۸۳

یعنی اُس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذوالجلال نے (اسکی دعا) قبول فرمائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران و گر شتابندہ بود — عاقبت جوئندہ یابندہ بود

یعنی خواہ سست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہیئے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت مین حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کیسی لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔

اُس الحاح سے دُعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا۔ اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ حق تعالے دعا میں الحاح کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے اسلئے کہ الحاح عین مرضی حق ہے اور دعا کرنیوالے کیلئے اس دعا سے جو کہ وہ کر رہا ہے الحاح بہتر ہے

یہ مضمون اس سُرخی کا حدیث مین موجود ہے اور چونکہ اُس شخص نے دُعا الحاح سے کی تھی اسلئے
اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سُرخی مین بیان فرما دیا ہے آگے قصہ فرماتے ہین کہ

تا کہ روزے ناگہان وقت چاشتگاہ — این دُعا میکرد با زاری و آہ

یعنی یہانتک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔ ۴۴

ناگہان در خانہ اش گاوی دوید — شاخ زد بشکست در بند و کلید

یعنی ناگاہ اُسکے گھر میں ایک گائے گھسی۔ اور اُس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل
مشہور ہے کہ گرسنا نی بستم میرسد۔ بس اسیطرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ
گرسنا نی بستم میرسد)

گاو گستاخ اندران خانہ بجست — مرد بر جست و قوائمہاش بست

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھس آئی تو وہ آدمی (مع گھر والون کے) اُٹھا اور اُسکے پاؤں باندھ لئے۔

پس گلوئے گاو ببرید آن زمان — بے توقف بے تامل بے امان

یعنی پھر اُسنے اسیوقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

(باقی آیندہ)

الشطر الثانی من التشرف

تخریج بعض الروایات الواردۃ فی الدفتر الاول من المثنوی المعنوی وشرحہ کلبد عن بعض الرسائل وغیرہ

قوله: ابر نايد از پے منع زكات
وز زنا افتد وبا اندر جہات
في كنز العمال اخرج
الطبراني في الاوسط
عن بريدة مرفوعًا
ما منع قوم الزكوة
الا ابتلاهم الله
بالسنين وفيه ايضًا
لا يمنع قوم زكوة اموالهم
الا منعوا القطر
من السماء الخ رواه الترمذي
مرفوعًا وقد اخرج ابن ماجة
مرفوعًا ما معناه ان ظهور
الفاحشة سبب للطاعون
وقد اخرج الطبراني مرفوعًا ما معناه

شعر ابر نايد از پے منع زکات
وز زنا افتد وبا اندر جہات

کنز العمال میں ہے کہ طبرانی نے اوسط میں
حضرت بریدہ رضؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ
جس قوم نے زکوۃ دینا بند کیا اللہ تعالی اونکو
قحط میں مبتلا کرتے ہیں اور کنز العمال میں
یہ بھی ہے کہ جو قوم اپنے اموال کی زکوۃ کو
بند کر دیتے ہیں وہ آسمانی بارش سے محروم کیے
جاتے ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے
مرفوعًا (یہ تو مصرعہ اولی کا ماخذ ہے آگے
مصرعہ ثانیہ کا ماخذ ہے) اور وہ یہ ہے کہ
ابن ماجہ نے مرفوعًا ایسی روایت کی ہے کہ
جسکا مضمون یہ ہے کہ فحش افعال کا شائع
ہو جانا طاعون کا سبب ہے اور طبرانی نے
مرفوعًا ایسی روایت کی ہے جسکا مضمون

له لما كان ما يدل عليه الحديث مصرحًا ومقدما عليه في هذا التخريج والذي يليه لم يحتج الى تعريب ولولا ذلك لتعرض
بعض ما كان فيما قبل الا للضرورة بعض زيادة حرف الفاء تعريب هذين التخريجين وما دل الطريقة السابقة

ان الزنا سبب ظهور
الموت اعنی الوباء
قوله معنی الصبر مفتاح الفرج
فی المقاصد الحسنة ذکره
الدیلمی بلا اسناد عن الحسین
بن علی مرفوعا وللقضاعی عن
ابن عمر وابن عباس مرفوعا
انتظار الفرج بالصبر عبادة
قول الشارح استعینوا فی الحوائج
بالکتمان - رواه الشاه ولی الله رح
فی اربعینه عن علی مرفوعا و ۲
لفظه استعینوا علی الحوائج بالکتمان
وفی المقاصد الحسنة بلفظ استعینوا
علی انجاح حوائجکم بالکتمان فان
کل ذی نعمة محسود وفیه سعید بن
سلام العطار قال فیه العجلی لا باس
وکذبه احمد وغیره کما فی المقاصد اهـ
ومثل هذا الاختلاف غیر مضر
قول الشارح من تقرب
منی شبرا آه - رواه مسلم
کذا فی المشکوة -

یہ ہے کہ زنا سبب ہے ظہور (یعنی کثرت) موت
یعنی وبا کا۔
مصرعہ معنی الصبر مفتاح الفرج - مقاصد حسنہ میں ہے
کہ دیلمی نے اس (متن) کو بلا سند حضرت
حسین بن علی رضہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے اور
قضاعی کی روایت میں حضرت ابن عمر رض
اور حضرت ابن عباس سے مرفوعا منقول ہے کہ
صبر کے واسطے دفع بلا کا انتظار کرنا عبادت ہے
صاحب کلید کا قول استعینوا فی الحوائج
بالکتمان - اور مقاصد حسنہ میں یہ الفاظ
ہیں کہ اپنی حوائج کے پورے ہونے پر اخفا
سے استعانت کرو کیونکہ ہر صاحب نعمت
پر (بعضے) لوگ حسد کرتے ہیں اور اس
(کی سند) میں سعید بن سلام عطار ہے
اسکے بارہ میں عجلی نے لاباس بہ کہا ہے
اور احمد وغیرہ نے اسکو کاذب کہا ہی چنانچہ
یہ بھی مقاصد میں ہے اور ایسا اختلاف
ایسے مضامین میں مضر نہیں
صاحب کلید کا قول من تقرب منی
شبرا الخ روایت کیا اسکو مسلم نے
اسی طرح مشکوۃ میں۔

قول الشارح حدیث
اذا خالط بشاشۃ القلوب
رواہ البخاری عن قول
ھرقل واقرہ ابن عباس
حیث نقلہ عن ابی سفیان
ولم یردہ فالحدیث
موقوف

قولہ۔ می بلرزد عرش از مدح شقی
عن انس قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
اذا مدح الفاسق غضب
الرب تعالیٰ واھتز العرش
رواہ البیہقی فی شعب
الایمان کذا فی المشکوٰۃ

قولہ۔ آنکہ گفت استفت قلبک مصطفےٰ
عن وابصۃ بن معبد
ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال یا وابصۃ
جئت تسال عن
البر والاثم قلت
نعم قال فجمع اصابعہ

صاحب کلید کا قول حدیث اذا خالط
بشاشۃ القلوب۔ روایت کیا اسکو
بخاری نے ہرقل کے قول سے اور حضرت
ابن عباس نے اسکی تقریر فرمائی (یعنی اسکو
ثابت قرار دیا) چنانچہ اسکو ابی سفیان سے
نقل کیا اور رد نہیں کیا پس یہ حدیث
(ابن عباس پر) موقوف ہے۔
مصرعہ۔ می بلرزد عرش از مدح شقی
حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فاسق کی
مدح کیجاتی ہے حق تعالیٰ غضبناک ہوتے ۳
ہیں اور عرش کانپنے لگتا ہے۔ روایت
کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ
میں اسیطرح ہے۔
مصرعہ۔ آنکہ گفت استفت قلبک مصطفےٰ
حضرت وابصۃ بن معبد سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے وابصۃ تم (میرے پاس) اس لیے آئے
ہو کہ نیکی اور گناہ کے متعلق (مجھ سے)
پوچھو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں (وابصۃ
کہتے ہیں کہ آپنے اپنی انگلیوں کو ملا کر

فضرب بها صدره
وقال استفت
نفسك استفت
قلبك ثلثا
البر ما اطمانت
اليه النفس
واطمأن عليه
القلب والاثم ماحاك
في النفس وتردد
في الصدر
ان افتاك الناس
رواه احمد كذا في المشكوٰة
قول الشارح ان لنفسك عليك
حقا الخ عن عبد الله بن عمرو
بن العاص قال قال لي رسول
الله صلى الله عليه وسلم
يا عبد الله الم اخبر انك
تصوم النهار وتقوم الليل
فقلت بلى قال فلا تفعل
صم وافطر وقم ونم فان
لجسدك عليك حقا

میرے سینہ پر مارا (توجہ اور اثر بڑھانے
کیلئے) اور فرمایا اپنے نفس سے استفتا کر لیا کرو
اپنے قلب سے استفتا کر لیا کرو اسکو تین بار فرمایا
(پس) نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس مطمئن ہوجاوے
(اور) قلب مطمئن ہوجائے اور گناہ وہ ہے جو
نفس میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے
اگرچہ لوگ تمکو فتوی دیں۔ روایت کیا اسکو
احمد نے مشکوۃ میں اسیطرح ہے **ف** اس
استفتا پر یہ فیصلہ ان مواقع میں ہے کہ حکم تو
صاف ہے مگر محل حکم مشتبہ ہے یعنی اسمیں
تردد ہے کہ یہ جزئیہ خاصہ اوس کلی میں
داخل ہے یا نہیں جس سے حکم خاص متعلق ہو
صاحب کلید کا قول ان لنفسك
عليك حقا الخ عبداللہ بن عمرو بن العاص
سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ کیا یہ خبر مجکو
(صحیح) نہیں پہونچی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ
سے رہتے ہو اور رات میں (نوافل وغیرہ
میں) قیام کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ ہاں صحیح
آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو
اور افطار بھی کرو اور قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو کیونکہ تمہارے جسد کا

(باقی آئندہ)

یہ منشا ہے اختلاف کا اس قصہ کو میں نے میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب مولوی حسین احمد صاحب خورجوی اور دیگر حضرات سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۲) قولہ انھوں نے شاہ صاحب کی طرف سے
اقول کیونکہ توکیل فی التصنیف بھی جائز ہے جیسا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ سے فرمایا تھا وھذا یجلیك عنی (ش ت)

(۱۵۳) خانصاحب نے فرمایا کہ رامپور میں ایک اور مجذوب رہتے تھے جو اپنے آپکو رب العالمین کہتے تھے۔ یہ جس مکان میں رہتے تھے اُس میں ایک نہایت عمدہ چارپائی پڑی تھی جسپر ایک نہایت عمدہ بستر لگا رہتا تھا اور یہ مجذوب نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے اور چارپائی کے سرہانے ایک چوکی لگی ہوئی تھی جس پر ایک جائے نماز پڑی ہوئی تھی اور چارپائی کے سامنے بورئے بچھے رہتے تھے اور مکان میں ہر چیز نہایت قرینہ سے رکھی رہتی تھی۔ مکان بھی نہایت عمدہ تھا اور اس میں صفائی کا بھی پورا اہتمام
تھا حتی کہ مکان میں تنکا تک نہ ہوتا۔ یہ مجذوب لباس بھی نہایت عمدہ اور امیرانہ پہنتے تھے ۱۵۷
اور نہایت خوش بیان تھے تقریر اسقدر تیز تھی کہ کیا مجال زبان میں لکنت آئے یا کہیں اٹکیں مگر وہ تقریر نہایت غیر مربوط اور بے معنی ہوتی تھی اثنا رتقریر میں کبھی کبھی فون فون شون شون بھی کرنے لگتے تھے انکے پاس ایک خادم رہتا تھا اور ہر وقت مکان بند رہتا تھا جب کوئی آتا تو دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا اگر دروازہ نہ کھلتا تو واپس ہو جاتا اور اگر ان مجذوب کو بلانا مقصود ہوتا تو خادم آکر دروازہ کھولتا اور وہ شخص دروازہ میں داخل ہوتا خادم دروازہ پر اُس سے جوتے اتروا دیتا اور جوتے ایک طرف کو موقع سے رکھدیتا یہ شخص انکی خدمت میں جاکر سلام کرتا اور عرض ومعروض کرتا ان مجذوب کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر دائیں بائیں اور اوپر منہ کرکے شون شون فون فون کرتے تھے۔ انکی نسبت یہ بھی مشہور تھا کہ ایک مرتبہ انھوں نے خودکشی کرنے کے لئے اپنے پیٹ میں چھرا بھونک لیا جس سے آنتیں باہر آگئیں۔ انکی بہن رونے لگی بہن کو روتے دیکھکر انھوں نے آنتیں اندر کرلیں اور زخم اچھا ہوگیا۔ میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ انکے یہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے پھوپھا اور میں انکے یہاں

بیٹھے ہوتے تھے کہ اتنے میں انکو جوش ہوا اور انھوں نے حسب عادت فوں فوں اور شوں شوں شروع کی اور کہا کہ فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ فلاں اور فلاں مرتبہ فلاں۔ اور انھوں نے اپنا پیٹ کھولکر دکھایا تو سینہ سے ناف تک ایک لکیر معلوم ہوتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے کبھی پیٹ چاک کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آج پھر صبح سے رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے دیکھو کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہکر انھوں نے اپنے بستر کے نیچے سے ایک تراہ کا چھرا نکالا اور گردن پر رکھکر چلانا چاہتے تھے کہ میرے پھوپھا نے جلدی سے انکا ہاتھ پکڑ کر انکے ہاتھ سے چھرا لے لیا۔ وہ بہت دیر تک فوں فوں شوں شوں کرتے رہے جب جوش فرو ہوا تو انھوں نے میرے پھوپھا سے کہا کہ اب مجھے چھرا دیدو۔ اب مجھپر وہ کیفیت طاری نہیں ہے۔ میرے پھوپھا نے چھرا دیدیا اسکے بعد انھوں نے میرے پھوپھا سے فرمایا کہ اسکا تذکرہ نہ کرنا۔ اور مجھ سے بھی کہا کہ میاں لڑکے دیکھو تم بھی کہیں نہ کہدینا

۱۵۸ اس روز سے مجھپر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ میں پھر انکے یہاں نہیں گیا یہ قصہ نواب یوسف علی خان کے زمانہ کا ہے اسکے بعد ہم تو رامپور سے چلے آئے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد جب نواب کلب علی خان مسند ریاست پر متمکن ہوئے تو انکے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ ان مجذوب نے اپنے خادم سے کہا کہ رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا آج پھر شوق غالب ہوا ہے اور وہ اپنی گردن کاٹنا چاہتا ہے اگر سر تن سے جدا نہ ہو تو الگ کر دینا یہ کہکر سجدہ میں گئے اور سجدہ میں جاکر انھوں نے اپنی گردن کاٹ لی سر تو تن سے جدا ہو گیا یہ نہیں معلوم ہوا کہ خود انہی نے جدا کر دیا تھا یا حسب وصیت خادم نے جدا کیا اور ان کا حلقوم زمین پر آ ٹکا اور وہ اسی طرح سجدہ کی ہیئت پر قائم رہے اور سوا سے خون کے نہ پاخانہ نکلا نہ پیشاب نہ اور کسی قسم کی رطوبت۔ اور خادم پاس بیٹھا ہوا برابر مورچھل جھلتا رہا لوگ آتے تھے اور دستک دیکر چلے جاتے تھے۔ بھنگن بھی دو وقت کمانے آتی تھی مگر دستک اور آواز دیکر چلی جاتی تھی اسیطرح تین دن گذر گئے۔ آخر کار بھنگن نے انکے پڑوس میں اسکا تذکرہ کیا کہ میاں تو کہیں جاتے نہ تھے خدا جانے کہاں چلے گئے ہیں تین دن سے دو وقت کمانے

جاتی ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا پڑوس کی عورتوں کو کچھ شبہ ہوا اور انھوں نے اپنے اپنے کوٹھوں سے یا اور کسی طریق سے اُنکے مکان میں جھانکا دیکھا تو وہ شہید ہیں اور خادم بیٹھا ہوا ہے انھوں نے اپنے مردوں سے ذکر کیا۔ مردوں نے کوتوالی میں اطلاع کی پولیس آئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا واقعہ صحیح تھا۔ اب انکی تجہیز و تکفین ہوئی۔ مگر نماز کے متعلق علما میں اختلاف ہوا۔ مفتی سعد اللہ صاحب اور انکی جماعت کہتی تھی کہ انھوں نے خودکشی کی ہے اسلئے انکی نماز نہ پڑہنی چاہیئے اور مولوی ارشاد حسین صاحب اور رامپور کے قاضی جو بدایوں کے رہنے والے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مغلوب اور غیر مکلف تھے انکی نماز پڑہنی چاہیئے۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب اور قاضی صاحب کے فتوی پر عمل کیا گیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ انکی نماز ہوئی اور انکو دفن کیا گیا ان مجذوب کے انتقال کے بعد اب وہ خادم اپنے کو رب العالمین کہنے لگا۔ مگر علماء کی رائے سے نواب صاحب نے اسکو رامپور سے نکالدیا اور اسکے بعد اسکا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔

۱۵۹ **حاشیہ حکایت** (۱۵۳) ایسے مغلوب ناقص ہوتے ہیں اور اولیاء مستہلکین کہلاتے ہیں گو استہلاک ظاہری نہ ہو (**ش ت**)

(۱۵۴) خانصاحب نے فرمایا کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جب آپکے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہونچتی تو فوراً جواب دیتے اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ آپ تیر رہے ہیں اور تیرنے کی حالت میں آپکے پاس تحریر پہنچی۔ آپ نے تیرتے ہی تیرتے اسکا جواب لکھوا دیا ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیل رہے تھے اور مولوی فضل حق صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس تحریر بھیجی تھی اتفاق سے انکے شطرنج کھیلنے ہی میں آدمی واپس آگیا مولوی فضل حق صاحب نے دریافت کیا کہ جواب لائے اُس نے کہا کہ جواب نہیں دیا اور کہا کہ فلاں وقت دونگا چونکہ یہ بات مولوی اسمٰعیل صاحب کے طرز کے خلاف تھی اسلئے مولوی فضل حق صاحب نے سمجھا کہ اب مولوی اسمٰعیل عاجز ہوگئے اور یہ سمجھکر کہا کہ بس دے لیا جواب۔ یہ بات مومن خان کو ناگوار ہوئی انھوں نے کہا کہ وہ بات ہی کیا ہے

جس کا جواب مولوی اسمٰعیل صاحب نہیں دے سکتے اسپر ان میں گفتگو شروع ہوگئی اور مومن خان مناظرہ میں غالب رہے چونکہ گفتگو میں مزاج مکدر ہوگیا تھا اسلئے مومن خان یہ شعر کہکر چلدیئے ؎

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں (آرزو مولوی فضل حق صاحب کا تخلص ہے) مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم ۔ جب مولوی فضل حق صاحب نے دیکھا کہ مومن خان ناراض ہوگئے تو وہ انکو منانے کے لئے گئے۔ کچھ گفتگو ہوکر صلح ہوگئی۔ اسوقت مومن خان نے یہ شعر پڑھا ؎

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم ⁂ پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

یہ قصہ بیان فرماکر فرمایا کہ یہ قصہ میں نے متعدد ثقات سے سُنا ہے مگر نام یاد نہیں رہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۴) قولہ مومن خان کا بھی کمال ہے کہ حق پرانی پُرانی دوستی قطع کردی اور مولوی صاحب کا بھی کمال کہ باوجود اتنی بڑی شان کے اُن سے صلح کی ابتدا فرمائی (**اشرف**)

(۱۵۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی سراج احمد صاحب خورجوی فرماتے تھے کہ
۱۶۰ مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیلا کرتے تھے اور مومن خان کھیل میں غالب رہتے تھے ایک مرتبہ مرزا غالب نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ آپ اسقدر تیز طبع اور ذہین ہیں پھر کیا بات ہے کہ مومن خان سے مات کھاجاتے ہیں مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا کہ مومن خان بھیڑیا ہے اسے اپنی قوت کی خبر نہیں ہے وہ عشق عاشقی کے قصوں میں پھنس گیا۔ اگر علمی مشغلہ میں پڑتا اسوقت اسکے ذہن کی حقیقت معلوم ہوتی فی الحقیقت نہایت ذہین آدمی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۵) کیسے منصف مزاج حضرات تھے آج مشائخ میں وہ تواضع وصدق نہیں جو اُسوقت کے دنیا دار کہلانے والوں میں تھا (**اشرف**)

(۱۵۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ خان کاندھلوی کا اور مولوی فضل حق صاحب کا سہارنپور میں امکان نظیر کے مسئلہ میں مناظرہ ہوا اور مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہوگیا۔

(باقی آئندہ)

روح سوم قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا

نمبر ۱۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب میں اچھا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلاوے (بخاری) نمبر ۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں کوئی شخص مسجد میں جاکر کلام اللہ شریف کی دو آیتیں کیوں نہ سیکھ لے یہ اسکے لئے دو اونٹنیوں (کے ملنے) سے زیادہ بہتر ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہیں ورانکی گنتی کے جتنے اونٹ ہوں ان سب سے وہ آیتیں بہتر ہیں (مسلم) ف جسکی وجہ ظاہر ہے کہ اونٹ تو دنیا ہی میں کام آتے ہیں۔ اور آیتیں دونوں جہان میں کام آتی ہیں اور اونٹ کا نام مثال کے طور پر لیا گیا کیونکہ عرب اونٹوں کو بہت چاہتے تھے ورنہ ایک آیت کے مقابلہ میں بھی ساری دنیا کی کوئی حقیقت نہیں (مرقاۃ) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پورا قرآن بھی نہ پڑھا ہو تھوڑا ہی پڑھا ہو اسکو بھی بڑی نعمت حاصل ہو گئی۔ نمبر ۳۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکا قرآن خوب صاف ہو وہ (درجہ میں) ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو بندوں کے اعمال لکھنے والے اور عزت والے اور پاکی والے ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اسمیں اٹکتا ہو اور وہ ۱۳
اسکو مشکل لگتا ہو اسکو دو ثواب ملینگے (بخاری ومسلم) ف دو ثواب اس طرح سے کہ ایک ثواب پڑھنے کا اور ایک ثواب اس محنت کا کہ اچھی طرح چلتا نہیں مگر تکلیف اٹھا کر پڑھتا ہے اس حدیث میں کتنی بڑی تسلی ہے اس شخص کے لئے جس کو قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہوتا کہ وہ تنگ ہو کر اور ناامید ہو کر یہ سمجھکر چھوڑ نہ دے کہ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو پڑھنے ہی سے کیا فائدہ۔ آپنے خوشخبری دیدی کہ ایسے شخص کو دو ثواب ملیں گے نمبر ۴ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے سینہ میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجاڑ گھر (ترمذی ودارمی) ف اسمیں تاکید ہے کہ کوئی مسلمان قرآن سے خالی نہ ہونا چاہئے نمبر ۵ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کلام اللہ ایک حرف پڑھا اسکو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کی برابر ہوتی ہے تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں) اور میں یوں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی ودارمی)

ف یہ ایک مثال ہے اسیطرح جب پڑھنے والے نے الحمد کہا تو اس میں پانچ حرف ہیں تو اسپر

بچاس نیکیاں ملینگی۔ اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ پس ایسے شخص کی حالت پر افسوس ہے کہ ذراسی
کم ہمتی کرکے اتنی بڑی دولت حاصل نہ کرے **نمبر۷** ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے
قرآن پڑہا اور اسکے حکموں پر عمل کیا اسکے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جاوے گا
جسکی روشنی آفتاب کی اس روشنی سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی جو دُنیا کے گہروں میں اُس حالت
میں ہو کہ آفتاب تم لوگوں میں آجاوے (یعنی اگر آفتاب تمہارے پاس آجاوے تو اسوقت گہروں
میں جتنی روشنی ہو جاوے اس روشنی سے بھی زیادہ روشنی اس تاج کی ہوگی) سو اس شخص کی نسبت تمہارا
کیا خیال ہوگا جس نے خود یہ کام کیا ہے (یعنی قرآن پڑہا ہے اور اسپر عمل کیا ہے اسکا کیا
کچھ مرتبہ ہوگا) (احمد وابوداؤد) **ف** اس حدیث میں اولاد کے قرآن پڑھنے کی کتنی بڑی فضیلت
ہے سو سب مُسلمانوں کو چاہیے کہ اولاد کو ضرور قرآن پڑہائیں لڑکوں کو بھی لڑکیوں کو بھی اگر کاروبار
میں پورا پڑہانے کی فرصت نہ ہو تو جتنا پڑہا سکو جیسا حدیث ۲ میں معلوم ہوا اور اگر حفظ نہ کرا سکو تو ناظرہ
ہی پڑہا دو اور اگر حفظ کرانے کی توفیق ہو تو سبحان اللہ اسکی اور بھی فضیلت ہو جیسا ابھی آگے حدیث
لکھتا ہوں **نمبر۸**۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن پڑہے اور اسکو حفظ کرے ۱۴
اور اسکے حلال کو حلال جانے اور اسکے حرام کو حرام جانے (یعنی عقیدہ اسکے خلاف نہ رکھے جیسے
اوپر والی حدیث پر عمل کرنے کو فرمایا تہا یہیں اسپر عقیدہ رکھنے کو فرمایا) تو اللہ تعالےٰ اُس شخص
کو جنت میں داخل کریگا اور اسکی سفارش (بخشش کیلئے) اُس کے گھر والوں میں ایسے دس شخصوں کے
حق میں قبول فرماویگا کہ ان سب کے لئے دوزخ لازم ہو چکی تھی (احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی)
ف اس حدیث میں حفظ کرنے کی فضیلت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والوں میں سب سے
زیادہ قریب کے علاقہ والے ماں باپ ہیں تو یہ سفارش بخشش کی ماں باپ کیلئے یقینی ہو تو اس سے اپنی
اولاد کو حافظ بنانے کی فضیلت کس درجہ کی ثابت ہوئی **نمبر۹**۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ دلوں کو بھی (کبھی) زنگ لگجاتا ہو جیسا لوہے کو زنگ لگجاتا ہو جب اسکو پانی پہنچ جاتا ہو عرض کیا گیا
یارسول اللہ اور وہ کونسی چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہو جاوے آپنے فرمایا موت کا زیادہ دہیان
رکھنا اور قرآن مجید کا پڑہنا (بیہقی شعب الایمان میں) **نمبر۱۰** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن پڑہ رہے تھے اور ہم میں

دیہاتی لوگ بھی تھے اور ایسے بھی تھے جو عرب نہ تھے (مطلب یہ کہ ایسے لوگ بھی تھے جو بہت اچھا قرآن نہ پڑھ سکتے تھے کیونکہ دیہاتیوں کی تعلیم کم ہوتی ہے اور جو عرب نہیں انکی زبان عربی پڑھنے میں زیادہ صاف نہیں ہوتی) آپ نے فرمایا پڑھتے رہو سب خاصے ہیں (ابوداؤد و بیہقی) (یعنی اگر بہت اچھا نہ پڑھ سکو تو دل تھوڑا نہ کرو اور اچھا پڑھنے والے انکو حقیر نہ سمجھیں اللہ تعالے دل کو دیکھتا ہے) **ف** اس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال نہ کرے کہ ہماری زبان صاف نہیں یا ہماری عمر زیادہ ہوگئی اب اچھا نہ پڑھا جاوے گا تو ہم کو ثواب کیا ملیگا یا شاید گناہ ہو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبکی کیسی تسلی فرمادی اور سب کو پڑھنے کا حکم دیا (یہ سب حدیثیں مشکوۃ میں ہیں) نمبر ۱۰ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کیلئے بھی کان لگاوے اسکے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے (اس بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی خدا تعالے سے اُمید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ ہوگی بے انتہا بڑھتی چلی جاوے گی) اور جو شخص اس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا (جو اس نیکی کے بڑھنے سے
بھی زیادہ ہے) (احمد) **ف** اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جبتک قرآن پڑھنا نہ آوے کسی پڑھنے ۱۵
والیکی طرف کان لگا کر سن ہی لیا کرے وہ بھی ثواب سے مالا مال ہوجاویگا خدا کے بندو یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں نمبر ۱۱۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کیلئے سفارشی بنکر آویگا (اور انکو بخشوا دیگا) (مسلم) نمبر ۱۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا پڑھنے والا قیامت کے روز آویگا قرآن یوں کہیگا کہ اے پروردگار اسکو جوڑا پہنا دیجئے پس اسکو عزت کا تاج پہنایا جاویگا پھر کہیگا اے پروردگار اور زیادہ پہنا دیجئے پس اسکو عزت کا جوڑا پہنایا جاویگا پھر کہیگا اے پروردگار اس سے خوش ہوجائیے پس اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوجاویگا پھر اس سے کہا جاویگا کہ قرآن پڑھتا جا اور (درجوں پر) چڑھتا جا (اور ہر آیت کے بدلے ایک ایک نیکی بڑھتی جاویگی (ترمذی و ابن خزیمہ و حاکم) **ف** اس پڑھنے اور چڑھنے کی تفصیل ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ جس طرح سنبھال سنبھال کر دنیا میں پڑھتا تھا اسطرح پڑھتا ہوا اور چڑھتا ہوا چلا جا جو آیت پڑھنے میں آخیر ہوگی وہاں ہی تیرے رہنے کا گھر ہے (ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) (یہ حدیثیں ترغیب سے لیگئی ہیں)

ف مسلمانو ان حدیثوں میں غور کرو اور قرآن مجید حاصل کرنے میں اولاد کو پڑھانے میں کوشش

کرو۔ اگر پورا قرآن پڑھنے یا پڑھانے کی فرصت نہ ہو جتنا ہو سکے اسکی ہمت کرو اگر اچھی طرح یاد نہ ہوتا ہو یا صاف اور صحیح نہ ہوتا ہو گھبراؤ مت اُس میں لگے رہو اسطرح سے پڑھنے میں بھی ثواب ملتا ہے اگر حفظ نہ کر سکو ناظرہ ہی پڑھو پڑھاؤ اُسکی بھی بڑی فضیلت ہے اگر پورا قرآن حاصل کرنے کی فرصت نہیں یا ہمت نہیں کسی پورا قرآن پڑھنے والے کے پاس بیٹھکر سُن[عہ] ہی لیا کرو ان سب باتوں کا ثواب اوپر حدیثوں میں پڑھ چکے ہو اور موٹی بات ہے کہ جو کام ضروری ہوتا ہے اور ثواب کا ہوتا ہے اسکا سامان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور اس میں بھی ثواب ملتا ہے پس اس قاعدہ سے قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا سامان کرنا بھی ضروری ہوگا اور اس میں ثواب بھی ملیگا اور سامان اُسکا یہی ہے کہ ہر ہر جگہ کے مسلمان ملکر قرآن کے مکتب قائم کریں اور بچوں کو قرآن پڑھوائیں اور بڑی عمر کے آدمی بھی اپنے کاموں میں سے تھوڑا وقت نکالکر تھوڑا تھوڑا قرآن سیکھا کریں اور جو پڑھانے والا مفت نہ ملے سب ملکر اُسکو گذارہ کے موافق کچھ تنخواہ دیا کریں اسیطرح جو بچے اپنے گھر سے غریب ہوں اور اسلئے زیادہ قرآن نہ پڑھ سکیں اُنکے کھانے کپڑے کا بندوبست کردیا کریں کہ وہ اطمینان سے قرآن مجید ختم کر سکیں اور جو لڑکے جتنا قرآن پڑھتے جائیں ۔ ۱۷
اپنے گھر جاکر عورتوں اور لڑکیوں کو بھی پڑھا دیا کریں اس طرح سے گھر کے سب مرد اور عورتیں قرآن پڑھ لینگے اگر کوئی سیپارہ میں نہ پڑھ سکے وہ زبانی ہی کچھ سورتیں یاد کر لے اور قرآن کے کچھ اور حقوق بھی ہیں ایک یہ کہ جو شخص جتنا پڑھ سکے خواہ پورا خواہ تھوڑا وہ اسکو ہمیشہ پڑھتا رہا کرے تاکہ یاد رہے اگر یاد نہ رکھا تو پڑھا بے پڑھا سب یکساں ہو گیا دوسرا یہ کہ اگر کسیکو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا بھی شوق ہو تو بطور خود ترجمہ نہ دیکھے کہ کہیں غلط سمجھ جانے کا قوی اندیشہ ہے کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور تیسرا یہ کہ قرآن مجید کا بہت ادب کرنا چاہئے اسکی طرف پاؤں نہ کرو، اُدھر پیٹھ نہ کرو اُس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو اسکو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو چوتھا یہ کہ اگر وہ پھٹ جائے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے دفن کردو۔ پانچواں یہ کہ جب قرآن پڑھا کرو یہ دھیان رکھا کرو کہ ہم اللہ تعالٰے سے باتیں کر رہے ہیں پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے ۔

عہ یعنی اس سے اجازت لیکر ۱۲

(باقی آئندہ)

چاروں طرف نظر ڈالی۔ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اُتر کر زمین جھاڑی پھر اپنی چادر بچھادی اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ آپ اسپر آرام فرمایئے اور میں کچھ کھانے پینے کا انتظام کروں" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تو آپ تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو ملجائے تو لائیں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اتفاقاً پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چراتا ہوا نظر آیا اس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کردے پھر اسکے ہاتھ صاف کرائے اور ایک برتن میں جو ہمراہ تھا دودھ دوہایا۔ برتن کے مُنہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے۔ دودھ لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خواب استراحت سے بیدار ہوچکے تھے صدیق اکبرؓ نے تھوڑا سا پانی دودھ میں ملاکر پیش کیا آپ نے خوب سیر ہوکر پیا اور فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟" آفتاب اب ڈھل چکا تھا اسلئے دونوں حضرات وہاں سے روانہ ہوئے۔

قریش چونکہ اشتہار دے چکے تھے کہ جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے یا قتل کردے اسکو ایک خونبہا کے برابر یعنی سو اونٹ انعام دیا جائیگا اور اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے یا قتل کردے تو اسکو بھی اسیقدر انعام دیا جائیگا اسی وجہ سے ۴۹ سراقہ[۱] بن مالک بن جعشم مدلجی انعام کی امید میں ہوا سے باتیں کرنے والے عربی گھوڑے پر سوار ہوکر نکلا۔ عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہورہے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سراقہ بن مالک قریب ہی آگیا تو گھبرا کر عرض کیا کہ "یارسول اللہ اب ہم پکڑے گئے،، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوئی اور نہایت استقلال سے اپنے رفیق صادق کو وہی جواب دیا جو غار میں دے چکے تھے کہ کچھ غم نہ کرو خدا تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

جب سراقہ آپ کے قریب آیا تو اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ جواب "نہیں" نکلا لیکن سو اونٹوں کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات پر عمل کیا جاتا دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوکر آپکے

---

[۱] سراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور کسری کے زیورات لوٹ میں آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہی کو وہ زیورات عطا کرکے عالم کی نیرنگی کا تماشا دکھایا ۱۲ منہ

پیچھے چلا یہاں تک کہ آپکی تلاوت قرآن کی آواز سُنی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باربار مڑکر اسکو دیکھتے تھے مگر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف التفات ہی نہ کیا جب زیادہ قریب آگیا تو آپ نے یہ دُعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ ٭ یا اللہ جس طرح آپ چاہیں ہم کو اسکے شر سے محفوظ رکھئے۔

دُعا کا مانگنا ہی تھا کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔ اُٹھکر پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا لیکن مکرر تجربہ سے اسکی ہمت پست ہوگئی اور اسکو یقین ہوگیا کہ یہ آثار ہی کچھ اور ہیں مجبور ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ کا خواستگار ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں صاحبوں کی بددُعا سے میرے گھوڑے کا یہ حال ہوا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ میرے گھوڑی کو اس بلائے بے درمان سے نجات عطا فرمائیں میں عہد کرتا ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں اور واپسی میں جس کسیکو راہ میں آپ کی تلاش کے لئے آتا ہوا دیکھونگا اسکو واپس
۵۰ کردونگا۔ سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے درگاہ ایزدی میں یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاَطْلِقْ فَرَسَہٗ ٭ خدایا اگر یہ سچا ہے تو اسکے گھوڑے کو نجات دیدیجئے۔

اس دُعا کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ ایک دھواں اُٹھتا ہوا نظر آیا جسکو دیکھکر سراقہ ششدر رہ گیا اور سمجھ گیا کہ خدا ضرور آپ کو غلبہ عنایت فرمائیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر نہایت عاجزی سے توشہ اور جو کچھ سامان پیش کرنے لگا اور آپ نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ بس اتنا کافی ہے کہ ہمارا حال کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے اور کسی پیچھے آنے والے دشمن کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ ہم کہاں اور کس راستہ کو جارہے ہیں۔ غرض بمزید احتیاط سراقہ چمڑے کے ایک ٹکڑہ پر عامر بن فہیرہ کا لکھا ہوا فرمان امن لیکر واپس ہوا اور راستہ میں جس کسیکو آپ کی جستجو میں آتا ہوا پاتا اسکو اپنے ساتھ یہ کہکر واپس لیجاتا کہ تمہارے جانے کی حاجت نہیں میں دیکھ آیا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد آپ بلاخوف وخطر برابر مدینہ منورہ کا راستہ طے کرتے رہے۔
حسن اتفاق سے راہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شام سے تجارت کا سامان لیکر آرہے تھے۔ انھون نے دو جوڑے سفید کپڑون کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کے متصل پہنچے تو بریدہ بن الحصیب اسلمی مع چند شترسوارون کے آپ کو ملے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھون نے کہا بریدہ بن الحصیب، یہ سنکر آپ نے بطور تفاول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا قَدْ بَرَدَ اَمْرُنَا وَصَلُحَ یعنی ہمارے امر میں خنکی اور صلاحیت حاصل ہوئی اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بریدہ سے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہو؟ کہا اسلم سے یہ سنکر آپ نے فرمایا سَلِمْنَا یعنی ہم سلامت رہے۔ پھر فرمایا قبیلے اسلم میں سے کس خاندان کے ہو؟ اونھون نے کہا بنی سہم کے" آپ نے فرمایا خَرَجَ سَهْمُكَ یعنی اسلام سے تجھ کو حصہ حاصل ہوا۔ بریدہ نے آگے بڑھکر دریافت کیا
51 کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ بریدہ نے آپ کی زبان شیرین مقال سے یہ کلمہ سنتے ہی فوراً کلمہ پڑھا اور باآواز بلند پکار کر کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔

بریدہ اسلمی ستر آدمیون کو ہمراہ لیکر آئے تھے تو اس ارادہ سے کہ محسن عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ داخل ہونے سے پہلے ہی گرفتار کر کے مکہ پہونچا دین لیکن جمال جہان آرا دیکھکر اور کلام معجز نظام سنکر مسخر ہوگئے اور بقول شخصے" ع شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے" معہ سب ہمراہیوں کے ایمان سے مشرف ہوئے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ" یارسول اللہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے مدینہ داخل ہونے کے وقت آپکے ساتھ نشان ہو" اور اپنی دستار کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر نشان بنایا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نشان بردار کیا کہ آپ کی

؎۱ ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں تحریر فرمائی ہیں اگرچہ عرب کے نقشوں میں آج ان کا نشان نہیں ملتا، تاہم عشاق صرف نام سے لذت یاب ہوسکتے ہیں وہ منازل یہ ہیں خرار، ثنیۃ المرۃ، لقف، مدلجہ، مرجح، عدایہ، اذاخر، رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ میں پڑتا ہے، یہاں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی) ذا سلم، عثانیہ، قاحتہ، عرج، جدوات، رکوبۃ، عقیق، جثجاثہ ۱۲ منہ

جلو میں نشان لے کر چلیں سبحان اللہ کیا قدرت ایزدی ہے کہ کس سرکشی سے آئے اور کیسے مطیع و تابعدار ہو کر چلے۔

تشریف آوری کی خبر اہل مدینہ کو پہونچ چکی تھی تمام شہر سرتاپا چشم انتظار بنا ہوا تھا ننھے ننھے بچے خوشی و جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں" لوگ ہر روز صبح کو بغرض استقبال شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے بحسرت و یاس واپس چلے جاتے ایک دن حسب عادت انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ اچانک ایک یہودی نے ٹیلہ پر آپکی سواری آتی ہوئی دیکھی، اور بآواز بلند ان پھرتے والوں کو پکارا۔

يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمْ + اے گروہ عرب! یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آپہنچا۔

یہ سنکر وہ لوگ فوراً واپس آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہولئے۔

مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر جنوب کی جانب جو بالائی آبادی ہے اسکو عالیہ اور قبا کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے سب میں سے عمر بن عوف
۵۲ کا خاندان زیادہ ممتاز تھا اور کلثوم بن ہدم خاندان کے افسر تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہاں پہونچے تو تمام خاندان نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ مارا یہ فخر مالک قضا و قدر نے ان ہی کی قسمت میں رکھا تھا کہ میزبان دوعالم کی مہمانی کا شرف ان کو حاصل ہوا۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو معہ اپنے رفقاء کے کلثوم بن ہدم کے مکان پر رونق افزا ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خبیب بن اساف کے پاس قیام کیا۔

انصار ہر طرف سے جوق جوق آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔

اکثر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ میں آچکے تھے وہ بھی کلثوم بن ہدم کے گھر میں اترے تھے چنانچہ حضرت ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبداللہ بن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمیر بن عوف اتبک ان ہی کے مہمان تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کے بعد تین دن مکہ میں قیام فرمایا اور تین دن کے بعد اپنے متعلق کار خدمت انجام دیکر پیادہ پا مکہ سے چل پڑے۔

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولوی شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ با خبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس پرانے ترجمے نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر دیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور با محاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہو گئی اور **فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام** نہایت آب و تاب سے شائع ہو کر نور افزائے دیدہ و دل مشتاقان ہوا اس ترجمہ سے آپ کو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کرکے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپ کو مستعد کرینگے۔ یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتا کر ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کریگا جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک ان کا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے حالات معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہا کر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ ضخامت ۴۰۰ صفحات۔ قیمت اصلی تین روپے چار آنے۔ رعایتی دو روپے چار آنے (عہ۲)

محصولڈاک گیارہ آنے (۱۱)

یہ رعایت ۱۵ شوال تک رہے گی

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

ضروری عرض:- ۱۵ شوال کے بعد پھر یہ رعایت نہیں دیجاویگی کیونکہ جس مقدار میں اسکی نکاسی کرنی تھی ہو چکی ہے اب ۱۵ شوال سے پہلے کو دیجاویگی اطلاعاً عرض ہے تاکہ شکایت نہ رہے۔

نقشہ اوقات وکرایہ شاہدرہ سہارنپور چھوٹی لائن

چونکہ یکم مارچ سے گاڑیوں کے اوقات تبدیل ہوگئے ہیں اسواسطے مناسب معلوم ہوا کہ جدید اوقات سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے

شاہدرہ سے سہارنپور

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر چہار درجہ: سوم	ڈیوڑھا	دوم	اول
	۵	۲۰	۲۰	۸	شاہدرہ				
۵	۳۲	۲۰	۴۳	۸	لونی	۲؍	۳؍	۶؍	۱۰؍
۱۰	۵۶	۲۰	۶	۹	گوٹرہ	۳؍	۷؍	۱۱؍	[illegible]
۱۴	۱۹	۲۱	۲۷	۹	کھیکڑہ	۵؍	۹؍	۱۵؍	[illegible]
۲۰	۵۱	۲۱	۵۶	۹	باغپت	۷؍	۱۲؍	[illegible]	[illegible]
۲۴	۱۳	۲۲	۱۷	۱۰	سوجڑہ	۹؍	۱۵؍	[illegible]	[illegible]
۳۰	۵۲	۲۲	۳۸	۱۰	بڑوت	۱۱؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۳	۱۰	۲۳	۵	۱۱	باولی	۱۲؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶	۳۲	۲۳	۲۵	۱۱	قاسم پور کھیڑی	۱۳؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲		۰	۵۶	۱۱	ایلم	۱۵؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۵	۲۸	۰	۱۴	۱۲	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۹	۵۵	۰	۳۷	۱۲	کھندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۳	۳۹	۱	۴	۱۳	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۰	۱۵	۲	۳۲	۱۳	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۷		۲	۱	۱۳	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۳۷	۳	۲۹	۱۴	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۰	۱۳	۳	۰	۱۵	رامپور منہارن	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۲۹	۴	۲۵	۱۵	شانی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۳۰	۵	۴۵	۱۵	سہارنپور	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سہارنپور سے شاہدرہ

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر چہار درجہ: سوم	ڈیوڑھا	دوم	اول
	۴	۲۰	۳	۸	سہارنپور				
۵	۳۱	۲۰	۲۵	۸	شانی	۲؍	۳؍	۶؍	۱۰؍
۱۱	۱	۲۱	۵۱	۸	رامپور منہارن	۴؍	۷؍	۱۲؍	[illegible]
۱۹	۴۰	۲۱	۲۵	۹	نانوتہ	[illegible]	۱۲؍	[illegible]	[illegible]
۲۵	۰	۲۲	۵۱	۹	تھانہ بھون	۹؍	۱۵؍	[illegible]	[illegible]
۳۱	۴۰	۲۲	۱۹	۱۰	ہینڈ	۱۱؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۲۲	۲۳	۴۵	۱۰	شاملی	۱۳؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۴۷	۲۳	۱۴	۱۱	کھندراولی	۱۵؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۷	۲۱	۰	۳۷	۱۱	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰	۴۲	۰	۵۹	۱۱	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۶	۱۵	۱	۲۹	۱۲	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۹	۳۳	۱	۴۳	۱۲	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۲	۵	۲	۵	۱۳	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۸	۳۲	۲	۳۱	۱۳	سوجڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۲	۱	۳	۵۵	۱۳	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۸	۳۱	۳	۲۲	۱۴	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۲	۵۱	۳	۴۲	۱۴	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۷	۱۶	۴	۴	۱۵	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۴۰	۴	۲۸	۱۵	شاہدرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چھوٹی لائن سے سفر کرنے والوں کیواسطے دہلی شاہدرہ کے اوقات

منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن
۲۵	۱۹	۵۰	۷	۰	۲	دہلی	۵۷	۱۵	۳۱	۸	شاہدرہ
۴۱	۱۹	۱	۸	۱۵	۲	شاہدرہ	۱۵	۱۶	۵۰	۸	دہلی

نوٹ: لیکن یہ گاڑی اکثر لیٹ رہتی ہے کوئی صاحب اس گاڑی سے سفر کرنے کا اہتمام نہ کریں حتی الامکان پہلی گاڑی سے سفر کریں۔ ورنہ تانگہ سے سفر کریں تانگہ اسٹیشن سے بہت ملتے ہیں ۱۲

رجسٹر نمبر ایل ۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مصدوقہ دال است بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے ناس

حاضر باشندیا بادی ۞ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل است بر جمیع

مقاصد و مبادی ۞ پس اتباعاً للنص المرقوم صحیفہ شہریہ کہ مستدرج است بتدریج شہور

مسمیٰ بہ

الہادی

نمبر ۷ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ | جلد ۴

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر است در ہر مجلس و نادی

و مسکن است برائے ہر جائع و صادی ۞ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد است از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ۞ باہتمام محمد عثمان خاں حامی ۞ و دیرہ سلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۲ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہٗ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۱
۳	حل الانتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سلمہٗ	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولٰنا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۱
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.. .. .. " .. "	۲۹
۶	امیر الروایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولٰنا تھانوی مدظلہم	۳۳
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادلی	۳۷
۸	حیاۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	حکیم الامۃ حضرت مولٰنا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۴۳

اُصول و مقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمداللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ سے یہ رسالہ بجائے ایک کے تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا کر چکے ہیں بقیہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپیہ دس آنہ کا وی۔پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور ... کا وی۔پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

جمعہ کیلئے سویرے اور اوّل وقت جانیکی ترغیب اور بغیر عذر تاخیر کرنے پر تہدید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خوب اچھی طرح غسل کرکے پہلی ساعت میں نماز جمعہ کے لئے مسجد گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ خدا کے راستے میں صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک گائے خیرات کی اور جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک سینگون والا مینڈھا خیرات کیا اور جو چوتھی ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک مرغی خدا کے راستے میں خیرات کی اور جو پانچویں ساعت میں پہونچا تو گویا اس نے ایک انڈا خیرات کیا حتی کہ جب امام منبر پر آبیٹھتا ہے تو ملائکہ خطبہ سننے کے لئے (مسجد کے دروازوں سے) آجاتے ہیں (اور رجسٹر نام درج ہونے کا بند ہوجاتا ہے) اسکو امام مالک بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا 17
نیز بخاری مسلم ابن ماجہ کی ایک روایت میں اسطرح ہے کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجد کے دروازے پر آکر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نمبروار پہلے آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں۔

سب سے پہلے دوپہری میں آنے والا تو اس شخص کے برابر ہے جو مکہ میں ایک اونٹ ذبح کرنیکے لئے بھیجے اسکے بعد آنے والا بمنزلہ اس شخص کے ہے جو گائے ذبح کرنے کے لئے بھیجے پھر اسکے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے کوئی ایک مینڈھا مکہ میں ذبح کرنے کے لئے بھیجے اور اسکے بعد آنے والا بمنزلہ ایک مرغی خیرات کرنے والے کے اور اسکے بعد آنے والا مثل ایک انڈا خیرات کرنے والے کے ہے۔ حتی کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو ملائکہ اپنے صحیفے (رجسٹر) بند کرلیتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسکو اسی طرح روایت کیا نیز انکے ہاں ایک روایت میں اسطرح بھی ہے کہ سب سے جلد جمعہ کے لئے آنیوالا تو اس شخص کے مانند ہے جو مکہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور اسکے پیچھے آنیوالا ایک گائے بھیجنے والے کے مانند ہے اور جو اسکے بعد آئے تو ایک بکری بھیجنے

والے کے مانند ہے اور جو اسکے بھی پیچھے پہونچے وہ ایک پرندہ خیرات کرنے والے کے مانند ہے اور ابن خزیمہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز مسجدوں کے تمام دروازوں پر دو دو فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ نمبروار جلدی آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں (سب سے پہلا شخص) اونٹ صدقہ کرنیوالے کے برابر ہے پھر دوسرا گائے اور تیسرا بکری اور چوتھا پرندہ اور پانچواں انڈا خیرات کرنے والے کے برابر ہے حتی کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دئے جاتے ہیں۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اول جمعہ کی مثال بیان کی (جسکا ذکر دوسری احادیث میں آچکا ہے) پھر جمعہ کے لئے سویرے جانے (کے ثواب) کی مثال گائے کے پھر مرغی کے پھر انڈے کے ثواب کی برابر بیان فرمائی (یہ پہلی ہر دو حدیثوں کا اختصار ہے) اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ
کے روز تمام مسجدوں کے دروازوں پر فرشتے آبیٹھتے ہیں انکے پاس صحیفے (رجسٹر) ہوتے ہیں ۱۸
ان میں (سویرے آنے والے) لوگوں کے نام (نمبروار) لکھتے رہتے ہیں حتی کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دئے جاتے ہیں (اور نام درج ہونے بند ہو جاتے ہیں) راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابو امامہ! تو کیا جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد آتا ہے اسکا جمعہ نہیں ہوتا؟ فرمایا ہاں، ہاں جمعہ تو ہوتا ہے مگر (سویرے آنے والوں میں) نام نہیں لکھا جاتا اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ طبرانی کی سند مبارک عن فضالہ واقع ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جمعہ کے روز ملائکہ تمام مسجدوں کے دروازوں پر آبیٹھتے ہیں اور پہلے دوسرے تیسرے (علی ہذا) نمبروار آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں حتی کہ جب امام منبر پر آجاتا ہے تو یہ رجسٹر بند کر دئے جاتے ہیں۔ اس روایت کے رواۃ تمام ثقہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز شیاطین (تمام مقامات پر) پھیل پڑتے ہیں اور لوگوں کو جمعہ سے غافل کر کے بازاروں کی طرف لاتے ہیں اور (اسطرف)

فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور حسب مراتب اول سب سے پہلے آنیوالے
پھر انکے بعد آنے والے پھر انکے بعد آنے والے علی ہذا نمبروار تمام نمازیوں کے نام لکھتے رہتے
ہیں حتی کہ امام (خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے (اور ملائکہ یہ دفتر بند کر دیتے ہیں) اب جو
شخص خاموشی کے ساتھ امام کے قریب بیٹھکر خطبہ سنتا ہے اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتا اسکو
دو حصہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص امام سے دور رہکر خاموشی سے خطبہ سنتا ہے اور لغو حرکت
سے اجتناب کرتا ہے تو اسے ایک حصہ ثواب ملتا ہے (ایک حصہ ثواب دور ہونے کی وجہ سے
کٹ گیا) اور جو شخص امام کے قریب بیٹھا مگر نہ خاموش رہکر خطبہ سنا اور نہ بیہودہ حرکات سے
باز آیا تو اسپر دو حصہ گناہ ہوتا ہے اور جس شخص نے (نصیحت کے طور پر کسیکو) "خاموش" بھی
کہا تو وہ بول پڑا اور جو شخص (اثنائے خطبہ میں) بولتا ہے اسکا جمعہ نہیں ہوتا۔ اسکو امام احمد نے ان
الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز ابو داؤد نے اس روایت کو ان لفظوں سے روایت کیا کہ جمعہ
کے روز شیاطین اپنے جھنڈے لیکر صبح ہی سے نکل پڑتے ہیں اور لوگوں کو کاروبار میں پھنسا کر
جمعہ سے روکتے ہیں (ادہر) فرشتے بھی صبح ہی آجاتے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ ۹
جاتے ہیں اور علی الترتیب آنے والوں کے نام اپنے اپنے وقت لکھتے رہتے ہیں حتی کہ امام
(خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے (اب آنے والا شخص) اگر ایسی جگہ بیٹھا کہ جہاں سے امام کو
دیکھ سکے اور خطبہ سن سکے اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا اور کوئی لغو کام نہیں کیا تو اسکو
دو حصہ اجر ملیگا اور اگر دور بیٹھا کہ جہاں سے آواز نہ سن سکا مگر خاموش رہا اور کوئی لغو حرکت
نہیں کی تو اسکو ایک حصہ اجر ملیگا اور اگر دور بھی بیٹھا اور لغو بیہودہ حرکتیں کرتا رہا اور خاموش
بھی نہ رہا تو دو حصہ گناہ ہوگا اور اگر پاس بیٹھا اور خاموش نہ رہا بیہودہ کام کرتا رہا تو اسپر ایک
حصہ گناہ کا ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز (خطبہ کے وقت) اپنے پاس
بیٹھنے والے کو "چپ رہ" کہا اسنے بھی لغو حرکت کی اور جو لغو حرکتیں کرتا ہے اسکو جمعہ کا کچھ ثواب
نہیں ملتا۔ پھر آخر میں حضرت علی نے فرمایا کہ یہ سب مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے۔

ف حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کا عنوان تبکیر یعنے سویرے آنا رکھا ہے

مگر حقیقت میں ان احادیث میں یوم جمعہ اور نماز جمعہ کے تمام آداب تبلائے گئے ہیں جنھیں زیادہ تر اہمیت اول وقت پر جامع مسجد پہونچنے اور مکمل ادب وسکون کے ساتھ مسجد میں بیٹھنے اور کامل توجہ کے ساتھ خطبہ سننے کی ہے گویا حقیقت میں جمعہ جب ہی ہوتا ہے کہ جب انسان ان آداب کو ملحوظ رکھکر اور ہر قسم کی بیہودہ حرکات سے باز رہتے ہوئے نماز جمعہ ادا کرے۔ گو خانہ پری تو ویسے بھی ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں اگر امام سے قریب تر بیٹھنے کی ترغیب ہے تو دوسری احادیث میں گردنیں پھلانگنے اور نمازیوں کو تنگ کرنے پر شدید ترہیب اور تہدید بھی مذکور ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ مقصود شارع یہ ہے کہ اسقدر سویرے آیا جائے کہ بلا ایذاء امام کے قریب جگہ مل سکے اور اگر دیر ہو جائے تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہئیے واللہ اعلم۔

حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک نامعلوم الاسم راوی ہے۔ نیز لفظ رَبَائث (جمع رَبِیْثَۃ بمعنے مانع وشاغل) کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ شیاطین
۲۰ لوگوں کو (کاروبار میں) مشغول کرکے سعی الی الجمعہ سے غافل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اوقات فاضلہ گذر جاتے ہیں (اور ایسے وقت مسجد پہونچتے ہیں کہ خطبہ یا نماز شروع ہو جاتی ہے) خطابی فرماتے ہیں کہ اس روایت ابوداؤد کے لفظ ترابیث اور یرمون کی کچھ اصل نہیں حقیقت میں صحیح الفاظ رَبَائث اور یُرَبِّثُوْنَ ہیں۔

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت تکرار مضمون کی وجہ سے چھوڑ دی گئی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور انکے والد اُنکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بھیجد یئے جاتے ہیں لوگوں کے آنے کا وقت لکھتے ہیں حتیٰ کہ امام (خطبہ کے لئے منبر پر) آجاتا ہے تو صحیفے بند کر دیے جاتے ہیں اور قلم اٹھا لئے جاتے ہیں (اور یہ دفتر اندراج بند ہو جاتا ہے) اور پھر ملائکہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں کہ فلاں کیوں رہگیا اور فلاں کیوں رہگیا (یعنے نمازیوں کے جمعہ سے رہجانے پر اظہار افسوس کرتے ہیں) اور پھر دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر یہ گمراہ ہے (اور اس وجہ سے نہیں آیا) تو اسکو ہدایت فرما اور اگر یہ مریض ہے تو

شفا عنایت فرما اور اگر یہ فقیر وتنگدست ہے (اور پیٹ کی فکر میں پھنسا رہا) تو اسکو غنی فرما۔
اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

ابو عبیدۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز نماز کیلئے جلدی جایا کرو کیونکہ جنت میں (اسی) جمعہ کے روز (ایک دربار لگا کریگا اور) اللہ پاک جل شانہٗ کا نور کے (دمکتے ہوئے) تخت پر رونق افروز ہوا کرینگے اور جو لوگ جسقدر جلد جمعہ کے لئے جایا کرتے ہیں اسیقدر انکو اللہ پاک کے قریب (نمبروار) جگہ ملے گی (حتی کہ تمام حاضرین جمع ہوجائنگے) تب اللہ پاک اس قسم کے انوار و برکات اور بزرگی کی چیزیں (حاضرین کے چہروں پر) پیدا فرمائینگے کہ کبھی نظروں سے نہ گذری ہونگی (اور جب دربار ختم ہوجائیگا اور) پھر یہ لوگ اپنے مکانات پر جائینگے تو انکے گھروالے (حیرت و استعجاب سے) اس کیفیت کو ان سے بیان کرینگے (کہ یہ آج تمہارے چہروں پر کسقدر حسن وجمال برس رہا ہے) ابو عبیدۃ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد جمعہ کے روز حضرت عبد اللہ بن مسعود مسجد میں تشریف لائے تو دو آدمی ان سے پہلے آچکے تھے آپ نے فرمایا دو یہ ہیں اور تیسرا میں ہوں اگر اللہ پاک تیسرے پر بھی کرم فرمانا چاہینگے۔ ۴۱
اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور ابو عبیدہ کا نام عامر ہے انکو اپنے والد عبد اللہ بن مسعود سے سماع نہیں بعض کہتے ہیں کہ ہے

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ہمراہ جمعہ کے روز نماز کیلئے گیا تو تین آدمی ان سے پہلے مسجد میں آچکے تھے فرمانے لگے میں چوتھا شخص ہوں اور اللہ کی وسیع رحمت سے چار شخصوں میں سے چوتھا شخص کچھ بعید نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جنت میں (جمعہ کے روز) جنتی اللہ پاک کے قریب بیٹھیں گے جو جسقدر جلد جمعہ کے لئے جاتا ہے اسیقدر قریب بیٹھے گا سب سے قریب اول آنے والا پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا اور چار شخصوں میں سے چوتھا شخص اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔ اسکو ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ان دونوں کی اسناد حسن ہے

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت پہلے گذرچکی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے غسل کیا اور سر دھویا اور سویرے سے

(نماز کیلئے) گیا اور امام سے بالکل قریب ہوکر بیٹھا اور خطبہ سُنا تو اسکو ہر قدم کے بدلے میں ایک سال کے روزے نماز کا ثواب ملے گا اسیطرح ایک حدیث اوس بن اوس کی اس مضمون کی گذر چکی ہے۔

جمعہ کے روز نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی ترہیب

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک آدمی نمازیوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے حضور نے (دیکھکر) فرمایا بیٹھ جاؤ تم نے دیر (بھی) کی اور (نمازیوں کو) ستاتے ہو۔

اسکو امام احمد ابوداؤد نسائی نے روایت کیا نیز ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا مگر ابوداؤد اور نسائی کے ہاں آنیت کا لفظ نہیں ہے۔ ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا۔

خطبہ کیوقت خاموش رہنے کی ترغیب اور خطبہ کیوقت کلام کرنے سے ترہیب ۲۲

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے اپنے پاس والے آدمی کو خطبہ کے وقت "خاموش" بھی کہا تو ایک بے فائدہ کام کیا۔

اسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔

لَغَوْتَ کے معنے بعض علماء نے اجر سے محروم ہونے کے کئے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اسکے معنے تَکَلَّمْتَ کے ہیں یعنے دوسرے کو خاموش کہنا بھی کلام کرنا ہے اور بعض کے خیال میں اسکے معنے خطا کرنے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب ضائع کردیا اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ جمعہ نہیں رہا بلکہ ظہر ہو گیا۔ اور اسکے علاوہ اور معنے بھی اسکے کئے گئے ہیں۔

ف اقرب لے التحقیق یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ کے وقت کلام کرنا ثواب اور اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز (خطبہ کے وقت) اگر تم نے کلام کیا تو تم نے اپنے اجر کو ضائع کر دیا اور (اس کوشش کو) بیکار کر دیا۔

اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز خطبہ میں شیون الہیہ کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ تبارک الذی پڑھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ابی بن کعب (کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان) کو ہاتھ سے اشارہ کر کے دریافت کرنے لگے کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی میں نے اب تک نہیں سنی انھوں نے اشارہ سے کہا کہ خاموش رہو (خیر) جب سب لوگ نماز پڑھکر واپس آگئے تو ابوذر نے ابی بن کعب سے کہا کہ میں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی تم نے مجھے نہیں ۲۳ بتلایا ابی بن کعب نے کہا آج تم کو جمعہ میں سے کچھ نہیں ملا بجز بیہودہ باتوں کے (یہ سنکر) ابوذر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ اور ابی بن کعب کا جواب سب آپ کو سنایا آپ نے فرمایا کہ ابی بن کعب واقعی سچ کہتے ہیں۔

اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر سے نقل کیا کہ میں ایک روز مسجد میں گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے میں ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ میں سورۃ برٲرت تلاوت فرمائی۔ تو میں نے ابی بن کعب سے دریافت کیا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی ہے تو انھوں نے ترشروئی کے ساتھ منہ پھیر لیا اور بات نہیں کی پھر تھوڑی دیر بعد میں نے ان سے یہی دریافت کیا تو پھر بھی منہ بنا کر خاموش ہوگئے اور کلام نہیں کیا حتیٰ کہ جب خطبہ ختم ہوگیا اور آپ نماز سے بھی فارغ ہوگئے تو میں نے پھر ابی بن کعب سے کہا کہ میں نے آپ سے ایک بات پوچھی تھی آپ نے غضبناک چہرہ بنا لیا اور جواب

نہیں دیا تب حضرت ابی بن کعب کہنے لگے کہ آج تم کو جمعہ کی نماز سے بجزان بیہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ملا۔ یہ سنکر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں آج جمعہ میں ابی بن کعب کے پاس بیٹھا تھا آپ نے (خطبہ میں) سورۃ برات پڑھی میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی؟ تو یہ غضبناک اور ترشرو ہوگئے اور انھوں نے مجھ سے بات تک نہ کی۔ پھر جب خطبہ ختم ہوا تو کہنے لگے کہ تمہیں جمعہ کی نماز سے آج بجزان بیہودہ باتوں کے اور کچھ نہیں ملا آپ نے فرمایا ابی بن کعب سچ کہتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھکر خطبہ فرمانے لگے (اثنائے خطبہ میں) آپ نے ایک آیت تلاوت کی میرے پہلو میں حضرت ابی بن کعب بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تو وہ نہ بولے میں نے پھر دریافت کیا مگر وہ پھر بھی نہ بولے حتی کہ آپ خطبہ پڑھ چکے تو حضرت ابی بن کعب کہنے لگے کہ آج تمہیں جمعہ کا ثواب سوائے ان بے فائدہ باتوں کے

۲۴ اور کچھ نہیں ملا۔ حضور بھی نماز سے فارغ ہوکر واپس تشریف لے آئے تو میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ واقعہ بتلایا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے خطبہ میں ایک آیت تلاوت کی میرے پاس حضرت ابی بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تو وہ بالکل نہیں بولے بلکہ آپ کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کہنے لگے کہ تمہیں آج جمعہ کے ثواب میں سے بجزان باتوں کے اور کچھ نہیں ملا آپ نے فرمایا ابی سچ کہتے ہیں جب تم امام کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھو تو خاموش رہا کرو حتی کہ فارغ ہو جاوے۔

اسکو امام احمد نے بروایت حرب بن قیس عن ابی الدرداء روایت کیا لیکن حرب کو ابوالدرداء سے سماع نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود مسجد میں آئے۔ حضور خطبہ پڑھ رہے تھے یہ ابی بن کعب کے پاس بیٹھ گئے انھوں نے (اثنائے خطبہ میں ابی بن کعب سے کچھ دریافت کیا یا باتیں کیں مگر انھوں نے جواب نہیں دیا۔ عبداللہ بن مسعود سمجھے کہ یہ کوئی ناراضگی ہے (جسکی وجہ سے نہیں بولتے) حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر واپس ہوگئے

(باقی آئندہ)

اور زکوٰۃ دینے کا بیان نماز کے کامل ہونے کے لئے کیا ہے کیونکہ نماز کے حقوق ادا کرنا۔ اور
جس طرح چاہیئے اس طرح سے پڑھنا خلوص اور محبت پر موقوف ہے اور اسکی ایک علامت
مال کا خرچ کرنا ہے حاصل یہ کہ نرا ذکر زبان سے کر لینے سے جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے دل
میں محبت ہونا ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ مال بھی دینا چاہیئے اور زکوٰۃ وہی دیگا جسکے دل میں خلوص
اور محبت ہو کیونکہ دنیا میں کوئی حاکم تو زکوٰۃ کا طلب کرنے والا ہے نہیں جسکے دباؤ سے دینی
پڑتی وہ تو خود ہی اپنی محبت وخلوص سے دیجاتی ہے اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اسلامی
بادشاہون کے زمانہ میں تو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عملدار مقرر تھے وہ زبردستی وصول
کرتے ہونگے پھر انہیں خلوص کہاں رہا تو جواب یہ ہے کہ عملدار صرف جانورون کی زکوٰۃ کیلئے
تھے اور سونا چاندی خود مالکوں کے اختیار میں تھے اور جانوروں کے لئے بھی عملدارون
کا مقرر ہونا زبردستی مال وصول کرنے کی غرض سے نہ تہا بلکہ اس خیال سے تھا کہ
زکوٰۃ کا مال سہولت سے مستحق لوگوں کو ملجاوے اور زکوٰۃ دینے والوں کو مال کے تقسیم 5
کرنے میں دقت نہ ہو اور تجارت کے مالون میں بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے کی طرف سے
کچھ زبردستی نہ تھی بلکہ یہ پوچھا جاتا تھا کہ اس مال پر ایک سال پورا گذرا یا نہیں اگر کسی نے
کہا کہ نہیں گذرا تو چھوڑ دیا اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے زکوٰۃ خود دیدی تب بھی چھوڑ دیا۔
دوسری دلیل اس دعوی کی کہ مسجدون کی آبادی خدا کے ذکر سے ہے اور خود ذکر ہی کیلئے
بنائی گئی ہے یہ آیت ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ ترجمہ۔ ایسے
گھرون میں (یعنی مسجدون میں) جنکی نسبت اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے
اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسجدون کے حق مین خدا تعالیٰ
کا یہی حکم ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں خدا تعالےٰ کا نام لیا جاوے پس انکی
آبادی اسی سے ہے تیسری دلیل یہ حدیث ہے انما بنیت المساجد لذکر اللہ یعنی مسجدین
صرف اللہ ہی کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں پس جو کام ذکر کے متعلق نہ ہو وہ مسجد کی

ویرانی ہے اور ایسا کام مسجد میں کرنا منع ہے جیسا بعض اُجرت پر لکھنے والے مسجد میں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں یا درزی سینے بیٹھ جاتے ہیں. بلکہ مسئلہ کی کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ جو شخص اُجرت پر علم دین کا علم پڑھاتا ہے اسکو بھی مسجد میں بیٹھکر پڑھانا منع ہے اسیطرح مسجد میں قرآن پڑھنے والے لڑکون کا پڑھانا جس سے کسی قسم کی اُجرت لیجاتی ہے منع ہے۔ البتہ دینی کتابیں بلا اُجرت پڑھانا خود ذکر ہے اسکا کچھ مضائقہ نہیں ۔ ایسا ہی معتکف کے لئے جو اللہ کے ذکر کی غرض سے مسجد میں آبیٹھا ہے اسکو خریدنا بیچنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے مگر جو چیز بیچنی ہو اسے مسجد کے اندر لاکر معاملہ نہ کریں اور معتکف کے لئے یہ اسلئے جائز ہے تاکہ اللہ کے ذکر سے محروم نہ رہے ورنہ تاجروں کو اعتکاف بھی میسر نہ آتا اور یہ شرط کہ اس چیز کو مسجد کے اندر نہ لاویں اسوقت ہے جبکہ وہ مسجد کی جگہ کو گھیرے ورنہ اگر کوئی شخص چھوٹی سی چیز ہو تو اُسے مسجد کے اندر لانے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے اور معتکف کے سوا دوسرے شخص کو خریدنا اور بیچنا مسجد کے اندر منع ہے خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا معاملہ ہو جیسے ریزگاری کا لین دین اسیطرح کسی ایسی چیز کا پکارکر پوچھنا جو مسجد سے کہیں باہر کھوئی گئی ہو منع ہے البتہ اگر مسجد کے اندر کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اسکا پوچھ لینا مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا منع ہے. چوتھی دلیل اس دعوے کی کہ مسجدوں کی آبادی اللہ کے ذکر سے ہے۔ یہ ہے کہ حدیث میں قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں یہ بھی فرمایا ہے مساجدھم عامرۃ وھی خراب۔ یعنی انکی مسجدیں آباد ہونگی لیکن ہونگی ویران۔ ویرانی اور آبادی کا جمع ہونا اسیطرح ہو سکتا ہے کہ ظاہری آبادی میں تو بڑی زیب وزینت اور لوگون کی کثرت ہوگی مگر اصلی آبادی کہ ذکر و خلوص ہے کم ہوگا اس سے بھی یہی بات ثابت ہوئی۔ کہ مسجدوں کی آبادی ذکر سے ہے۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب میں بڑی جگہ کونسی ہے اور سب میں بہتر جگہ کونسی ہو

فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دونگا چنانچہ وہ پوچھنے گئے اسوقت اس مسئلہ کے پوچھنے کی برکت سے خدا تعالےٰ سے اتنی نزدیکی ہوئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی یعنے صرف ستر ہزار پردے درمیان میں رہگئے۔ غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ سب میں بری جگہ بازار ہے اور سب میں اچھی جگہ مسجد ہے سو غور کرنا چاہیئے کہ دونوں میں فرق کیا ہے سوائے اسکے کہ مسجد میں خدا تعالےٰ کا ذکر ہوتا ہے اور بازار میں دُنیا کا۔ پس معلوم ہوا کہ مسجد کے بنانے کی اصلی غرض اللہ کا ذکر ہے پس اس میں دُنیا کا ذکر اسکو بازار بنا دینا ہے جو سب میں بُری جگہ ہے اور اُسے بازار بنا دینا یہی اسکی ویرانی ہے اور اس جگہ پر آنحضرتؐ اور حضرت جبرئیل کے اس ارشاد سے کہ (مجھے معلوم نہیں) ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ جو باوجود نہ معلوم ہونیکے مسئلوں کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھے ہیں اور وہ لوگ بھی سمجھیں اور سنبھلیں جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنیکے طالبعلموں کو کچھ نہ کچھ جواب دیتے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں کہدیتے کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آتا جو بات معلوم نہ ہو کہدینا چاہیئے کہ ہم کو معلوم نہیں۔ بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے ایک بات پوچھی اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں بڑھیا نے کہا کہ ہائیں تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہیں بزرجمہر نے جواب دیا کہ تنخواہ تو مجھے ان چیزوں کی ملتی ہے جو مجھکو معلوم ہیں اور جو مجھے معلوم نہیں اگر انکی تنخواہ ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی میری تنخواہ کے لئے کافی نہ ہو کیونکہ نامعلوم باتیں تو بے انتہا ہیں۔ اور حضرت جبرئیل کا ستر ہزار پردوں کی نسبت یہ فرمانا کہ مجھکو اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ جو لوگ دنیا میں تھوڑا سا ذکر شغل کرکے حق تعالےٰ کے دیدار کی ہوس میں پڑتے ہیں کتنی بڑی غلطی ہے کیونکہ وہ جبرئیل علیہ السلام سے بھی زیادہ قریب ہونا چاہتے ہیں ہاں البتہ قیامت میں موافق وعدہ کے اللہ پاک کا

دیدار ہوگا اور کوئی پردہ درمیان میں نہ ہوگا غرض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد کے اندر بازار کی سی باتیں کرنا ناجائز ہے۔ بعض لوگ صحابہ پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حضرات بھی مسجدوں میں ہماری طرح خرافات باتیں کیا کرتے تھے۔ سو یہ بالکل تہمت ہی تہمت ہے۔ اگر صحابہ کرام ہی رسول اللہ کے ارشاد پر عمل کرنے والے نہ ہونگے تو اور کون ہوگا۔ ایک تو خود دُنیا کی باتیں مسجد میں کرنا ظلم تھا ہی۔ یہ ظالم صحابہ پر تہمت لگا کر ظلم کو اور بھاری کئے لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود تو یہ کریں اور الٹا بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔ البتہ بعض اس میں غلطی کرتے ہیں کہ ہر بات کو دنیا کی بات سمجھ جاتے ہیں جیسے بیمار کی حالت پوچھنا۔ یا مسلمان کی حالت دریافت کرنا۔ سو جان لینا چاہیئے کہ یہ دین کی باتوں میں سے ہیں۔ ان کا مسجد میں پوچھنا کچھ حرج نہیں۔ اسیطرح اگر کوئی چیز مسجد میں گم ہوجائے تو اسکا پوچھنا بھی جائز ہے اسیطرح معتکف کا مسجد کے اندر خریدنا اور بیچنا جائز ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور شریعت نے کیا ہی آسانی رکھی ہے بھلا اگر کوئی سوداگر اعتکاف کرنا چاہتا اور اسکے لئے معاملہ ۸
مسجد میں ناجائز ہوتا تو وہ بیچارہ اس عبادت سے محروم رہتا۔ شریعت کے حق ہونے کی گواہی دیتی ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی بہت رعایت ہے جو دنیاوی تعلقات رکھتے ہیں اور اُنکے بھی جنہوں نے تعلقات چھوڑ دے ہیں باقی جو شخص اعتکاف میں نہ ہو اسکو مسجد کے اندر خریدنا اور بیچنا جائز نہیں جیسا کہ بیان ہوچکا۔ ایک بار مجھکو اپنے ایک دوست کی جنکو مجھے شاگردی کا تعلق تھا ایک بات نہایت پسند آئی کہ میں بیٹھا تھا اسی حالت میں ایک روپیہ کی ریزگاری ایک شخص سے منگائی۔ اس نے مجھے مسجد میں لاکر دی انہوں نے مجھے ٹوکا کہ یہ تو لین دین ہے مسجد میں نہ چاہیئے۔ اہل حق کی یہی شان ہوتی ہے کہ اپنے بڑوں کو بھی شریعت کی بات بتلا دے مگر ادب کو نہ چھوڑے چنانچہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونیکے ذرا دیر سے پہونچے تو انکے مرید مولوی عبدالحی صاحب نماز کے بعد وعظ فرماتے بیٹھ گئے اور اس میں یہ بھی کہا

اہل حق بڑوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں

کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی ہے جناب سید صاحب نے نہایت شکر یہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب سے ایسا نہیں ہوگا۔ مولوی عبدالحی صاحب کی نصیحت کا گو یہ طرز ظاہر میں ادب کے خلاف تھا مگر اس طرز سے کہنے کی اسلئے جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحب کو بُرا نہ معلوم ہوگا۔ بلکہ خوش ہونگے۔ انکے خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہے جو کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ کسوقت تم مجھ سے خفا ہوتی ہو اور کسوقت خوش ہوتی ہو جب خفا ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یوں کہتی ہو کہ رب ابراہیم کی قسم اور جب خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں اسوقت صرف آپ کا نام ہی لینا چھوڑ دیتی ہوں (یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی) بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اور کرے تو بے ادبی میں داخل ہو جائے۔ بلکہ کفر ہو جائے گا مگر سچا عاشق محبت کے جوش میں کرتا ہے تو اسلئے اسکو معاف ہو جاتی 9 ہیں۔ حاصل یہ کہ عاشقوں کی باتیں ظاہر میں بے ادبی ہوتی ہیں اور واقع میں وہ بالکل ادب کے موافق ہوتی ہیں۔

(۵) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مسجد کا کم سے کم اتنا ادب تو کرنا چاہیئے جیسا کہ دنیا کے حاکم کے دربار کا کیا جاتا ہے کہ دل کی اور تمام جسم کی اسکے دربار میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک لحظہ بھی دوسری طرف توجہ نہیں ہٹتی۔ اور ایسی حالت اول تو ہر وقت ہو ورنہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت تو ضرور ہو۔ اور یوں نہ سمجھا جاوے کہ اس حالت کا ہر وقت حاصل ہونا پہلے بزرگوں پر ختم ہو گیا ہے ہم کو کب یہ حال نصیب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ بڑے کرم والے ہیں۔ ان سے ہرگز نا امید نہ ہونا چاہیئے دیکھئے صحابہ کے ادب کی مسجد میں یہ کیفیت تھی کہ حضرت عمرؓ نے دو شخصوں کو مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرتے دیکھا تو آپ نے ان کو دھمکایا اور فرمایا کہ اگر باہر کے مسافر ہوتے تو تمہیں

سزا دینا۔ اور جس طرح مسجد کا ادب ضروری ہے ایسے ہی جو لوگ مسجد کے اندر ہیں ان کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے مسجد والوں کو تکلیف ہو مثلاً یہ خیال رکھے کہ ایسی جگہ نماز پڑھنے نہ کھڑا ہو جہاں اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہو اسیطرح جسوقت کوئی اور شخص پڑھ رہا ہو اسوقت بلند آواز سے ذکر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس شخص کی نماز میں اس سے خلل ہوگا اور اسکو تکلیف ہوگی اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث میں مسجد کی نسبت فرمایا ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں اور جنت میں کسیکو تکلیف نہ ہونا چاہیئے فقط

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا تیسرا وعظ مسمے یہ مسجد کے آداب ختم ہوا اب انشاء اللہ تعالے چوتھا وعظ مسمے بہ دعا کے شرائط ذی الحجہ کے پرچہ میں شائع ہوگا ؎

فیوض الاسلام سلیس و با محاورہ فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی وجان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں! اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔ اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں۔

قیمت تین روپیہ چار آنے۔ محصولڈاک ۱۱ر

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

(ا) پس لازم آیا کہ شخص واحد دو شخص ہو جاوے اور یہ محال ہے۔ اور اگر زائل ہوگی۔ تو وہ قدیم نہتی اسلئے کہ قدیم کا زوال (معدوم ہوجانا ۱۲) ممتنع ہے۔ پس وہ حادث ہوئی۔ اور اس سے پہلے جو صورت شخصیہ تھی اسی دلیل سے وہ بھی حادث ہوگئی۔ پس جب تمام افراد صورت شخصیہ

(ح) اسکے کیا معنے ہوسکتے ہیں کہ زید نوع انسان میں تو داخل ہے مگر وہ کوئی خاص فرد نوع انسان کا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو عمرو بکر سے علیحدہ کیوں سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ زید نوع انسان کا ایک خاص فرد بھی ہے۔ یہ فرد ہونا جس بات سے حاصل ہوتا ہے اسکو صورت شخصیہ کہتے ہیں تو اگر صورت نوعیہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت شخصیہ کو بھی قدیم کہو۔ یعنی زید جس ہیئت کذائی سے اسوقت موجود ہے اسیطرح قدیم ہو۔ اور یہ جس درجہ باطل اور بیہودہ بات ہے سب جانتے ہیں نہ فلسفہ قدیمہ کوئی گنوار سے گنوار بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اسپر دلیل لانے کی اصلا ضرورت نہیں لیکن حضرت مصنف مدظلہ وطال بقائہ وزادت برکاتہ کی دلسوزی دیکھئے کہ صورت شخصیہ کے حادث ہونے پر بھی دلیل باقاعدہ قائم کردی باین خیال کہ آجکل طوفان بے تمیزی کا دور دورہ ہے کیا عجب ہے کہ کوئی عقلمند اور نیا فلسفی اسکو بھی مان لے کہ صورت شخصیہ بھی قدیم ہے جیساکہ یہ مان لیا کہ مادہ ایک وقت میں صورت جسمیہ سے خالی تھا جسکا ترجمہ دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ مادہ ایک وقت میں موجود بھی تھا اور غیر موجود بھی۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ زید کی صورت کذائی بدلتی ہے ایک وقت میں زید ایک ہاتھ لمبا بچہ تھا پھر ایک وقت میں تین چار ہاتھ لمبا جوان ہوگیا کبھی دبلا تھا کبھی موٹا ہوگیا تو سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب ایک صورت جاکر دوسری صورت آتی ہے تو وہ پہلی صورت بھی باقی رہتی ہے یا وہ فنا اور معدوم اور زائل ہوجاتی ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ پہلی صورت بھی باقی رہتی ہے کیونکہ لازم آویگا کہ زید کے لئے ایک وقت میں دو صورتیں ہوں اور چونکہ زید نوع انسان کا ایک خاص فرد صورت شخصیہ ہی کی بدولت بنا تھا تو اگر دو صورتیں مانی جاوینگی تو زید کو دو فرد کہنا چاہئے اور یہ جیسے لغویات ہے سب جانتے ہیں تو صحیح یہ ہے کہ ایک صورت یعنی صورت اول زائل ہوکر دوسری صورت عارض ہوتی ہے تو صورت اول قدیم نہ ہوئی کیونکہ اسکو عدم لاحق ہوا اور قدیم کو عدم لاحق نہیں ہوا کرتا پھر صورت ثانیہ میں بھی یہی بات پیش آتی ہے کہ وہ جاکر تیسری صورت عارض

(ا) کے حادث ہوئے تو مطلق صورت شخصیہ بھی حادث اور مسبوق بالعدم ہوئی اور جب وہ معدوم ہوگی اوسوقت صورت نوعیہ معدوم ہوگی اور اسکے معدوم ہونے سے صورت جسمیہ معدوم ہوگی اور اسکے معدوم ہونے سے مادہ معدوم ہوگا پس قِدم باطل ہوا۔

(ح) ہوتی ہے تو صورت ثانیہ بھی قدیم نہ ہوئی۔ یہی گفتگو ہر صورت شخصیہ میں جاری ہوگی اور ہر صورت شخصیہ کو حادث بھی ماننا پڑیگا۔ بلفظ دیگر صورت شخصیہ مطلقاً حادث ہوگی اور کہنا پڑیگا کہ کوئی وقت ایسا ضرور ہوگا کہ صورت شخصیہ کا وجود نہ ہو۔ غرض زید کی صورت کذائیہ کا حادث ہونا اور متغیر ہونا بالکل ظاہر ہے اور باقاعدہ دلیل بھی اسپر قائم کردی گئی۔ اب اس سے حدوث مادہ تک پہونچنا بہت سہل ہے کیونکہ جب صورت شخصیہ کا وجود نہوگا تو اُسکا وجود کیسے ہوگا جسکا وجود بلا اسکے نہیں ہو سکتا یعنی صورت نوعیہ کا۔ تو صورت نوعیہ ایک وقت میں غیر موجود ہوئی اور اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں اور جب صورت نوعیہ غیر موجود ہوئی تو وہ چیز بھی جو اسکے بغیر موجود نہیں ہوسکتی یعنی صورت جسمیہ وہ بھی کیسے موجود ہوگی تو صورت جسمیہ بھی غیر موجود ہوگی۔ اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں۔ پھر جب صورت جسمیہ معدوم ہوئی تو وہ چیز بھی کیسے موجود ہو سکتی ہے جو اسکے بغیر موجود نہیں ہوسکتی یعنی مادہ تو اسوقت مادہ کو بھی غیر موجود ماننا پڑے گا۔ اسیکو حادث ہونا کہتے ہیں غرض اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صرف صورت جسمیہ کو قدیم کہکر پیچھا نہیں چھوٹ سکتا صورت نوعیہ کو اور صورت شخصیہ کو بھی قدیم کہنا پڑے گا لیکن انکو قدیم نہیں کہہ سکتے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم نہیں کہہ سکتے اور جب صورت جسمیہ کو قدیم نہیں کہہ سکتے تو مادہ کو بھی قدیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ صورت جسمیہ مادہ کو لازم ہے اور اسلئے اذا ثبت ملزومہ و انتفاء اللازم یستلزم و انتفاء الملزوم یعنی لازم کے جاتے رہنے سے ملزوم بھی جاتا رہے گا۔ دیکھیے ایک ہی دلیل فلسفہ جدیدہ اور قدیمہ دونوں کے رد کرنے کیلئے کافی ہوگئی۔ ہم اسکا خلاصہ پھر دہراتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ فلسفہ جدیدہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ مادہ کو صورت سے خالی ماننے کے کوئی معنے نہیں کیونکہ مادہ کو بلا صورت کے ماننا صرف فرضی وجود کہا جا سکتا ہے اور اگر واقعی وجود مانا جاوے جسکو وجود بالفعل کہتے ہیں؛ تو بلا صورت کے نہیں ہوسکتا جب وجود مادہ کا ہوتا ہی صورت سے ہے تو صورت سے خالی ماننا وجود سے خالی ماننا ہے تو وجود و عدم دونوں کا اجتماع لازم آتا ہے

(ح) جو بداہتہً محال ہے اور اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ مادہ موجود ہی نہ ہو قدیم ہونا تو کیا۔ غرض مادہ کو کسی حال میں صورت سے خالی نہیں مان سکتے۔ یہ وہی صورت ہے جسکو فلسفہ قدیمہ صورت جسمیہ کہتا ہے تو اگر مادہ کو قدیم کہتا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہو۔ اور فلسفہ قدیمہ کے ہم نوا ہو جاؤ۔ اور اب آگے تم سے اور فلسفہ قدیمہ سے دونوں سے کہا جاتا ہے کہ صرف صورت جسمیہ کو قدیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ صورت جسمیہ کو صورت نوعیہ لازم ہے اور صورت نوعیہ کو صورت شخصیہ لازم ہے تو اگر صورت جسمیہ قدیم ہے تو صورت نوعیہ اور شخصیہ بھی قدیم ہونگی اور انکو قدیم کوئی نہیں کہتا نہ کہہ سکتا ہے تو جو ان سب کا ملزوم ہے یعنی مادہ جو بلا انکے موجود نہیں ہو سکتا وہ کیسے قدیم ہو سکتا ہے۔ اس خلاصہ سے کل تقریر حدوث مادہ کی آسانی سے ذہن میں آسکتی ہے اور تفصیل اوپر گذر چکی۔ غرض مادہ کا قدیم ہونا باطل ہو گیا۔ اہل سائنس جدید اگر غور سے کام لیں گے تو کوئی مفر اس سے نہیں پائینگے اور اگر تحقیق کا کچھ مادہ طبیعتوں میں ہو تو جس طرف دلیل لے چلے اس طرف چلنا چاہیئے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اولاً سمجھ میں نہیں آتیں لیکن دلیل کے اتباع سے بادل ناخواستہ اسکو ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً آفتاب کے زمین سے بعد کی پیمائش اور آفتاب کی جسامت کا اندازہ یا زمین کا متحرک ہونا کہ یہ باتیں جب نئی نئی سنی جاتی ہیں تو حیرت سی ہو جاتی ہے کہ آفتاب و زمین کا فاصلہ کیسے ناپا گیا اور اتنا بڑا آفتاب کیسے قائم ہے اور اتنی وزنی زمین ایسی باقاعدہ اور ایک طریق پر کیسے حرکت کرتی ہے۔ لیکن انکے نزدیک جب دلیل اسکو ثابت کرتی ہے تو اسکو تسلیم ہی کرتے ہیں اور استبعاد کو طبیعت سے ہٹا دیتے ہیں اسی طرح جب دلیل قدم مادہ کو باطل کرتی ہے اور حدوث مادہ کو ثابت کرتی ہے۔ تو سلامت طبع کی بات تو یہی ہے کہ دلیل کا اتباع کیا جاوے اور مادہ کو حادث ہی کہا جاوے۔ اس میں صرف یہ ذرا سا استبعاد رہ جاتا ہے کہ عدم محض سے کسی چیز کا وجود میں آجانا (جو مادہ کو حادث ماننے سے لازم آتا ہے) سمجھ میں نہیں آتا۔ اور ایسا کہیں دیکھا بھی نہیں جاتا اور نہ ہم ایسا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو سنا کہ ایسا کر سکا ہو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صرف استبعاد ہے اس کو محال ہونا نہیں کہتے اور محال نا ممکن ہوتا

(ا) اور عدم سے وجود میں آنا جو سمجھ میں نہیں آتا اسکا نام استبعاد ہے استحالہ نہیں۔ اور مستبعدات وقوع سے آبی نہیں۔ اور ان دونوں میں خلط ہونا بہت سی غلطیوں کا سبب ہے۔

اور اس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ عقیدۂ قدم مادہ اسلام کے خلاف ہے۔ اور سائنس حال کے خلاف اسلئے کہ اہل سائنس خود خدا ہی کے قائل نہیں۔

(ح) ہر مستبعد ناممکن نہیں ہوتا۔ ہزاروں مستبعد چیزیں وقوع میں آگئیں اور آتی جاتی ہیں لہٰذا اسیطرح اس مستبعد کو بھی سمجھ لو اور زیادہ استبعاد بھی نہیں ہے کیونکہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہر چیز اسوقت عدم محض سے وجود میں آتی ہے جسکے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز معدوم محض کہاں ہوتی ہے انسان پہلے نطفہ تھا اور اس سے پہلے مٹی تھا وغیرہ وغیرہ کوئی دکھلا دے کہ کسی وقت میں معدوم محض ہوجاوے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسوقت سلسلہ یہی ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنتی ہے اور کچھ نہ کچھ وجود باقی رہتا ہے لیکن کبھی نہ کبھی ایسا ضرور ہوا ہے کہ کل عالم لاشئے محض تھا جیسے صانع مطلق کو منظور ہوا اور وجود میں آیا اور اسی صانع مطلق کے حکم سے یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ صورتیں بدلتی ہیں اور اصل چیز قائم رہتی ہے لیکن صانع مطلق کے اختیار سے وہ باہر نہیں۔ جب وہ چاہے گا اسکو پھر معدوم محض کر دیگا۔ ہاں ہم ایسا نہیں کر سکتے اس سے تو اور ثبوت اُس صانع مطلق جبروت کا ملتا ہے کہ ہم اس چیز کو جسکو وہ برقرار رکھنا چاہتا ہے ایک ذرہ کو بھی مٹا نہیں سکتے غلطی یہ ہے کہ ہم اوسکی قدرت کو اپنی قدرت کے برابر سمجھتے ہیں۔ غرض محقق کی شان یہ ہے کہ دلیل کا اتباع کرے اور صرف استبعاد سے دلیل کے خلاف نہ چلے مستبعد اور محال ایک نہیں ہیں آجکل اسی میں غلطی کیجاتی ہے کہ دونوں میں فرق نہیں کیا جاتا یہی غلطی ہزاروں غلطیوں کا سبب ہو رہی ہے۔ (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱)

الحاصل مادہ کا قدیم ہونا باطل ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ قدم مادہ کا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ایک صفت خداوندی (قدم) میں دوسرے کو شریک کرنا لازم آتا ہے اور یہ توحید کے خلاف ہے اور اصل الاصول اسلام کی توحید ہی ہے تو جو اہل اسلام سائنس کے مغالطوں میں آکر قدم مادہ کیطرف جھک گئے ہیں وہ اسلام کے متبع نہیں رہے۔

(باقی آئندہ)

چون سرش ببرید شد سوے قصاب   تا اہابش برکند وردم شتاب

یعنی جب اُسکا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تاکہ فوراً جلدی سے اُسکی کھال نکالدے۔ آگے مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری ملجاوے تو اسکو حق تعالے نے اسکے لیے آسان فرمادیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ یا الہی جب آپ نے ہم کو احکام فرماتے ہیں جنکا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہوجاوے تو اچھا ہے تو یا تو اُس شخص کی طرح ہمارے لیے بھی اسکو سہل فرمادیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اُس تقاضے کو ہم پر سے اُٹھا لیجئے۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اے تقاضا گر درون ہمچون جنین   چون تقاضا میکنی اتمام این ۸۵

سہل کن گردان رہ بنما توفیق دہ   یا تقاضا را بہل بر ما منہ

چون ز مفلس زر تقاضا می کنی   زر ببخشش در سرالے شاہ غنی

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر   زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم   بندۂ امر تواند از ترس و بیم

چون مسبح کردۂ ہر چیز را   ذات بے تمیز و با تمیز را

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر گوید و از حال آن این بیخبر
آدمے منکر ز تسبیح جماد وان جماد اندر عبادت اوستاد
بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے بیخبر از یک دگر اندر شکے
چون دو ناطق را ز حال ہمدگر نیست آگہ چون بود دیوار و در
چون من از تسبیح ناطق غافلم چون بداند سبحہ صامت دلم
ہست سنی را یکے تسبیح خاص ہست جبری را ضد آن در مناص ۸۶
سنی از تسبیح جبری بے خبر جبری از تسبیح سنی بے اثر
این ہمی گوید کہ آن ضال است و گم بے خبر از حال او و ز امر قم
وان ہمی گوید کہ این را چہ خبر جنگشان افگند یزدان از قدر
گوہر ہر یک ہویدا مے کند جنس از ناجنس پیدا میکند
قہر را از لطف داند ہر کسے خواہ نادان خواہ دانا یا خسے

لیک لطفے قہر در پنہان شدہ   یا کہ قہرے در دل لطف آمدہ

کم کسے داند مگر ربانیے   کش بود در دل محک جانیے

باقیان زین دو گمانے میبرند   سوے لانہ خود بیک پر مے پرند

علم را دو پر گمان را یک پرست   ناقص آمد زان بہ پرواز ابترست

مرغ یک پر زود افتد سرنگون   باز بر پرّد دو گامے یا فزون

مے فتد مے خیزد آن مرغ گمان   با یکے پر بر اُمید آشیان ۸۷

چون ز ظن وا رست علمش رو نمود   شد دو پر آن مرغ و پرہا واکشود

بعد ازان یمشے سویا مستقیم   نے علے وجہہ مکبا او سقیم

با دو پر برمے پرد چون جبرئیل   بیگمان بے فکرت و بے قال و قیل

گر ہمہ عالم بگویندش توے   بر رہ یزدان و دین مستوی

او نگردد گرم تر از گفتشان   جان طاق او نگردد جفتشان

ور ہمہ گویند او را گمرہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
او نیفتد در گمان از طعن شان	او نگردد دردمند از طعن شان
بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت	گویدش با گمرہی یاری و جفت
ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال	یا بطعن طاعنان رنجور حال
مطمئن و موقن و بے احتیال	کانچنین باشد مگر در کل حال

قبل اسکے کہ ہم حل ابیات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات تبلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ۸۸
تاکہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب وجوب کے موجود ہونے
پر خطاب تقدیری بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ
ہوتا ہے اسکو پیش نظر رکھکر اور اُسکے منشاء پر غور کرکے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات
مخصوصہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب
ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور ان میں علاوہ قواعد عامہ کے
ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعل یا لاتفعل کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں
معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضا ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو
کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب
کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اسکو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اسکی طرف
ہدایت بھی فرمانیے اور اُسکے اختیار کی توفیق بھی عطا فرما دیتے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ
لطف و کرم اسکا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمائیے کہ ہم بدون آپکی امداد کے آپکے احکام کی بجاآوری

سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلسوں (یعنی بدون آپکی توفیق و امداد کے بجا آوری احکام سے قاصر) طلب
سے زر (بجا آوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجا آوری)
عطا بھی فرما دیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام
وتتابع شام و سحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آسکے کیونکہ ہر نظم و قافیہ اور تجنیس
خواہ اُسکا تعلق شام و سحر سے ہو یا اور چیزوں سے بوجہ خوف کے آپکے مطیع حکم ہے (فائدہ
نظم و قافیہ و تجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام و اتساق و تتابع و مجانست و مناسبت ہے
نہ کہ خاص اصطلاح عروض و بدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ سے ہر چیز اور تمام
ذوی العقول و غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنیوالا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپکی عبادت کرتا ہے
خواہ وہ عبادت آپکی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ
ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو
جانتا ہے مگر وہ اسکے عبادت الہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا چنانچہ انسان عبادت جمادات
کا منکر ہے۔ حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے ۸۹
بڑھکر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں انکی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی
جُداگانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی
تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپکی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی
دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی
ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی
ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں
تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا انکو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب
سنو کہ اس سے بھی بڑھکر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری
کی اسکے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اسکی عبادت
ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اسکی طاعت ہونے کی جہت
سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف

نہیں اور امرو نہی فاذر وغیرہ کی دلالت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کرا رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نا اہل اور ضال اور مہتدی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گذرا ہو امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اسکو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جنکے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اوس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی استطرادی تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرقے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ علم و یقین کے
۹۰ تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اوس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اسکے برخلاف صاحب ظن اسقدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اوس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا ہو اور ایک پر والے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہونچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہر مرتبہ ناکام رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور علم و یقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پروں والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پروں کو کھولکر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہونچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اوسکی طرح کمزور ہوتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کیطرح اڑتا ہے نہ وہ مبتلائے ظن ہوتا ہے نہ اوسے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال و جواب کا محتاج ہوتا ہے اوسکی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم ملکر اوس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اوسکی

جد و جہد میں کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور اوسکی یکتا روح اُن سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی وہ ان سے اور انکی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب ملکر اوسے گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ اون کے اس طعن سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور اونکی اس نیزہ زنی کا اوسکو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اُٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی تو شبہہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اوسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہیئے کیونکہ اوسکی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہے اور کبھی بھی اسے کھٹکا نہیں ہوتا۔ جو لوگ صاحب یقین نہین ہیں اونکی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی جسکا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

91 اے تقاضا گر درون ہمچون جنین ۔۔۔ چون تقاضا مے کنے اتمام این

یعنی اے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اسکو پورا کر دیجئے

سہل گردان رہ نما توفیق دہ ۔۔۔ یا تقاضا را بہل بر ما منہ

یعنی سہل فرمایئے اور راہ دکہلایئے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ دیجئے اور ہم پر مت رکھیئے اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجہ لو کہ مصرعۂ "یا تقاضا را بہل بر ما منہ" حالت دلال و ناز کی ہے۔ مولانا پر اسوقت حالت ناز غالب ہے اسلئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یاد رکھو کہ اور کسیکو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑہنا حرام و ناجائز ہے اسلئے کہ ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہاں جسکو حاصل ہو جاوے اسوقت جائز ہے اس سے بھی تیز کہدے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میکنی زر بہ بخشش در سرای شاہ غنی

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اسے شاہِ غنی اوسکو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تاکہ قاعدہ میں گڑبڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مستغنی نہ سمجھ جاوین مگر الگ بلا کر چپکے سے اسکو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یا الٰہی اسیطرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ ۔ لا تقاضا ہوتا ہے تو اسکے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمائیے تاکہ اوسکی تعمیل آسانی سے کرسکیں آپکی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کرسکتے ہیں آگے حق تعالے کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر زہرہ کے دارد کہ آید در نظر ۹۲

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام و سحر میں قافیہ اور نظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ نظم و قوافی کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپکی دین ہے ورنہ بے آپکی قدرت اور بے آپکی دین کے کب کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ اسلئے کہ۔

نظم و تجنیس و قوافی ای علیم بندۂ امر تو اند از ترس و بیم

یعنی نظم اور تجنیس اور قوافی لے علیم سب آپکے حکم کے بندہ ہیں ترس و بیم کی وجہ سے مطلب یہ جسطرح کہ کوئی کسیکا بندہ ترس و بیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسیطرح یہ قوافی وغیرہ سب آپکے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب پر وارد ہوجاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جسقدر افعال اور احوال ہیں سب آپکے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ بے آپکے کچھ ہو ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ

(باقی آیندہ)

وان لعينك عليك حقا
وان لزوجك عليك حقا الخ
متفق عليه كذا في المشكوة
قول الشارح من الاسراف الخ
في الترغيب والترهيب
عن انس بن مالك رض
قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
من الاسراف ان
تاكل كل ما اشتهيت
رواه ابن ماجه.
وابن ابي الدنيا
في كتاب الجوع
والبيهقي وقد صحح
الحاكم اسناده لمتن
غير هذا وحسنه غيره
قوله گفت زاں فصلے حذیفه باحسن
لم ار من صرح بسماع
الحسن عن حذيفة
غير ما في شرح
الاحياء للزبيدي الخ

اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔ اور
تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے۔ روایت
کیا اسکو بخاری نے اسی طرح پر مشکوۃ میں
صاحب کلید کا قول۔ من الاسراف الخ
ترغیب وترہیب میں حضرت انس بن
مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی منجملہ
اسراف کے ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو
کھا لو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور
ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں۔ اور
بیہقی نے اور حاکم نے اس سند کی تصحیح 5
کی ایک دوسرے متن کے لیے اور اوروں نے
اسکی تحسین کی
ف کیونکہ اس کا التزام بعض اوقات موجب
ہوگا ایسے اہتمام پر جس میں حدود کی بھی رعایت
نہ رہے گی اور یہی اسراف ہے
مصرعہ گفت زاں فصلے حذیفہ باحسن۔
میری نظر سے نہیں گذرا کہ کسی نے حضرت
حذیفہ سے حضرت حسن کے سماع کی تصریح کی ہو
بجز اس کے جو زبیدی کے شرح احیاء میں
مسلسلات حافظ ابی مسعود بن سلیمان بن

عن المسلسلات الحافظ	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان
ابی مسعود سلیمان	اصبہانی سے (جنکی انہوں نے نظام الملک کے
بن ابراهیم بن محمد بن	نام پر تخریج کی ہے) منقول ہے زبیدی
ابراهیم بن محمد بن	نے کہا ہے کہ وہ مسلسلات میرے پاس ہیں اور
سلیمان الاصبهانی التی	اسمیں وہ عبارت ہے کہ میں نے ابوالوفاء مہدی
خرجها باسم نظام الملک	بن احمد بن محمد طراز واعظ سے اخلاص کے
قال وهی عندی ما لفظه	متعلق سوال کیا اور حسن بصری کے اس قول تک
سالت ابا الوفاء مهدی	سند بیان کی کہ میں نے حضرت حذیفہ سے
بن احمد بن محمد بن طراز الواعظ	سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے الخ اور اس کے
عن الاخلاص وساق السند	آخر میں اخلاص کی تفسیر اللہ تعالیٰ سے یہ مذکور
الی قول الحسن البصری سالت حذیفة	ہے کہ وہ میرے اسرار میں سے ایک سر ہے
ما هی الاخلاص الخ وفی آخره تفسیر	جسکو اس شخص کے قلب میں ودیعت کرتا
الاخلاص عن الله تعالی قال هو	ہوں جسکو اپنے بندوں میں سے دوست
من سری استودعته قلب من	رکھتا ہوں اھ میں کہتا ہوں کہ ایسے ہونے
احببته من عبادی اھ قلت	صحیفہ سے روایت کرنے کے باب میں کلام
والکلام فی الروایة عن الصحف	معروف ہے لیکن مواعظ اور رقاق کے امثال
معروف ولکنه لا یضر فی امثال المواعظ والرقاق	میں وہ مضر نہیں۔
قول الشارح	**صاحب کلید کا قول۔** حدیثاً حذیفہ
حدیث الخ	مشکوٰۃ میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے
قوله	کہ انہوں نے فرمایا کہ اور لوگ تو رسول اللہ
حذیفه	صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی تحقیق کیا کرتے

فی المشکوۃ
عن حذیفہ
قال کان الناس
یسألون رسول اللہ
صلی اللہ
علیہ وسلم
عن الخیر وکنت اسألہ
عن الشر مخافۃ ان
یدرکنی الحدیث متفق علیہ

قول الشارح
النوم اخو الموت روی
البیہقی فی شعب الایمان عن
جابر مرفوعا النوم اخو الموت
ولا یموت اہل الجنۃ وسندہ
ضعیف کما فی الجامع الصغیر

قول الشارح الدنیا
سجن المومن عن عبد اللہ بن
عمر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا
سجن المومن وجنۃ الکافر
رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ

اور میں اسنے شر کی تحقیق کیا کرتا اس خوف
سے کہ مجھپر آنہ پہونچے۔ الحدیث روایت
کیا اسکو بخاری و مسلم نے قولہ لا صلوۃ
تم الا للحضور رواہ الدیلمی مرفوعًا
لا صلوۃ لمن لا یتخشع کما فی کنز العمال
لا صلوۃ تم الا بحضور القلب دیلمی
نے مرفوعًا روایت کیا کہ اوس شخص کی نماز
(کامل) نہیں ہوتی جو خشوع نہ کرے جیسا
کنز العمال میں ہے۔ پس یہ روایت بالمعنی ہے

صاحب کلید کا قول۔ النوم اخو الموت
بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابرؓ
سے مرفوعًا روایت کیا کہ نوم نظیر ہے موت
کی اور اہل جنت کو موت نہ آوے گی
(اس سے مفہوم ہوا کہ وہ سوویں گے بھی نہیں)
اور سند اسکی ضعیف ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے

صاحب کلید کا قول۔ الدنیا سجن المومن
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دنیا مومن کا جیل خانہ ہے۔ اور کافر کی جنت ہے
روایت کیا اسکو مسلم نے اسی طرح ہے
مشکوۃ شریف میں۔

قول الشارح انا عند
المنكسرة في شرح احياء روى
ابونعيم في الحلية بسنده عن
مالك بن دينار قال قال
موسى عليه السلام يارب
اين ابغيك قال
عند المنكسرة قلوبهم

قال الشارح خيارهم في
الجاهلية عن ابي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم الناس معادن
كمعادن الذهب والفضة
خيارهم في الجاهلية خيارهم
في الاسلام اذا فقهوا
رواه مسلم كذا في المشكوة

قول الشارح اذا سمعتم
عن ابي الدرداء قال بينما
نحن عند رسول الله صلى الله
عليه وسلم نتذاكر ما يكون اذ قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم اذا سمعتم بجبل

صاحب کلید کا قول انا عند المنکسرۃ قلوبہم
شرح احیاء میں ہے کہ ابونعیم نے حلیہ میں
اپنی سند سے مالک بن دینار سے نقل کیا
ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا
اے رب میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں
ان لوگوں کے پاس ڈھونڈو جن کے
دل ٹوٹے ہوئے ہیں +

صاحب کلید کا قول - خیارہم فی الجاہلیۃ
حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بھی معدن
ہیں جیسے سونے اور چاندی کے معدن ہوتے
ہیں جو جاہلیت میں اچھے تھے (باعتبار
اخلاق وغیرہ کے) وہ اسلام میں بھی اچھے
ہیں جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں روایت
کیا اسکو مسلم نے

صاحب کلید کا قول اذا سمعتم حضرت
ابوالدرداء سے روایت ہے وہ فرماتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں ہونیوالی باتوں کا مذاکرہ کررہے
تھے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی پہاڑ کی نسبت سنو

باقی آئندہ

حاشیہ حکایت (۱۵۶) قولہ الزام ہو گیا اقول مولوی فضل حق صاحب کی یہ سلامت فطرت ہے کہ اس الزام کے اخفا۔ کی کوشش نہیں کی ورنہ آجکل تو کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتے ہیں جسمیں مغلوبیت کا پتہ نہ لگے (اشرف)

(۱۵۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مفتی عنایت احمد صاحب مولوی فضل حق صاحب نواب عبداللطیف خان خانپوری شیخ مہدی بخش سہارنپوری (خواجہ احمد حسن سہارنپوری کے والد) یہ سب رنگون ایک جگہ مقید تھے آخر میں سب کی رہائی کا حکم ہو گیا تھا مگر آخر کے تین حضرات رہائی کا حکم آنے تک انتقال کر چکے تھے اور مفتی عنایت احمد صاحب چھوٹ کر آئے تھے۔ مفتی صاحب نے ہندوستان آکر بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بیشک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی ہے یہ میرے انہی اعمال کی سزا ہے میری مولوی اسمٰعیل سے دوستی تھی اور میں بھی انکے ساتھ شہید ہوتا مگر کیا کیجے
۱۶۱ بدایوں والوں نے ابھار کر ان سے بھڑا دیا۔ اور میں علم کے غرہ میں حق کو باطل کرنے پر تل گیا۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور اگر میں رہا ہو گیا تو اپنی توبہ شائع کرونگا اھ خانصاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب سے اس واقعہ کو روایت کرنے والے مولوی سراج احمد صاحب سنبھلی ہیں میں نے مولوی سراج احمد صاحب سے اس قصہ کو سنکر مفتی لطف اللہ صاحب علیگڈھی سے اسکی تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی اسکی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعہ ٹھیک ہی مولوی سراج احمد صاحب اس قصہ میں یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا تھا جس میں اپنے خیالات سے رجوع کیا تھا اور لکھا تھا کہ تم اسکو شائع کرا دینا اھ میں نے مفتی لطف اللہ صاحب سے اسکی بھی تصدیق چاہی مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہیں ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۷) قولہ توبہ کرتا ہوں اقول یہ اعتراف کمال عظیم ہے (اشرف)

(۱۵۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ ایک شہزادہ نے

مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقویت الایمان کا رد لکھا۔ مولوی فضل حق صاحب نے دیکھکر اسکو پھینک
دیا۔ اور بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری کیا حقیقت ہے کہ تم تقویت الایمان کا رد
لکھو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا مقابلہ کرو۔ میں اونکو چھیڑ کر مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پھر تم تو کیا چیز

حاشیہ حکایت (۱۵۸) قولہ میں اونکو چھیڑ کر **اقول** اپنے مقابل کے
کمال کا اعتراف تھوڑی بات نہیں (**رشت**)

(۱۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازیپوری رامپور میں مولوی
فضل حق صاحب سے پڑھتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے۔ اتفاق سے انکے ایک
دوست مل گئے۔ ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں
چلیں تم اونکے (مولانا اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو آج تمہیں تمہارے اُستاد سے ان پر
تبرے سنوائیں گے۔ اونھوں نے کہا چلو جب یہ دونوں وہاں جاکر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید
صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہکر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر
۱۶۲ تبرے سنواونگا۔ مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور
یہ کہکر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرا کروں۔ یہ نہیں
ہوسکتا جو مجھ سے ہوچکا ہے وہ بھی بہکانے سکھلانے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں
ہوسکتا اور یہ کہکر اونکو اپنی مجلس سے اٹھوادیا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۹) قولہ اسمیں بھی مولوی صاحب کا وہی کمال
ثابت ہوتا ہے جو اوپر کی حکایتوں میں ہے (**رشت**)

(۱۶۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے۔
ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپیہ لیکر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لئے
دہلی آئے اتفاق سے روپیہ چوری ہوگئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسیکو اطلاع
نہیں کی اور مکان آکر اپنی کچھ زمین وغیرہ بیچ کی اور ڈھائی سو روپیہ لیکر دہلی پہونچے اور
کیفیت چھپواکر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اسکی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ اونھوں
نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب

امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتوی دکھلادیا مولوی صاحب نے فتوی دیکھکر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پہ ہاتھ رکھکر تو دیکھیں اگر انکو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لیتے جاؤ لیجاؤ اس فتوے کو۔ میں ہرگز روپیہ نہ لونگا۔

حاشیہ حکایت (۱۶۰) قولہ کیا یہ مسائل میرے ہی لئے الخ اقول کیا انتہا ہے تقوے کا (**اشرف**)

(۱۶۱) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھکر دیتا ہے اسکا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور ہمارے سے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اوسکا
۱۶۳ ہدیہ لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۶۱) قولہ جو شخص ہم کو محتاج الخ اقول وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھکر دینا عادۃً ذلیل سمجھکر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جاوے (**اشرف**)

(۱۶۲) خانصاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع میرٹھ میں تھا اوس زمانہ میں انکے مطبع میں مولانا نانوتوی بھی ملازم تھے۔ اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے۔ رندانہ وضع تھی چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے ڈاڑھی چڑھاتے تھے نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی سے اور ان سے نہایت گہری دوستی تھی وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا اونکو نہلاتے اور کمر ملتے تھے مولانا اونکے کنگھا کرتے تھے وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے غرض بہت گہرے تعلقات تھے مولانا کے مقدس دوست مولانا کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اسکی

کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا اور حافظ جی نے مولانا کو جب نہا چکے تو مولانا نے فرمایا کہ حافظ جی مجھ میں اور تم میں دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور ہو اور میرا رنگ اور۔ اس لئے میں بھی تمہاری ہی وضع اختیار کرتا ہوں۔ تم اپنے کپڑے لاؤ میں بھی وہ ہی کپڑے پہنوں گا اور میری یہ ڈاڑھی موجود ہے تم اسکو بھی چڑھا دو۔ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے اتاروں گا نہ ڈاڑھی۔ وہ یہ سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ مجھے اپنے کپڑے دیجئے۔ میں آپ کے کپڑے پہنوں گا اور یہ ڈاڑھی موجود ہے اسکو آپ اتار دیجئے مولانا نے ان کو اپنے کپڑے پہنا دئے اور ڈاڑھی اتار دی اور وہ اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۲) **قولہ** میں بھی تمہاری وضع الخ **اقول** مولانا کو یقین تھا کہ اس فرمانے سے ان پر وہی اثر ہوگا جو کہ ہوا اسلئے اس فرمانے پر اعتراض نہیں ہوسکتا یہ اصلاح کے طریقے ہیں جنکو حکماء ہی سمجھتے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ ایک بی بی ۱۴۲
کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایکبار نوحہ کرنے کی اجازت ہونے کا یہ اثر ہوا کہ اون سے فوراً توبہ کر لی (اشرف)

(۱۴۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی کا قاعدہ تھا کہ سفر میں ہدیہ نہ لیتے تھے ایکمرتبہ ایک شخص نے تنہائی میں کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مولانا سمجھ گئے کہ کچھ دینا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک عرض میری ہے پہلے وہ سن لیجئے میرا معمول ہے کہ میں سفر میں نہیں لیا کرتا۔ اور مصلحت یہ ہے کہ کبھی آدمی کے پاس ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ سفر میں اپنے دوستوں سے ضرور ملاقات ہوتی ہے۔ اب کسی نے پہلے سفر میں کچھ دیا تھا لہذا اس سفر میں اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو یا تو وہ ملنے سے کترا ئیگا یا اگر ملیگا تو جھینپ اور شرمندگی کے ساتھ ملے گا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) **قولہ** مصلحت یہ ہے الخ **اقول** کسی مصلحت سے ہدیہ نہ لینا مخالف سنت کے نہیں جیسے کم فہم سمجھتے ہیں ایسے ہی اور بھی بہت عذر ہیں جنکو صاحب معاملہ سمجھ سکتا ہے البتہ یہ شرط ہے کہ وہ عذر احکام شریعت و طریقت کے خلاف نہ ہو (اشرف)

رات بھر چلتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے تھے۔ آخر قبا میں ایسی حالت میں تشریف لائے کہ پائے مبارک سوجے اور ورم کئے ہوئے اور تلوؤں میں آبلے پڑے ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بلا بھیجا لیکن یہ معلوم ہوتے پر کہ آپ تکلیف کی وجہ سے پیروں سے نہیں چل سکتے خود ہی وہاں تشریف لے آئے اور اپنے چچازاد بھائی کی یہ حالت دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سینہ مبارک سے لگا لیا اور اس تکلیف کا خیال کر کے رونے لگے جو ان کو پیادہ پائی اور راہ نوردی میں اٹھانی پڑی۔ اسکے بعد آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب آبلوں پر لگا دیا جس سے ان کو اسیوقت شفا ہو گئی۔

تمام مورخین اور ارباب سیر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں صرف چار دن قیام فرمایا اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نے قبا میں گیارہ روز قیام فرمایا لیکن صحیح بخاری میں چودہ دن ہے یہاں آپ کا پہلا کام ایک مسجد کی بنیاد رکھنا تھا کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھلائی جاتی تھیں یہیں آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے بھاری بھاری پتھروں ۵۳
کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا عقیدت مند آتے اور عرض کرتے "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں" آپ چھوڑ دیجئے۔ ہم اٹھالیں گے۔ آپ انکی اس درخواست کو قبول فرما لیتے۔ لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔ عبد اللہ بن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جسطرح مزدور کام کرتے وقت تھکن دور کرنے کی وجہ سے گاتے جاتے ہیں وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

أفلح من يعالج المساجدا ✣ وہ شخص کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے

ويقرء القرآن قائما وقاعدا ✣ اور اٹھتے بیٹھتے قرآن شریف پڑھتا ہے

ولا يبيت الليل عنه راقدا ✣ اور رات کو بیدار رہتا ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

ﻋـﮫ قیام قبا کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں بائیس دن مذکور ہیں۔ سیرت مغلطائی۔ صفحہ ۳۳ ۱۲ منہ

یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی ہے اور یہی وہ مسجد ہے جسکی شان میں حق تعالےٰ شانہ نے قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (توبہ)	وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اسمیں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت محبوب ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

قبا میں آپ کی تشریف آوری بارہ ربیع الاول ۱۳ھ نبوی بروز دوشنبہ قریب دوپہر کے ہوئی لیکن اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ آٹھ ربیع الاول ۱۳ھ نبوی (مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) تھی۔ **موسیٰ خوارزمی** نے لکھا ہے کہ جمعرات کا دن تھا۔

چودہ دن کے بعد جمعہ کو آپ مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں قبیلہ بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی
۵۴ نماز وہیں ادا فرمائی نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی۔ تو ہر طرف سے لوگ جوش محبت سے استقبال کے لئے دوڑے آپ کے ننہالی رشتہ دار بنو نجار ہتھیار سے سج سج کر آئے۔ قبا سے مدینہ تک دورویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں جب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور فرط شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	ہم پر چاند نکل آیا! کوہ وداع کی گھاٹیوں سے!

ف؎ ثنیات الوداع کے معنی ہیں "رخصت کی گھاٹیاں"۔ اہل مدینہ مسافر کو رخصت کرنے کے لئے (جو بجانب مکہ جاتا تھا) ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ ثنیات الوداع کہلائیں **قاموس** میں اسیطرح مذکور ہے لیکن بعض اہل لغت اور محدثین نے لکھا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کی جانب واقع ہے نہ مکہ کی جانب اور شعر مذکور آپ کے غزوہ تبوک سے واپس ہونے کے وقت پڑھا گیا تھا۔ اور صحیح بخاری سے بھی ثنیات الوداع بجانب شام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج الحافظ مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے "میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے" ۱۲ منہ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — ہم پر (خدا کا) شکر کرنا واجب ہے،
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ — جب تک (اللہ تعالےٰ) کو کوئی دعا کرنے والا رہے،
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا — اے نبی! جو ہم میں مبعوث ہوتے ہیں،
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ — آپ ایسا حکم لیکر آئے ہیں کہ اسکی اطاعت ضروری ہے،

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ — ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں۔
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ — محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا اچھے ہمسایہ ہیں۔

آپ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟ بولیں "ہاں" آپ نے فرمایا کہ میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ
تشریف لائے تو اسوقت میری عمر آٹھ نو برس کی تھی مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز مدینہ کا
ہر گھر نور و برکت سے معمور اور خوشی اور روشنی سے منور تھا۔ اور وفات شریف کا دن بھی یاد ہے ۵۵
کہ اس روز مدینہ کے ہر گھر میں رنج و غم، ظلمت و تاریکی تھی۔

جس وقت سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو ناواقف لوگ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی سمجھکر سلام کرکے مصافحہ کرتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کا یہ خیال دفع کرنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر چادر تان کر کھڑے ہوگئے تاکہ شبہ رفع ہوجائے۔
شیعہ موٴرخوں نے بھی اس واقعہ ہجرت کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے صاحب حملۂ حیدری[عہ] شیعی لکھتا ہے۔

عہ حملۂ حیدری شیعوں کی معتبر کتاب ہے۔ سلطانی مطبع میں داروغہ مردعلی صاحب کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے اور اسکو شیعوں کے قبلہ و کعبہ نے صحیح کیا ہے اور مولوی سید محمد صاحب نے اسپر حاشیہ وغیرہ لکھا ہے اس کتاب کی مختصر تعریف کتاب کے عنوان پر ان الفاظ میں لکھی ہے۔

عجائب کتابے پُر از نور ہست ✤ کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست
نور سے بھری ہوئی ایک عجیب کتاب ہے — کہ اس کا ہر بیت، بیت معمور ہے
بوفق روایت قدم می زند ✤ براہ درایت قدم می زند
روایت کے موافق قدم رکھتی ہے — درایت کی راہ چلتی ہے
دل سنیان داغدار است ازو ✤ کہ ہندوستان سبزہ دار است ازو
سنیوں کا دل اس سے داغدار ہے — ہندوستان اس سے سبزہ دار ہے

چنین گفت راوی کہ سالار دین — چو سالم بحفظ جہان آفرین
راوی نے بیان کیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) — جب اللہ تعالے کی حفاظت سے

ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت — بسوئے سرائے ابوبکر رفت
اس قوم پُر مکر کے پاس سے چلے — ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مکان کی طرف گئے

پئے ہجرت او نیز آمادہ بود — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
ہجرت کے لئے وہ (ابوبکر رضی) بھی آمادہ تھے — اسلئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکو پہلی ہی سے خبر [دی تھی]

نبی بر در خانہ اش چون رسید — بگوشش صدائے سفر در کشید
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب انکے گھر کے دروازہ پر پہونچے — تو ان کو اطلاع سفر (ہجرت) کی دی

چون بوبکر زان حال آگاہ شد — ز خانہ برون رفت و ہمراہ شد
جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس حال سے آگاہ ہوکر — گھر سے باہر تشریف لائے اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

گرفتند پس راہ یثرب بپیش — نبی کند نعلین از پائے خویش
پس مدینہ منورہ کا راستہ لیا — نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پاؤں سے نعلین مبارک اتار دین

بسر پنجہ آن راہ رفتن گرفت — پئے خود ز دشمن نہفتن گرفت ۵۶
اونھون نے اپنے پیرون کو دشمن سے پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے پنجہ کے بل راستہ طے کیا

چو رفتند چندے بہ دامان دشت — قدومش فلک سائے مجروح گشت
جب میدان میں کچھ دور چلے — فلک کی مانند قدم مبارک زخمی ہوگئے

ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت — ولی زین حکایت ست جائے شگفت
اسوقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ نے) آپکو کندھے پر اٹھا لیا — لیکن اس بات سے جائے تعجب ہے

کہ در کس چنان قوت آید پدید — کہ بار نبوت تواند کشید
اسلئے کہ کس شخص میں ایسی قوت ظاہر ہووے — کہ بار نبوت کو اٹھا سکے

برفتند القصہ چندے دگر — چو گردید پیدا نشان سحر
القصہ کچھ دور چلے — ناگاہ آثار صبح کے نمودار ہو گئے

بجستند جائیکہ باشد پناہ — ز چشم کسان دور و یکسو ز راہ
پناہ کے لئے ایسی جگہ تلاش کی — جو لوگوں کی آنکھوں سے دور اور راستہ سے یکسو ہو

پدیدند غارے دران تیرہ شب — کہ خواندے عرب غار ثورش لقب
اسی جا تاریک رات کی مانند ایک غار دیکھا — کہ اہل عرب اسکو غار ثور کے لقب سے یاد کرتے تھے

گرفتند در جوف آن غار جائے ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
اس غار کے اندر جائے (پناہ) لی — لیکن پہلے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے (اپنا) قدم رکھا

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید قبا را بدرید و آن رخنہ چید
جس جگہ (اس غار میں) سوراخ یا روزن دیکھا — قبا کو پھاڑا اور اس سوراخ کو بند کیا

بدینگونہ تا شد تمام آن قبا یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
اس طریقہ سے وہ قبا ختم ہوگئی — قضا کار ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا

بران رخنہ گویند آن یار غار کف پائے خود را نمود استوار
نقل کرتے ہیں کہ اس سوراخ پر اس یار غار (یعنی ابوبکر) نے — اپنا کف پا مضبوطی سے رکھا

نیامد جز او این شگرف از کسے کہ دور از خرد می نماید بسے
آپکے سوا کسی شخص سے ایسا عجیب خیر کام نہ ظاہر ہوا — بلکہ یہ کام (ایسا ہے) بہت دور از عقل معلوم ہوتا ہے

بغار اندرون در شب تیرہ فام چسان دید سوراخہا را تمام
تاریک رات میں غار کے اندر — روشن دیکھا تمام سوراخوں کو

دران تیرہ شب یک بیک چون شمرد یکے کامد افزون برو پا فشرد ۵۷
(انکو) اس تاریک رات میں جب ایک ایک کرکے گن لیا — ایک زائد آیا اس پر پیر رکھا

نیامد چنین کارے از غیر او بدینسان چو پرداخت از رفت و رو
آپکے علاوہ کسی دوسرے سے ایسا کام نہ ظاہر ہوا — جیسے ہی (ابوبکر غار کے) جھاڑنے صاف کرنے سے فارغ

درآمد رسول خدا ہم بہ غار نشستند یکجا بہم ہر دو یار
رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) غار میں آگئے — دونوں دوست ایک جگہ ملکر بیٹھے

چو شد کار پرداختہ آن چنان رسیدند کفار پیاپے بر آن
جب وہ ایسے کار پرداختہ ہوگئے — تو اون پر لگاتار کافر آپہنچے

در آن دم کف پائے آن یار غار کہ بر روئے سوراخ بود استوار
اس وقت میں اس یار غار کا کف پا — کہ سوراخ کے منہ پر استوار تھا

رسیدش ز دندان مارے گزند در آن درد افغان او شد بلند
ایک سانپ کے دانت سے اسکو صدمہ پہونچا — اس تکلیف میں آپ کی فغاں بلند ہوئی

پیمبر باو گفت آہستہ باش رسیدند اعدا مکن راز فاش
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا چپ رہیے — دشمن آپہنچے راز کو ظاہر نہ کیجئے

بجز غم مگردان صدر را بلند — کہ از زخم افعی نیابی گزند
غم کھائیے شور نہ کیجیے — کہ آپ سانپ کے زخم سے تکلیف نہ پائیںگے

بغار اندرون تا سہ روز و سہ شب — بسر برد آن شہ بہ فرمان رب
تین دن تین رات غار کے اندر — اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس شاہ (یعنی رسول خدا) نے بسر کی

شدے پور بوبکر ہنگام شام — بہ بردے در آن غار آب و طعام
شام کے وقت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا لڑکا جاکر آجاتا تھا — اس غار میں کھانا پانی لیجاتا تھا

نمودے ہم از حال اصحاب شر — حبیب خدائے جہان را خبر
شریر لوگوں کے حال سے بھی — حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگاہ کرتا

نبی گفت پس پور بوبکر را — کہ اے چون پدر اہل صدق و صفا
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے — کو اے باپ کی مانند اہل صدق و صفا

دو جمازہ باید کنون راہ وار — کہ ما را رساند بہ یثرب دیار
اب دو تیز رفتار اونٹ ہونے چاہئیں — کہ ہم کو دیار یثرب میں پہونچادیں

برفت از برش پور بوبکر زود — پے دنبال کارے کہ فرمودہ بود ۵۸
آپ کے پاس سے (اٹھ کر) ابوبکر کا لڑکا — جس کام کے واسطے آپ نے فرمایا تھا جلدی گیا

ہم از اہل دین بود یکے جملہ وار — برو کرد راز نبی آشکار
ایک اونٹوں والا اہل دین سے تھا — اس پر نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا راز ظاہر کیا

ازو جملہ وار این سخن چون شنود — دو جمازہ در دم مہیا نمود
اونٹوں والے نے جب اس سے یہ بات سنی — تو دو اونٹ تیز رفتار اسی دم مہیا کئے

تہی شد از آن قوم آن کوہ و دشت — رسول خدا عازم راہ گشت
اس قوم سے وہ دشت و کوہ خالی ہوئے — رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) عازم راہ ہوئے

بصبح چہارم برآمد ز غار — دو جمازہ آورد پس جملہ وار
چوتھے دن صبح کو غار سے باہر نکلے — دو اونٹ تیز رفتار لایا تھا اونٹوں والا

نشست از بر یک شتر شاہ دین — ابوبکر را کرد با خود قرین
ایک اونٹ پر شاہ دین (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) سوار — آپ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا ہم نشین کیا

برآمد بر آن دیگرے جملہ وار — بہمراہ او گشت عامر سوار
اس دوسرے (اونٹ) پر اونٹوں والا چڑھا — اس کے ہمراہ عامر سوار ہوا

(باقی آئندہ)

روح چہارم اللہ تعالٰے سے محبت رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا

نمبر ا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہونگی اسکو انکی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی ایک وہ شخص جسکے نزدیک اللہ اور اسکا رسول سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اسکو اللہ اور رسولؐ سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جسکو کسی بندہ سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے محبت ہو یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اسوجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا) اور اس (بچا لینے) کے بعد وہ کفر کیطرف آنیکو اسقدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ نمبر ۲ نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہو سکتا جبتک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (یہ حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں)

17 نمبر ۳ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایماندار نہیں ہوتا جبتک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ تمام اہل و عیال سے زیادہ اور تمام آدمیوں سے بھی زیادہ۔ روایت کیا اسکو مسلم نے اور بخاری میں عبداللہ ابن ہشام کی روایت سے یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک مجھکو آپکے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کی برابر آپکی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپنے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ایماندار نہ ہوگے جبتک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو گے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اب تو آپکے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے آپنے فرمایا اب پورے ایماندار ہوئے عمرؓ

ف اس بات کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھو کہ حضرت عمرؓ نے اول غور نہیں کیا تھا۔ یہ خیال کیا کہ اپنی تکلیف سے جتنا اثر ہوتا ہے۔ دوسرے کی تکلیف سے اتنا اثر نہیں ہوتا اسلئے اپنی جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی پھر سوچنے سے معلوم ہوا کہ اگر جان دینے کا موقع آجائے تو یقینی بات ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جان بچا لینے کے لئے ہر مسلمان

اپنی جان دینے کو تیار ہوجائے اسیطرح آپ کے دین پر بھی جان دینے سے کبھی منہ نہ موڑے تو اسطرح سے آپ جان سے بھی زیادہ پیارے ہوئے۔

نمبر ۴ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھسے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبت رکھو اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کو مجھ سے محبت ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

ف اسکا یہ مطلب نہیں کہ صرف غذا دینے ہی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کمالات و احسانات جو بیشمار ہیں اگر کسیکی سمجھ میں نہ آویں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے جس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہی سمجھکر اس سے محبت کرو۔

نمبر ۵ حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا تو نے اسکے لئے کیا سامان کر رکھا ہے (جو اسکے آنے کا شوق ہے) اوسنے عرض کیا کہ میں نے اوسکے لئے کچھ بہت نماز روزہ کا سامان تو کیا نہیں مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ۱۸
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اوسیکے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا (سو تجھکو میرا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ بھی ہوگا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اسپر خوش ہوئے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔

ف اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہو کہ اگر زیادہ عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ و رسول کی محبت سے اتنی بڑی دولت ملجاوے گی (یہ حدیثیں تخریج احادیث الاحیاء للعراقی میں ہیں)

نمبر ۶ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (نماز تہجد میں) ایک آیت میں تمام رات گزار کر صبح کردی اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ۔ یعنی (اے پروردگار) اگر آپ اونکو (یعنی میری امت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو ان پر ہر طرح کا اختیار ہے) اور اگر آپ اونکی مغفرت فرمادیں تو (آپ کے نزدیک

کچھ مشکل کام نہیں کیونکہ) آپ زبردست ہیں (بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں) اور حکمت والے ہیں (گنہگاروں کو بخشدینا بھی حکمت سے ہوگا) روایت کیا اسکو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف شیخ دہلوی نے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس آیت کا مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اپنی قوم کے معاملہ میں اور غالباً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی امت کی حالت حضور حق میں پیش کرکے اونکے لئے مغفرت کی درخواست کی فقط شیخ نے یہ لفظ غالباً احتیاط کے لئے فرما دیا ورنہ دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تو دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے ساتھ کتنی بڑی شفقت ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی امت پر قربان کر دیا۔ اور اونکے لئے دعا مانگتے رہے اور سفارش فرماتے رہے کون ایسا بےحس ہوگا کہ اتنی بڑی شفقت سُنکر بھی عاشق نہ ہو جاویگا۔

نمبر ۷ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (اور تمہاری) حالت اوس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور پھر پروانے گرنے لگے اور وہ انکو ہٹاتا ہے مگر وہ اوسکی نہیں مانتے اور آگ میں دھنسے جاتے ہیں اسیطرح میں ۱۹
تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں (کہ دوزخ میں لیجانے والی چیزوں سے روکتا ہوں) اور تم اوسمیں گھسے جاتے ہو روایت کیا اسکو بخاری نے۔ **ف** دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے اپنی امت کو بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

نمبر ۸ حضرت عباس بن مرداسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا فرمائی آپ کو جواب دیا گیا کہ میں نے اونکی مغفرت کردی بجز حقوق العباد کے کہ (اوس میں) ظالم سے مظلوم کا بدلہ ضرور لونگا (اور بدون عذاب مغفرت نہ ہوگی) آپ نے عرض کیا اے پروردگار اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو (اوسکے حق کا عوض) جنت سے دیکر ظالم کی مغفرت فرما سکتے ہیں مگر اوس شام کو یہ دُعا قبول نہیں ہوئی پھر جب مزدلفہ میں آپکو صبح ہوئی آپ نے پھر وہی دعا کی اور آپکی درخواست قبول ہوگئی پس آپ ہنسے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا

قبول کرلی اور میری اُمت کی مغفرت فرمادی خاک لیکر اپنے سر پر ڈالتا تھا اور ہائے وائے کرتا تھا مجھکو اُسکا اضطراب دیکھکر ہنسی آگئی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسکے قریب بیہقی نے ۔

ف اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حقوق العباد علی الاطلاق بدون سزا معاف ہوجاوینگے اور نہ یہ مطلب ہے کہ خاص حج کرنیسے بدون سزا معاف ہوجاوینگے بلکہ قبل اس دعا کے قبول ہونیکے دو احتمال تھے ایک یہ کہ حقوق العباد کی سزا میں جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑے دوسرا یہ کہ گو جہنم میں ہمیشہ رہنا نہ ہو لیکن سزا ضرور ہو اب اس دعا کے قبول ہونیکے بعد دو وعدے ہوگئے ایک یہ کہ بعد سزا کبھی نہ کبھی ضرور نجات ہوجاوے گی دوسرا یہ کہ بعض دفعہ بدون سزا بھی اس طور پر نجات ہوجاویگی کہ مظلوم کو نعمتیں دیکر اوس سے راضی نامہ دلوا دیا جاویگا۔ **ف** غور کرکے دیکھو آپکو اس قانون کی منظوری لینے میں کسقدر فکر اور تکلیف ہوئی ہے کیا اب بھی قلب میں آپکی محبت کا جوش نہیں اٹھتا **نمبر۹** حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جنمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں اپنی اپنی امت کیلئے مذکور ہیں اور (دعا کیلئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھا اور عرض کیا اے اللہ میری امت میری امت حق تعالےٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور اونسے پوچھو آپکے رونے کا سبب کیا ہے اونہوں ۲۰
نے آپسے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا انکو بتلایا حق تعالےٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا محمدؐ کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپکو آپکی امت کے معاملہ میں خوش کر دینگے اور رنج نہ دینگے روایت کیا اسکو مسلم نے **ف** ابن عباسؓ کا قول ہے کہ آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہونگے اگر آپ کی امت مین سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (در منثور عن الخطیب) اور اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے آپکے خوش کرنیکا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہیگا اے مسلمانو یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر اوس سے بھی محبت نہ کروگے تو کس سے کروگے **نمبر۱۰** حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا جسکا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو شراب نوشی میں سزا بھی دی تھی ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہوکر سزا دیگئی ایک شخص نے کہا اے اللہ اسپر لعنت کر کس کثرت سے اسکو لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسپر لعنت نہ کرو۔ واللہ میرا علم یہ ہے کہ یہ خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے **ف** خدا و رسول سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اسپر لعنت کی اجازت نہیں دیگئی اے مسلمانو ایسی مفت کی دولت جسمیں محنت نہ مشقت کہاں نصیب ہوتی ہے اسکو ہاتھ سے مت دینا اپنی رگ رگ میں اللہ و رسول کی محبت و عشق سما لینا اور رچا لینا یہ حدیثیں مشکوۃ میں ہیں اور ایک منثور کی جسمیں اسکا نام لکھدیا ہے اشرف علی

(باقی آئندہ)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید عوام و خواص افراط و تفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پرفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں یہ ہی کسی نے تو قولی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہونچا کہ اپنے عقائد خراب کر کے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے پڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے انکو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیئے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر بر آن حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا موصوف نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادہر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انکو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالےٰ تمام اشکال حل ہونگے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں۔ قیمت پانچ روپے۔ محصولڈاک آٹھ آنے۔

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کر نیکا عمدہ سفینہ ہے

متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے بہت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس جو حضرات ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدہر ہیں شریعت کو طریقت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کریں اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو وضح ہوجائیگا

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

احادیث تصوّف کی کسوٹی

یعنی

التشرف بمعرفت احادیث التصوّف

آجکل خصوصیت سے تصوف کے بارے میں جو افراط تفریط ہو رہی ہے اسکی اصلاح میں امام العلماء رئیس الاتقیاء محی السنۃ طبیب الملۃ سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدفیوضہم نے ہمیشہ خاص توجہ مبذول رکھی ہے اصول و احکام تصوف ثابت فرما کر منکرین کو انکی تعمیل پر آمادہ کیا کم ہمتوں کیواسطے آسان طریق تجویز کر کے تسہیل مادی ناقصوں کو تکمیل کی طرف توجہ دلائی۔ غلو کرنے والوں کو تعدیل کا امر فرمایا غرض ہر شخص پر مواعظ و مضامین ملفوظات وغیرہ ہر طریقہ کے ساتھ حجت تمام کر دی جیسا کہ حضرت مولانا موصوف دام ظلہم العالی کی تصانیف سے مستفید ہونے والے حضرات پر خوب روشن ہے۔ خاصکر جن لوگوں نے التکشف اور تربیۃ السالک کلید مثنوی اور مواعظ کو دیکھا ہوگا اونکے سامنے کسی کتاب کی خوبی بیان کرنیکے نتے اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ مولانا موصوف کی تصنیف ہونا ثابت کر دیا جائے۔

اسوقت یہ ایک نئی تالیف چھپی ہے! اسلئے شائقین کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے علامہ موصوف نے اس مرتبہ کتاب میں تصوف سے تعلق رکھنے والی حدیثوں کی تحقیق فرمائی ہے جس سے حدیثوں کا صحیح ہونا معلوم ہو کر منکرین تصوف کا انکار کافی ہو جاتا ہے اور جو روایت درصل حدیث نہ تھی بلکہ کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کر دیا ہے اسکی اصلیت ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ بزرگوں کا یہ قول فلاں دلیل شرعی سے ثابت ہے صل کتاب عربی میں ہے۔ دوسرے کالم میں خود حضرت مولف سلمہ ہی کا ترجمہ ہے اس صورت سے ہر طبقہ کے لیے نفع عام اور تام ہو گیا ہے۔ اس نایاب ذخیرہ کو شائقین تصوف جلد از جلد منگا کر حرز جان بنائیں اور منکرین تصوف بھی ضرور اسکو ملاحظہ کر کے اپنی علمی و عملی غلطی کو زائل کریں۔ ضخامت ۱۰۹ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔ محصولڈاک چار آنے۔

المشتھر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ على الناس على مكث ونزلناہ تنزيلاً

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حال ضرر باشد بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی و پس باتباع النص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۲ | بابت ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ء | نمبر ۸

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے مطالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی و بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل اعتبارات و کلید مثنوی و تشرف و حیوٰۃ المسلمین و سیر الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و باداراۂ محمد عثمان عامی و در مطبع

محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی نیز بزرگ نور بصد میگردد

لہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث افضل بیننا کتاب شد قضی بالرحمہ ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ ہجری

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب سلمہٗ	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۵
۳	کلید مثنوی	تصوف	.. ..	۱۹
۴	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.. ..	۲۷
۵	امداد الروایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب بمعہ حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۱
۶	حیوٰۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۴۳

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ معین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بجائے تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے۔ (مکرر)

(۴) سوائے ان صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جاتا ہے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپیہ دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور تحریر کا وی۔ پی بھیجیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم وسوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر ہر ایک کی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک۔

راقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

تو انھوں نے حضرت اُبَیّ سے (شکایتاً) کہا کہ میں نے آپ سے اسوقت ایک بات دریافت کی تھی۔ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ کہنے لگے آج تم نے ہمارے ساتھ جمعہ ہی نہیں پڑھا انھوں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ حضورؐ تو خطبہ پڑھ رہے تھے اور تم باتیں کرتے تھے (یہ سنکر) عبداللہ بن مسعود کھڑے ہوگئے اور اسیوقت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس قصہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اُبَیّ سچ کہتے ہیں ان کا کہنا مانو۔

اسکو ابو یعلے نے بسند جید اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کیا تھوڑی بیہودہ اور بیکار حرکت ہے کہ تم امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کو کہو "خاموش" اسکو طبرانی نے بسند صحیح موقوفاً روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اگر گھر میں خوشبو ہوئی تو وہ بھی لگائی اور جو اچھے کپڑے میسر تھے وہ پہنے (اور مسجد میں جمعہ کی

۲۵ نماز کے لئے گیا) اور نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگیں اور خطبہ کے وقت بے فائدہ باتیں نہ کیں تو یہ اسکے لئے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا اور جس نے باتیں بھی کیں اور لوگوں کی گردنیں بھی پھلانگیں تو اسکا یہ جمعہ (جمعہ نہ رہے گا بلکہ) ظہر ہوجائے گا اور جمعہ کے ثواب سے محروم رہے گا)۔

اسکو ابوداؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بروایت عمرو بن شعیب عن عبداللہ بن عمرو روایت کیا نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابوہریرہ پہلے کی طرح روایت کیا اور یہ پہلے گذر بھی چکی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز میں تین قسم کے آدمی آتے ہیں۔ ایک تو وہ شخص کہ جو آتا ہے اور (خطبہ کے وقت) بیہودہ گوئی کرتا رہتا ہے اسکے حصہ میں تو بس یہ باتیں ہی آتی ہیں (اور جمعہ کا ثواب وغیرہ کچھ نہیں ملتا) دوسرا وہ شخص کہ جس نے آکر (اچھی طرح نماز ادا کی اور پھر) دعا مانگی۔ تو اسنے (اپنا فرض ادا کرکے) اللہ سے دعا کی ہے اگر چاہیں قبول کرلیں اور دیدیں اور اگر چاہیں نامنظور کردیں اور

نہ دیں تو یہ وہ شخص ہے کہ جو خاموشی کے ساتھ آیا اور کسی مسلمان بھائی کو تکلیف نہ دی گردنیں نہ پھلانگیں تو یہ جمعہ اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اور تین دن اور زائد تک کے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاوے گا کیونکہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسکو دس گنا ثواب ملتا ہے۔

اسکو ابوداؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

اس سے پہلے حضرت علیؓ کی روایت میں آچکا ہے کہ جو شخص امام سے قریب ہو کر بیٹھا۔ اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا اور کوئی بیکار کام نہ کیا تو اسکو دو حصے اجر کے ملینگے الحدیث۔

بغیر عذر نماز جمعہ چھوڑنے پر ترہیب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلا عذر نماز جمعہ چھوڑنے والے کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شخص کو کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاوے اور میں خود جا کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو
۲۰ بلا عذر جمعہ چھوڑتے ہیں۔

اسکو مسلم اور حاکم نے علی شرط الشیخین روایت کیا۔

حضرت ابوسعید کی حدیث باب الطعام میں پہلے گذر چکی ہے اسکے اندر آیا ہے کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اسکو جمعہ کے لئے سعی کرنی چاہیے اور جو شخص کھیل کود یا کاروبار میں لگ کر جمعہ سے بیخبر ہو گیا تو اللہ پاک اس سے بے خبر اور مستغنی ہو جاینگے اور اللہ پاک تو تمام عالم سے بے نیاز اور قابل ستائش ہیں۔

اسکو طبرانی نے روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ اپنے اس ممبر پر کھڑے ہو نے فرما رہے تھے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ تو اللہ پاک انکے دلوں پر مہرین لگا دینگے اور پھر وہ غافلین میں سے ہو جاینگے (اور برکات جمعہ سے محروم ہو کر مستحق عذاب ہونگے)

اسکو مسلم ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا۔ نیز ابن خزیمہ نے بلفظ ترکھم بروایت ابوہریرہؓ

اور ابوسعید خدری روایت کیا۔

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے سستی سے تین جمعے چھوڑ دیے اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دے گا۔

اسکو امام احمد ابوداؤد و نسائی نے اور ترمذی نے تحسین کے ساتھ اور ابن حبان و ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا اور حاکم نے روایت کر کے علی شرط المسلم تصحیح کی۔ اور ابن حبان و ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے تین جمعے چھوڑ دے وہ منافق ہے اور ایک روایت کو رزین نے ذکر کیا ہے اسمیں ہے کہ ایسا شخص اللہ کی امان سے نکل گیا مگر یہ روایت اصول میں نہیں ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین مرتبہ بغیر ضرورت جمعہ چھوڑ دے اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دینگے۔

اسکو امام احمد نے باسناد حسن روایت کیا نیز حاکم نے روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔

۴۷ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بغیر عذر کے تین جمعے چھوڑ دئے وہ منافقین میں سے لکھا جائے گا۔

اسکو طبرانی نے کبیر میں بروایت جابر جعفی نقل کیا اسکے اور شواہد بھی ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ باز آجائیں کہ جو جمعہ کی اذان سنتے ہیں اور پھر نماز کو نہیں آتے ورنہ تو اللہ پاک انکے دلوں پر مہریں لگا دینگے اور پھر وہ غافلین میں سے ہو جائینگے۔

اسکو طبرانی نے کبیر میں باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خبردار کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص تم میں سے ایک دو میل پر بکریوں کا ریوڑ جمع کرے اور چارہ کی تنگی کی وجہ سے خود بھی دور جنگل میں چلا جاوے اور پھر جمعہ آئے اور وہ شریک نہ ہو اور پھر جمعہ آئے اور وہ شریک نہ ہوتی کہ اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دے گا اور وہ غافل ہو جاوے۔

اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص (کسی کاروبار کی ضرورت سے) مدینہ سے ایک میل کی مسافت پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے پھر دوبارہ فرمایا دیکھو! کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے پھر سہ بارہ فرمایا خبردار! کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے حتیٰ کہ اسکے قلب پر اللہ پاک مُہر لگادیں۔

اسکو ابو یعلےٰ نے باسناد لین روایت کیا۔ نیز ابن ماجہ نے انہی جابر سے باسناد جید مرفوعًا روایت کیا ہے کہ جس نے بغیر ضرورت کے جمعہ چھوڑا اللہ پاک اسکے قلب پر مہر لگادینگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے تین جمعے پے درپے چھوڑ دیے اُس نے اسلام کو پس پشت ڈالدیا۔

اسکو ابو یعلےٰ نے موقوفًا باسناد صحیح روایت کیا۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۲۱
کہ (کبھی ایسا نہ ہو کہ) تم میں سے کوئی شخص جنگل چرنے والے جانور کے لے اور (پہلے تو) جماعت میں شریک ہوتا رہے مگر پھر وہ (چارہ کی قلت کی وجہ سے) ان جانوروں سے تنگ آجائے اور خیال کرے کہ میں کسی اس سے زیادہ گھاس والے جنگل میں چلا جاتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ ایسا ہی کرے اور مدینہ سے منتقل ہو جائے اور دُور کے باعث صرف (آٹھویں روز) جمعہ کیلئے آئے (اور جماعت میں آنا چھوڑ دے) پھر اسکے بعد بھی وہ جانور اسپر بھاری رہیں اور اس خیال کو لیکر کسی دوسرے اس سے زیادہ گھاس والے جنگل میں منتقل ہو جائے اور پھر نہ جمعہ میں شریک ہو اور نہ جماعت میں اور اللہ پاک اسکے قلب پر مُہر لگادیں۔

اسکو امام احمد نے عمر بن عبداللہ آزاد کردہ غلام غفرہ کی روایت سے نقل کیا۔ امام احمد کے نزدیک یہ ثقہ ہیں اسی کے ہم معنی حدیث ابن خزیمہ اور ابن ماجہ کے ہاں بروایت ابو ہریرہ گذر چکی ہے۔

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے سُنا۔ اور ان جیسا آدمی تو میں نے صحابہ میں کوئی دیکھا ہی نہیں۔ فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہیں آیا پھر دوسری مرتبہ اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہ آیا۔ پھر تیسری مرتبہ اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہ آیا (یعنے تین جمعے برابر بغیر عذر چھوڑ دیئے اور نماز نہیں پڑہی) تو اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دینگے اور اسکا دل (اسکی اس سرکشی اور بدکرداری کی وجہ سے) منافقوں کا سا بنا دینگے۔

اسکو بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایکمرتبہ (آپ سے) ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو نماز تہجد پڑہتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔

ف۔ قرن اول میں جمعہ اور جماعت کو ترک کرنا منافقوں کا شعار اور انکی امتیازی خصائص میں سے تھا اور اسکی پابندی اسلام اور مسلمانوں کا شعار اور امتیاز خصوصیت تھی۔ لہذا
۲۹ صحابہ عموماً بغیر عذر تارک جمعہ اور جماعت کو منافق اور شدید ترین گنہگار خیال کرتے تھے اور اسکے دوسرے اچھے کاموں پر بھی اعتماد نہ ہوتا تھا کیونکہ جو شخص جمعہ اور جماعت کا پابند نہیں ہو سکتا وہ دیگر ضروریات دین کی کیا پابندی کر سکتا ہے یہ اسلامی شعائر ہیں ان کا بقا اسلام اور اسلامیت کا بقا ہے۔

جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن سورہ کہف وغیرہ پڑھنے کی ترغیب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے روز سورہ کہف تلاوت کی اسکے لئے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (ہفتہ بھر) نور الٰہی کی ایک روشنی رہے گی۔

اسکو نسائی اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح

روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔

اور دارمی نے اپنی مسند میں حضرت ابوسعید سے موقوفاً روایت کیا اسکے الفاظ یہ ہیں کہ جس شخص نے شب جمعہ میں سورہ کہف تلاوت کی اسکے لئے یہاں سے لیکر بیت العتیق تک سب نور سے منور ہو جائے گا۔ اور سوائے حاکم کے اور تمام مذکورین کی اسنادوں میں ابوہاشم یحییٰ بن دینار رمانی ہیں جنکی اکثروں نے توثیق کی ہے اور باقی اسناد کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اور حاکم کی تصحیح کردہ روایت میں نعیم بن حماد ہے۔ انکے اور ابوہاشم کے متعلق گفتگو آئندہ آویگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے سورہ کہف جمعہ کے روز تلاوت کی اسکے لئے قدموں سے لیکر آسمان تک نور ہی نور ہو جائے گا اور قیامت کے روز اسکے واسطے یہ روشنی (مشعل راہ) ہوگی اور ہر دو جمعوں کے درمیان جو کچھ خطا قصور ہوا ہوگا سب معاف ہو جائے گا۔

اسکو ابوبکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا۔ انکی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ۴

تمت

ہزاراں ہزار شکر پروردگار کو ہے کہ اسکی حسن توفیق سے کتاب الجمعہ ختم ہوئی اور اب کتاب الصدقات شروع ہوتی ہے۔ فقط۔ (مدیر)

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے

ترویج شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے بہت افراد اہل سلوک کو دافع شبہات وشکوک ہے اسرار ومعارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدق حدیث رحمانی ہے۔ کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں شریعت کو طریقت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے قیمت تین روپے چار آنے۔ محصولڈاک ۔

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

کتاب الصدقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی الہمنا فجورنا وتقوٰینا وبشرنا بالفلاح علی تزکیتنا انفسنا وصلی اللہ علی افضل الرسل الذی ارسل علی کافۃ الانام لیعلمنا اصول التقوی وفروعہ یسھل علینا الفوز الی مطلوبنا وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

امابعد جاننا چاہیے کہ ارکان اسلام جو اکثر احادیث میں وارد ہیں اُن میں بعد کلمہ توحید اور نماز پنجگانہ زکوۃ کو بیان فرمایا گیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ جو نماز اور زکوۃ میں فرق کریگا اس سے ضرور قتال کرونگا چنانچہ جناب نے منکرین زکوۃ سے بعد حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بشرکت تمام صحابہ جہاد کیا اس سے معلوم ہوا کہ ارکان اسلام میں سے زکوۃ بھی رکن اعظم ہے اور اکثر واعظین ومبلغین بھی ترغیب صدقات وغیرہ کے بیانات مجتمعہ کے شایق ہیں لہذا الشاویۃ التہذیب کے بیان صدقہ وزکوۃ کو علیحدہ کرکر شائع کرتا ہوں تاکہ شائقین کو اسکے لینے میں سہولت ہو وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

زکوۃ ادا کرنے کی ترغیب اور اسکی فرضیت کی تاکید

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے (۱) شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور

محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اُسکے رسول ہیں (یعنے صدق دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہنا) (۲) نماز پڑہنا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج بیت اللہ کرنا (۵) رمضان شریف کے روزے رکہنا۔ اسکو بخاری مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

حضرت ابوہریرۃ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ میں فرمایا قسم ہے اس ذات (وحدہ لاشریک) کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اسیطرح قسم کھائی اور پھر سر جھکا لیا ہم سب نے بھی سر جھکا لیا اور سب رونے لگے اور (اسقدر محویت ہوئی کہ) ہمیں کچھ پتہ نہیں رہا کہ آپ نے کس بات پر قسم کھائی (اور اسکے بعد کیا فرمایا) حتیٰ کہ آپ نے سر مبارک اٹھایا تو چہرۂ انور پر فرحت وسرور کے آثار تھے (ہم بھی خوش ہوگئے اور) آپکی یہ خوشی اور مسرت ہمارے واسطے سُرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھی (جس طرح حضور کا رنج والم اور گردن جھکا لینا گران تھا۔ اسیطرح آپ کی مسرت اور خوشی دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز تھی) آپ نے فرمایا جو کوئی اللہ کا بندہ
۲ (پابندی سے) پانچوں وقت کی نماز پڑہتا رہے۔ رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ساتوں کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اللہ پاک ضرور اسکے لئے (قیامت) کے روز) جنت کے دروازے کھول دیگے اور فرمائیگے جاؤ مزے سے جنت میں چلے جاؤ (سبحان اللہ یہی ہو شاید وہ خدا کی بے پایان رحمت جسپر حضور نے قسم کھائی)

ف ساتوں کبیرہ گناہ کی تفصیل حدیث صحیحین میں بروایت ابوہریرہ یہ ہے۔ شرک، سحر، قتل ناحق، سُود کھانا، یتیموں کا مال کھانا، جہاد میں سے پشت پھیر کر بھاگنا، پاکدامن ایماندار عورتوں پر تہمتیں لگانا۔ گناہ کبیرہ کی مقدار صرف یہی نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث میں زنا، شراب خوری، والدین کی نافرمانی جھوٹی قسم وغیرہ اور بہت سے گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے لہذا اقرب الی التحقیق اور قرین ثواب یہ ہے کہ وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں جنکو احادیث میں کبیرہ کہا گیا ہے یا انکی شان کبائر کی سی بیان کی گئی ہے۔ گناہ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف وتعیین میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں ہر گناہ اپنے مافوق کے امتیاز سے صغیرہ اور ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے تاہم فرق ضرور ہے بہرصورت یہ مقام اسکی تفصیل کا نہیں اسکے متعلق مستقل کلام آئیگا

اسکو نسائی نے روایت کیا۔ یہ الفاظ انہی کے ہیں۔ اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا نیز حاکم نے روایت کرکے تصحیح کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبیلہ تمیم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول! میں اچھا مالدار کثیر العیال شہری شخص ہوں اب آپ مجھے تبلائیں کہ میں کیا کروں اور کس طرح خرچ کروں؟ (کتنا کتنا کس کس کو دوں) حضور نے فرمایا (اول تو) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو کیونکہ یہ زکوٰۃ طہارت (مال) ہے تم گناہوں سے تم کو پاک کردیگی۔ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو (ہر صاحب حاجت کو جسقدر اسکا حق ہو ادا کرو) مساکین اور سائلین اور ہمسایہ کے حقوق کا بھی خیال رکھو الحدیث۔ (یعنے اللہ پاک نے تمہارے مال میں جسقدر لوگوں کے حقوق متعین کردیے ہیں۔ جیسے اہل وعیال کے اور جو غیر متعین ہیں مثلاً مساکین و سائلین وغیرہ کے سب ادا کرو) اسکو امام احمد نے روایت کیا انکی سند کے رجال صحیح ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۳ ہے کہ یہ پانچ باتیں ہیں جس نے ان پر ایمان رکھتے ہوئے (یعنے مسلمان ہوتے ہوئے) عمل کرلیا ضرور جنت میں داخل ہوجائیگا (۱) پابندی کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز ادا کی، انکے اوقات آداب وضو اور آداب رکوع و سجود کی پوری رعایت کی (۲) رمضان شریف کے روزے رکھ لئے۔ (۳) اگر استطاعت تھی تو حج بھی کیا (۴) اور ٹھنڈے دل سے (خوشی کے ساتھ) مال کی زکوٰۃ ادا کی الحدیث (پوری حدیث ضرورت سے زائد تھی لہذا بقدر ضرورت نقل کرکے بقیہ کو چھوڑ دیا۔ پانچویں چیز اسی حصہ میں مذکور ہوگی) اسکو طبرانی نے کبیر میں بسند جید روایت کیا پہلے بھی آچکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا ایک روز صبح کو چلتے چلتے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل پاس آگیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل تبلا دیجئے جو جنت میں پہونچا دے اور دوزخ سے دور رکھے۔ حضور نے فرمایا (فی الواقع تو) تم نے بہت بڑی (اور گراں) بات دریافت کی ہے (مگر) وہ سہل بھی ہوجاتی ہے جسپر اللہ پاک سہل فرمادیں (خیر سنو!) صرف اللہ پاک کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ بیت اللہ کا حج

کروا لحدیث۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا۔ نیز ترمذی نے روایت کرکے تصحیح کی اور نسائی ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور باب الصمت میں یہ حدیث انشاء اللہ پوری آئے گی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا زکوٰۃ اسلام کا پل ہے (بغیر اسپر گذرے ہوئے اسلام تک پہونچنا دشوار ہے) اسکو طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں روایت کیا۔ روایت کبیر میں ابن لہیعہ راوی ہے نیز بیہقی نے روایت کیا انکی روایت میں بقیۃ بن الولید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتوں پر میں قسم کہاتا ہوں (وہ ضرور پوری ہوکر رہے گی) (۱) جسکے پاس اسلام کا کچھہ بھی حصہ ہے اسکو اللہ پاک کبھی اس شخص کے مانند نکرینگے جسکے پاس کچہہ بھی نہیں۔ اسلام کے تین حصے (یہ) ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ (بقیہ دوسری احادیث میں مذکور ہیں) (۲) جسکو اللہ پاک دنیا مین دوست بنالینگے اسکو قیامت کے روز دوسرے کے سپرد نہ کرینگے (بلکہ اس روز بھی اسکو اپنی ہی حمایت ولایت میں رکھیں گے) الحدیث (تیسری بات حدیث کے بقیہ حصہ میں ہے جسکو مصنف نے زائد از ضرورت سمجھکر چھوڑ دیا) اسکو امام احمد نے بسند جید روایت کیا۔ ۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ایک مرتبہ حاضرین سے فرمایا تم مجہسے چھہ چیزون کا وعدہ کرلو اور ذمہ وار بنجاؤ میں تمہارے داسطے جنت کا ذمہ دار بنجاؤنگا میں نے عرض کیا حضور وہ کیا ہیں فرمایا نماز، روزہ، دیانتداری، (کی پابندی کرو) پیٹ، زبان، شرمگاہ، (کی حفاظت کرو)

اسکو طبرانی نے ایسی سند سے بیان کیا ہے جسمین کچہہ مضائقہ نہیں۔ نیز اسکے اور بہت سے شواہد ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ اسلام (ایمان) ایک حصہ ہے۔ نماز ایک حصہ ہے۔ زکوٰۃ ایک حصہ ہے۔ روزہ ایک حصہ ہے۔ حج بیت اللہ ایک حصہ ہے۔ امر بالمعروف ایک حصہ ہے۔ نہی عن المنکر ایک حصہ ہے جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے اور نامراد ہے وہ شخص جسنے انمیں سے ایک حصہ بھی حاصل نہ کیا۔

اسکو بزار نے مرفوعاً روایت کیا انکی روایت میں یزید بن عطا یشکری ہے۔ نیز ابو یعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا یہی زیادہ صحیح ہے اسکو دارقطنی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے اسکے متعلق آپ کا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا مال کے شر سے بچ گیا۔

اسکو طبرانی نے اوسط میں انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز ابن خزیمہ نے روایت کیا حاکم نے مختصراً اس طرح روایت کیا کہ "جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی تو تم اسکے شر سے محفوظ ہوگئے" اور علے شرط المسلم تصحیح کی۔

ف زکوٰۃ حب مال اور اُسکے شر کو باطل اور بے اثر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ سے محفوظ بناؤ، اپنے مریضوں کا صدقہ سے علاج کرو، اور بلاؤں اور
5 مصیبتوں کی موجوں کا تضرع الی اللہ سے مقابلہ کرو۔ اسکو ابوداود نے مراسیل میں روایت کیا نیز طبرانی اور بیہقی وغیرہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً متصلاً روایت کیا۔ لیکن مرسل اشبہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردیجاوے وہ اگرچہ سات زمینوں کے نیچے ہو تب بھی کنز (خزانہ) نہیں اور جس مال کی زکوٰۃ نہ ادا کیجاوے وہ اگرچہ کھلم کھلا ہو تب بھی خزانہ (کنز) ہے۔

ف کنز (خزانہ) مال مدفون کو کہتے ہیں اللہ پاک قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ **ترجمہ**۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اُسے اللہ کے راستے میں (بھی) نہیں خرچ کرتے انکو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے جس روز کہ اس سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور پھر (جب خوب تپ جائیگا تو) اس سے انکے چہروں اور پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دئے جائینگے (اور کہا جائیگا) یہ وہی (مال) ہے جسے

تم نے (دنیا میں) اپنے لئے جوڑ جوڑ کر رکھا تھا (اور اللہ کے راستے میں بھی نہیں خرچ کیا تھا) اب اپنے جمع کردہ خزانہ کا مزہ چکھو۔

ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً سونے چاندی کا جوڑنا اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا موجب وبال عظیم اور باعث عذاب الیم ہے چنانچہ ابوذر جیسے زہاد امت کا یہی مسلک تھا اور نقد سونا چاندی وہ خود بھی نہ رکھتے تھے اور دوسرے رکھنے والوں کو سختی سے منع کرتے تھے لیکن اکثر صحابہ وعلمائے امت اسکا مصداق وہ مال قرار دیتے ہیں کہ جسمیں سے زکوۃ وغیرہ حقوق واجبہ نہ ادا کئے جائیں خواہ اسکو بطریق خزانہ زمین میں دفن کیا جائے یا نہیں اور جس مال کی زکوۃ ودیگر حقوق واجبہ ادا کر دئے جائیں۔ اگرچہ وہ زمین ہی کے اندر مدفون ہو تب بھی اس کنز اور اس آیت کا مصداق نہیں۔ اسیکو حدیث مذکورہ بالا میں حضرت ابن عمر بیان فرماتے ہیں اور ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ سے زکوۃ مراد لیتے ہیں۔

بعض حضرات صحابہ اس آیت کا مصداق ان رشوت خور بنی اسرائیل علماء کو قرار دیتے ہیں جنکا ذکر اس سے اوپر کی آیت میں ہے بقرینۂ سیاق اور مسلمانوں کو اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیتے واللہ اعلم۔ ۲

حدیث بالا کو طبرانی نے اوسط میں مرفوعاً روایت کیا دوسرے لوگوں نے اسکو ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے نماز پڑھو زکوۃ دو (روزے رکھو جیسا کہ دوسری احادیث میں آتا ہے) حج اور عمرہ کرو اور (بقیہ احکام شرعیہ پر) مستقیم اور ثابت قدم رہو تمہاری حالت دنیا اور آخرت میں درست رہے گی۔

اسکو طبرانی نے تینوں کتابوں میں روایت کیا۔ انشاء اللہ اسکی سند جید ہے۔ عمران قطان صدوق ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! مجھے ایسا عمل بتلائیے جو جنت میں لیجائے حضور نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو زکوۃ دو (روزے رکھو) صلہ رحمی کرو۔

اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا چوتھا وعظ

مسمی بہ

دعا کے شرائط

منتخب از مہمات الدعا وعظ دوم دعوات عبدیت

حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ط ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ ترجمہ۔ اور فرمایا تمہارے رب نے کہ دعا مانگو مجھ سے میں قبول کرونگا جو لوگ تکبر کرتے ہیں مجھ سے دعا مانگنے سے بہت قریب دوزخ میں ذلیل ہو کر جائینگے۔

اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) اس آیت کے مضمون ہی سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ آج کے وعظ کا مقصود دعا کے متعلق ضروری باتوں سے آگاہ کرنا ہے اور شاید کسیکو یہ خیال ہو کہ ہم تو دعا کیا کرتے ہیں اور دعا کی ضرورت وغیرہ کو جانتے ہیں پھر دعا کے بارہ میں کیوں تنبیہ کیجاتی ہے کیونکہ تنبیہ تو اس کام میں ضروری ہے جسکو دوسرا آدمی جانتا نہ ہو یا کرتا نہ ہو۔ سو ضرورت تنبیہ کرنے کی اسلئے ہے کہ جب دعا کے طریقہ اور ادب جاننے پر بھی اسکے ساتھ غفلت کا برتاؤ ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں نہ جانی ہوئی چیزوں سے بھی بڑھکر غفلت ہے۔ کیونکہ جو چیزیں معلوم نہیں ہیں انمیں تو صرف ناواقفی کیوجہ سے غفلت ہے اسکا دور کرنا آسان ہے اور جانی ہوئی چیزمیں جب ایسا معاملہ کیا جائے تو وہ غفلت بہت بڑی ہوئی ہوگی اور غفلت کرنا اگرچہ تمام عبادتوں میں برا ہے مگر دعا میں غفلت کرنا تو بہت ہی برا ہے اسلئے کہ دعا سے صرف مقصود یہی ہے کہ اپنے مولا کے سامنے عاجزی کیجائے اور اپنی حاجت ظاہر کیجائے پس جب زبانی دعا کی کہ نہ ہمیں اپنی عاجزی کا خیال کیا اور نہ خدا تعالیٰ کا خوف دلمیں بٹھایا تو یہ دعا کیا ہوئی یہ تو رٹا ہوا سبق سا پڑھ دیا اس بے توجہی کی مثال تو ایسی ہوئی جیسا کوئی شخص کسی حاکم کے ہاں عرضی دینا چاہے اور جس طور پر عرضی

پیش کرے کہ حاکم کی طرف پیٹھ کرے اور منہ اپنا کسی یار دوست کی طرف کرکے عرضی کو پڑھنا شروع کرے کہ دو جملہ پڑھ لئے پھر یار دوست سے ہنسی مخول کرنے لگے پھر دو جملے پڑھ لئے اور اُدھر مشغول ہوگئے اب سوچ لینا چاہیئے کہ حاکم کی نظر میں ایسی عرضی کی کیا قدر ہو سکتی ہے بلکہ اُلٹا یہ شخص سزا کے قابل ٹھیرایا جائیگا۔ بس یہی معاملہ ہے دُعا کا۔ دُعا میں جبتک پوری طرح دل نہ لگاتے اور عاجزی نہ کرے وہ دعا دعا نہیں خیال کیجا سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دل کی حالت کو دیکھتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دلوں کو دیکھتے ہیں۔ غرض یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی کہ دُعا میں دل لگانا اور عاجزی کرنا ہی مقصود ہے اگر بغیر دل لگائے بھی کسی کی دعا قبول ہوجائے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کا یونہی احسان ہے یہ قبولیت دُعا کے اثر سے نہیں ہے۔ دعا میں جبتک دل نہ لگایا جاوے اس وقت تک وہ دعا نہیں

(۲) اللہ پاک نے اس آیت میں بڑے زور شور کے ساتھ دعا کا مضمون بیان فرمایا ہے چنانچہ شروع ہی میں فرمایا کہ تمہارے پالنے والے نے فرمایا ہے اسمیں اشارہ ہے دُعا کے قبول کرلینے کی طرف اس طور پر چونکہ ہم ہمیشہ سے تمہاری پال پرورش کرتے آئے ہیں یہانتک کہ تمہارے بلا مانگے بھی تمہاری پرورش کی ہے تو کیا مانگنے پر تمہاری عرض کو قبول نہ کرینگے ضرور قبول کرینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اول تو ماں کے پیٹ میں پرورش کی اسکے بعد پیدائش کے بعد کی حالت غور کرنے کے قابل ہے کہ یہ حالت ایسی تھی کہ ہم کو کسی قسم کی تمیز اور ہوش اسوقت نہ ہوا تھا اس حالت میں اگر تمام دنیا کے عقلمند اکٹھے ہو کر صرف اتنی ہی تدبیر کرنا چاہیں کہ بچہ دودھ پینا سیکھ جاتے تو ہرگز وہ قیامت تک نہیں سکھا سکتے یہ اسی قدرت والے کی رحمت اور عنایت ہے کہ اس نے بچہ کو دودھ چوسنا سکھایا۔ ۲

(۳) اس سے بڑھکر دُعا کے بارہ میں یہ اہتمام فرمایا کہ دُعا کرنیوالوں کو دعا نہ کرنے پر عذاب سے ڈرایا کہ جو لوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت قریب دوزخ میں ذلیل ہو کر جائینگے۔ ان اہتماموں سے دعا کی کتنی بڑی شان معلوم ہوتی ہے ایک خوبی خاص دعا میں اور عبادتوں سے زیادہ یہ ہے کہ اور جتنی عبادتیں ہیں اگر دنیا کیلئے ہوں تو عبادت نہیں رہتی مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ اگر یہ دنیا کیلئے بھی ہو تب بھی عبادت ہے اور ثواب ملتا ہے اگر مال مانگے دولت مانگے یا اور کوئی دنیا کی حاجت مانگے تب بھی ثواب ملیگا مگر اور عبادتیں ایسی ہیں کہ اگر دنیا میں حاجت مقصود ہو تو ثواب نہیں ملتا۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر حکیم نے کسی کو رائے دی کہ تم آج کھانا نہ کھاؤ اگر کھایا تو دعا کے اندر ایک خاص خوبی جو دوسری عبادتوں میں نہیں

نقصان دیگا۔ اُسنے کہا کہ لاؤ آج روزہ ہی رکھ لیں پس روزہ رکھ لیا تو اسکو خاص روزہ کا ثواب نہ ملیگا کیونکہ اسکو اصل میں روزہ رکھنا مقصود نہیں ایسے ہی کوئی شخص سفر میں مسجد کے اندر اس نیت سے اعتکاف کرے کہ سرائے کے کرایہ سے بچ جاؤنگا تو اس اعتکاف کا پورا ثواب نہ ملیگا۔ مگر دعا میں یہ بات نہیں۔ چاہے کتنی ہی دعا دُنیا کی حاجت میں مانگو مگر پھر بھی ثواب ملیگا۔ اور یہ خوبی خاص دُعا میں اسلئے ہے کہ دعا نام ہے عاجزی کرنے کا اور عاجزی دُنیا کیلئے دُعا کرنے میں بھی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کو نہایت پسند ہے کیونکہ جہاں عاجزی ہوتی ہے وہاں خودی اور بڑائی نہیں ہوتی اور خودی اور بڑائی بہت بڑی چیز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے یعنی بڑائی صرف میرے ساتھ خاص ہے اور کسی کیلئے نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ ہے کہ انھوں نے ایکدفعہ اللہ میاں کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اپنا نزدیک کا راستہ مجھکو بتلا دیجئے جواب ارشاد ہوا کہ خودی[5] کو چھوڑ دو۔ اور آجاؤ۔

(۳) اچھی حالتوں کو سنکر یہ ناامیدی نہ چاہیے کہ بھلا ہم کو یہ دولت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ کا فضل بہت بڑا ہے اسکو کچھ دشوار نہیں۔ البتہ ایسی حالتوں کے حاصل ہونے کے لئے پیر کی صحبت ضروری ہے اور صحبت وہ چیز ہے کہ دیکھو انڈا کیا چیز ہے سفیدی اور زردی کے سوا اسمیں کچھ بھی نہ تھا مگر مرغی کے سینے سے اسمیں جان آگئی تو کیا کاملوں کی صحبت اس سے بھی گئی گذری اور آپ یہ شبہ نہ کریں کہ صحبت تو ایسی چیز ضرور ہے مگر خود وہ لوگ کہاں ہیں جنکی صحبت میں یہ برکت ہو سو یقین کے ساتھ سمجھو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس برکت کے موجود ہیں۔ دل سے طلب کے میدان میں آنا چاہیئے۔ نری سوکھی روکھی آرزو سے کام نہیں چلتا سچی طلب اور کوشش ہونا چاہیئے دیکھئے یوسف علیہ السلام کو کیسا اپنے مولیٰ پر بھروسہ تھا کہ زلیخا کے بہکانے کے وقت سب دروازے بند تھے اور نکلجانے کا کوئی راستہ نہ تھا مگر پھر بھی دوڑے اور کوشش کی۔ اللہ تعالےٰ نے انکے لئے دروازے کھولدے اگر سچے دل سے طلب اور کوشش ہو تو مقصود ملنے کی یقینی اُمید ہے غرض حاصل یہ ہے کہ دُعا کا خلاصہ عاجزی ہے اور دعا خواہ کسی قسم کی ہو دین کیلئے ہو یا دنیا کے لئے مگر ناجائز کام کیلئے نہ ہو سب عبادت ہے خواہ چھوٹی چیز کے لئے دُعا ہو یا بڑی چیز کے لئے حدیث میں یہانتک آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی

ﮧ۵ اپنی خوبیوں پر نظر ہونا۔

ٹوٹ جائے تو خدا تعالیٰ سے مانگو۔ ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو فرمایا کہ بھوک لگی ہی
اس لئے کہا کیا تم بچے ہو جو بھوک سے روتے ہو فرمایا کہ اگر مولیٰ کی یہی مرضی ہو کہ میں بھوک سے روؤں تو
پھر ضبط کیوں کروں بعض بزرگوں کا قول ہی کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ اب
اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ میں مرض کی شکایت کروں تب فرمایا کہ اے رب مجھکو یہ تکلیف پہونچ رہی ہی
اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں اور یہ شکایت بے صبری کی وجہ سے ہرگز نہ تھی اگر بے صبری
کی وجہ سے ہوتی تو اللہ تعالیٰ انکی یوں تعریف نہ فرماتے کہ ہم نے انکو صبر کرنیوالا پایا وہ بہت اچھے بندے
ہیں۔ غرض کاملوں کی نظر خدا تعالیٰ کی رضامندی پر ہوتی ہی اپنا ظاہری یا باطنی فائدہ کچھ مقصود نہیں ہوتا
جسمیں خدا تعالیٰ راضی ہوں وہی کرنے لگتے ہیں کیونکہ عاشقوں کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہی۔ حضرت
حافظ محمد ضامن صاحب رح کی حکایت ہی وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اسواسطے ذکر کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ
فرماتے ہیں کہ فاذکرونی اذکرکم۔ ترجمہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرونگا۔ مطلب یہ تھا کہ باطنی
کیفیت اور حالت کے حاصل کرنے کے لئے ذکر نہیں کرتے بلکہ انکے حکم کی وجہ سے ذکر کرتے ہیں۔
دیکھئے کاملوں کی تو یہ حالت ہوتی ہی کہ خدا کے نام میں باطنی حالت کا بھی قصد نہیں کرتے اور افسوس
کہ آجکل لوگوں کا یہ حال ہی کہ وظیفے دُنیا کمانے کے لئے پڑھتے ہیں کوئی دست غیب[1] تلاش کرتا پھرتا
ہے حالانکہ یہ جائز تک بھی نہیں کیونکہ اسکے ذریعہ سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہی کیونکہ اس سے جن تابع
ہوجاتے ہیں اور وہ لوگوں کا مال چرا چرا کر عمل پڑھنے والے کو دیتے ہیں یا اپنا لائیں تب بھی مجبور ہو کر
لاتے ہیں ایسا ہی تسخیر کا عمل بھی ناجائز ہے کہ اس سے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیتے ہیں اور اسطرح مجبور
کرکے مال وصول کرتے ہیں اور اگر کوئی عمل جائز بھی ہو تب بھی ایسی غرضوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی
بیقدری کرنا اور بھی بے ادبی ہی کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ بجائے ان عملیات کے دُعا کیا کرتے اگر مقصود
حاصل ہوجاتا تو مطلب کا مطلب اور ثواب کا ثواب ملتا اور اگر نہ حاصل ہوتا تب بھی دعا کا ثواب تو کہیں
گیا ہی نہ تھا علاوہ ان خرابیوں کے جنکا اوپر ذکر ہوا عمل میں ایک اور بھی خرابی ہی وہ یہ کہ دعا سے تو
پیدا ہوتی ہے عاجزی اور عملیات سے پیدا ہوتی ہی بڑائی اور دعوی کیونکہ عمل کرنیوالا یہ جانتا ہی کہ
بس ہم نے یہ کر دیا اور وہ کر دیا یہ قدر ضروری بیان تھا دُعا کے اہتمام بالشان ہونیکا باقی رہا کہ دعا سے غفلت کرنیکی
کیا کیا سبب ہیں خدا نے چاہا تو کسی موقع پر یہ بیان بھی ہوجائیگا فقط۔ سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری
جلد کا چوتھا وعظ ختم ہوا اب انشاء اللہ پانچواں وعظ محرم کے پرچہ سے شروع ہوگا (مدیر)

[1] یعنی غیب سے روپیہ آجانے کا عمل ۱۲

چون مسبح کردۂ ہر چیز را • ذات بے تمیز و باتمیز را

یعنی جب آپ نے ہر شئے کو مسبح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور باتمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور باتمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو مسبح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر • گوید و از حال آن این بیخبر

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اسکے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں پس جسطرح کہ آپ نے تکوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور اُن پر ان کاموں کو سہل فرما رکھا ہے اسیطرح آپ ان تشریعیات کو بھی ہم پر سہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بیخبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

۹۳ آدمی منکر ز تسبیح جماد • وان جماد اندر عبادت اوستاد

یعنی آدمی جماد کی تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں اُستاد ہے تو دیکھو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے • بیخبر از یک دگر اندر شکے

یعنی بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بیخبر ہیں اور شک میں مبتلا ہیں۔

چون دو ناطق را ز حال ہمدگر • نیست آگہ چون بود دیوار و در

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کسطرح ہوں گے اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و سہ ملت ہیں ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر یہاں مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اسلئے کہ شک میں اور بیخبری میں

ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور اُن کو تو بحمد اللہ سب چیزون کا علم ہوتا ہے۔ یہان حالت کی بیخبری سے مراد منشاء حال کی بیخبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے اختلافات کے اصل مناشئے ہی معلوم نہیں ہیں۔ اور وہ سب اس سے بیخبر ہو رہے ہیں۔ صرف الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشئے معلوم ہو جاوین تو شاید اسقدر اختلاف بھی نہ رہے مگر منشا کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشا کو معلوم کر کے اسکے بعد اوسمیں غور کرتے ہین تو جب دو ناطقون کو جو کہ مدرک کلیات جزئیات کے ہیں آپس کے اختلاف کے منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا اور دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے

چون من از تسبیح ناطق غافلم　　چون بداند سبحہ صامت دلم

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہون تو میرا قلب عجیب چیزون کی تسبیح کو کس طرح جان لیگا من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے
کی حالت سے غافل ہے۔ حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم ۹۴
کر سکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزین جو کہ بول بھی نہیں سکتیں اونکی حالت کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

ہست سنی را یکے تسبیح خاص　　ہست جبری را ضد آن در مناص

یعنی سنی کے سئے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لیے اوسکی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سُنی از تسبیح جبری بیخبر　　جبری از تسبیح سنی بے اثر

یعنی سُنی تو جبری کی تسبیح سے بیخبر ہے اور جبری سُنی کی تسبیح سے بے اثر ہے تسبیح سے مراد حالت کا منشا۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اُسکے خیالات کے مناشئے کی مطلق خبر نہیں ہے ورنہ اگر مناشئے کی خبر ہو جاوے تو اسقدر اختلاف نہ رہے اسلئے کہ جسقدر مذاہب باطلہ ہیں مناشئے اُن سب کے بالکل ٹھیک ہیں اسلئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تنزیہ کا قائل ہوا

اوس نے جو حق تعالےٰ سے اشیاء کی نفی شروع کی تو بعض ان چیزون کی بھی نفی کر دی جو اصل تھا بل نہ تھلیں علی ہذا اور نہیں تو اگران منا شئے کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کرین کہ جو اصل ہے اوسکو باقی رکھا جاوے اور جو اوسمیں زیادتی ہو گئی ہے اوسکی نفی کیجاوے مگر آجکل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نفی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ منا شئے سے بیخبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال ست وگم ۔۔۔ بیخبر از حال او وز امر قم

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اوس (سنی) کے حال سے بیخبر ہے اور امر قم سے۔ مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بتا کر سنی کو گمراہ بتا رہا ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ وہ اُسکے منشاء سے بیخبر ہے اور اسکو اسکی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یا ایہا المدثر قم فانذر تو جب حکم قیام اور پھر حکم انذار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اسقدر سخت مخالف نہ ہوتا۔ ۹۵

وان ہمی گوید کہ این راچہ خبر ۔۔۔ جنگ شان افگند یزدان از قدر

یعنی وہ (سنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالےٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتا رہا ہے حالانکہ اصل میں اسکے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے اب اسکے اثبات میں جو افراط و تفریط ہوئی تو اوسمیں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اسکی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اسکے گمراہ سمجھنے میں اسقدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اسکو قائم رکھکر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سنی سے مراد عوام سنی ہیں سنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشئے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہاں جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام و خواص کی تفریق نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں اون میں محققین کدہر سے

ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناشتبہ معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیمابین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہریک ہویدا مے کند   جنس از ناجنس پیدا میکند

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو ناجنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہوجاتا ہے آگے تقریب کیلئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

قہر را از لطف داند ہر کسے   خواہ نادان خواہ دانا یا خسے

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کرکے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا دانا ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کرکے معلوم کرسکتا ہے اسیطرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہوجاوے اسوقت تمیز کرلینا بہت آسان ہے۔

لیک لطفے قہر در پنہان شدہ   یا کہ قہرے در دل لطف آمدہ ۹۶

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

کم کسے داند مگر ربانئے   کش بود در دل محک جانئے

یعنی (اوسکو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اسکے دل میں جان کیلئے کسوٹی ہو۔

باقیان زین دو گمانے میبرند   سوئے لانہ خود بیک پرے پرند

یعنی باقی لوگ اس سے دو گمان لیجاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کرسکتا ہے گرچہ باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اسوقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کردے اور جو ان کے سوا

غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اُس کی
مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اُڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور
تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاویگا تو اسیطرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لیگا
آگے جاکر پھر ٹوٹ پھوٹ جاویگا اور جو محقق ہوگا اُسکو ایسا یقین واثق ہوگا کہ اسکو دوسری جانب
کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔ آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پر است ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔
دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے
۹۷ استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اسکے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے
اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مرغ یک پر زود افتد سرنگون باز بر پرد دو گامے یا فزون

یعنی مرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر وہ ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے
(تو اسی طرح)

اُفت و خیزان میرود مرغ گمان بایکے پر بر امید آشیان

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیان کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی
رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہنچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر
آشیان تک پہونچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن وارست علمش رو نمود شد دو پر آن مرغ و پرہا بر گشود

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اوسکو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دوپرہ ہوگیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان ممشی سویا مستقیم نے علے وجہہ مکبّا او سقیم

یعنی اُسکے بعد وہ سیدہا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندہا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہوجاتا ہے اور تحقیق نصیب ہوجاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اوسکے راہ میں کوئی روکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

با دو پر بر می پرد چون جبرئیل بیگمان بے فکرت و بے قال و قیل

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال وقیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اوسکو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم وگمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہونچا ہوا ہوتا ہے اور اُس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔ ۹۸

گر ہمہ عالم بگویندش توئے بر رہ یزدان و دین مستوی

یعنی اگر تمام عالم اُس سے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگردد گرم تر از گفت شان جان طاق او نگردد جفت شان

یعنی وہ اونکے اس کہنے سے گرم تر نہ ہوگا اور اوسکی جان طاق اونکی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دُنیا غوث وقطب کہنے لگے تو بھی اوسکو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اسلئے کہ اوسکی جو حالت ہے اوسکو خود معلوم ہے پھر اوسکو مسرت ہی کیا ہو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اوسکو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اُس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اوسکو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہوجاویگا کہ اسکو خبر ہوگئی ہے ممکن ہے کہ چرا لے اسیطرح جب ان حضرات کو کوئی غوث قطب

کہتا ہے تو چونکہ اونکو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے فکر پڑ جاتی ہے اسلئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہذا جو محقق ہیں اونکو کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے برا کہنے سے رنج ہوتا ہے اسلئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے بس وہ حضرات ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود مگن ہوتے ہیں۔

ور ہمہ گویند او را گمرہے　　　کوہ پنداری و تو برگ کہے

یعنی اور اگر سب اسکو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او نیفتد در گمان از طعنشان　　　او نگردد دردمند از طعنشان

یعنی وہ ان لوگوں کی طعن سے شبہ میں نہ پڑیگا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے دردمند نہ ہوگا
مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بددین کہنے لگے تو اس سے اونکو اپنی حالت 99
میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب جانتا ہے بس وہ وہی سمجھے گا۔
آگے اور ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت　　　گویدش با گمرہی ہستی تو جفت

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آویں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہوگیا۔

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال　　　یا بطعن طاعنان رنجور حال

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑیگا۔ یا کہ طاعنوں کے طعن سے رنجور حال ہو یہ بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال　　　کاینچنین باشد مگر در کل حال

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا مطلب یہ کہ بھلا آدمی اگر کہیں اور اوسکو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر درخت زمین پہاڑ سب اُس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اوسکو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اوسکو اپنی حالت کا اسقدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اوسکو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے کہنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

کودکان مکتبی از اوستاد / رنج دیدند از ملال و اجتہاد
مشورت کردند در تعویق کار / تا معلم در فتد در اضطرار
چون نمی آید ورا رنجورئے / کہ بگیرد چند روز او دوریے
تا رہیم از حبس و از تنگے کار / ہست او چون کوہ خارا برقرار
آن یکے زیرک تراین تدبیر کرد / کہ بگوید اوستا چونے تو زرد
خیر باشد رنگ تو برجائے نیست / این اثر یا از ہوا یا از تپے است
اندکے اندر خیال افتد ازین / تو برادر ہم مدد کن اینچنین

زال عن مکانہ فصدقوہ
واذا سمعتم برجل تغیر
عن خلقہ فلا تصدقوہ
فانہ یصیر الی ما جبل علیہ
رواہ احمد کذا
فی المشکوۃ

قول الشارح
حدیث المرء مع من
احب عن انس ان
رجلا قال
یا رسول اللہ متی
الساعۃ قال
ویلک وما اعددت لہا
قال ما اعددت لہا الا
انی احب اللہ ورسولہ
قال انت مع من احببت
متفق علیہ کذا فی المشکوۃ

قول الشارح لا طاعۃ
لمخلوق فی معصیۃ الخالق
رواہ فی شرح السنۃ کذا
فی المشکوۃ عن علی لا طاعۃ

کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اوسکو (چاہیئے)
تصدیق کرلو اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو
کہ وہ اپنی جبلی خصلت سے ہٹ گیا تو اسکی
تصدیق مت کرو کیونکہ وہ پھر اپنی جبلت
ہی کی طرف عود کر آوے گا روایت کیا اسکو
احمد نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

صاحب کلید کا قول المرء مع من احب
حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت
کب ہوگی آپنے فرمایا کمبخت تیرا (یہ ترحم
9 کی راہ سے فرمایا) اور تو نے اس کے لیے
کیا سامان کر رکھا ہے اُس نے عرض کیا میں نے
اور تو کچھ سامان نہیں کیا مگر اتنی بات
ہے کہ مجھکو اللہ سے اور اوس کے
رسول سے محبت ہے آپنے فرمایا کہ تو اسی کے
ساتھ ہوگا جس سے تجھکو محبت ہوگی روایت
کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں

صاحب کلید کا قول لا طاعۃ
لمخلوق فی معصیۃ الخالق روایت
کیا اسکو شرح السنہ میں اسی طرح ہے
مشکوۃ میں اور حضرت علی رض سے روایت ہے

في المعصية انما الطاعة في المعروف متفق عليه كذا في المشكوة

قول الشارح استطعمتك فلم تطعمني عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عزوجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني قال يا رب كيف اعودك وانت رب العلمين قال اما علمت ان عبدي فلانا مرض فلم تعده اما علمت لو عدته لوجدتني عنده

کہ معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت صرف امر مشروع میں ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

صاحب کلید کا قول استطعمتک فلم تطعمنی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرماوینگے اے ابن آدم میں مریض ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں آپ کی عیادت کس طرح کرتا حالانکہ (یہ امر محال ہے کیونکہ) آپ رب العالمین ہیں (جس پر مرض کا طاری ہونا محال ہے اور عیادت اسی پر مبنی ہے وہ بھی محال ہے) ارشاد ہوگا تجھکو معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلانا بندہ مریض ہوا تھا تو نے اسکی عیادت نہیں کی تجھکو معلوم نہیں کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھکو اوسکے پاس پاتا (اس لئے اوسکی عیادت سے میرا قرب ایسا ہی میسر ہوتا جیسا بفرض محال میری عیادت سے ہوتا) پھر فرماویں گے کہ اے

یا ابن آدم
استطعمتك
فلم تطعمنی الی آخر
الحدیث رواہ مسلم
قول الشارح حدیث
فاذا احببتہ کنت
سمعہ الذی
یسمع بہ وبصرہ
الذی یبصر بہ
ویدہ التی یبطش بہا
ورجلہ التی یمشی بہا
رواہ البخاری عن
ابی ہریرۃ عن
النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن اللہ
تعالی وفی ذلک الحدیث
وما تقرب الی
عبدی بشیء احب الی
مما افترضت علیہ
قول الشارح حدیث ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ عن ابی ہریرۃ

ابن آدم میں نے تجھسے کھانا مانگا تو نے
مجھکو کھانا نہیں دیا۔ الی آخر الحدیث (ایسا
ایسا ہی سوال و جواب ہوگا) روایت کیا
اسکو مسلم نے۔
صاحب کلید کا قول۔ حدیث فاذا
احببتہ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب میں
اوسکو محبوب بنالیتا ہوں تو اوسکی
شنوائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا
ہے اور اوسکی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے
وہ دیکھتا ہے اور اوس کا دست و پا
ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے 11
اور جس سے وہ چلتا ہے روایت کیا
اسکو بخاری نے ابوہریرہ سے انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپنے اللہ تعالی
سے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے
کہ میرے بندے نے میرا قرب کسی ایسی چیز
سے حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک
اوس چیز سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے
اوسپر فرض کی ہے۔
حدیث۔ ان اللہ خلق آدم
علی صورتہ۔ حضرت ابوہریرہ رض سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعاً الخ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو (باعتبار صفات باطنی کے) اپنے ظہور پر پیدا کیا (اور باعتبار صورت ظاہری کے ایسا پیدا کیا کہ) اون کا طول ساٹھ ہاتھ تہا الخ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

قولہ کلموا الناس علی عقولھم قال علی رض حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ رواہ البخاری وروی الدیلمی مرفوعا بسند ضعیف امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم کما فی المقاصد الحسنۃ

قولہ۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ لوگوں سے ایسی (قریب الفہم) بات کہو جس سے وہ مانوس ہوں (اونسے بہت باریک باریک باتیں جو دین میں ضروری بہی نہیں مت کرو کیونکہ وہ اونکا انکار کریں گے تو) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خدا کی اور خدا کے رسول کی تکذیب کی جائے (کیونکہ جب خدا اور رسول کی فرمائی ہوئی ہیں تو اونکا انکار خدا اور رسول کی تکذیب ہے جیسے متشابہات وغیرہ بین بلا ضرورت کلام کرنا) روایت کیا اسکو بخاری نے اور دیلمی نے مرفوعاً بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ہمکو حکم کیا گیا کہ ہم لوگوں سے اونکی عقل کے موافق کلام کریں جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے۔ ۱۲

باقی آیندہ

(۴۶۴) خانصاحب نے فرمایا کہ جن بزرگوں کا اخلاق بہت بڑھ جاتا ہے۔ ان سے مخلوق کی اصلاح نہیں ہوتی اور فرمایا کہ مولانا نانوتوی گو نہایت وسیع الاخلاق تھے مگر اصلاح کے معاملہ میں اخلاق نہ برتتے تھے اور مریدوں اور متعلقین پر برابر روک ٹوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا خورجہ تشریف لائے مولوی فضل رسول بدایونی کا تذکرہ چل گیا۔ میری زبان سے بجائے فضل رسول (بضاد معجمہ) فصل رسول (بصاد مہملہ) نکل گیا۔ مولانا نے ناخوش ہوکر فرمایا کہ لوگ انکو کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا فضل رسول۔ آپ نے فرمایا کہ تم فصل رسول کیوں کہتے ہو۔

متن امیرالروایات فی جیب الحکایات ختم ہوا

حاشیہ حکایت (۴۶۴) **قولہ** اصلاح کے معاملہ میں **اقول** آج اسکو بدخلقی شمار کیا جاتا ہے انا للہ۔ **قولہ** ناخوش ہوکر فرمایا **اقول** یہ حضرت تھے جو
۱۶۵ لا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب کے پورے عامل تھے حتی کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی (**تمت**)

حاشیہ شریف الدرایات بر امیرالروایات ختم ہوا

آگے اس کا ایک ضمیمہ آتا ہے

نظیف الزیادات فی لطیف العنایات

اسکی حقیقت ایک مکتوب ہے امیر شاہ خانصاحب مرحوم کا اس احقر کے نام جس کے بعض اجزاء از قبیل مضامین امیرالروایات ہیں **نظیف الزیادات** کے لقب کا مبنی یہی مناسبت ہے اور بعض اجزاء مشعر ہیں مرحوم کی عنایت خاص کے اس احقر پر **فی لطیف العنایات** کی قید کا مبنی یہی رعایت ہے میں ایسے شخص کی عنایت کو جسکو اکابر کے ساتھ

ایسے خاص تعلقات ہوں فال صلاحیت حال و مآل اور موجب تقویت آمال سمجھتا ہوں۔ جن فوائد پر یہ ضمیمہ مشتمل ہے اونہیں ہر فائدہ پر مستقلاً و منفرداً متنبہ کرنے کیلئے اون اجزاء اصل متن کے سلسلہ اعداد سے نمبر بھی ڈالدیئے گئے کیونکہ ولاۃ علی العنایات بھی ایک قسم کی حکایت ہی ہے خصوص جبکہ وہ بعض واقعات کی حاکی بھی ہو اس طرز سے یہ ایک درجہ میں تتمہ متن کا بھی ہو گیا اور پورے مکتوب کے ختم کے بعد ہر نمبر کے حوالہ سے مواقع ضروریہ پر کچھ تعلیقات بھی مختصر مختصر لکھدیے گئے اب اُس مکتوب کو نقل کرتا ہوں۔

(جزو اول نمبر ۱۶۵) حضرت مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب مولانا دام اللہ وجودکم۔ امیر شاہ عفی عنہ عارض مدعا ہے کہ میرا مصمم ارادہ تھا کہ اپنے اثنائے سفر میں ضرور حاضر خدمت ہوں مگر میرے دیوبند پہونچنے تک جناب سفر سے واپس تشریف نہ لاتے تھے اوسکے بعد میں رامپور چلا گیا۔ محمد اشفاق کی بیوی اور بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اسلئے وہاں دیر ہو گئی اسکے بعد رمضان آگیا اونھوں نے رمضان میں آنے نہ دیا چنانچہ نصف رمضان وہاں رہنا پڑا اسکے بعد آٹھ روز بہٹ قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے دیوبند واپس آیا۔ گو یہاں آکر مجھے ۱۶۶
معلوم ہو گیا کہ جناب والا تشریف لے آتے ہیں لیکن اول تو حافظ احمد نے نہ چھوڑا دوسرے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں نظر بھی بہت کمزور ہو گئی اسلئے تنہا سفر کے قابل نہیں رہا ہوں اور ہمراہی کوئی ملا نہیں اسلئے حاضری سے قاصر رہا پھر اوپر چودھری صاحب کا تقاضا تھا کہ جلد آؤ۔ اس نے معذوری میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ علیگڈہ آکر منشی شرافت اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے کچھ دیر ہاترس کے اسٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ اور مجھے اور حبیب احمد کو بلانے کیلئے جناب نے منڈو آدمی بھیجے تھے۔ مگر ہم میں سے کوئی نہ ملا۔ یہ سنکر نہایت صدمہ ہوا مگر ساتھ ہی انھوں نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جناب عنقریب علیگڈہ تشریف لانے والے ہیں۔ اُس سے قدرے تسکین ہوئی اور میں نے انسے کہدیا کہ جب مولانا تشریف لانے کو ہوں تو انکی تشریف آوری سے ایک روز قبل مجھے بُلالیا جاوے۔ چنانچہ انھوں نے اسکو منظور فرمالیا ہے حضور سے بھی معروض ہے کہ جب جناب علیگڈہ تشریف لاویں تو مجھے اطلاعی والانامہ سے مشرف فرماویں (جزو دوم نمبر ۱۶۶)

آخر میں کچھ تھوڑی سی اپنی بکواس لکھوانی چاہتا ہوں۔ جسکا نام اعتقاد ولی ہے۔ اور اعتقاد سے میں بجز اپنے حضرت کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے اور کسی کا معتقد نہیں ہوں چنانچہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ امیر شاہ اور مولوی عبدالکریم پنجابی یہ دو شخص کسی کے معتقد نہیں اگر کوئی کہتا کہ حضرت اور آپ کے تو آپ کبھی فرماتے کہ ہاں مولوی محمد قاسم کے سُنے سُنائے میرا معتقد ہے اور کبھی فرماتے کہ ہاں میرا تو سچا معتقد ہے۔ پھر مکہ معظمہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگا۔ حضرت کے اکثر خدام میرے پیچھے پڑ گئے۔ چنانچہ جب میں جاتا کسی نہ کسی اختلافی مسئلہ میں مجھ سے گفتگو چھیڑ دیتے مگر حاجی صاحب کی مجلس میں میں کسیکو کوئی جواب نہ دیتا تھا اور یہ کہدیتا تھا کہ اگر تم کو گفتگو کا شوق ہے تو حاجی صاحب کی مجلس سے الگ مجھ سے گفتگو کرو۔ پھر دیکھو کس کے ہاتھ بالا رہتا ہے ایک روز حاجی صاحب نے ان لوگوں کو خفا ہو کر منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے گفتگو نہ کیا کرو اور فرمایا کہ یہ اپنے خیالات میں پختہ ہے اور کسیکا معتقد نہیں ہے مولانا گنگوہی وغیرہ سے سنکر میرا بھی معتقد ہے گو میں پہلے بھی ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا مگر صحبت کا اتفاق نہ ہوا تھا ۱۶۷
اس مرتبہ جو صحبت کا اتفاق ہوا تو میں ان کا دل سے معتقد ہوگیا ایک مضمون میرے خیال میں حدیث کا آیا ہے جسکو میں نے بجز شاہ عبدالرحیم صاحب کے کسی سے نہیں بیان کیا اور اب جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللھم ادر الحق مع علی حیثما دار۔ پس آپ نے حضرت علی کو حق کا تابع نہیں قرار دیا۔ بلکہ حق کو حضرت علی کا تابع بنایا ہے اسیطرح میرے نزدیک حضرت حاجی صاحب علی وقت تھے اور حق ان کا تابع تھا اور اسلئے مجھے کبھی انکے کسی فعل پر اعتراض نہیں ہوا۔ نماز ان کی ایسی ہی تھی کہ میں نے کسی کی نہ دیکھی۔ صفائی انکے یہاں ایسی ہی تھی تصنع کا وہاں نام نہ تھا۔ یہ بات تو ختم ہوئی (رجہ و سوم نمبر ۱۶۷) اب ایک بات اور عرض کرنی چاہتا ہوں اگرچہ حبیب احمد مجھے منع کرتا ہے کہ تو مت لکھوا مگر میں لکھواؤں گا اور اسی سے لکھواؤنگا (مولوی حبیب احمد صاحب نے خود اپنے لئے یہ صیغے تجویز اسلئے کئے کہ خود انکے قلم سے لکھوایا گیا)
پہلے میں صوفیوں کو دہ در دہ کہا کرتا تھا اور مولویوں کا فی الجملہ معتقد تھا۔ لیکن

چھتاری میں تجربہ ہوا کہ مولوی بھی دہ وردہ بلکہ کچھ آگے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ چھتاری میں ایک عالم مدرس تھے کسی بات پر نواب صاحب نے انکو موقوف کر دیا. تھوڑے دنوں کے بعد نواب صاحب کا انتقال ہو گیا. نواب صاحب کے انتقال کے بعد تعزیت کیواسطے پانی پت سے قاری عبدالرحمن صاحب اور دہلی سے مولوی عبدالرب وغیرہ امروہہ سے مولوی احمد حسن صاحب مراد آباد سے مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ اور دیوبند سے حافظ احمد وغیرہ اور دوسرے مقامات سے اور اور حضرات جن سے ملاقات تھی تشریف لائے. مگر یہ مولوی صاحب نہیں آئے. میں نے انکے ایک دوست سے انکے نہ آنے کی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ مولوی صاحب کے ذمہ عبدالصمد خان صاحب کے ڈہائی سو روپے قرض تھے. اور عبدالصمد خان نے ان کا تقاضا کیا تھا حتی کہ ایک بھنگی بھی تقاضے کے لئے بھیجا تھا. اس وجہ سے نہیں آئے. جب مجھے یہ واقعہ معلوم ہوا تو میں نے اسی روز عشا کی نماز کے بعد نواب عبدالصمد خان سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے اونہوں نے کہا. کہو. میں نے کہا کہ مجھے ڈہائی سو روپیہ کی ضرورت ہے. آپ بطور ہدیہ کے مجھے یہ رقم عطا
۱۶۸ فرما دیں وہ یہ سنکر متحیر ہوئے اور کہا کہ نہ تو سوال کی آپ کی عادت ہے اور نہ بظاہر آپکو کوئی ضرورت ہے آخر یہ بات کیا ہے. میں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں میں آپ سے مانگتا ہوں. آپ مجھے دیدیجئے. انھوں نے کہا بہت اچھا. میں نے کہا تو ابھی اپنے تحویلدار کو بلاکر اس سے کہدیجئے انھوں نے اسیوقت بلاکر کہدیا کہ تحویل میں سے ڈہائی سو روپیہ خانصاحب کو دیدینا. میں نے کہا کہ یہ روپیہ آپ نے مجھے دیدیئے. اونھوں نے کہا کہ ہاں دیدیئے. اسیطرح میں نے انسے تین مرتبہ اقرار لیا. اوسکے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ڈہائی سو روپیہ جو فلاں مولوی صاحب کے ذمہ ہیں ان کو آپ معاف کر دیجئے اور یہ روپیہ جو آپ نے مجھے دئے ہیں ان کو آپ رہنے دیجئے اور ان کو انکے بجائے سمجھ لیجئے. یہ سنکر انھوں نے کچھ دیر سکوت کیا اوسکے بعد کہا کہ اچھا میں نے معاف کئے یہ واقعہ میں نے ان مولوی صاحب کے دوست سے بیان کر دیا. اُنھوں نے ان مولوی صاحب سے ذکر کیا تب وہ مولوی صاحب تعزیت کیلئے آئے. تقریباً ڈیڑھ مہینہ کے بعد وہ مولوی صاحب منڈہو تشریف لائے اور مجھ سے اور حافظ عطاء اللہ سے کہا کہ مجھے پچاس روپیہ کی ضرورت ہے تم نواب یوسف علیخان صاحب سے مجھے قرض دلادو.

حافظ عطاء اللہ نے تو انکار کر دیا مگر میں نے اقرار کر لیا۔ حافظ عطاء اللہ نے مجھ سے کہا کبھی کہ تم مولویوں کے درمیان میں نہ پڑا کرو۔ حافظ عطاء اللہ کے انتقال کو اٹھارہ برس ہوتے اور سولہ سال نواب یوسف علیخان کے انتقال کو ہوتے اور حافظ عطاء اللہ کے انتقال سے ایک برس پہلے کا یہ قصہ ہے لیکن مولوی صاحب نے ابتک اوس قرض کے ادا کا نام تک نہیں لیا۔ گو میں نے نواب صاحب کے انتقال کے وقت ان سے یہ قرض بھی معاف کرا دیا تھا۔ مگر اس کا تذکرہ میں نے مولوی صاحب سے ابتک نہیں کیا یہ قصہ بھی ختم ہوا۔ ایک اور قصہ سناتا ہوں۔

نواب یوسف علی خان صاحب اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے بہت خرچ کرتے تھے ایک مرتبہ اُنھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا مصرف بتلاؤ جس میں خرچ کرنے سے ان کو ثواب بھی ہو اور انکی روح بھی مجھ سے خوش ہو میں نے کہا کہ آپ اپنے والدین کے محبوبوں اور دوستوں پر صرف کیا کریں اونھوں نے دریافت کیا کہ میرے والد کے دوستوں کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہوگا آپ مجھے بتلا دیجیے۔ میں نے کہا کہ فلاں مولوی صاحب سے آپکے والد کی بہت دوستی تھی۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئے تھے اور کہا کہ آپ نے بہت اچھی بات فرمایا اسکے بعد اونھوں نے پچاس روپیہ اونکے پاس بھیجا دو سرے تین مہینے کے بعد دوسرا بیٹا آیا۔ نواب صاحب نے پچیس ۲۵ روپیہ اوسے دیدئے۔ اوسکے تین مہینے کے بعد مولوی صاحب خود تشریف لے آتے مولوی صاحب کا اور اُنکے بیٹے کا سالانہ نواب صاحب کے دربار آنا مجھے ناگوار ہوا۔ اور اسلئے میں نے ان سے کسیقدر بیرخی برتی۔ مگر نواب صاحب نے ان کو اپنے پاس بلاکر پچیس ۲۵ روپیہ دئے۔ اور کہا کہ بعض وجوہ سے اسوقت میرا ہاتھ تنگ ہے اور میں زیادہ خدمت کرنے سے معذور ہوں۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی میں پچیس ۲۵ روپیہ آپکی خدمت میں اور بھیجوں گا۔ اور اگر مجھے یاد نہ رہے تو امیر شاہ خان یاد دلا دینگے۔ اسکے بعد وہ مولوی صاحب چلے گئے انکے جانے کے بعد نہ تو نواب صاحب کو خیال رہا اور نہ مجھے اور اسلئے رقم موعود ان تک نہ پہونچ سکی اسپر ان مولوی صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ جب میں ٹونک آیا تھا تو آپ مجھ سے بیرخی سے پیش آئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رقم کا نواب صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ آپ وصول کر کے خود کھا گئے سو اگر یہی واقعہ ہو

تو آپ مجھے صاف لکھدیجے میں معاف کر دونگا۔ اور اگر یہ واقعہ نہیں ہے تو آپ نواب صاحب سے رقم موعود بھجوا دیجئے۔ میں نے نواب صاحب سے اس خط کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور پچیس روپیہ ان کو بھجوا دیئے۔ چھ سات مہینے کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا اور انکے لڑکے کا بھی یہ قصہ بھی ختم ہوا۔ اس قسم کے واقعات سے مجھے جو صوفیون کی بہ نسبت مولویون کے ساتھ کسیقدر حسن ظن تھا اس میں خلل آگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اب مولوی بھی وہ وردہ ہو گئے۔ ان واقعات سے طبع والا کو بھی تکدر ہوا ہوگا۔ اسلئے اب مین اسکی تلافی کے لئے ایک قصہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا لکھتا ہون

(جزو چہارم نمبر ۱۶۸) مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مراد آباد تشریف لاتے تو میں اور حافظ عنایۃ اللہ چہاری سے انکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نواب محمود علی خان کی بہت آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب چہاری تشریف لاوین اور وہ ہم لوگون سے کہا کرتے تھے کہ کسیطرح مولانا کو یہان لاؤ۔ ایک مرتبہ مین نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب کی بیحد خواہش ہے کہ آپ ایک مرتبہ چہاری تشریف لاوین مولانا نے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہان جاتا ہے نواب صاحب اسکو سو روپیہ دیتے ہیں نہین وہ خود دیلاتے ہیں اسلئے شاید وسو دیدیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے۔ ہم وہان جاکر مولویت نام کو دھبہ نہ لگا دینگے۔ ۱۷۰

(جزو پنجم نمبر ۱۶۹) چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب سے ملاقات کے بھی وہ بیحد متمنی تھے مگر مولانا بھی ان سے کبھی نہین ملے چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی گڈھ مگر جب مولانا کو انکے آنے کا علم ہوتا مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چلدیتے تھے۔ ہان نواب صاحب سے دو باتیں کہدینا۔ ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنوا دین اور دوسری ایک عجیب بات تھی اگر وہ ایسا کرینگے تو میں انکی پالکی کا پایہ پکڑ کر چلون گا۔ دوسری بات کو سُنکر تو نواب صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں مگر منظوری نہیں ہوتی۔ (جزو ششم نمبر ۱۷۰) ایک بات جو اسوقت نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ چودہری صاحب کے گھر میں بائیں چھاتی میں کوئی سی مادہ آگیا ہے اور یہ حالت بہت عرصہ سے ہے ہر چند علاج کیا جاتا ہے مگر مرض روبہ ترقی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مرض دوا کی حد سے نکل کر دعا کی حد میں آگیا ہے۔ جناب اپنے خاص اوقات میں انکی شفا کے لئے دُعا فرماوین۔ حق برآرد آرزوئے متقین۔ السلام

مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو سلام - آخر میں عرض ہے کہ جب جناب علیگڈھ تشریف لاویں تو اگر ممکن ہو تو مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو اپنے ہمراہ لیتے آویں تاکہ میں ان سے بھی مل لوں -

(حزو ہفتم نمبر ۱۷۱) آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکھتا ہوں - جب نواب محمود علیخان کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا ارادہ ہوا کہ وہ نواب صاحب کی تعزیت کے لئے چھتاری آئیں - اور انھوں نے مولوی محمود حسن صاحب پر بھی زور دیا کہ تم بھی چلو - مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکھا اور لکھا کہ تم اپنی اصلی رائے لکھو کہ میں آؤں یا نہ آؤں - اور لکھا کہ اسکا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا اور جواب مجمل لکھنا میں نے لکھدیا کہ نہ آیئے اسپر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھالیں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کر دیا -

ضمیمہ ختم ہوا

حل مواقع ضروریہ مکتوب بالا

171

تعلیق جزو اوّل

احباب واخوان فی الدین کی ملاقات کے لئے سفر جبکہ کسی ضروری جزو دین میں خلل نہ ہو آداب اخوۃ و محبت سے ہے -

تعلیق جزو دوم

قولہ حق ان کا تابع تھا **اقول** یہ معنے نہیں کہ حق بدل جاتا تھا - معنے یہ ہیں کہ واقعہ کی صورت ایسی ہو جاتی ہو کہ اسکا حکم شرعی وہی ہوتا تھا جو آپ کی رائے ہوتی تھی -

تعلیق جزو سوم

گو اس میں دو قصے ہیں مگر چونکہ ایک ہی باب کے ہیں اسلئے ان کو ایک ہی جزو قرار دیا -

اگر اچھے تھے ہونے تو تجدد اجد اکرنے میں فرحت مکرر ہوتی اب رنج مکرر دینے سے کیا فائدہ۔

تعلیق جزو چہارم

قولہ دھبہ نہ لگا دینگے **اقول** احقر کو معلوم ہے کہ حضرت کو اکثر تنگی رہتی تھی پھر یہ زہد کمال عظیم ہے

تعلیق جزو پنجم

قولہ پاکی کا پایہ **اقول** ان حضرات کا التفات و اعراض سب اللہ ہی کیواسطے ہے۔

تعلیق جزو ششم

قولہ دعا کی حد میں **اقول** یعنی دعائے محض کی حد میں پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے۔ کر دوا کی حالت میں دعا کی نفی لازم آتی ہے۔

۱۶۲

تعلیق جزو ہفتم

قولہ میں نے لکھدیا کہ نہ آئیے **اقول** یہ ہے تقدیم مصلحت دینیہ کی دنیویہ پر **قولہ** گویاں کھالیں **اقول** کیسی لطیف تدبیر فرمائی کہ مقصود بھی حاصل کیا کسر قلب بھی نہیں دعویٰ زہد بھی نہیں۔ ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن + وھہنا تم جمیع ما یتعلق بامیر الروایات والحمد للہ مفیض الھدایات۔ فقط۔

الہادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامتہ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہے جسکی سالانہ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے ہے۔ اور بصورت وی۔ پی ۲/۱۲

ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

عن ابن مسعودؓ قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ الحدیث رواہ رزین

چون ستان سنن سابقین ـ کہ دال ست بر اثر مذکور منقول از صحابی اوثق الصادقین

موقوف ست بر تدوین سیر این جماعت عاشقین ـ خواہ از سلف باشند خواہ از لاحقین

لعموم العلۃ لہما وان کانت الصحابۃ المذکورون فی آخر الحدیث فہم من الفائقین ـ و رسالہ

امیر الروایات
فی
حبیب الحکایات
مع حاشیہ
شریف الدرایات

کہ روایت کردہ شدہ است از ثقات ناطقین ـ حاکی بود از احوال و اقوال طائفہ خاصہ

از جماعت صادقین ـ فی دین اللہ حسن الخالقین ـ رغبتا بالطالبین الموافقین ـ و وفاقا

للراغبین المرافقین ـ باہتمام محمد عثمان المفتقر الی ربہ خیر الرازقین

در مجمع المطابع طبع کردہ شد و از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی شائع نمودہ شد

عـہ و لفظ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین امیر الروایات فی حبیب الحکایات

صفحہ	مضامین
۱	تمہید از حضرت مولانا تھانوی مدفیوضہم۔
۲	تمہید از مؤلف سلمہ
؍	حکایت ۱ مولانا گنگوہیؒ و مدح علامہ تھانوی سلمہ
۳	حکایت ۲ مولانا گنگوہیؒ رسوم میلاد وغیرہ کی تحقیق اور حضرت تھانوی کی رائے سابق مع وجہ رجوع۔
۴	حکایت ۳ مولانا گنگوہیؒ کی تصوف کی عجیب تحقیق اور غیر محقق صوفیہ کی شکایت۔
۵	حکایت ۴ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی بےنظیر تواضع
؍	حکایت ۵ مولانا محمد یعقوبؒ کی پیشینگوئی غدر کی متعلق
۶	حکایت ۶ مولانا محمد یعقوبؒ کی غدر کے بعد بقائ امن کی پیشین گوئی۔
۷	حکایت ۷ مولانا محمد یعقوبؒ قطب اور مجذوب تھے۔
؍	حکایت ۸ خواجہ احمد جام کے قول ما کنیم اور منصور کے قول انا الحق کی ایک نہایت عمدہ تاویل۔
۹	حکایت ۹ ولایت مولانا محمد یعقوبؒ وغیرہ۔
؍	حکایت ۱۰ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ایک دوست جنات کا اسلام لانا اور نہی عن المنکر نہ کرنے کی عجیب وجہ اور ختنہ نومسلم کی تحقیق۔
۱۲	حکایت ۱۱ شاہ اسحق صاحبؒ مولانا یعقوبؒ چھوٹی عمر کی قسمت میں حلال مال نہیں ہے۔
۱۳	حکایت ۱۲ شاہ اسحق صاحبؒ مولانا یعقوب رح کی شان توکل۔

صفحہ	مضامین
۱۴	حکایت ۱۳ شاہ محمد اسحق صاحبؒ وغیرہ کا علمی کمال
۱۶	حکایت ۱۴ شاہ ولی اللہ صاحبؒ مولانا فخرالدین صاحبؒ مرزا مظہر جان جاناں صاحبؒ کی دعوت کا عجیب قصہ
۱۷	حکایت ۱۵ مولانا شہیدؒ متعلق صلاۃ نزاکت۔
۱۸	حکایت ۱۶ مولانا شہیدؒ متعلق تبرکات جامع مسجد دہلی
۲۰	حکایت ۱۷ مولانا شہیدؒ کی کرامت سے ایک گشائیں کا چیلوں سمیت اسلام لانا۔
؍	حکایت ۱۸ مولانا شہیدؒ کا ایک مجذوب سے مقابلہ
۲۱	حکایت ۱۹ مولانا شہیدؒ نے فاقہ میں بھی تقا کا خیال کیا
۲۲	حکایت ۲۰ مولانا شہیدؒ کی فدا حسین سول شاہی کی حکایت۔
۲۳	حکایت ۲۱ فدا حسین کی عجیب مغلوبیت۔
۲۴	حکایت ۲۲ مولانا شہیدؒ کی شب بیداری۔
۲۵	حکایت ۲۳ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے اخلاق و علوم کا نمونہ۔
؍	حکایت ۲۴ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک مخالف کے ساتھ بےنظیر معاملہ۔
۲۷	حکایت ۲۵ مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا شہیدؒ کو وعظ کے بغیر چین نہ آتا تھا۔
۲۸	حکایت ۲۶ حضرت حاجی امداد اللہ رح

صفحہ	مضامین
۲۹	حکایت ۲۷ حضرت نانوتوی کا کمال اور مفتی حسین احمد کا حال۔
۳۴	حکایت ۲۸ مولانا شہیدؒ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے تھے۔
۳۵	حکایت ۲۹ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی تواضع
۳۶	حکایت ۳۰ ″
″	حکایت ۳۱ مولانا گنگوہیؒ کا معاملہ احمد رضا صاحب کے ساتھ
″	حکایت ۳۲ نواب وزیر الدولہ کی پختگی۔
۳۷	حکایت ۳۳ نواب وزیر الدولہ کی تواضع
۳۸	حکایت ۳۴ نواب وزیر الدولہ کا تعلق سید صاحبؒ کے ساتھ
″	حکایت ۳۵ نواب وزیر الدولہ و نواب یوسف علیخان
۳۹	حکایت ۳۶ مولانا گنگوہیؒ کا اہمال مشائخ کا درجہ
۴۰	حکایت ۳۷ مولانا اسمٰعیلؒ کاندھلوی کا اتباع سنت
۴۱	حکایت ۳۸ راوی کتاب کا مولانا شہیدؒ کو خواب میں زیارت کرنا۔
۴۲	حکایت ۳۹ حضرت نانوتویؒ کا مولانا رومی وغیرہ کے اقوال میں تاویل کرنے اور امام صاحبؒ کے اقوال میں تاویل نہ کرنے کی وجہ۔
۴۳	حکایت ۴۰ شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ پر تنقید کا بیان
۴۶	حکایت ۴۱ شاہ عبدالعزیزؒ کی تعبیر مولوی فضل امام کے خواب کی
″	حکایت ۴۲ شاہ عبدالعزیزؒ کی تعبیر ایک خواب کی
۵۰	حکایت ۴۳ ″ ″ ″

صفحہ	مضامین
۵۰	حکایت ۴۴ سید صاحب رحمہ اللہ اور السلام علیکم کا رواج پانا
۵۱	حکایت ۴۵ سید صاحبؒ کا اتباع شیخ۔
۵۳	حکایت ۴۶ سید صاحبؒ کی اتباع سنت۔
″	حکایت ۴۷ سید صاحبؒ کے علم لدنی کی تصدیق
۵۴	حکایت ۴۸ سید صاحبؒ کا کمال علمی وغیرہ۔
۵۵	حکایت ۴۹ سید صاحبؒ کا تصرف روافض پر۔
۵۶	حکایت ۵۰ ″ ″
۵۷	حکایت ۵۱ سید صاحبؒ کا تصرف ایک فاحشہ پر۔
۶۱	حکایت ۵۲ سید صاحبؒ کا تصرف ایک شخص پر۔
۶۳	حکایت ۵۳ میانجی عظیم اللہ جوہری تصور شیخ کی تحقیق
۶۵	حکایت ۵۴ حکیم خادم علی صاحب سجدہ قبور کی تحقیق۔
۶۶	حکایت ۵۵ مولانا شہیدؒ کی عالی حوصلگی اور تواضع وانکساری اور عجیب تصرف
۶۹	حکایت ۵۶ مولانا شہیدؒ مولانا عبدالحیؒ کے کمالات اور علی نقی خان وزیر لکھنؤ سے گفتگو۔
۷۲	حکایت ۵۷ مولانا شہیدؒ کا لکھنؤ میں شیعوں کی عیدگاہ میں وعظ اور آپکا خلوص۔
۷۴	حکایت ۵۸ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی کرامت۔
۷۶	حکایت ۵۹ مولانا گنگوہیؒ کی کرامت۔
۷۸	حکایت ۶۰ مولانا شہیدؒ کا سفر حج اور کھلی کرامت
۸۰	حکایت ۶۱ مولانا شہیدؒ کی خانہ کعبہ میں برکت
۸۱	حکایت ۶۲ حضرت نانوتویؒ کا لطیف تصرف۔
۸۲	حکایت ۶۳ حضرت گنگوہیؒ کا عجیب تصرف۔
″	حکایت ۶۴ سلطنت ہند اور شاہ عبدالعزیزؒ کی رائے

صفحہ	مضامین
۸۳	حکایت ۶۵ حضرت نانوتوی کا خواب اور مولانا یعقوب صاحب دہلوی کی تعبیر کا وقوع۔
۸۴	حکایت ۶۶ مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعبیر ایک شہزادہ کے خواب کی
،	حکایت ۶۷ مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعبیر ایک اور خواب کی
۸۵	حکایت ۶۸ مولانا محمد یعقوب صاحب کا تربیت میں کمال۔
،	حکایت ۶۹ مولانا محمد یعقوب اور حضرت حاجی صاحب کا کمال خاص
،	حکایت ۷۰ حضرت گنگوہی کا براہین قاطعہ پر اطمینان اور کثرت رائے کا مسئلہ۔
۸۶	حکایت ۷۱ شاہ اسحٰق صاحب کا جانشین ہونا اور مسئلہ جانشینی کی تحقیق۔
۸۷	حکایت ۷۲ مولانا یعقوب کو زیارت اجمیر کا شوق اور عجیب شان۔
۸۷	حکایت ۷۳ خاندان عزیزی کی سخاوت
۸۵	حکایت ۷۴ تقویۃ الایمان کی تصنیف۔
۹۰	حکایت ۷۵ تقویۃ الایمان کی نسبت حضرت گنگوہی کا ارشاد
۹۱	حکایت ۷۶ تقویۃ الایمان کے متعلق ایک عاقل کا قول۔
،	حکایت ۷۷ مولانا یعقوب کی شان ادب۔
۹۲	حکایت ۷۸ شاہ اسحٰق صاحب کا اخلاص تقوی اور بواسیر کے لئے عمل
،	حکایت ۷۹ مولانا شہید کی تعریف اور انکی تکفیر کی تردید
۹۴	حکایت ۸۰ مولانا شہید سے رامپور میں مناظرہ اور مناظر کی خودکشی۔
۹۵	حکایت ۸۱ حضرت نانوتوی کا وعظ نواب اعظم علیخان رئیس خورجہ کے مکان پر۔
۹۸	حکایت ۸۲ شاہ اسحٰق صاحب اور انکے مخالفین کا امتحان ایک شاہزادے کی طرف سے
۹۹	حکایت ۸۳ حضرت نانوتوی کی بےنظیر تقریر خلافت بقیہ
۱۰۱	حکایت ۸۴ حضرت نانوتوی کی فضیلت صدیق اکبر پر۔
۱۰۲	حکایت ۸۵ شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر ولیعہد متعلق خلافت راشدہ۔

صفحہ	مضامین
۱۰۳	حکایت ۸۶ شاہ عبدالعزیز صاحب کی لاجواب تصنیف "تحفہ" کی تعریف اور اسکے رد ذوالفقار کا حال۔
۱۰۴	حکایت ۸۷ شاہ عبدالقادر کا کشف رویت ہلال عید کے متعلق اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصدیق وتحقیق
۱۰۵	حکایت ۸۸ شاہ عبدالقادر صاحب کا کشف تربیت طلاق طلب
۱۰۶	حکایت ۸۹ شاہ عبدالقادر صاحب کی کرامات۔
،	حکایت ۹۰ شاہ عبدالقادر صاحب کی گفتگو مولوی فضل حق خیرآبادی سے معقول میں۔
۱۰۷	حکایت ۹۱ شاہ اسحٰق صاحب کی معقول دانی۔
۱۰۸	حکایت ۹۲ شاہ عبدالقادر صاحب کا توکل اور ایک تیل فروش کو تعویذ دینا اور اسکا ہدیہ قبول فرمانا اور متبنی بنانے کی تحقیق۔
۱۱۰	حکایت ۹۳ شاہ عبدالقادر صاحب کا معمول سادات کے متعلق اور بہت شیعوں کا سنی ہونا۔
۱۱۱	حکایت ۹۴ شاہ عبدالقادر صاحب سنی اور شیعہ کے جواب میں فرق کرتے تھے اور ہاتھ سے سلام کرنیکی تحقیق۔
۱۱۲	حکایت ۹۵ شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ عبدالقادر صاحب اور مرحوم شاہ اسحٰق صاحب اور ذکر وشغل کی تحقیق۔
،	حکایت ۹۶ شاہ عبدالقادر صاحب کا ایک معمول تفسیر کے متعلق
۱۱۳	حکایت ۹۷ شاہ غلام علی صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ عبدالقادر صاحب کے مراتب۔
۱۱۴	حکایت ۹۸ شاہ عبدالقادر صاحب کا عمل دفع جنات کیواسطے
۱۱۵	حکایت ۹۹ شاہ اسحٰق کی ذکر میلاد میں شرکت اور اسکی تحقیق
،	حکایت ۱۰۰ شاہ عبدالغنی صاحب نے بدعتی شاگرد کو سند نہیں دی
۱۱۶	حکایت ۱۰۱ مولوی احمد حسن مرادآبادی کی توبہ بدعات سے۔
۱۱۷	حکایت ۱۰۲ مولانا شہید کا حلم اور اسکا اثر۔
،	حکایت ۱۰۳ مولوی محمد صاحب صاحبزادہ مولانا شہید کی مجذوبیت۔
۱۱۸	حکایت ۱۰۴
۱۱۹	حکایت ۱۰۵ مولانا مظفر حسین صاحب کا تقوی اور شاہ اسحٰق صاحب کا تقدس۔

صفحہ	مضامین
۱۲۰	حکایت ۱۰۶ شاہ عبد الغنی رح نے صدر الصدور کے ہدیہ کو احتراز فرمایا۔
۱۲۱	حکایت ۱۰۷
؍	حکایت ۱۰۸ نواب قطب الدین صاحب کی للّٰہیت۔
۱۲۲	حکایت ۱۰۹ حضرت حاجی صاحب رح سے نواب صاحب کی عقیدت
۱۲۳	حکایت ۱۱۰ شاہ اسحٰق صاحب رح کا ایک پادری سے عظیم الشان مناظرہ اور فتح۔
۱۲۴	حکایت ۱۱۱ شاہ اسحٰق صاحبؒ کا استغراق۔
؍	حکایت ۱۱۲ شاہ اسحٰق صاحبؒ کے صاحبزادے کی ولایت۔
۱۲۵	حکایت ۱۱۳ مولانا شہیدؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی تحقیق حب عقلی و حب عشقی کے متعلق اور مولانا گنگوہی کا فیصلہ
۱۲۶	حکایت ۱۱۴ مولانا مظفر حسین صاحب کی خدمت خلق و انکسا
؍	حکایت ۱۱۵ میاں نذیر حسین صاحب مرحوم کو شاہ صاحب نے سند تبرکاً دی ہے اور وہ بھی سفارش سے۔
۱۲۷	حکایت ۱۱۶ شاہ احمد سعید صاحب رح اس بارے میں کہ ہدیہ وغیرہ نعمت حق سمجھکر لینا چاہئے اور استغنا عن الخلق مطلوب ہے نہ کہ عن نعمۃ الحق۔
؍	حکایت ۱۱۷ مولانا شہیدؒ کی ریاضت نفس کیواسطے تدبیر اسکی عملی دلیل۔
۱۲۸	حکایت ۱۱۸ حکیم خادم علی صاحب کی کرامت۔
؍	حکایت ۱۱۹ مولانا شہید رح کو خواب میں زیارت اور شفا سے مریض کی بشارت۔
۱۲۹	حکایت ۱۲۰ مولانا شہیدؒ کا نکاح ثانی کی سنت کو زندہ کرنا۔
۱۳۰	حکایت ۱۲۱ مولانا شہیدؒ سید صاحب سے بیعت کیوں نہ ہوتے
؍	حکایت ۱۲۲ شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی کا سید صاحب سے بیعت ہونا۔
۱۳۱	حکایت ۱۲۳ مولانا شہیدؒ آزادی کے زمانہ میں بھی باادب تھے
؍	حکایت ۱۲۴ مولانا موصوف کا حق کو تسلیم کر لینا۔
۱۳۲	حکایت ۱۲۵ سید صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب کا تبادلۂ نسبت
۱۳۳	حکایت ۱۲۶ ۱۲۲ کی تفصیل اور تجلی کی تحقیق از حضرت حاجی صاحب و مولانا تھانوی و حضرت نانوتوی۔
۱۳۴	حکایت ۱۲۷ شاہ صاحب موصوف پر سید صاحب کا اثر۔
۱۳۵	حکایت ۱۲۸ مولانا عبد الحی صاحب کی جہاد کیلئے بیتابی۔
۱۳۶	حکایت ۱۲۹ مولانا عبد الحی صاحب کے غصہ کے وقت انوار الٰہیہ کی بارش۔
۱۳۷	حکایت ۱۳۰ مولانا عبد الحی صاحب کا سفر میں عورتوں کیلئے نماز کا اہتمام فرمانا۔
؍	حکایت ۱۳۱ مولانا عبد الحی صاحب کی عقیدت سید صاحب کیساتھ
؍	حکایت ۱۳۲ امیر محبوب علی صاحب کی غدر سے مافقت پر پروانۂ معافی کا ملنا اور میر صاحب کا اسکو پھاڑ ڈالنا۔
۱۳۸	حکایت ۱۳۳ قلعہ میں مولانا شہیدؒ کی مخالفت پر جلسہ اور مولانا کی آمین پر تاثیر تقریر۔
۱۳۹	حکایت ۱۳۴ مولانا شہید کا بے نظیر واقعہ۔
۱۴۰	حکایت ۱۳۵ حدیث جن کی تحقیق۔
۱۴۱	حکایت ۱۳۶ شاہ عبد العزیز صاحبؒ شاہ رفیع الدین صاحب کی تحقیق زیارت رسول اللہ صلعم کے متعلق۔
۱۴۲	حکایت ۱۳۷ شاہ غلام علی صاحب کا دہلی میں تشریف لانا اور ایک عجیب معاملہ۔
۱۴۳	حکایت ۱۳۸ شاہ صاحب کی سخاوت۔
؍	حکایت ۱۳۹ شاہ صاحبؒ کا ادب شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے ساتھ۔
؍	حکایت ۱۴۰ مرزا مظہر جان جاناں کا ایک نہایت عجیب واقعہ اور مولانا تھانوی سلمہ کیطرف سے سلب نسبت کی تحقیق
۱۴۵	حکایت ۱۴۱ مرزا صاحبؒ کا تعلق حضرت عالمگیرؒ کیساتھ اور انکی شہادت کا قصہ اور رافضیوں کی سخت غلطی۔
۱۴۶	حکایت ۱۴۲ مولانا قاسم العلوم کا مرض وفات میں گنگوہ آنے کا شوق اور مولانا گنگوہی کی محبت۔

صفحہ	مضامین
١٤٦	حکایت ۱۴۳ مولوی غلام علیصاحب پر شاہ صاحب کی شفقت
١٤٧	حکایت ۱۴۴ نواب قطب الدین صاحب متعلق وت
″	حکایت ۱۴۵ حضرت میانجی نور محمد صاحب متعلق سماع بلا مزامیر
١٤٨	حکایت ۱۴۶ قبرستان میں مسجد کی تحقیق از شاہ اسحق صاحبؒ۔
١٤٩	حکایت ۱۴۷ شاہ عبدالعزیز صاحب کا معمول زیارت مشہدیان کے متعلق اور شاہ اسحق صاحب کا انسے اختلاف
″	حکایت ۱۴۸ حضرت نانوتوی در مدح شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ۔
١٥٠	حکایت ۱۴۹ رامپور کے ایک مجذوب کا قصہ۔
١٥٤	حکایت ۱۵۰ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحقیق عبدالوہاب نجدی و ابن قیم وابن تیمیہ کے باب میں۔
١٥٥	حکایت ۱۵۱ مولانا شہیدؒ کے رفع یدین کا قصہ اور شاہ عبدالقادر رحؒ کی عجیب تحقیق۔
١٥٦	حکایت ۱۵۲ اربعین اور راہ سنت مسائل کی تصنیف قابل ملاحظہ واقعہ۔
١٥٧	حکایت ۱۵۳ ایک مجذوب کا واقعہ خودکشی۔
١٥٩	حکایت ۱۵۴ مولانا شہیدؒ اور فضل حق کے مناظرہ کا تذکرہ۔
١٦٠	حکایت ۱۵۵ مومن خان کی ذہانت۔
″	حکایت ۱۵۶ مولوی فضل حق صاحب کی ہار۔
١٦١	حکایت ۱۵۷ مولوی فضل حق صاحب کی توبہ اور کمال اعتراف۔

صفحہ	مضامین
١٦١	حکایت ۱۵۸ مولوی فضل حق صاحب کی حق گوئی۔
١٦٢	حکایت ۱۵۹ مولوی فضل حق صاحب کا معاملہ مولانا شہید رحؒ کے مخالف کے ساتھ
″	حکایت ۱۶۰ مولوی محمد منیر صاحب کا تقویٰ۔
١٦٣	حکایت ۱۶۱ حضرت نانوتویؒ کا معمول متعلق قبول ہدیہ۔
١٦٣	حکایت ۱۶۲ حضرت نانوتویؒ کی حکمت آمیز نصیحت
١٦٤	حکایت ۱۶۳ مولانا کا معمول سفر میں۔
١٦٥	حکایت ۱۶۴ حضرت نانوتویؒ کا کمال
١٦٥	ضمیمہ مسمّے بہ تطیف الزیارات فی لطیف الغنایا ت اور اسکی وجہ تسمیہ۔
١٦٦	مکتوب خانصاحب بخدمت حضرت مولانا تھانوی مدظلہم
١٦٧	حکایت ۱۶۶ خانصاحبؒ کا مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور حضرت حاجی صاحبؒ کا انکی تعریف فرمانا
١٦٨	حکایت ۱۶۷ حضرت قبلہ خانصاحب کا اپنی عادت کے خلاف سوال کر کے ایک عالم کو قرض کے بارسے سبکدوش کرا دینا۔
١٧٠	حکایت ۱۶۸ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا استغنا۔
″	حکایت ۱۶۹ حضرت نانوتویؒ۔
١٧١	حکایت ۱۷۰ حضرت دیوبندی رحؒ کا تعلق خانصاحب سے۔

روح پنجم (اعتقاد تقدیر و عمل توکل یعنی تقدیر پر یقین لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا)

اس اعتقاد اور اس عمل میں یہ فائدے ہیں (الف) کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے دل مضبوط رہیگا یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالےٰ کو یہی منظور تھا اسکے خلاف ہو نہیں سکتا تھا اور وہ جب چاہیگا اسکو دفع کرویگا (ب) جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کے دور ہونے میں دیر بھی لگے گی تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا (ج) نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اوس مصیبت کے دفع کرنے کی ایسی نہ کریگا جس سے خدا تعالےٰ ناراض ہو۔ یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدون خدا تعالےٰ کے چاہے ہوئے دفع ہوگی نہیں پھر خدا تعالےٰ کو کیوں ناراض کیا (د) نیز اس سمجھنے کے بعد سب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں بھی مشغول ہوگا کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اوسی کے چاہنے سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے تو اوسی سے عرض کرنے مین نفع کی زیادہ اُمید ہے پھر دُعا میں لگ جانے سے اللہ تعالےٰ سے علاقہ بڑھجاویگا جو تمام راحتون کی جڑ ہے (ہ) نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے کرنے سے ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اسکو ناز اور فخر اور دعوی نہ ہوگا حاصل ان سب فائدون کا یہ ہوا کہ یہ شخص کامیابی میں شکر کریگا اور ناکامی میں صبر کریگا اور یہی فائدے اس مسئلہ کے اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بطور خلاصہ بتلائے ہیں۔ (لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم ۲۱
الآیۃ سورہ حدید) اور اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر کا بہانہ کرکے شریعت کے موافق ضروری تدبیر کو بھی چھوڑدے بلکہ یہ شخص تدبیر کر ور تدبیر کو بھی نہ چھوڑے گا اور اوس میں بھی اُمید رکھے گا کہ خدا تعالےٰ اس میں بھی اثر دے سکتا ہے اسلئے کبھی ہمت نہ ہارے گا۔ جیسے بعض لوگون کو یہ غلطی ہوجاتی ہے اور دین تو بڑی چیز ہے دُنیا کے ضروری کامون میں بھی ایسی کم ہمتی کی بُرائی حدیث میں آئی ہے چنانچہ عوف بن مالکؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمایا تو ہارنے والا کہنے لگا حسبی اللہ ونعم الوکیل (مطلب یہ کہ خدا کی مرضی میری قسمت) حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے لیکن ہوشیاری سے کام لو یعنی کوشش وتدبیر میں کمی مت کرو پھر جب کوئی کام تمہارے قابو سے باہر ہوجائے تب کہو حسبی اللہ ونعم الوکیل (یعنی خدا کی مرضی میری قسمت) (ابو داود) یہ مضمون تو بیچ میں اس مسئلہ کے فائدے بتلانے اور غلطیون سے بچانے کے لئے آگیا تھا اب وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں جنمیں اس مسئلہ کا ذکر ہے۔

نمبر ا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جبتک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے اسکی بھلائی پر بھی اور اوسکی بُرائی پر بھی یہان تک کہ یہ یقین

کرے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی (ترمذی) نمبر۲ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں بتلاتا ہوں اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیری حفاظت فرماویگا۔ اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ تو اُسکو اپنے سامنے (یعنی قریب) پاویگا جب تجھکو کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب تجھکو مدد چاہنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہ۔ اور یہ یقین کرے کہ تمام گروہ اگر اس بات پر متفق ہو جاویں کہ تجھکو کسی بات سے نفع پہنچاویں تو تجھکو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھدی تھی اور اگر وہ سب اس بات پر متفق ہو جاویں کہ تجھکو کسی بات سے ضرر پہنچاویں تو تجھکو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھدی تھی (ترمذی) نمبر۳ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کی پانچ چیزوں سے فراغت فرمادی ہے اُنکی عمر سے اور اُسکے رزق سے اور اوسکے عمل سے اور اُسکے دفن ہونے کی جگہ اور یہ کہ (انجام میں) سعید ہے یا شقی ہے (احمد و بزار و کبیر و اوسط)

نمبر۴ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی ایسی چیز پر آگے مت بڑھ جس کی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ میں آگے بڑھکر اسکو حاصل کر لونگا اگرچہ اللہ تعالیٰ ۲۲
نے اُسکو مقدر نہ کیا ہو اور کسی ایسی چیز سے پیچھے مت ہٹ جسکی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ وہ میرے پیچھے ہٹنے سے ٹلجاویگی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو مقدر کر دیا ہو (کبیر و اوسط) ف یعنی یہ دونوں گمان غلط ہیں بلکہ جو چیز مقدر نہیں وہ آگے بڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی اسلئے اس گمان سے آگے بڑھنا بیکار اور اسیطرح جو چیز مقدر ہے وہ ہٹنے اور بچنے سے ٹل نہیں سکتی اسلئے اس گمان سے بچنا بیکار

نمبر۵ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نفع کی چیز کو کوشش سے حاصل کر اور اللہ سے مدد چاہ اور ہمت مت ہار اور اگر تجھپر کوئی واقعہ پڑجائے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا لیکن (ایسے وقت میں) یوں کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرمایا تھا اور جو اُسکو منظور ہوا اوس نے وہی کیا (مسلم) یہانتک کی حدیثیں جمع الفوائد سے نقل کیگئی ہیں۔ ان حدیثوں میں زیادہ تقدیر کا بیان تھا آگے وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن میں زیادہ توکل کا اور کچھ کچھ تقدیر کا بیان ہے۔ نمبر۶ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کرکے اُس کام کو کر ڈالا کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنیوالوں سے (جو خدا تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں (آل عمران)

ف اس سے بڑھکر کیا دولت ہوگی کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالےٰ کو محبت ہے جس
شخص سے خدا تعالےٰ کو محبت ہو اوسکی فلاح میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے اور اس آیت سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ تدبیر کا بھی حکم ہے کیونکہ مشورہ تو تدبیر ہی کے لئے ہوتا ہے البتہ تدبیر
پر بھروسہ کرنا نہ چاہیئے بلکہ تدبیر کرکے بھی بھروسہ خدا ہی پر ہونا چاہیئے **نمبر ۷** ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ
نے کہ یہ ایسے (مخلص) لوگ ہیں کہ (بعض) لوگوں نے (جو) اونکے (پاس آکر) کہا کہ اون لوگوں نے (یعنی
کفار مکہ نے) تمہارے (مقابلہ کے) لئے (بڑا) سامان جمع کیا ہے سو تم کو اون سے اندیشہ کرنا چاہیئے
تو اس (خبر) نے اون کے (جوش) ایمان کو اور زیادہ کردیا اور (نہایت استقلال سے یہ) کہہ (کر بات
کو ختم کر) دیا کہ ہم کو حق تعالےٰ (سب مہمات میں) کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا
ہے (یہی سپرد کرنا توکل ہے) پس یہ لوگ خدا تعالےٰ کے نعمت اور فضل سے (یعنی ثواب اور
نفع تجارت سے) بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ
لوگ (اس واقعہ میں) رضائے حق کے تابع رہے (اسیکی بدولت ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز
ہوئے) اور اللہ تعالےٰ بڑا فضل والا ہے (آل عمران) **ف** ان آیتوں میں ایک قصہ کی طرف
اشارہ ہے جس میں صحابہ کو دُنیا اور دین دونوں کا فائدہ ہوا اللہ تعالےٰ یہ تبلاتا ہے کہ یہ دونوں ۲۳
دولتیں توکل کی بدولت ملیں **نمبر ۸**۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے آپ فرمادیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں
پڑسکتا مگر وہی جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی
جو تجویز کرے بندہ کو اسپر راضی رہنا واجب ہے) اور (ہماری کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں
کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں (دوسری بات یہ فرمائیے) کہ (ہمارے لئے جیسی اچھی حالت
بہتر ہے ایسے ہی سختی کی حالت بھی باعتبار انجام کے بہتر ہے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں اور گناہ
معاف ہوتے ہیں پس) تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو۔
(توبہ) **ف** اس سے ثابت ہوا کہ توکل کا اثر یہ ہے کہ اگر کوئی ناگواری بھی پیش آوے تو اُس سے
بھی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ اُسکو بھی بہتری ہی سمجھتے ہیں اگر دنیا میں بھی اسکا ظہور نہ ہو تو آخرت میں ضرور
ہوگا جو ہمارا اصلی گھر ہے اور وہی بھلائی ہمیشہ کام آنے والی ہے **نمبر ۹** فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور
موسیٰ (علیہ السلام) نے (جب بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے خوف میں دیکھا تو اون سے) فرمایا کہ
اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار مت کرو بلکہ) اوسپر توکل
کرو اگر تم (اوسکی) اطاعت کرنے والے ہو انھوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا

(بعد اسکے اللہ تعالےٰ سے دُعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا
اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے (یعنی جبتک ہم پر انکی حکومت مقدر رہے
ظلم نہ کرنے پاویں اور پھر انکی حکومت ہی کے دائرہ سے نکالدیجئے) (یونس) **ف** اس سے معلوم ہوا کہ
توکل کے ساتھ دعا زیادہ مفید ہوتی ہے **نمبر ۱۰**۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکل کریگا
تو اللہ تعالےٰ اوسکے کام بنانے کے لئے کافی ہے (اور یہ کام بنانا عام ہے ظاہراً بھی ہو یا صرف
باطناً) **ف** دیکھئے توکل پر کیسا عجیب وعدہ فرمایا ہے اور اصلاح باطنًا اسوقت تو معلوم نہیں ہوتی
مگر بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے **نمبر ۱۱**۔ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا آدمی کی سعادت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو اسکے لئے مقدر فرمایا اسپر راضی رہے اور آدمی
کی محرومی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ سے خیر مانگنا چھوڑ دے اور یہ بھی آدمی کی محرومی ہے کہ خدا تعالےٰ
نے جو اسکے لئے مقدر فرمایا اوس سے ناراض ہو (احمد و ترمذی) **نمبر ۱۲**۔ حضرت عمرو بن العاص سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل (تعلقات کے) ہر میدان میں
شاخ شاخ رہتا ہے سو جس نے اپنے دل کو ہر شاخ کے پیچھے ڈال دیا اللہ تعالےٰ پروا بھی نہیں
کرتا۔ وہ کسی میدان میں ہلاک ہوجاوے اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالےٰ سب ۲۴
شاخوں میں اوسکے لئے کافی ہوجاتا ہے (ابن ماجہ) **ف** یعنی اوسکو پریشانی اور شکلیں نہیں ہوتیں۔
یہ دو حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں۔ **نمبر ۱۳**۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (اپنے دل سے) اللہ تعالےٰ ہی کا ہو رہے اللہ تعالےٰ اوسکی سب ضرورتوں
کی کفایت فرماتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اوسکا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دنیا کا
ہو رہے اللہ تعالےٰ اوسکو اس دُنیا ہی کے حوالہ کردیتا ہے (ابو الشیخ) یہ حدیث ترغیب ترہیب میں ہے
نمبر ۱۴۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ اونٹ کو
باندھکر توکل کر (ترمذی) **ف**۔ یعنی توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں ہاتھ سے تدبیر کرے دل سے اللہ
پر توکل کرے اور اس تدبیر پر بھروسہ نہ کرے **نمبر ۱۵**۔ ابو خزامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دوا اور جھاڑ پھونک کیا تقدیر کو ٹال دیتی ہے آپ نے فرمایا یہ بھی
تقدیر ہی میں داخل ہے (ترمذی و ابن ماجہ) **ف** یعنی یہ بھی تقدیر میں ہے کہ فلاں دوا یا جھاڑ
پھونک سے نفع ہوجاویگا یہ حدیث تخریج عراقی میں ہے۔ نتیجہ مسلمانو۔ ان آیتوں اور حدیثوں سے سبق
لو کیسی ہی دشواری پیش آوے دل تھوڑا مت کرو اور دین میں کچے مت بنو خدا تعالےٰ مدد کریگا فقط کتبہ محمد اشرف علی۔

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید عوام و خواص افراط و تفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پر فتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں کی کسی نے تو زلی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صد ہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہونچا کہ اپنے عقائد خراب کر بیٹھے شرک تک میں مبتلا ہو گئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے انکو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہو گئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیئے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں بنظر بر آن حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہو گئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادہر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انکو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکال حل ہونگے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں۔ قیمت پانچ روپے۔ محصولڈاک آٹھ آنے۔

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے

تبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے بہت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ معدن کیف روحانی ہے بس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدہر ہیں شریعت کو طریقت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو وضع ہو جاویگا

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

احادیث تصوّف کی کسوٹی

یعنی

التشرف بمعرفت احادیث التصوّف

آجکل خصوصیت سے تصوف کے بارے میں جوافراط تفریط ہورہی ہے اسکی اصلاح میں امام العلماء رئیس الاتقیاء محی السنۃ طبیب الملۃ سراج الملۃ حکیم الامۃ مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدفیوضہم نے ہمیشہ خاص توجہ مبذول رکھی ہے اصول واحکام تصوف ثابت فرماکر منکرین کو انکی تعمیل پر آمادہ کیا کم ہمتون کیواسطے آسان سے آسان طریق تجویز کرکے تسہیل مادی ناقصون کو تکمیل کی طرف توجہ دلائی۔ غلو کرنے والون کو تعدیل کا امر فرمایا۔ غرض ہر شخص پر مواعظ و مضامین ملفوظات وغیرہ ہر طریقہ کے ساتھ حجت تمام کردی جیسا کہ حضرت مولانا موصوف دام ظلہم العالی کی تصانیف سے مستفید ہونے والے حضرات پر خوب روشن ہے۔ خاصکر جن لوگون نے التکشف اور تربیۃ السالک کلید مثنوی اور مواعظ کو دیکھا ہوگا اونکے سامنے کسی کتاب کی خوبی بیان کرنیکے لئے اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ مولٰنا موصوف کی تصنیف ہونا ثابت کردیا جائے۔

اسوقت یہ ایک نئی تالیف چھپی ہے اسلئے شائقین کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے علامہ موصوف نے اس مرتبہ کتاب میں تصوف سے تعلق رکھنے والی حدیثون کی تحقیق فرمائی ہو جس سے حدیثوں کا صحیح ہونا معلوم ہوکر منکرین تصوف کا انکار کافی ہوجاتا ہے اور جو روایات درصل حدیث نہ تھی بلکہ کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کردیا ہو اسکی اصلیت ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا ہے کہ بزرگون کا یہ قول فلان دلیل شرعی سے ثابت ہی صل کتاب عربی میں ہے۔ دوسرے کالم میں خود حضرت مولف سلمہ ہی کا ترجمہ ہو اس صورت سے ہر طبقہ کے لئے نفع عام اور تام ہوگیا ہو۔ اس نایاب ذخیرہ کو شائقین تصوف جلد از جلد منگاکر حرز جان بنائیں اور منکرین تصوف بھی ضرور اسکو ملاحظہ کرکے اپنی علمی و عملی غلطی کو زائل کریں۔ ضخامت ۱۴۷ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔ محصولڈاک چار آنے +

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالیٰ وقرآنًا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت صدر مدال ست بمنافعت تعلیم تدریجی برائے

عامہ طلب عطا خیر رشد یا بادی ☆ نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ[1] مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی ☆ پس اتباعًا للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مشتمل ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد	بابت محرم الحرام سنہ ۱۳۴۷ھ	نمبر ۹

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و حاوی ست مذکرے در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ☆ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و تیسیر الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ☆ باہتمام محمد عثمان عامی ☆ در شہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دینیہ کلاں دہلی بہر نزدیک و دور رسد ہمیں گرد

[1] هذا التفسير العام ماخوذ من الحديث انفض بيننا بكتاب الله وقضى بالحكم ۱۲

ضروری نوٹ:۔ چونکہ امسال گنجایش نہیں اسواسطے جنتری طبع نہیں کرائی لہذا کوئی صاحب جنتری کی طلبی میں کارڈ بھیجکر مضایع نہ فرمائیں (مدیر)

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ
جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہٗ	۳ / ۱۰
۲	تسہیل المواعظ ...	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ	۱۱ / ۱۴
۳	حیوٰۃ المسلمین ...	مضامین مختلف	... ... // ...	۱۵ / ۱۸
۴	کلید مثنوی یعنی شرح مثنوی مولانا روم ...	تصوف	... ... // ...	۱۹ / ۲۱
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ...	حدیث	... ... // ...	۲۲ / ۳۰
۶	ملفوظات عزیز المجید ...	ملفوظات	... ... // ...	۳۱ / ۳۳
۷	حل الاحتمالات ...	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہٗ	۳۵ / ۴۲
۸	سیرۃ الصدیق ...	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ...	۴۳ / ۴۹

یادگار صالحین

اس جہل و ضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چکے ہیں سخت ضرورت ہے کہ انکو دینی معلومات کی واقفیت کے ساتھ یادگار صالحین بزرگان دین کے حالات و واقعات کا بھی مطالعہ کرایا جائے جو دینی معلومات کیلئے اعانت کا کام دیگا خصوصاً ان بزرگان حقہ کا جنکے نام سے شاید ہی اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو گیا اسوقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں ان حضرات کے حالات کے سچے اور صحیح ہونیکے لئے جناب امیر شاہ خان صاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ کی زبان سے نکلے ہوئے ہونیکے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نور علیٰ نور کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کئے گئے ہیں انکا نام امیر الروایات فی حبیب الحکایات رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کما حقہ تعریف ناممکن ہے۔ پوری کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ محصولڈاک چار آنے۔

المشتہر ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک گاؤں والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! آپ مجھے وہ کام تبلائیے جسکو کرکے میں جنت میں چلا جاؤں حضور نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ اسکے ساتھ کسیکو شریک کرو اور فرض نماز پڑھو فرض زکوٰۃ ادا کرو رمضان شریف کے روزے رکھو۔ کہنے لگا قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں اسمیں کچھ بھی کمی زیادتی نہ کرونگا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے اصحاب سے خطاب کرکے فرمایا: جو کوئی جنتی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسکو دیکھ لے۔ اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

ف لا ازید علی هذا ولا انقص (اسمیں کچھ کمی زیادتی نہ ہوگی) یہ ایک محاورہ ہے ہمارے ہاں بھی۔ جب اطاعت کاملہ کا اقرار کرنا ہوتا ہے تو کہتا ہے بلاکم وکاست عمل کرونگا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جملہ احکام میں اپنی رائے کو دخل نہ دونگا۔ ہو بہو حسب فرمان عمل کرونگا یہ غرض نہیں ہوتی کہ ان اعمال خاصہ میں کمی نہ کرونگا اور ان سے زائد کوئی عمل نہ کرونگا۔ چنانچہ اس سائل کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسمیں کچھ تصرف اپنی رائے سے نہ کرونگا یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ احکام شرع پر عمل نہ کیا جائے گا۔ لہذا اب آپ کا اسکے لئے جنت کی بشارت دیدینا باعث استبعاد نہیں اسی قسم کا ایک اور واقعہ بروایت ابوطلحہ صحیحین میں آتا ہے اسمیں بھی ایک بدوی نے آکر یہی سوال کیا ہے مگر اسمیں آپ کے جواب میں ان ارکان ثلثہ (نماز روزہ زکوٰۃ) کے علاوہ کچھ اور الفاظ بھی ہیں فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرائع الاسلام۔ یعنے حضور نے اسکو تمام احکام مشروعہ اسلام کے تبلائے اور خود اس ہی حدیث میں تمام احکامات دین اور انکی پابندی پر حاوی ان تعبد اللہ ولا تشرك به شیئا (شرک سے محفوظ رہکر صرف خدا کی عبادت کرو) کے الفاظ اصولی طور پر مذکور ہیں۔ نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب انہی کی تفصیل ہے اور بعض احادیث میں بجائے اسکے ایمان باللہ کا ذکر ہوتا ہے بہرحال ان تمام وقائع کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ جسوقت کسی سائل یا کسی قوم کے فرستادہ وفد نے آپکے پاس آکر اسلام اور اسکے ارکان کے متعلق سوال کیا ہے تو آپ نے جواب میں اول تو اصولی طور پر شرک سے بچنے اور صرف ایک خدا کی عبادت کرنے کی تعلیم دی ہے اور پھر اسوقت تک نازل شدہ احکام میں سے

عام اصولی احکام نماز روزہ زکوٰۃ اور اسکے علاوہ چند خاص اس سائل کے متعلق ضروری ہدایات اور قابل اصلاح امور ہوتے تھے وہ بتلاتے ہیں اور چونکہ یہ زمانہ ابتدا اسلام کا تھا عرب کی ایک آزاد اور بت پرست قوم کو صرف ایک خدا کی عبادت پر آمادہ اور پابند بنایا جارہا تھا لہذا اسوقت ان پر زیادہ بار نہ رکھا جاتا تھا نیز تمام احکام اسوقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے ارکان اسلام میں سے بھی حج اسوقت تک فرض نہیں ہوا تھا زیادہ تر روزہ نماز زکوٰۃ اسی قسم کے اصول احکام کی تعلیم دیجاتی تھی اور حسب ضرورت فروعی احکام بھی ہر شخص کے مناسب بتلائے جاتے تھے اور اُس وقت اسیقدر ضروریات دین کی پابندی کافی بھی سمجھی جاتی تھی اور چونکہ یہ سائلین اس اطاعت اور کمال انقیاد کو ظاہر کرنیکے لئے جواباً کہتے ہیں لا ازید علی ھذا ولا انقص یعنے یہ آپ کا ارشاد اور خدا کا حکم ہے اسپر عمل کرینگے اور اسمیں کچھ کمی بیشی نہ ہوگی لہذا حضور نے بھی انکے پختہ ارادوں کو احساس کرکے جنت اور فلاح کی بشارت دی ہے کیونکہ وہ ان الفاظ سے اطاعت عملی کی ایسی کامل آمادگی ظاہر کرتے ہیں جسکے بعد عمل کا تحقق اغلب ہوجاتا ہے اور کامل عمل اور طاعت وانقیاد کے بعد جنت کے ملنے میں کچھ شک ہی نہیں ہے چنانچہ جہاں آپ کو اطمنان نہ ہوا وہاں آپ نے فرمایا افلح الرجل ان صدق (اگر سچ کہتا ہے تو کامیاب ہوگیا) اب رہا روایات کا قصہ سوان تمام اعتقادی وعملی اصول کو تو ہر راوی ذکر کرتا ہے بقیہ انکے علاوہ فروعی احکام جو ہر شخص کو اسکی ضرورت اور اصلاح کے مناسب بتلائے ہیں اسمیں سے کوئی کسیکو ذکر کردیتا ہے کوئی کسیکو۔ کوئی ایسے الفاظ لے آتا ہے جو اجمالاً تمام فروع واصول کو حاوی ہیں لہذا ان تمام طرق کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہر ایک کو بقدر ضرورت تمام باتیں بتلائی ہیں اور انھوں نے اُن پر پابندی کرنے کی قسم کھائی ہے اور اسپر آپ نے انکو جنت کی بشارت دی ہے واللہ اعلم۔

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ قضاعہ کا ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! میں صدق دل سے شاہد ہوں کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اسکے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں۔ تراویح بھی پڑھتا ہوں اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہوں

(اب میرے متعلق فرماتے کیا ارشاد ہے) حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس عملی حالت پر مرجائے وہ بروز قیامت شہدا اور صدیقین کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

اسکو بزار نے بسند حسن اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے روایت کیا نیز یہ حدیث بالفاظ ابن حبان کتاب الصلوۃ میں آچکی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن معاویۃ الغاضری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تین کام ہیں جس نے انپر عمل کر لیا اس نے ایمان کا حقیقی ذائقہ چکھ لیا صرف ایک اللہ کی عبادت کی اور صدق دل سے سمجھ لیا کہ بجز اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور خوشی سے باقتضاء قلب ہر سال اپنے مال کی زکوۃ نکالتا رہا اور بدھا خارشتی مریض تولا لنگڑا جانور زکوۃ میں نہیں دیا بلکہ متوسط درجہ کا نہ بہت اچھا اور نہ بالکل بُرا مال زکوۃ میں دیا یاد رکھو اللہ میاں تم سے بہت عمدہ اعلےٰ درجہ کا مال بھی نہیں مانگتے اور بُرا گرا ہوا مال بھی نہیں لیتے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ۹
کے دست مبارک پر ان تین باتوں کی بیعت کی نماز پڑھنا زکوۃ دینا ہر مسلمان کو بھلائی کی بات بتلانا (یعنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب استطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے) اسکو بخاری مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

حضرت عبید اللہ بن عمیر لیثی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا اللہ کے دوست وہ نمازی ہیں جو پانچوں وقت فرض نماز با جماعت (پابندی سے) ادا کرتے ہیں اور رمضان شریف کے روزے دل سے خالصۃً لوجہ اللہ رکھتے ہیں اور مال کی زکوۃ خلوص قلب سے خوشی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن کبیرہ گناہوں سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے انسے بچتے ہیں (اسپر) صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا حضور کبیرہ گناہ کتنے ہیں آپ نے فرمایا نو ہیں جنمیں سب سے بڑا شرک ہے، ناحق مومن کو قتل کرنا، میدان جنگ سے بھاگنا، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیموں کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا، اور خدا کے اُس

بیت الحرام کو حلال بنانا جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا اور تمہارے بعد آنے والی امتوں کا سب کا قبلہ ہے (یعنے اس میں خون ریزی قتل و غارت کرنا) جو شخص بھی ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اور پابندی سے نماز پڑھتا رہے گا زکوٰۃ دیتا رہے گا اور اسی حالت پر مرجائے گا وہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ اس جنت کے بیچ مین ہوگا جسکے دروازون کے کواڑ سونیکے ہیں اسکو طبرانی نے کبیر میں اکثر ثقہ راویون سے روایت کیا۔ اگرچہ بعض میں کلام بھی ہے۔ نیز اسکا کچھ حصہ ابو داؤد میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے اور جس شخص نے مال حرام جمع کیا اور پھر اسکا صدقہ بھی کردیا تب بھی اسمیں اسکو کچھ اجر نہ ملیگا بلکہ اس (کسب حرام) کا گناہ اسپر بدستور رہے گا (جو بغیر توبہ کے نہیں معاف ہوسکتا)

ف صدقہ مال حرام موجب ثواب نہیں اور نہ ثواب کی نیت کرنی چاہیئے بلکہ یہ صدقہ
10 تو اس مال حرام سے جان چھڑانے کا ایک طریقہ ہے چنانچہ کسب حرام کا گناہ اسپر برابر رہے گا جبتک توبہ نہ کرے معاف نہ ہوگا اور اس قسم کے مال حرام کا اگر مالک معلوم ہے تب تو وہ مال اسکا ہے اس کو پہنچانا واجب ہے ورنہ تمام مال کو (بلا نیۃ ثواب) صدقہ کردینا چاہیئے۔

اسکو ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا اور تصحیح کی

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس ایک لڑکا بیٹھا ہوا کلام مجید پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص حضرمہ نامی آیا اور عبداللہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا اے ابو عبدالرحمن! اسلام کے علی مراتب مین سے کونسا مرتبہ افضل ہے آپ نے فرمایا نماز اسنے کہا پھر آپ نے فرمایا پھر زکوٰۃ۔

اسکو طبرانی نے کبیر میں ایسی سند سے روایت کیا جسمیں کچھ مضائقہ نہیں۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ احادیث اس باب کے مناسب کتاب الصلوٰۃ میں آچکی ہیں اور کچھ انشاء اللہ کتاب الصوم کتاب الحج وغیرہ میں آئینگی۔

زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی چاندی سونے والا مالدار شخص اپنے مال کا حق (زکوٰۃ) نہیں ادا کرتا (اسکو سن لینا چاہیے کہ) جب قیامت کا روز ہوگا تو اس چاندی سونے کو آگ میں پگھلا کر اسکے چوڑے چوڑے پتے اور پھلکے بنائے جائینگے اور پھر انکو جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا (اور قبر سے اُٹھتے ہی) اس شخص کی پشت اور پہلو اور پیشانی پر ان سے داغ دیئے جائینگے اور جب وہ پھلکے ٹھنڈے ہوجائینگے پھر جہنم کی بھٹی میں تپا کر گرم کیجائینگے اور برابر داغ لگائے جائینگے اس ہولناک دن میں جسکی مقدار پچاس ہزار سال کی برابر ہے (برابر اسکے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا) حتی کہ لوگوں کے فیصلے ہوجائینگے۔ (اور اسکے حق میں بھی سزا یا خلاصی کا حکم ہوجائے گا) اور جہنم یا جنت کا راستہ دکھلا دیا جائیگا۔

ف یہ عذاب اور سختی اس شخص پر حساب کتاب سے پہلے ابتداء حشر سے ہی شروع ہوجائیگی
جیساکہ بعض سنگین مجرموں پر مقدمہ فیصلہ ہونے سے پہلے ہی حوالات میں سے ہی سختیاں ہونے 11
لگتی ہیں عدالت میں بھی ذلت اور رسوائی سے لایا جاتا ہے۔ پھر اگر دریائے رحمت جوش میں آگیا اور اس بے نیاز مالک نے چشم پوشی فرما کر اسکی تقصیر پر قلم عفو پھیر دیا تو بے نصیب راستہ جنت کا بتلا دیا جائے گا اور بچ جائے گا ورنہ تو جرم سخت ہے جہنم کا راستہ کھلا ہوا ہے اسیکا دنیا سے سامان کرکے آئے تھے "پچاس ہزار برس کا دن" حقیقت میں یہ کنایہ ہے غایت سختی اور کرب وبیچینی سے چنانچہ جو جسقدر زیادہ سنگین مجرم ہوگا اسکو اسیقدر زیادہ گراں اور زیادہ دراز معلوم ہوگا اور اسکی تکالیف ناقابل برداشت ہونگی انکی شدت کی وجہ سے ایسا معلوم ہوگا کہ ہزاروں سال کا دن ہے اور جو جسقدر بار گناہ سے ہلکا ہوگا اسکو اسیقدر کم معلوم ہوگا اور تکالیف کم محسوس ہونگی حتی کہ مومنین مخلصین کو یہی روز قیامت صرف دو رکعت فجر کی برابر معلوم ہوگا کیونکہ انکو تو پہلے ہی فرما دیا گیا ہے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون انکے لئے کچھ خوف وخطر اور غم کا مقام نہیں

پھر صحابہ نے عرض کیا اور یا رسول اللہ "اونٹ" اگر زکوٰۃ نہ ادا کیجائے تو اسکا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کا کیا حشر ہوگا) حضور نے فرمایا اور ایسے ہی جو کوئی اونٹوں والا اپنے اونٹوں کا

حق (زکوٰۃ) ادا نہ کریگا، اور اونٹوں میں علاوہ زکوٰۃ کے ایک حق یہ بھی ہے کہ جس دن پانی پلانے کیلئے لائیں اس روز کا دودھ (بطریق استحباب و تشکر فقرا اور مساکین کو دیدیا جاتے) تو جب قیامت کا روز ہوگا تو اسکو ایک صاف اور ہموار چٹیل میدان میں اوندھے منہ ان اونٹوں کے پیروں میں ڈالدیا جائے گا اور وہ اونٹ دُنیا کے اعتبار سے بہت زیادہ موٹے تازے اور طاقتور ہونگے اور (تعداد میں بھی) انہیں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا اور وہ سب ملکر اپنے (چوڑے چوڑے مضبوط) پیروں سے اس شخص کو روندینگے اور اپنے (تیز) دانتوں سے کاٹیں گے اور جب ایک طرف سے ختم ہوجا ئینگے تو دوسرے سرے سے شروع کر دینگے (اور جسطرح بیل کھلیان کے اندر گیہوں کو ایک دائرہ کی شکل میں روندتے ہیں اسیطرح اسکو روندتے رہیں گے یا ایک طرف سے لین اونٹوں کی ایک ایک کرکے اسپر سے گذرے گی پھر دوبارہ وہی لین دوسرے سرے سے لوٹ کر آئے گی اور اسیطرح برابر جاتے اور آتے رہینگے) اس دن کہ جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتیٰ کہ سب کا حساب وکتاب ہوجائیگا اور اس شخص کو بھی جنت کا (اگر بخشا گیا) یا جہنم کا (اگر قانونی کارروائی کی گئی) راستہ دکھلا دیا جائیگا (ف اہل عرب کے ہاں ۱۲
انکی موروثی سخاوت کی وجہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جو شخص جس روز اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کیلئے چشمہ پر لائے اس روز کا دودھ وہاں کے فقرا اور مساکین کو پلا دیتے چنانچہ اس دستور کے مطابق مساکین چشموں پر موجود رہا کرتے تھے اور ہر روز کسی نہ کسی کی باری ضرور ہوتی تھی۔ اور اس طرح ان مساکین کی بسر اوقات ہوتی تھی اسلام نے بھی اس طریقہ سخاوت کو بنظر استحسان دیکھا چنانچہ اسکو حقوق مستحبہ سے قرار دیکر حقوق واجبہ زکوٰۃ کے ہمراہ بیان کیا تاکہ انکی اہمیت معلوم ہوجائے۔ اگرچہ یہ حق مستحبات میں سے ہے اور تنہا موجب عقوبت نہیں مگر زکوٰۃ کو نہ ادا کرنے کی صورت میں یہ بھی عذاب کے اندر داخل ہوجائے گا کیونکہ بڑے جرم کے ساتھ معمولی فروگذاشتیں بھی محسوب ہوجاتی ہیں۔ واضح ہو کہ اونٹ کو تیسرے پانچویں آٹھویں روز پانی پلایا جاتا ہے یہ جانور کئی کئی روز کا پانی ایک مرتبہ پی لیتا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا اور یا رسول اللہ! "گائیں بکریاں" (جسکے پاس ہیں اور وہ انکی زکوٰۃ ادا نہیں کرے تو اسکا کیا حشر ہوگا) حضور نے فرمایا (ہاں ایسے ہی) جو گائیں بکریوں والا

شخص انکی زکوٰۃ ادا نہ کریگا اسکو بھی جب قیامت کا روز ہوگا تو ایک ہموار چٹیل میدان میں اوندھے منہ ان گائیں بکریون کے سامنے ڈالدیا جائیگا (اور اسوقت یہ سب کی سب موجود ہونگی) نہ کوئی ان میں سے کم ہوگی اور نہ کوئی بے سینگوں والی ہوگی نہ کوئی ٹیڑھی سینگون والی ہوگی نہ کوئی ٹوٹے ہوئے سینگوں والی ہوگی (بلکہ سب کی سب موٹی تازی نوکدار اور ثابت سینگون والی ہونگی اور) اپنے سینگون سے اسکو مارتی ہونگی اور پیروں اور سمون سے روندتی جائینگی اور جب ایک طرف سے (یا ایک بار) ختم ہوجائینگی تو دوبارہ شروع کردینگی (اور اسطرح اسکو مارتی اور روندتی رہینگی) اس روز کہ جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتی کہ تمام لوگون کا فیصلہ ہوجائے گا اور اس شخص کو بھی جنت کا یا دوزخ کا راستہ دکھلا دیا جائیگا۔

لوگون نے عرض کیا حضور! "اور گھوڑے" (جسکے پاس ہوں اسکا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں بعضے تو اپنے مالک کے لئے (موجب) بار اور گناہ ہیں۔ بعضے پردہ (پوش اور اپنے مالک کو دوسروں کی نظرون میں وقیع رکھنے والے) ہیں۔ بعضے اپنے مالک کیلئے (باعث) اجر اور موجب برکات ہیں (موجب) گناہ عظیم اور وبال تو وہ ہیں کہ جو محض ۱۳ نمایش کے لئے رکھے جائیں (کہ ہم بھی غازی اور مجاہد ہیں) یا فخر اور مباہات کیلئے ہوں (کہ ہم بھی بڑے رئیس ہیں) یا مسلمانون کو نقصان پہونچانے کے لئے مہیا کئے جائیں (ان سے تو خدا بچائے) اور پردہ (پوش) وہ ہیں کہ جنکو (اپنی ضروریات مشروعہ اور حوائج دینیہ ودنیویہ کی غرض سے) اللہ کے حکم کے موافق رکھا ہے اور جو کچھ انکی پشتوں اور گردنون کے متعلق اللہ کے (مقرر کردہ) حقوق ہیں انکو بھی نہیں بھولا (یعنے اقتو جہاد اور حوائج شرعیہ نیز دیگر دنیوی کاروبار کے لئے خود بھی سوار ہوتا ہے اور اگر کسی مسلمان بھائی کو ضرورت پیش آتی ہے تو اسکو مانگنے پر دیدیتا ہے کسی دینی مذہبی کام کیلئے ضرورت پیش آئی تو اسمیں بخل نہیں کیا کوئی اپنی گھوڑی کیلئے مانگے تو اسکا انکار نہیں کرتا اور نصاب زکوٰۃ کو ہوتے ہوئے انکی زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے نیز انکے گھاس دانے وغیرہ کی نگہداشت بھی کرتا ہے غرض خدا کے مسلمانوں کے خود اسکے تمام حقوق ادا کرتا ہے تو ایسے گھوڑے اسکو دنیا میں باعزت بنائینگے اسکی تنگدستی کے لئے پردہ پوش ضرورت کے وقت کام آنے والے ہونگے اور قیامت کے روز بھی کچھ انکے نفع ہی پہونچ جائے گا) اور موجب ثواب وہ گھوڑے ہیں

جن کو خدا کے راستہ میں محض مسلمانوں کے (جہاد کرنے کے) لئے سرسبز و شاداب چراگاہوں اور باغوں میں چھوڑ رکھا ہے (یہ اسقدر باعث برکت ہیں کہ) روزانہ جسقدر گھانس یہ ان چراگاہوں اور باغوں میں چرتے ہیں اسکے ہر ایک تنکے کے بدلے میں ایک نیکی اللہ پاک کے ہاں لکھی جاتی ہے اور (دن بھر) جتنی مرتبہ پیشاب کرتے ہیں اور لید کرتے ہیں اتنی ہی مرتبہ ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جسقدر رسیاں (انکے کودنے اچھلنے سے) ٹوٹتی ہیں اور جتنے ٹیلوں پر سے یہ کودتے اور پھلانگیں مارتے ہیں اسیقدر اللہ پاک ہر ہر ٹاپ اور نشان قدم کے بدلے نیکیاں لکھتے ہیں اور جب کبھی وہ گھوڑے والا اسکو پانی پر سے لیکر گذرتا ہے اور وہ گھوڑا پانی پی لیتا ہے اگرچہ یہ پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ کرے تب بھی اسکو ہر ہر گھونٹ کے عوض ایک ایک نیکی ملتی ہے (تو جب بالقصد پانی پلائے تو اسوقت تو نہ معلوم کسقدر نیکیاں ملتی ہونگی خلاصہ یہ ہے کہ مجاہد کا گھوڑا برکات الٰہیہ اور حسنات کا ایک مجسمہ ہے جس کی ہر حرکت نیکی ہے اور ہر سکون ثواب ہے۔ سبحان اللہ) ۱۴

لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اور گدھے" (اگر کسی کے پاس ہوں تو اس کا کیا حکم ہے) حضورؐ نے فرمایا انکی زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں کوئی خاص آیت تو مجھپر نازل نہیں ہوئی باقی علی العموم تو ایک یہی بے نظیر آیت ہے جو تمام اعمال خیر و شر کو جامع ہے اور کافی ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جو شخص ذرہ برابر دنیا میں بھلائی کرے گا اسکو بھی قیامت کے روز) دیکھ لیگا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اسکو بھی دیکھ لیگا (جیسا کرے گا ویسا پائے گا لہذا اگر ان گدھوں کو حوائج مشروعہ کے لئے رکھا ہے اور حقوق متعلقہ کو ادا کرتا رہتا ہے خود بھی کام میں لاتا ہے مسلمانوں کے لئے بھی ان کی ضرورت کے وقت دینے میں انکار نہیں کرتا تب تو بہتر ہے اس احسان کا بدلہ آخرت میں ملجائے گا اور اگر غیر مشروع امور میں لگایا یا ناجائز اغراض کیلئے رکھا ہے تو اسکا نتیجہ قیامت کے روز بھگتنا پڑیگا)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا پانچواں وعظ

مسمّٰی بہ

دُعا کے شرائط

(حصہ دوم)

(منتخب از مہمات الدُعا حصہ دوم وعظ سوم دعوات عبدیت جلد اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ ترجمہ۔ اور فرمایا تمہارے رب نے کہ دُعا مانگو مجھ سے میں قبول کرونگا بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں مجھ سے دعا مانگنے میں وہ بہت قریب دوزخ میں ذلیل ہوکر جائینگے۔

اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) اس سے پہلے وعظ میں یہ بیان ہوا تھا کہ دُعا بہت بڑی چیز ہے اور اسکا بہت اہتمام کرنا چاہیئے وعظ کے ختم ہونے پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ خدا نے چاہا تو پھر کسی موقع پر اسکا بیان بھی ہوجائیگا کہ دُعا سے غفلت کرنے کے کیا سبب ہیں سو آج اسکا بیان کرنا مقصود ہے یہ آیت وہی ہے جو پہلے وعظ میں بھی پڑھی گئی تھی چونکہ آج کا وعظ بھی دُعا کے متعلق ہے اس لئے اسی آیت سے وعظ شروع کیا جاتا ہے پس اس وعظ کو بھی پہلے وعظ کا بقیہ سمجھنا چاہیئے پہلے اس سے کہ دُعا

سے غفلت کرنے کے سبب بیان کئے جائیں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ دعا صرف ان کاموں کے ساتھ خاص نہیں جو اپنے اختیار سے باہر ہوں جیسا کہ عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ جو کام اپنے اختیار میں نہیں ہوتے وہاں مجبور ہو کر دعا کرتے ہیں اور جو کام خود اپنے اختیار کے ہیں ان میں دعا نہیں کرتے صرف تدبیر پر بھروسہ کرتے ہیں یاد رکھو کہ جو کام خود اپنے اختیار کے ہیں ان میں بھی دعا کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ ظاہر میں یہ کام اگرچہ کسی تدبیر او سبب کی وجہ سے پائے جاتے ہیں لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو خود انکے اسباب ہی کا جمع ہو جانا ہمارے اختیار میں نہیں اور اسکا سوائے دعا کے اور کوئی علاج نہیں دیکھئے ایک کھیتی ہی کا کام ہے اس میں ہل چلانا بیج بونا تو اختیاری ہے مگر کھیتی کیلئے اسکی بھی تو ضرورت ہے کہ پالا نہ پڑے اور کوئی ایسی آفت نہ پڑے جو کھیتی کو اجاڑ دے اسی لئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم کھیتی کرتے ہو کیا اسے تم اگاتے ہو یا اسکے اگانے والے ہم ہیں پس ثابت ہو گیا کہ جو کام اپنے اختیار میں ہیں ان میں بھی

۲ دعا کی ضرورت ہے البتہ ان میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ تدبیر بھی کیجائے اور دعا بھی یہ نہ ہو کہ بلا تدبیر کے صرف دعا ہی پر بھروسہ کیا جائے مثلاً کوئی شخص اولاد کی آرزو رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اول نکاح کرے اور پھر دعا کرے اور اگر یوں چاہے کہ بے نکاح ہی اولاد ہو جائے تو یہ اسکی نادانی ہے البتہ بعض وقت اللہ تعالےٰ نیک بندوں کی دعا اور عاجزی پر رحم فرما کر اپنی عنایت سے بلا تدبیر کے بھی کام کر دیتے ہیں اور بغیر اسکے کہ پورے طور پر سامان جمع کریں ان کا کام ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں یہ قصہ موجود ہے کہ ایک نیک بی بی نے تنور میں ایندھن جھونک کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ہم کو رزق دیجئے تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالےٰ کی رزاقی پر پورا یقین تھا اور یہ حضرات تو خدا تعالےٰ کے خاص بندے تھے انکو خدا کی رحمت پر پورا یقین ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں شیطان کے یقین کو دیکھئے کہ خاص غصہ کے موقع پر بھی اسکو پورا بھروسہ تھا کہ خدا تعالےٰ غصہ کے اندر بھی میری دعا رد نہ کرینگے چنانچہ اس نے دعا کی کہ مجھکو قیامت تک زندہ رکھا جائے حالانکہ یہ ایک ایسی بات تھی کہ خود نبیوں کو بھی نہیں دیگئی مگر شیطان نے رحمت کے بھروسہ پر اسکی دعا کر دی اور قبول بھی کر لی گئی۔ دعا کے

قبول ہونے پر بھروسہ اور یقین ہو تو ضرور اثر ہوتا ہے اور یقین ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑے بڑے اثر پیدا ہوتے ہیں چنانچہ حضرت علاء بن الحضرمی حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جب جہاد[*] کرنیکے لئے ملک بحرین پر گئے اور راستہ میں دریا پڑا کشتی تیار نہ تھی اسلئے ساتھیوں نے ٹھیرنے کو کہا فرمانے لگے کہ خلیفہ کا حکم ہے کہ جلدی پہونچیں اسلئے میں نہیں ٹھیر سکتا اور یہ کہکر دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تونے اپنے نبی موسےٰ علیہ السلام کی برکت سے انکی قوم کو پار کیا تھا اسی طرح آج ہم کو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پار اتار دے اور دعا کرکے گھوڑا دریا میں ڈالدیا چنانچہ فوراً دریا گذرنے کے قابل خشک ہوگیا اور سارا لشکر پار ہوگیا اور مشہور حکایت ہے کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں بسم اللہ کی فضیلتیں بیان فرمارہے تھے کہ بسم اللہ پڑھکر جو کام کریں وہ پورا ہوجاتا ہے ایک جاہل گنوار نے سُنا اور کہا کہ یہ ترکیب تو اچھی ہاتھ آئی مجھے ہر روز کشتی کے پیسے دینے پڑتے ہیں اب سے بسم اللہ کہکر پار اتر جایا کرینگے روزمرہ پیسے تو نہ دینے پڑینگے چنانچہ مدتوں وہ اسیطرح آتا جاتا رہا اتفاق سے ایک روز مولوی صاحب کی دعوت کی اور گھر لیجانے کے واسطے انکو ساتھ لیا راستہ میں وہی دریا ملا مولوی صاحب کشتی کے انتظار میں رُکے اُس نے کہا مولوی صاحب آیئے ٹھیرے کیوں رہگئے مولوی صاحب بولے کہ کیسے آؤں۔ اس نے کہا بسم اللہ پڑھکر آجایئے میں تو ہمیشہ بسم اللہ پڑھکر اتر جاتا ہوں مولوی صاحب کی تو ہمت نہ پڑی مگر اس نے ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ انکو بھی پار اتار دیا یہ یقین ہی کی قوت تھی جسکی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اسکے لئے یہ کام آسان کردیا اسی وجہ سے بعض بزرگ تعویذ دیتے وقت کہدیتے ہیں کہ اسکو کھولنا مت ورنہ اثر نہیں ہوگا وجہ اسکی یہی ہے کہ کھولکر دیکھنے سے وہی معمولی کلمے سمجھکر دیکھنے والے کا عقیدہ کمزور ہوجاتا ہے پورا یقین نہیں رہتا اسلئے اثر نہیں ہوتا ان قصوں سے جو مثال کے طور پر بیان ہوتے ہیں یہ ظاہر ہوگیا کہ تھوڑا بہت سامان جمع کرکے اگر اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر دعا کیجائے تو اللہ تعالےٰ اس تھوڑے سے حیلے میں یقین کی برکت سے سب کچھ دیدیتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے واجملوا فی الطلب وتوکلوا علیہ۔ ترجمہ۔ معمولی طور پر کمانے کی تدبیریں کرو اور بھروسہ خدا تعالےٰ پر کرو یعنی تقدیر پر نظر رکھو کہ جتنا تقدیر میں ہوگا وہی ملیگا زیادہ ملنے سے رہا اور واقعی اگر روزی صرف کوشش اور تدبیر پر ہی موقوف

۳

[*] جو لڑائی دین پھیلانے کے لئے ہو اسکا نام جہاد ہے ۱۲

ہوئی تو اکثر آدمی تدبیر سے مالدار ہوجاتے مگر دیکھا جاتا ہے کہ مالداری کوشش اور تدبیر پر موقوف نہیں بلکہ کثرت سے دیکھا گیا ہے کہ ایک معمولی آدمی دو آنے تین آنے کی مزدوری کیا کرتا تھا چند سال میں وہ لکھ پتی ہوگیا اگر مال کوشش اور تدبیر سے بلا تقدیر کے حاصل ہوسکتا ہے تو ہم ایک دوسرا آدمی تجویز کرتے ہیں جو قوت اور رائے اور تدبیر میں اس سے زیادہ ہو اور مدت بھی اسکے لئے پہلے سے دونی مقرر کرتے ہیں اگر پہلا دس برس میں مالدار ہوا ہے تو اسکے لئے بیس برس مقرر کرتے ہیں اور اس پہلے کو دو آنہ روزانہ ملتے تھے تو ہم اسکے لئے چار آنے مقرر کرتے ہیں اور جو کچھ پہلے شخص نے کمانے کے لئے تدبیریں کی تھیں وہ سب اسکو بتلائے دیتے ہیں پھر ہم دیکھیں کہ یہ شخص بھی اس پہلے کی برابر مال اس سے دگنی مدت میں کما سکتا ہے ہرگز نہیں صاحبو! ترقی کی تدبیریں بہت تو میں جانتی ہیں مگر ترقی وہی قومیں کرتی ہیں جنکی تدبیر کیساتھ تقدیر بھی ہوتی ہے ورنہ ان سے دگنی محنت اور لوگ کرتے ہیں لیکن انکا افلاس نہیں جاتا۔ اصل یہ ہے کہ نہ تو نری تدبیر ہی پر دار و مدار ہے بلکہ تقدیر کا موافق ہونا بھی ضروری ہے اور نہ تدبیر بالکل ہی بیکار ہے کہ اسکو چھوڑ کر صرف دعا ہی سے کام لیا جاتے۔ زیادتی اور کمی دونوں
۴
کو چھوڑیں اس طور پر کہ تدبیر تو کریں لیکن تدبیر کے بھروسہ دعا سے بھی غفلت نہ کریں مگر ہم میں بعضوں نے توکل کیا تو ایسا کیا کہ حد سے ہی باہر ہوگئے تدبیر کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہماری بھی وہی مثال ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ٭ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

درحقیقت اتنا حد سے باہر نکلنا کہ تدبیر کو بالکل ہی چھوڑ دیں واقع میں بیکاری اور کم ہمتی ہے۔ جسکا نام انھوں نے توکل رکھ چھوڑا ہے البتہ اگر کھانے کمانے میں مشغول ہونے سے اسکے دین کو نقصان پہنچے اور توکل کی اسکو ہمت بھی ہو تو توکل کرنا بہتر ہے اسیطرح جو شخص دین کی خدمت میں مشغول ہو جیسے لوگوں کو دین سکھلانا اور اسکو توکل کی ہمت بھی ہو تو اسکے لئے توکل اور دینی خدمت سے بہتر کوئی کام نہیں البتہ یہ ضروری بات ہے کہ توکل صرف اللہ پر ہو لوگوں کے ہدیوں اور تحفوں کا لالچ نہ ہو کیونکہ حدیث میں اسی مال کے لینے کی اجازت دیگئی ہے جو بغیر لالچ کے ملے اور اگر لوگوں کے ہدیوں اور تحفوں پر نظر ہے تو وہ خدا پر بھروسہ نہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(باقی آئندہ)

روحِ بست و ششم دُعا مانگنا

یعنی جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دُنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اُس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے اور خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو سب خدا تعالیٰ سے مانگا کرے لیکن اتنا خیال ضروری ہے کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ اس میں سب باتیں آگئیں جیسے کوئی کھیتی یا سوداگری کرتا ہو تو محنت اور سامان بھی کرنا چاہیے مگر خدا تعالےٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس میں برکت فرما اور نقصان سے بچا یا کوئی دشمن ستاوے خواہ دنیا کا دشمن خواہ دین کا دشمن تو اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنا چاہیئے خواہ وہ تدبیر اپنے قابو کی ہو خواہ حاکم سے مدد لینا پڑے مگر اس تدبیر کے ساتھ خدا تعالےٰ سے بھی دعا مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس دشمن کو زیر کر دے یا مثلاً کوئی بیمار ہو تو دوا دارو بھی کرنا چاہیئے مگر خدا تعالےٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس بیماری کو کھو دے یا اپنے پاس کچھ مال ہو تو اسکی حفاظت کا سامان بھی کرنا چاہیئے جیسے مضبوط مکان میں مضبوط مضبوط قفل لگا کر رکھنا یا گھر والوں کے یا نوکروں کے ذریعہ سے اس کا پہرہ دینا دیکھ بھال رکھنا مگر اسکے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اسکو چوروں سے محفوظ رکھ یا مثلاً کوئی مقدمہ کر رکھا ہے یا تیرے کسی نے ۲۵
کر رکھا ہے تو اسکی پیروی بھی کرنا چاہیئے وکیل اور گواہوں کا انتظام بھی کرنا چاہیئے مگر اسکے ساتھ خدا تعالیٰ سے دُعا بھی کرنا چاہیئے کہ اے اللہ اس مقدمہ میں مجھکو فتح دے اور ظالم کے شر سے مجھکو بچا یا قرآن اور علم دین حاصل کر رہا ہے تو اسمیں جی لگا کر پابندی سے محنت بھی کرنا چاہیئے مگر اسکے ساتھ دعا بھی کرنا چاہیئے کہ اے اللہ اسکو آسان کر دے اور میرے ذہن میں اسکو جما دے یا نماز و روزہ وغیرہ شروع کیا ہے یا بزرگوں کے بتلانے سے اور عبادتوں میں لگ گیا ہے تو سستی اور نفس کے حیلہ بہانہ کا مقابلہ کر کے ہمت کے ساتھ اسکو نباہنا چاہیئے مگر دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ میری مدد کر اور مجھکو اسکی ہمیشہ توفیق دے اور اسکو قبول فرما۔ یہ نمونہ کے طور پر چند مثالیں لکھدی ہیں ہر کام اور ہر مصیبت میں اسیطرح جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے اور جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں اسمیں تو تمام کوشش دعا ہی میں خرچ کرنا ضرور ہے جیسے بارش کا ہونا یا اولاد کا زندہ رہنا یا کسی بیماری کا علاج سے اچھا ہو جانا یا نفس و شیطان کا نہ بہکانا یا وبا اور طاعون سے محفوظ رہنا یا قابو یافتہ ظالموں کے

شرے بچنا۔ ان کاموں کا بنانے والا تو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی برائے نام بھی نہیں اسلئے تدبیر کے
کاموں میں جتنا حصّہ تدبیر کا ہے ان بے تدبیر کے کاموں میں وہ حصّہ تدبیر کا بھی دُعا ہی میں خرچ
کرنا چاہیئے۔ غرض تدبیر کے کاموں میں تو کچھ تدبیر اور کچھ دُعا ہے اور بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر
کی جگہ بھی دُعا ہی ہے تو انمیں زیادہ دُعا ہوئی اور دُعا فقط اسکا نام نہیں کہ دو چار باتیں یاد کرلیں
اور نمازوں کے بعد اسکو صرف زبان سے آموختہ کی طرح پڑھ دیا سو یہ دعا نہیں ہے محض دعا کی
نقل ہے دُعا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست پیش کرنا ہے سو جس طرح حاکم کے یہاں
درخواست دیتے ہیں کم سے کم دُعا اُس طرح تو کرنا چاہیئے کہ درخواست دینے کے وقت آنکھیں
بھی اسی طرف لگی ہوتی ہیں دل بھی ہمہ تن اُدھر ہی ہوتا ہے صورت بھی عاجزوں کی سی بناتے ہیں
اگر زبانی کچھ عرض کرنا ہوتا ہے تو کیسے ادب سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنی عرضی منظور ہونے کیلئے
پورا زور لگاتے ہیں اور اسکا یقین دلانے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو آپ سے پوری اُمید ہے
کہ ہماری درخواست پر پوری توجہ فرمائی جاویگی پھر بھی اگر عرضی کے موافق حکم نہ ہوا اور حاکم عرضی
دینے والے کے سامنے افسوس ظاہر کرے کہ تمہاری مرضی کیموافق تمہارا کام نہ ہوا تو یہ شخص فوراً یہ ۲۶
جواب دیتا ہے کہ حضور مجھکو کوئی رنج یا شکایت نہیں ہے اُس معاملہ میں قانون ہی سے جان نہ تھی
یا میری پیروی میں کمی رہگئی تھی حضور نے کچھ کمی نہیں فرمائی اور اگر اس حاجت کی آئندہ بھی
ضرورت ہو تو کہتا ہے کہ مجھکو ناامیدی نہیں پھر عرض کرتا رہونگا اور اصلی بات تو یہ ہے کہ مجھکو حضور
کی مہربانی کام ہونے سے زیادہ پیاری چیز ہے کام تو خاص وقت یا محدود درجہ کی چیز ہے
حضور کی مہربانی تو عمر بھر کی اور غیر محدود درجہ کی دولت اور نعمت ہے تو اے مسلمانو دل
میں سوچو کیا تم دعا مانگنے کے وقت اور دعا مانگنے کے بعد جب اس کا کوئی اظہار نہ ہو خدا تعالیٰ
کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہو سوچو اور شرماؤ جب یہ برتاؤ نہیں کرتے تو اپنی دُعا کو دُعا یعنی
درخواست کس منہ سے کہتے ہو تو واقع میں کمی تمہاری ہی طرف سے ہے جس سے وہ دعا درخواست
نہ رہی اور اُس طرف سے تو اتنی رعایت ہے کہ درخواست دینے کا وقت بھی معین نہیں وقت یا وقت بیوقت
جب چاہو عرض معروض کرلو نمازوں کے بعد کا وقت بھی تم ہی نے مقرر کیا ہو البتہ وہ وقت دوسرے وقتوں
سے زیادہ برکت کا ہے سو اسوقت زیادہ دعا کرو باقی اور وقتوں میں بھی اسکا سلسلہ جاری رکھو جسوقت

جو حاجت یاد آگئی فوراً ہی دل سے یا زبان سے بھی مانگنا شروع کرو۔ جب دعا کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اس حقیقت کے موافق دعا مانگو پھر دیکھو کیسی برکت ہوتی ہے اور برکت کا یہ مطلب نہیں کہ جو مانگو گے وہی ملجاویگا کبھی تو وہی چیز ملجاتی ہے جیسے کوئی آخرت کی چیزیں مانگے کیونکہ وہ بندہ کیلیے بھلائی ہی بھلائی ہے البتہ اسمیں ایمان اور اطاعت شرط ہے کیونکہ وہاں کی چیزیں قانوناً اسی شخص کو ملسکتی ہیں اور کبھی وہ چیز مانگی ہوئی نہیں ملتی جیسے کوئی دنیا کی چیزیں مانگے کیونکہ وہ بندہ کیلئے کبھی بھلائی ہے کبھی برائی جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی ہوتی ہے اسکو ملجاتی ہے اور جب برائی ہوتی ہے تو نہیں ملتی۔ جیسے باپ بچہ کو پیسہ مانگنے پر کبھی دیدیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ اس سے ایسی چیز خرید کر کھاویگا جس سے حکیم نے منع کر رکھا ہے تو برکت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مانگی ہوئی چیز ملجاوے بلکہ برکت کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے سے حق تعالیٰ کی توجہ بندہ کی طرف ہوجاتی ہے اگر وہ چیز بھی کسی مصلحت سے نہ ملے تو دعا کی برکت سے بندہ کے دل میں تسلی اور قوت پیدا ہوجاتی ہے اور پریشانی اور کمزوری جاتی رہتی ہے اور یہ اثر حق تعالیٰ کی اس خاص توجہ کا ہوتا ہے جو دعا کرنے سے بندہ کی طرف حق تعالیٰ کو ہوجاتی ہے اور یہی توجہ خاص ۴۷
اجابت کا وہ یقینی درجہ ہے جسکا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے والے کے لئے ہوا ہے۔ اور اس حاجت کا عطا فرمادینا یہ اجابت کا دوسرا درجہ ہے جس کا وعدہ بلا شرط نہیں بلکہ اس شرط سے ہے کہ بندہ کی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور یہی توجہ خاص ہے جسکے سامنے بڑی سے بڑی حاجت اور دولت کوئی چیز نہیں اور یہی توجہ خاص بندہ کی اصل پونجی ہے جس سے دنیا میں بھی اسکو حقیقی اور دائمی راحت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی خیر محدود اور ابدی نعمت وحلاوت نصیب ہوگی تو دعا میں اس برکت کے ہوتے ہوئے دعا کرنے والے کو خسارہ اور محرومی کا اندیشہ کرنے کی کب گنجایش ہے۔

اب دو چار حدیثیں دعا کی فضیلت اور آداب میں لکھتا ہوں علہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے تا وقتیکہ کسی گناہ یا رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کی دعا نہ کرے جبتک کہ جلدی نہ مچاوے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ جلدی مچانے کا کیا مطلب ہے آپنے فرمایا جلدی مچانا یہ ہے کہ یوں کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی

علہ جیسے کوئی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے تو اہل منظوری تو علاج شروع کر دیتا ہے گو مسہل نہ دے اور دوسری

مگر قبول ہوتی ہوئی نہیں دیکھتا سو دُعا کرنے سے تھک جاوے اور دُعا کرنا چھوڑ دے (مسلم) ف
اسمیں تاکید ہے اس بات کی کہ گو قبول نہ ہو مگر برابر کئے جاؤ اسکے متعلق اُوپر بیان آچکا ہی ع۲ حضرت
ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھکر کوئی
چیز قدر کی نہیں (ترمذی وابن ماجہ) ع۳ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دعا ہر چیز سے کام دیتی ہی ایسی بلا سے بھی جو کہ نازل ہو چکی ہو اور ایسی بلا سے بھی جو کہ ابھی
نازل نہیں ہوئی سو اے بندگانِ خدا دعا کو پلہ باندھو (ترمذی واحمد) ع۴ حضرت ابو ہریرہؓ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالےٰ سے دُعا نہیں
کرتا اللہ تعالےٰ اسپر غصہ کرتا ہے (ترمذی) ف البتہ جسکو اسکی دُھن اور دھیان سے
فرصت نہ ہو وہ اسمیں داخل نہیں ع۵ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالےٰ سے ایسی حالت میں دعا کیا کرو کہ تم قبولیت کا یقین رکھا کرو۔
اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ غفلت بھرے دل سے دعا قبول نہیں کرتا (ترمذی) ف تو دُعا
خوب توجہ سے کرنا چاہیئے اور اجابت کے جو دو درجے[عہ] اوپر بیان کئے ہیں وہی قبولیت کے بھی ہیں ۴۸
کیونکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک درجہ اس کا عام ہے جو اگلی حدیث میں آتا ہے۔
ع۶ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا
مسلمان نہیں جو کوئی دعا کرے جسمیں گناہ اور قطع رحم نہ ہو مگر اللہ تعالےٰ اُس دُعا کے سبب اسکو
تین چیزوں میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو فی الحال وہی مانگی ہوئی چیز دیدیتا ہے اور یا اسکو
آخرت کیلئے ذخیرہ کر دیتا ہے اور یا کوئی ایسی ہی برائی اُس سے ہٹا دیتا ہے صحابہ نے عرض کیا
کہ اس حالت میں تو ہم خوب کثرت سے دعا کیا کرینگے آپ نے فرمایا خدا کے یہاں اس سے بھی زیادہ
(دعا کی) اکثرت ہی (احمد) ف خلاصہ یہ کہ کوئی دُعا خالی نہیں جاتی ع۷ حضرت انسؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو اپنے رب سے سب حاجتیں مانگنا
چاہئیں (اور ثابت کی روایت میں ہی کہ) یہانتک کہ اس سے نمک بھی مانگے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے
وہ بھی اسی سے مانگے (ترمذی) ف یعنی یہ خیال نہ کرے کہ ایسی حقیر چیز اتنے بڑے سے کیا مانگیں۔
اُنکے نزدیک تو بڑی چیز بھی چھوٹی ہی ہے۔ فقط

محمد اشرف علی عفی عنہ

عہ یعنی توجہ خاص جو مسئول ہے اور خاص وہی چیز ملنا جو خود موعود ہے ۱۲

چون ورائے از در مکتب بگو | خیر باشد اوستا احوال تو
آن خیالش اندکے افزون شود | کز خیالے عاقلے مجنون شود
آن سوم و چارم و پنجم چنین | در پے ما غم نمایند و حنین
تا چو سی کودک تواتر این خبر | متفق گویند یابد مستقر
ہر یکے گفتش کہ شاباش ای زکی | باد بختت بر عنایت متکی
متفق گشتند در عہد وثیق | کہ نگرداند سخن را یک رفیق ١٠١
بعد از آن سوگند داد او جملہ را | تا کہ غمازے نگوید ماجرا
رائے آن کودک بچربید از ہمہ | عقل او در پیش میرفت از رمہ

ایک مکتب کے لڑکے اُستاد کے ہاتھ سے پریشان اور مبتلائے زحمت تھے انھوں نے چھٹی لینے کے لیے یہ مشورہ کیا کہ اُستاد کسی مجبوری میں مبتلا ہو جاوے۔ کیونکہ اسکے بغیر تعطیل نہیں ہوسکتی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اسکو کوئی ایسا مرض کیوں لاحق نہیں ہو جاتا جسکے سبب وہ چند روز کیلئے ہم سے دوری اختیار کرے تاکہ ہم اس قید اور تکلیف سے چھوٹ جائیں یہ تو سخت پہاڑ کی طرح جنبش بھی نہیں کرتا۔ غرض انکی خواہش تھی کہ وہ بیمار ہو جاوے۔ اسکے لئے ایک نہایت سمجھدار لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ میں استاد سے یہ کہوں گا کہ آپ کا رنگ زرد کیوں ہے خیر تو ہے آپ کی

رنگت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے یا تو آب و ہوا اور موسم کا کچھ اثر ہے یا آپکے اندر اثر بخار ہے۔ اس سے اسکے خیال میں کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ خواہ وہ احتمال ہی کے درجہ میں ہو۔ پھر دوسرے لڑکے سے کہا کہ بھائی تم بھی میری اسیطرح تائید کرنا جب تم مکتب کے دروازے سے آؤ تو آتے ہی یہ کہنا کہ جناب آج مزاج کی کیا کیفیت ہے اس سے اسکے اُس خیال کو اور ترقی ہوگی کیونکہ خیال بہت بُری چیز ہے یہ تو اتنی ترقی کرتا ہے کہ آدمی مجنون ہو جاتا ہے اور ہمارے بعد تیسرا اور چوتھا او پانچواں لڑکا بھی یون ہی غم ظاہر کرے اور روتی صورت بنائے تاکہ جب تمیں لڑکے پے درپے اس خبر کو متفق ہو کر بیان کریں تو وہ خیال خوب جم جاوے یہ تدبیر سُنکر ہر ایک نے اسے داد دی اور کہا کہ واہ رے ذہین شاباش خوب بات نکالی۔ تیرا نصیب ہمیشہ عنایت خداوندی پر سہارا کئے رہے اور عنایت الٰہی ہمیشہ تیرے شامل حال رہے۔ غرض وہ سب متفق ہو گئے اور اسکا پختہ عہد ہو گیا کہ کوئی دوست اپنے عہد سے نہ پھرے گا اسکے بعد مزید اطمینان کے لئے اُس نے سب سے اسکی قسمیں لیں کہ کوئی شخص اس واقعہ کی مخبری نہ کرے گا۔ دیکھو اس لڑکے کی عقل سب پر غالب آگئی اور اسکی عقل سب کی پیش رو ہو گئی اسکے متعلق ضمناً ہم ایک مفید بات بتلاتے ہیں اس کے بعد ۱۰۱
ثانی قصہ کی طرف متوجہ ہونگے۔

شرح شبیری

مثال آدمی کے لوگوں کی تعظیم اور رغبت کے شبہ سے بیمار ہو جانیکی اور ایک لڑکوں کے معلّم کی حکایت

کودکان مکتبے از اوستاد   رنج دیدند از ملال و اجتہاد

یعنی ایک مکتب کے لڑکون نے استاد کے غصہ اور محنت کی وجہ سے رنج دیکھا تھا مطلب یہ کہ ایک معلم لڑکون سے محنت بہت لیتا تھا اور غصہ ور زیادہ تھا تو مکتب کے لڑکے تنگ ہو گئے تھے۔

مشورت کردند در تعویق کار   تا معلم در فتد در اضطرار

یعنی سب نے (معلم کے) کام کو تعویق میں ڈالنے کا (یعنی چھٹی لینے کا) مشورہ کیا تاکہ معلم اضطرار میں پڑجاوے۔ یعنی سب نے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ جس سے یہ اضطرار مین پڑے اور ہمیں چھٹی دیدے اور بولے کہ۔

چون نمی آید ورا رنجوریے   کہ بگیرد چند روز او دوریے

یعنی اسکو کوئی بیماری کیون نہیں آتی کہ وہ چند روز کیلئے دوری اختیار کرے۔

تا رہیم از حبس و از تنگے کار   ہست او چون سنگ خارا برقرار ۰۳

یعنی تاکہ ہم حبس اور تنگی کار سے چھوٹ جاویں کہ وہ تو سخت پتھر کی طرح برقرار ہے یعنی بولے کہ کمبخت سخت پتھر ہے کہ کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا۔

آن یکے زیرک تر این تدبیر کرد   کہ بگوید اوستا چونے تو زرد

یعنی اُس ایک عقلمند لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ وہ کہے گا کہ استاد جی آپ زرد رو کیسے ہو رہے ہیں۔

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست   این اثر یا از ہوا یا از تپے است

یعنی خیر تو ہے آپ کا رنگ برجا نہیں ہے یہ یا تو ہوا کا اثر ہے یا بخار کا اثر ہے۔

اندکے اندر خیال افتد ازین   تو برادر ہم مدد کن این چنین

یعنی وہ اس (کہنے) سے تھوڑا سا خیال مین پڑیگا۔ تو بھائی تو اور تم بھی اسیطرح مدد کرنا یعنی وہ لڑکا

بولا کہ جب میں اسطرح اسکا طرح پوچھوں تو پھر تم بھی یہی پوچھنا۔

چون درائی از در مکتب بگو خیر باشد اوستا احوال تو

یعنی جب تو مکتب کے دروازے سے آوے تو کہنا کہ اُستاد جی خیر ہے آپ کا حال (کیسا ہے)

آن خیالش اندکے افزون شود کز خیالے عاقلے مجنون شود

یعنی اُسکا وہ خیال کچھ زیادہ ہوگا کہ خیال سے تو عاقل بھی مجنون ہوجاتا ہے۔

آن سوم وآن چارم وپنجم چنین در پے ما غم نمایند وحنین

یعنی وہ تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اسیطرح ہمارے بعد اظہار رنج وغم کریں۔

تا چو سی کودک بپایپے این خبر متفق گویند یابد مستقر ۱۰۱

یعنی یہانتک کہ جب تیس لڑکے آگے پیچھے اس خبر کو متفق ہوکر کہیں گے تو یہ (اسکے دل میں) قرار پکڑ جاویگی۔

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی باد بختت بر عنایت متکی

یعنی ہر ایک نے اس لڑکے سے کہا کہ شاباش اے ذکی تیرا بخت عنایت (حق) پر متکی ہو۔

متفق گشتند در عہد وثیق کہ نگرداند سخن را یک رفیق

یعنی وہ سب کے سب عہد وپیمان میں متفق ہوگئے کہ کوئی ساتھی بات کو پھیرے نہیں یعنی سب نے کہا کہ جسطرح ٹھیری ہے اسکے خلاف کوئی نہ کرے۔

بعد ازان سوگند داد او جملہ را تا کہ غمازے نگوید ماجرا

یعنی بعد اسکے اس نے سب کو قسم دی تاکہ کوئی غماز اس ماجرے کو کہہ نہ دے۔

رای آن کودک بچربید از ہمہ ‌ ‌ ‌ عقل او در پیش میرفت از رمہ

یعنی اس لڑکے کی رائے سب سے بڑھ گئی اور اسکی عقل جماعت سے آگے چلتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

آن تفاوت ہست در عقل بشر ‌ ‌ ‌ کہ میان شاہدان اندر صور

۱۰۵ زین قبل فرمود احمد در مقال ‌ ‌ ‌ در زبان پنہان بود حسن رجال

اختلاف عقلہا در اصل بود ‌ ‌ ‌ بر وفاق سنیان باید شنود

بر خلاف قول اہل اعتزال ‌ ‌ ‌ کہ عقول از اصل دارند اعتدال

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند ‌ ‌ ‌ تا یکے را از یکے اعلم کند

باطل است این زانکہ رای کودکے ‌ ‌ ‌ کہ ندارد تجربہ در مسلکے

بگذرد زاندیشہ مردان کار ‌ ‌ ‌ عاجز آید کارشان در اضطرار

بر دمید اندیشہ زان طفل خرد | پیر با صد تجربہ بوئے نبرد
خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است | تا ز افزون کو ز جہد و فکرت است
تو بگو دادہ خدا بہتر بود | یا کہ لنگے راہوارانہ رود

یاد رکھو کہ آدمیوں کی عقول میں بھی وہی تفاوت ہے جو معشوقوں کی صورتوں میں اسی کے متعلق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کا حسن زبان کے نیچے مستور ہے یعنی جبتک آدمی کلام نہیں کرتا اسوقت تک اسکی عقل کا حسن و قبح ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف یہ امر ثابت ہوا کہ عقول میں تفاوت ہے مگر بعد کو اہل سنت اور معتزلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ یہ اختلاف فطری ہے یا علم و تجربہ کی کمی بیشی کے سبب سے ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ اختلاف ۱۰۶
فطری ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ علم و تجربہ کی کمی بیشی سے ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف فطری ہے جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں (تم کو خوب سن رکھنا چاہیئے) برخلاف معتزلہ کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بدو فطرت میں عقول سب یکسان ہیں تجربہ اور تعلیم کی کمی بیشی انمیں کمی بیشی پیدا کرتی ہے۔ حتی کہ ایک دوسرے سے زیادہ عالم اور عاقل ہوجاتا ہے اور دوسرا کم رہجاتا ہے۔ اس قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے ایک لڑکا جو نہ تجربہ رکھتا ہے اور نہ زیادہ علم اسکی عقل ایک خاص معاملہ میں اُن لوگوں سے بڑھ جاتی ہے جو اُسکے کرنے والے ہیں اور وہ اسکے مقابلہ میں عاجز اور مجبور ہوجاتے ہیں دیکھو اس چھوٹے بچہ کی عقل نے ایک ایسی بات پیدا کی کہ ایک بڈھا (استاد) باوجود سیکڑوں تجربوں کے اسکی ہواتک کو نہ پہونچ سکا۔ اب یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ کمی بیشی کو تو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں مگر اُسکے منشا میں اختلاف رکھتے ہیں اب دیکھو کہ وہ زیادتی بہتر ہے جو بدو فطرت میں ہے یا وہ زیادتی جو کوشش اور غور و فکر کی مشق سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں انصاف سے کہدو کہ دادِ خدا بہتر ہے یا یہ کہ حقیقۃً ناقص اور صورۃً کامل ہو لہذا اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہ

گھوڑا ہو تو لنگڑا اگر تبکلف رہوار چلتا ہو (ف) یاد رکھو کہ یہ گفتگو معتزلہ کیلئے ملزم اور مسکت ہے کہ وہ نقصان کو فطری تسلیم کرتے ہیں اور الزام انھیں کو دینا مقصود بھی ہے مگر فی نفسہ مثبت مذہب نہیں بلکہ مثبت مذہب وہ دلیل ہے جو بیشتر بیان کی ہے یعنی مشاہدہ زیادتی عقل طفل خورد بر عقل پیر تجربہ کار) اس ضمنی گفتگو کو ختم کرکے پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شرح شبیری

آن تفاوت ہست در عقل بشر　　که میان شاہدان اندر صور

یعنی عقل بشری میں وہ تفاوت ہے جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ چونکہ معتزلہ کہتے
107 ہیں۔ کہ عقول اصل فطرت سے سب مساوی ہوتی ہیں مگر تجربوں کی زیادتی سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور انکی کمی سے کوئی گھٹی رہتی ہے اور اہل سنت، یہ کہتے ہیں کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہوتی ہیں مولانا آگے اپنے مذہب کا اثبات اور معتزلہ کے مذہب کا رد فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ عقول خلق اصل فطرت سے متفاوت ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اصل فطرت سے مساوی ہیں اور تفاوت حصول علم سے ہوتا ہے

زین قبل فرمود احمد در مقال　　در زبان پنہان بود حسن رجال

یعنی اس قبیل سے احمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں فرمایا ہے کہ زبان میں حسن رجال پنہان

ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان کے بولنے سے اُسکے حسن وقبح کی حالت معلوم ہوجاتی ہے تو معلوم ہوا کہ انسان آپس میں متفاوت ہیں جب ہی تو زبان سے ایک دوسرے میں امتیاز ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف عقلہا در اصل بود بروفاق سنیان باید شنود

یعنی اختلاف عقول اصل سے ہی ہے موافق مذہب سنیوں کے سننا چاہیئے۔

برخلاف قول اہل اعتزال کہ عقول از اصل دارند اعتدال

یعنی بخلاف قول معتزلہ کے کہ عقول اصل فطرت سے اعتدال رکھتی ہیں (اور وہ کہتے ہیں کہ)

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند تا یکے را از یکے اعلم کند

یعنی تجربہ اور تعلیم زیادہ اور کم کرتی ہے یہانتک کہ ایک کو دوسرے سے اعلم کردیتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ ۱۰۸

باطل است این زانکہ رای کودکے کہ ندارد تجربہ در مسلکے

یعنی (یہ مذہب معتزلہ) باطل ہے اسلئے کہ ایک بچہ کی عقل جو کہ معاملات میں تجربہ نہیں رکھتا ہے۔

بگذرد زاندیشہ مردان کار عاجز آید کارشان در اضطرار

یعنی بڑھ جاتی ہے مردان کار کے فکروں سے اور ان مردوں کا کام اضطرار میں عاجز آتا ہے تو جب انکو تجربہ ہی نہیں تو پھر ان بچوں کی عقل اُن سے کیوں بڑھجاتی ہے معلوم ہوا کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہیں۔ آگے تائید میں اُوپر والے بچہ کی حکایت کو پیش فرماتے ہیں رجوع الی القصہ نہیں ہے صرف تائید مقصود ہے فرماتے ہیں کہ۔

قوله امرنا ان ننزل الناس
منازلهم روى ابن خزيمة
فى صحيحه بسند صحيح
عن عائشة رض امرنا
رسول الله صلى الله عليه
ان ننزل الناس منازلهم رواه
مسلم فى مقدمته تعليقا كما فى المقاصد

قول الشارح - اذا رأوا عن
اسماء بنت يزيد انها
سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول الا انبئكم
بخياركم قالوا بلى يا رسول الله
قال خياركم الذين
اذا رأوا ذكر الله رواه
ابن ماجه كذا فى المشكوٰة
وروى الحكيم عن ابن عباس
مرفوعا بسند ضعيف
اولياء الله تعالى
الذى اذا رأوا ذكر الله
وقد روى البيهقى بسند
حسن مرفوعا خياركم الذين

قولہ امرنا ان ننزل الناس منازلهم
ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بسند صحیح حضرت
عائشہ رض سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو
اون کے مرتبہ پر رکھا کریں اور اسکو اپنے
مقدمہ میں تعلیقاً روایت کیا ہے جیسا کہ
مقاصد میں ہے۔

صاحب کلید کا قول اذا رأوا الخ
اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
۱۳ آپ فرماتے تھے کیا میں تم کو تمھارے اچھے
لوگوں کی خبر نہ دوں لوگوں نے عرض
کیا ضرور خبر دیجئے یا رسول اللہ آپ نے
فرمایا تم میں اچھے لوگ وہ ہیں کہ جب انکو
دیکھا جاتے تو خدا تعالیٰ یاد آجاوے روایت
کیا اسکو ابن ماجہ نے اسی طرح ہے مشکوٰۃ
میں اور حکیم نے حضرت ابن عباس رض سے
بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ اولیاء
اللہ وہ لوگ ہیں کہ اون کے دیکھنے سے
خدا تعالیٰ یاد آجاویں اور بیہقی نے بسند حسن
مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم میں اچھے

اذا رأوا ذکر اللہ لھم
الحدیث کما فی
الجامع الصغیر
قول الشارح حدیث
من سن فی الاسلام
سنۃ حسنۃ فلہ
اجرھا واجر من
عمل بھا من بعدہ
من غیر ان ینقص
من اجورھم شیئ
ومن سن فی الاسلام ۱۴
سنۃ سیئۃ کان
علیہ وزرھا
ووزر من عمل بھا
من بعدہ من غیر
ان ینقص من اوزارھم
شئ رواہ مسلم
کذا فی المشکوٰۃ
قول الشارح قولہ ھذا
جبل الخ عن انس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ وہ ہیں کہ جب اونپر نظر پڑے تو انکی
وجہ سے خدا تعالیٰ یاد آجاوے الحدیث
جیسا کہ جامع صغیر میں ہے
صاحب کلید کا قول - حدیث من سن
فی الاسلام الخ کا ترجمہ یہ ہے جو شخص
اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے تو
اسکو اوس اچھے طریقہ کا اجر بھی ملے گا
اور اس شخص کا بھی اجر ملیگا جو اس کے
بعد اوسپر عمل کرے بدون اس کے کہ اُن
لوگوں کے اجر میں سے کچھ گھٹ جاوے
(یعنی دونوں کو پورا پورا ثواب ملیگا) اور جو
شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کرے
اوسپر اس طریقہ کا بھی گناہ ہوگا اور اس شخص
کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اوس پر
عمل کرے بدون اس کے کہ ان لوگوں کے
گناہ میں سے کچھ گھٹ جاوے (یعنی دونوں
کو پورا پورا گناہ ہوگا) روایت کیا اسکو
مسلم نے (مشکوٰۃ)
صاحب کلید کا قول - حدیث
ھذا جبل الخ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

طلع له احد فقال
هذا يحبنا ونحبه
رواه البخاري كذا في المشكوة
قوله لا يلدغ المؤمن عن
ابي هريرة رض قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا يلدغ المؤمن
من جحر واحد مرتين متفق عليه
كذا في المشكوة
قول الشارح المؤمن غر كريم
عن ابي هريرة رض قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم المؤمن
غر كريم والفاجر خب لئيم
رواه الترمذي۔
قوله گفت پیغمبر الخ في المقاصد حديث
اعقلها وتوكل الترمذي في الزهد
وفي العلل والبيهقي في الشعب
وابو نعيم في الحلية وابن ابي الدنيا
من حديث المغيرة بن ابي قرة
السدوسي سمعت انسا رض يقول
قال رجل يا رسول الله اعقلها واتوكل
او اطلقها واتوكل قال اعقلها وتوكل انتهى

کو احد رونما ہوا آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے
محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے
ہیں روایت کیا اسکو بخاری نے (مشکوۃ)
صاحب کلید کا قول لا یلدغ الخ
حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کٹواتا۔
روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (مشکوۃ)
صاحب کلید کا قول المومن
غر کریم حضرت ابو ہریرہ رض سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مومن بھولا صاحب کرم ہوتا ہے۔
اور فاجر مکار لئیم ہوتا ہے (ترمذی)۔
شعر گفت پیغمبر بآواز بلند بر توکل زانوئے اشتر ببند
مقاصد میں ہے حدیث اعقلہا وتوکل
روایت کیا اسکو ترمذی نے زہد میں اور
علل میں اور بیہقی نے شعب میں اور ابو نعیم
نے حلیہ میں اور ابن ابی الدنیا نے توکل
میں مغیرہ بن ابی قرہ سدوسی کی روایت سے
کہ میں نے حضرت انس رض سے سنا کہ فرماتے
تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا میں اونٹنی کو

وقال الترمذي قال
عمرو بن علي يعني الفلاس
شيخه قال يحيى بن سعيد
القطان انه منكر ثم قال
الترمذي وهو غريب لا نعرفه
من حديث انس الا من
هذا الوجه وانما انكره
القطان من حديث
انس وقد روى عن
عمرو بن امية الضمري
عن النبي صلى الله عليه 16
وسلم نحوه يشير الى ما اخرج
ابن حبان في صحيحه
وابو نعيم من حديث
جعفر بن عمرو بن
امية عن ابيه
قال قال رجل
للنبي صلى الله عليه
وسلم ارسل ناقتي و
اتوكل قال اعقلها وتوكل

(باقی آینده)

باندھکر توکل کروں یا کھلی چھوڑ کر توکل کروں
آپ نے فرمایا اوسکو باندھ دو اور توکل کرو
ترمذی کا قول ہے کہ عمرو بن علی فلاسی
نے جو ترمذی کے شیخ ہیں کہا ہے
کہ یحیی بن سعید قطان نے کہا ہے کہ یہ
حدیث منکر ہے پھر ترمذی نے کہا کہ یہ
غریب ہے حضرت انس رض کی روایت سے
بجز اس طریق کے ہم اوسکو نہیں پہچانتے
اور قطان نے جو اسکو منکر کہا ہے وہ صرف
حضرت انس رض کی روایت سے اور یہہ
حدیث عمرو بن امیہ ضمری سے بھی مروی ہے
اونہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے
قریب روایت کیا ہے یہ اوس حدیث کی
طرف اشارہ کیا ہے جسکو ابن حبان نے
اپنی صحیح میں اور ابونعیم نے بھی جعفر بن
عمرو بن امیہ سے روایت کیا ہے وہ اپنے
باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں
اپنی ناقہ کو کھول کر توکل کروں آپنے
فرمایا باندھ کر توکل کرو۔

(باقی آینده)

ملفوظات حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

ملقب بہ

مزید المجید

جمع کردہ مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی

بعد الحمد والصلوٰۃ محمد عثمان دہلوی منظہر مدعا ہے کہ حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات طالبان دین کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً جس درجہ مفید ہیں اُس میں کسیکو کلام نہیں۔ اُنہیں سے ایک کافی ذخیرہ جسکو حضرت مولانا صاحب دام ظلہم العالی کے ایک ممتاز اجازت یافتہ یعنی مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی نے جمع کیا ہے۔ اور تمائز کیلئے ہر ملفوظ پر جدا جدا نمبر بھی ڈالدیا ہے اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کی نظر اصلاحی سے بھی گذر چکا ہے اور اسکا لقب بھی حضرت مولانا مدفیوضہم ہی نے تجویز کیا ہے (جسمیں لغوی معنی یعنی مزید نعمۃ اللہ المجید کے ساتھ ہی جامع کے نام کی طرف بھی اشارہ ہے) مجھکو مجلس خیر متعلق مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے دستیاب ہوا بنظر افادہ عام وخاص اسکو بنام خدا شائع کرتا ہوں اللھم عمم نفعہ واتمم عائدتھا

(۱) سفر رنگون میں فرمایا کہ دو باتیں ایسی جامع ہیں کہ اگر آدمی ان کو اختیار کرے تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا ایک تو یہ ہے کہ اپنی رائے کو فنا کردے اور دوسری یہ ہے کہ ثمرات کا طالب نہ ہو جو کچھ شیخ تجویز کردے اسپر عمل کرتا رہے (جامع عرض کرتا ہے کہ واقعی ثمرات کی طلب میں بہت کم معلوم ہوتی ہی

اسلئے کہ اپنے اعمال کو کچھ سمجھتا ہے جب ہی تو ثمرات کا منتظر ہے ہمارے حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی نیک عمل کی توفیق ہو جانا یہ کیا تھوڑی دولت ہے۔

(۲) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی لوگوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے شکایت کی۔ حضرت نے سُنکر فرمایا کہ بالکل جھوٹ ہے اور حضرت کو میرے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میری محبت آپ سے اللہ واسطے ہے۔ اور اللہ باقی ہے لہذا یہ بھی باقی رہے گی حضرت مولانا نے سُنکر فرمایا کہ بھائی ہم تو اس پر توکل کئے بیٹھے ہیں۔ اگر خدا کو منظور ہوگا تو کچھ بھی ضرر نہ ہوگا۔

(۳) فرمایا جب ابراہیم بن ادہم کا انتقال ہوا تو خواب میں کسی بزرگ نے ان سے سوال کیا کہ فرمایئے کیا ہوا تو فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے اپنا فضل فرمایا اور درجہ بھی عنایت کیا مگر میرے مکان کے پاس ایک غریب آدمی رہتا تھا اور اسکی یہ تمنا تھی کہ اگر مجھکو بھی وقت ملے تو اللہ اللہ کیا کروں اسکے برابر مجھے درجہ نصیب نہیں ہوا۔ واقعی یہ بڑا مجاہدہ ہے۔

(۴) سفر رنگون میں یہ بھی فرمایا کہ روایات میں لفظ شاید سے میرا جی بہت گھبراتا ہے یہ جھوٹ بولنے کا آلہ ہے۔ افسوس لوگ آفات زبانی سے پرہیز نہیں کرتے بات تو یوں ہونی چاہیئے کہ ہے یا نہیں ہے یہ بیچ میں جو روڑہ سا اٹکا رہتا ہے اس سے بہت پریشانی ہوتی ہے۔ افسوس لوگوں کو جس بات پر خود بھی یقین نہیں ہوتا اُس کا دوسروں کو یقین لانا چاہتے ہیں ایسے لوگ اپنے بھی بدخواہ ہیں اور دوسروں کے بھی بدخواہ ہوتے ہیں جامع کہتا ہے کہ ٹھیک ہی بات ہے۔ مصرعہ۔ ہم تو ڈوبے ہیں مگر تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

(۵) فرمایا کہ آدمی کو تارک الدنیا ہونا چاہیئے متروک الدنیا نہ ہونا چاہیئے ہنسکر فرمایا کہ ایسی نوبت نہ آئے کہ بی بی طلاق دے بلکہ خاوند طلاق دے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ لوگ دینداروں کو ذلیل نہ سمجھیں یعنی دنیا ہو اور اسکو ترک کردے یہ نہیں کہ ہو ہی نہیں۔

(۶) فرمایا اجتہاد ایک ذوق کا نام ہے کوئی بہت سی کتابیں پڑھنے سے مجتہد نہیں ہوتا۔

(۷) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہم نے تو حضرت حاجی صاحبؒ

کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا کہ حضرت سے کوئی کرامت بھی سرزد ہوتی ہے یا نہیں۔

(۸) قنوج میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں تشریف لائے اور ایک رسالہ پیش کیا اور کہا کہ یہ حضرت کی نگاہ سے کہیں گذرا ہے یا نہیں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس کے دکھلانے سے آپکا کیا مطلب ہے۔ اسپر وہ خاموش رہے۔ فرمایا کہ دیکھئے لوگوں کی یہ حالت ہے بس مجھے پریشان کرنے کو تشریف لائے تھے اب آپ سے دریافت کرتا ہوں کیا مطلب ہے بس نواب کی طرح بیٹھے ہیں بولتے ہی نہیں۔ اب بتلائیے میری کیا خطا ہے اسپر مجھے لوگ بدمزاج کہتے ہیں آپ انصاف کریئے کہ میں بدمزاج ہوں یا یہ حضرات بدمزاج ہیں۔ میں نے بھی تو پوچھا تھا کہ آپ کا کیا مطلب ہے اس میں بتلائیے میں نے کیا گناہ کی بات کی ہے۔ وہ صاحب اٹھکر چلے گئے تو فرمایا کہ یہ مجھے سارے میں بدنام تو کرینگے مگر الحمد للہ ان کا علاج خوب ہوگیا اب ایسی حرکت کبھی نہ کرینگے اور ساری عمر یہ بات یاد رہے گی۔

(۹) سفر رنگون میں یہ بھی فرمایا کہ کبھی ریا خدا کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے عبادت کی تحسین و تطویل ریا سے کی اور پھر تنہائی میں تحسین و تطویل کا ۳
ارادہ نہ تھا یہ خیال ہوا کہ اگر اب ویسی ہی عبادت نہیں کرتا اور پھر مجمع میں ویسی ہی کرونگا تو اللہ میاں کیا کہیں گے اس ضرورت سے اسوقت بھی تحسین و تطویل کی پس اصل مقصود تو مجمع میں تحسین کی رعایت کرنا ہے مگر خلوت میں محض الزام سے بچنے کے لئے تحسین کی۔

(۱۰) سفر بمبئی میں ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوے کی کے قسمیں ہیں حضرت والا نے یہ فرمایا کہ کوے کی قسمیں تو مجھکو معلوم نہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کردوں اور یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کونسی قسم میں داخل ہیں بس یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بولکر نہیں دیا۔ انکے بعد ایک شخص اور تشریف لائے کہ اہل بدعت میں سے تھے اور پڑھے لکھے بھی معلوم ہوتے تھے۔ مسائل مختلف فیہ میں حضرت والا سے سوال کئے اور عرض کیا کہ آپکی ان مسائل میں کیا رائے ہے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ کہئیے تو جواب باقاعدہ دوں اور کہئیے تو بے قاعدہ دوں مگر بے قاعدہ جواب میں نفع نہ ہوگا اور باقاعدہ جواب میں نفع ہوگا۔ یہ میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ جناب باقاعدہ ہی جواب فرمایئے

جس سے نفع بھی ہو۔ فرمایا تو آپ فرمایئے کہ ان مسائل کی تحقیق ضروری ہے یا نہیں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ میرے نزدیک بہت ہی ضروری ہے۔ حضرت والا نے اسپر ارشاد فرمایا کہ شرعاً بھی ضروری ہے یا نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسئلہ تو شرعی دریافت کرتے ہیں اور رائے اپنی لگاتے ہیں اسے صاحب یہ تو بہت صاف بات ہے میں نے عرض کی ہے اسمیں سمجھنے کی کونسی بات ہے۔ اب پھر میں عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق شارع کے نزدیک بھی ضروری ہے یا نہیں۔ ان صاحب نے پھر یہی کہا کہ میرے نزدیک ضروری ہے اسپر فرمایا کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور فرمایا کہ اگر آپکے نزدیک بھی یہ تحقیق ضروری ہے تو یہ دریافت کرتا ہوں کہ یہاں کے علماء سے بھی تحقیق کی ہے یا نہیں۔ تو ان صاحب نے کہا کہ یہاں تو نہیں کی اسپر فرمایا کہ جب ایسی ضروری بات ہے تو آپ کو خاموش بیٹھنے سے بیچینی نہیں ہوئی۔ کبھی آپ بھوک پیاس کی حالت میں بھی ایسے خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ اب تو وہ صاحب بہت ہی پریشان ہوئے اور کچھ جواب نہ دیسکے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ جایئے اگر اسکی تحقیق آپ کے نزدیک ضروری ہے تو میں آپکو ایک رائے دیتا ہوں، چندروز کیلئے آپ کسی محقق کے پاس رہیں پھر انشاء اللہ تحقیق ہو جائیگی۔ ۴

(۱۱) سفر رنگون میں فرمایا کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہے کہ اسمیں عقل بھی ہے اور ہمت بھی اور ایک وہ ہے کہ نہ اسمیں عقل ہے اور نہ ہمت اور ایک وہ ہے جسمیں عقل ہو اور ہمت نہ ہو اور ایک وہ ہے جسمیں ہمت ہو اور عقل نہ ہو۔

(۱۲) فرمایا کہ پہلے اہل بدعت میں بھی ایک درجہ کا نور تدین ہوتا تھا اور وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اللہ اللہ کیا کرتے تھے اور اس نور تدین کی ایسی مثال ہے جیسے چاند کی روشنی میں درخت کا سایہ دونوں ملکر ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ نہ اسکو نور کہہ سکتے ہیں اور نہ ظلمت۔ ایک آجکل کے مدعی ہیں کہ ان میں سوائے مکروفریب کے دوسری بات ہی نہیں۔ پہلے لوگ دوکاندار نہیں تھے دیندار تھے مگر غلطیوں میں مبتلا تھے۔ ان کی نیتیں خراب نہیں تھیں۔ آجکل کے مدعی تو بالکل خالی ہیں اور فرمایا کہ واللہ میں یہ قسم کہتا ہوں کہ اگر خدا کی محبت کا ایک قطرہ نصیب ہو جائے تو ساری دنیا تلخ اور زہر معلوم ہونے لگے۔ اور یہی اصل ہے تدین کی۔

(باقی آئندہ)

(ا) اسلئے مین نے کہا تھا کہ یہ متبعین دونون کے خلاف ہوئے۔ اور حقیقت مین اگر غور صحیح کیا جاوے قدم مادہ کے مانتے ہوئے پھر خود صانع ہی کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جب اسکی ذات اسکے وجود کی علت ہے تو وہ واجب الوجود ہو گیا اور ایک واجب الوجود کا پیدا کرنیوالا

(ح) اور انکا اسلام صحیح معنون میں اسلام نہیں رہا اور یہ لوگ سائنس کے بھی پورے متبع نہیں ہوئے کیونکہ سائنس خدا ہی کا قائل نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے دنیا کے کام موجودات کی باہمی کششون سے اور طبعی خواص سے چل رہے ہیں تو کسی اور کے تصرف کی ضرورت کیا ہے اور یہ مسلمان جو سائنس کے ولدادہ ہوگئے ہین خدا کے قائل ہین کیونکہ اپنا مذہب اسلام بتاتے ہیں گو یہ قائل ہونا پورے طور پر قابل اعتبار نہیں کیونکہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ خدا کا قائل ہونا جبھی معتبر ہے جبکہ مع صفات کے ہو ورنہ خدا کے ماننے کا تو ہر مذہب مدعی ہے پھر سب کو مسلمان ہی کیون نہ شمار کیا جاوے حالانکہ یہ بداہتہ باطل ہے تاہم خدا کے قائل ہونے کا دعوی تو کرتے ہیں اور سائنس حال خدا کا قائل ہی نہیں تو یہ بات صحیح ہوگئی کہ مسلمانان ولدادہ سائنس نہ پورے سائنس کے متبع ہوئے اور نہ اسلام کے اور لا الی ہولاء ولا الی ہولاء کے مصداق رہے ؎ ۱۲۱

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ٭ نہ ادھر کے ہوے نہ ادھر کے ہوئے

ان مسلمانون کو غور و فکر سے کام لینا چاہئے کہ یہ کسقدر بری حالت ہے کہ ساری عمر اس خیال میں رہے کہ ہم مسلمان اور موحد ہیں اور جب کشف حقائق یعنی موت کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم نہ مسلمان تھے نہ موحد بلکہ مشرک تھے کیونکہ ایک خاص صفت خداوندی (قدم) میں دوسرے کو شریک مانتے تھے بہت خوف کا مقام ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مادہ کے جن حالات کو دیکھکر قدیم سمجھا جاتا ہے مثلاً یہ کہ معدوم محض نہیں ہوتا اور کسیکو ہم ایسا قادر نہیں پاتے کہ اسکو معدوم محض کرکے دکھا دے اگر اہل اسلام یون عقیدہ رکھیں کہ کسی ایسے زبردست نے اسکی یہ حالت نیابین بنادی ہے کہ اسکو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ ایسا بنانے والا ذات خداوندی ہے جل وعلا شانہ اور وہ خود اسکے بدلنے اور معدوم محض کردینے پر قادر ہے تو ہمیں کیا حرج ہے اس سے توحید بالکل صحیح معنون مین قائم رہے اور کسی دنیا کے کام میں یہ عقیدہ مخل نہ ہو جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں

؎ دیکھو شروع حدوث مادہ کی بحث ۱۲ منہ

(أ) دوسرے واجب الوجود کی طرف محتاج ہونا خود خلاف عقل ہے جو تعلق حق تعالیٰ کا اپنے صفات اور افعال سے ہے وہی تعلق اسکا اپنی صفات حرکت و حرارت اور اپنے افعال تنوعات

بنے ہیں مادہ کا ۱۲

(ح) کہ کسی نے ہم کو زمین آسمان کے اندر ایسا مقید کیا ہے کہ ہم ان سے باہر نہیں جا سکتے اور مثلاً ستہ ضروریہ پیخانہ پیشاب وغیرہ کا ایسا پابند کیا ہے کہ ہم کو کسی وقت میں ان سے چارہ نہیں۔ نہ کسیکو ہم نے ان سے آزاد پایا۔ ان باتوں کے متعلق یہ عقیدہ کوئی نہیں رکھتا کہ آسمان نے ہم کو مقید کیا ہے یا پیخانہ پیشاب نے خود ہم کو پابند بنا لیا ہے بلکہ سب یہی سمجھتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے ہم کو ان باتوں میں مجبور کیا ہے اگر وہ نہ چاہتے یا اب بھی نہ چاہیں تو ان قیود کو رفع فرما سکتے ہیں۔ ایسے ہی مادہ کے متعلق سمجھ لیں تو کیا حرج ہے۔ اور در حقیقت غور کیا جاوے تو قدم مادہ کے قائل ہونے سے نہ صرف ایک صفت خداوندی میں شرک لازم آتا ہے بلکہ ذات خداوندی ہی کی نفی ہوئی جاتی ہے کیونکہ جب مادہ ایسی چیز ہے کہ بلا کسی دوسرے کے تصرف کے خود موجود ہو گیا تو اسکو واجب الوجود کہا جاوے گا جیسے خدائے تعالےٰ کو واجب الوجود کہتے ہیں بایں معنے کہ اسکا وجود کسی موجد اور علت وسبب کا محتاج نہیں خود ذات ہی اُسکی اپنے وجود کی علت ہے اسیطرح مادہ کی نسبت بھی کہا جاویگا ۱۲۲
کہ اُسکی ذات ہی خود اپنے وجود کی علت ہے اور وہ کسی موجد اور علت وسبب کا محتاج نہیں تو اس صورت میں دو واجب الوجود ہوئے ایک خدا اور ایک مادہ۔ اور ایک واجب الوجود کا دوسرے واجب الوجود کی طرف کسی بات میں محتاج ہونا بداہتہ باطل ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ کو جو دنیا بھر مانتی ہے کہ اپنی ذات وصفات میں مستغنی عن الغیر ہے اسکی وجہ یہی تو ہے کہ خدائے تعالےٰ کو واجب الوجود مانا جاتا ہے معلوم ہوا کہ واجب الوجود ہونے کا مقتضا یہی ہے کہ ذات اور صفات میں مستغنی ہو تو جب مادہ کیلئے بھی واجب الوجود ہونا ثابت ہو گیا تو ذات و صفات میں مستغنی ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ جب ہر ایک اپنی ذات میں دوسرے کا محتاج نہیں تو صفات و افعال میں محتاج ہونا کیا معنے یہ تو ایسا ہو گا جیسے کسی بادشاہ نے ایک ملک پر قبضہ تو کیا اپنے جبروت واختیار اور زور وطاقت سے لیکن جو کچھ کام اسمیں کرنا چاہتا ہے وہ اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا وہ کرتا ہے کسی دوسرے سے حکم لیکر بلکہ دوسرے زبردستی آکر اسکے ملک میں کام کر جاتے ہیں تو یہ قبضہ قبضہ ہی نہیں ہے علےٰ ہذا جب مادہ واجب الوجود ہے اور اپنے وجود میں خدا کا محتاج نہیں تو اپنے افعال و تاثیرات میں محتاج ہونا

(ا) وغیرہ سے ہو سکتا ہے۔ پس خدا ئے برحق کا قائل ہونا جو موقوف ہے حدوث مادہ پر اور اگر قدیم بالذات اور قدیم بالزمان میں فرق نکالا جاوے تو اسکی گفتگو فلاسفہ قدیم سے

(ح) کیا معنے ورنہ اگر کوئی لوٹ کر یون کہدے کہ خدا محتاج ہے مادہ کا جیسا کہ مادہ محتاج ہے خدا کا تو اسکا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ غرض مادہ کا باوجود واجب الوجود ہونے کے خدا کی طرف اپنے افعال وخواص میں محتاج ہونا محض لغو اور خلاف عقل بات ہے جو کوئی مادہ کو اپنی ذات میں قدیم اور مستغنی عن الغیر مانتا ہو اسکو ماننا پڑیگا کہ مادہ اپنے افعال وخواص میں بھی مستغنی عن الغیر ہے تو عالم کے واسطے سوائے مادہ کے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہی بالفاظ دیگر صانع کے قائل ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ پھر مادہ کو قدیم مانتے ہوئے یون کہنا کہ ہم خدا کے قائل ہیں محض مہمل الفاظ رہ گئے۔ جنکے کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ اور حضرت مصنف مدظلہ کا فرمانا سچ ہو گیا کہ قدم مادہ کو مانتے ہوئے پھر خود صانع ہی کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ فرمانا بھی کہ یہ معتقدین سائنس نہ سائنس کے پورے متبع رہے نہ اسلام کے کیونکہ سائنس کا پورا اتباع جب ہی ہو گا جب مادہ کو مستغنی عن الغیر کہا جاوے اور یہ مستلزم ہے خدا کے وجود کے غیر ضروری ہونے کو اور اہل اسلام ولدادگان سائنس زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہیں تو پورے متبع سائنس نہ ہوئے اور اسلام مادہ کو قدیم نہین کہتا اور یہ قدیم کہتے ہیں تو متبع اسلام بھی نہ ہوئے۔ اب وہ مسلمان غور کریں جو قدم مادہ کی طرف جھک گئے ہیں کہ وہ بمقتضائے تقریر مذکور صرف ایک صفت میں ذات خداوندی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنے ہی میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ ذات خداوندی ہی کے غیر ضروری ہونے کے عقیدہ میں بھی مبتلا ہوئے جسکو دہریت کہتے ہیں۔ یہ بعینہ زہر کا نام قلاقند رکھکر کھانا ہے کہ نام رکھنے سے زہر قلاقند نہیں ہو جاتا ایسے ہی دہریت کا نام اسلام رکھ لینے سے وہ واقعی اسلام نہیں ہو جاتا۔ جو لوگ مذہب اسلام ہی کو اپنے واسطے پسند کرتے ہیں وہ غور کریں کہ کیا وہ قدم مادہ کا عقیدہ رکھتے ہوئے مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں حاشا وکلا غور کرنے کی بات ہے کہ مادہ کو حادث کہتے ہوئے اس وجہ سے رکتے ہیں کہ مادہ کو معدوم محض ہوتے نہیں دیکھا جاتا اور چونکہ کبھی ایسا دیکھا اور سنا نہیں اسواسطے اس کو خلاف عقل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو کوئی نظیر دکھاؤ۔ ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی دیکھا یا سنا ہے کہ ایک چیز اپنی ذات اور وجود میں تو مستغنی عن الغیر ہو اور اپنی تمام

(۱) علم کلام قدیم میں طے ہو چکی ہے۔ چونکہ اسوقت کے فلاسفہ اسکے قائل نہیں اسلئے اس سے طی کشح کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اجزاء مادہ کو مع الصورت قدیم مانتے

پہلو تہی ۱۲

(بقیہ) صفات میں غیر کی محتاج ہو کیا اسکی کوئی نظیر و کہا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں تو یہ بھی خلاف عقل ہوا اور جب اسکو بلا نظیر کے مانتے ہیں تو حدوث مادہ ہی کو بلا نظیر کے مان لیں تو کیا حرج ہے جس سے ہزاروں اشکالوں سے نجات ملجاوے اور دہریت سے بچ جاویں۔ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خدائے برحق کا قائل ہونا جبھی ممکن ہے جبکہ مادہ کو قدیم نہ کہا جاوے ورنہ دہریت لازم آتی ہے خلاصہ یہ کہ جو کوئی مذہب کا نام لے اور دہریت سے بچنا چاہے اور خدائے تعالیٰ کا قائل ہو اسکو حدوث مادہ کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اور اسکو اس سے چونکنا کہ مادہ کو معدوم محض ہوتے دیکھا نہیں جاتا محض طفلانہ خیال ہے اسمیں سوائے اسکے کہ گونہ استبعاد ہے کوئی عقلی خرابی لازم نہیں آتی اور استبعاد کوئی قابل لحاظ بات نہیں ہزاروں مستبعدات دنیا میں موجود ہیں بلکہ ہر چیز مستبعد ہے۔ دن رات دیکھتے دیکھتے استبعاد جاتا رہا ہے۔

۱۲۴ اب یہاں ایک اور توجیہ بھی اجمالاً قابل ذکر ہے جو پرانے بعض عقلانے مادہ کے قدیم ہوتے ہوتے بھی وجود صانع عالم کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے کی ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ گو مادہ قدیم ہے مگر پھر بھی وہ بذات خود موجود نہیں ہوا یعنی اسکی ذات اسکے وجود کی علت نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی ذات اسکے وجود کی علت ہے یعنی حق تعالیٰ سے مادہ موجود ہوا ہے لیکن بوجہ قدیم ہونے کے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مادہ موجود نہ ہوا ورنہ آئندہ ایسا ہوگا کہ موجود نہ رہے تو مادہ قدیم بھی رہا اور واجب الوجود بھی نہ ہوا (اصطلاح فلسفہ میں ایسے قدیم کو قدیم بالزمان کہتے ہیں) حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ قدیم بالذات و بالزمان دونوں ہے اور اپنے وجود ذاتی و صفاتی کسی میں دوسرے کا محتاج نہیں اور مادہ صرف قدیم بالزمان ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن وجود اسکا خود نہیں ہوا بلکہ خدائے تعالیٰ کی ذات سے ہوا ہے اسلئے وہ واجب الوجود و قدیم بالذات نہیں ہے اب بظاہر کوئی اشکال نہیں رہا۔ حاصل یہ کہ مادہ کو قدیم بالذات نہ کہا جاوے بلکہ قدیم بالزمان کہا جاوے تو واجب الوجود ہونے کے اشکال سے نجات ملجاتی ہے پھر اسکے کیوں قائل نہ ہو جاویں یہ خیال بعض پرانے فلاسفروں کا تھا چونکہ اب کوئی فلسفی اس خیال کا نہیں ہے اس وجہ سے اسکی تردید

(أ) اور اُس صورت کو صور متاخرہ کے ساتھ بھی مجتمع ماننے اسطرح سے کہ وہ بشکل چھوٹے ذروں کے تھا جنمیں قسمت عقلیہ و وہمیہ ممکن ہے مگر قسمت فکیہ ممکن نہیں جیسا دیمقراطیس بھی ایسے اجزاء کا قائل ہوا ہے۔

(ح) کی ضرورت نہیں لہذا حضرت مصنف مدظلہم نے اسکو نظر انداز کردیا لیکن یہ بحث علم کلام مین موجود ہے اور اسکی تردید بہت کافی وافی کردی گئی نتیجہ یہ ہے کہ ہر چیز اُس قادر مطلق کے قبضہ مین ہے جب چاہیں موجود کر دین اور جب چاہیں معدوم کر دیں اسپر کوئی اشکال صحیح عقلی نہیں وارد ہوتا سوائے اسکے کہ اسمین گونہ مستبعدات ہیں سو اسکے خلاف ماننے میں مستبعدات اس سے کہیں زیادہ ہیں بلکہ عقلی صحیح اشکالات بھی وارد ہوتے ہیں جیسا کہ مفصل بیان ہوئے۔

غرض قدم مادہ خواہ قدم بالذات کہا جاوے یا بالزمان سب باطل ہے اور کوئی تاویل و توجیہ اسکے لئے کارآمد نہیں۔

قدم مادہ کے مسئلہ میں دو مذہب اور بھی ہیں ان کا بیان کردینا اور رد کردینا بھی مناسب ہے ایک یہ ہے کہ مادہ ایسے ذرات کی شکل میں ہے کہ وہ اسقدر چھوٹے ہیں کہ اب انکی تقسیم نہیں ۱۲۵
ہوسکتی گو عقلی تقسیم جاری ہوسکے مگر وہ واقع میں غیر قابل انقسام ہیں یعنے اُن میں توڑ پھوڑ نہیں ہوسکتی اور دنیا کے کائنات میں جو کچھ تغیر تبدل نظر آتا ہے یہ تغیرات صرف ان ذرات مادہ کی کمی بیشی اور افتراق و اجتماع کا نام ہے تقریب الی الفہم کے لئے اسکی مثال یہ دیجا سکتی ہے کہ فرض کرو کہ باجرہ کا ایک ڈھیر ہے اسکو کسی نے چار حصّے کرکے ایک ایک حصہ کو ایک ایک رنگ سے رنگ دیا ایک حصہ کو خوب گہرا زرد کر دیا اور ایک حصہ کو سیاہ کر دیا اور ایک کو سفید اور ایک کو نیلا کر دیا۔ اب وہ انکو ملاکر مختلف ڈھیریاں بناکر رنگ دکہا سکتا ہے اگر ان چاروں کو برابر مقدار میں ملاتا ہے اور فرض کرو کہ اتنی دور سے دکہاتا ہے کہ باجرہ کے دانے دکھلائی نہ پڑیں تو دیکھنے والے کو ایک ایسا رنگ نظر آئیگا جو چاروں سے الگ ہے اور اگر سیاہ اجزاء کو غالب رکھتا ہے تو ایسا نظر آئے گا جو بہ نسبت پہلے کے مائل بسیاہی ہے۔ علیٰ ہذا جس رنگ کے اجزاء کو جس نسبت سے کم زیادہ کریگا مرکب میں ویسا ہی رنگ نظر آنے لگے گا۔ دیکھنے والے کی نظر چونکہ اجزا کو یعنی باجرہ کے دانوں کو بوجہ دوری کے محسوس نہیں کرتی اس وجہ سے ہر ڈھیری کو وہ

(۱) یا اسکو مع الصورت متصل واحد مان کر انہیں اجزاء تحلیلیہ کا قائل ہو تو ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ ذرات یا اجزاء قدیم ہونگے تو اسوقت متحرک تھے یا ساکن اگر متحرک تھے

(ج) یہی کہتا ہے کہ اس ڈھیر کا کل کا رنگ یہی ہے حالانکہ واقع میں وہ رنگ موجود نہیں اور کسی جزو
میں بھی وہ رنگ نہیں یہ صرف نظر کی غلطی ہے۔ اسیطرح کبھی وہ اُس باجرہ کے سَو دانون سے
ایک ڈھیری بنا دیتا ہے تو ایک مجسم چیز نظر آتی ہے اور کبھی ہزار دو ہزار دس ہزار دانون کی ڈھیری
بنا دیتا ہے تو حسب تعداد دانون کے اور اُنکے تلے اُوپر یا برابر رکھدینے کے مختلف شکل کی
چیزیں نظر آنے لگتی ہیں ان تغیرات کو دیکھکر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اصل چیز بدل گئی حقیقت یہ ہے
کہ اصل چیز نہیں بدلی یعنی باجرہ کے دانے وہی ہیں ہر دانہ کی وہی شکل اور وہی رنگ ہے جو پہلے
سے تھا صرف کمی بیشی تعداد اور افتراق واجتماع ہو گیا ہے اسیطرح مادہ کے ذرات ایک صورت
خاص رکھتے ہیں اُن میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہوتا اور دنیا میں جو کچھ تغیرات دیکھے جاتے ہیں
یہ اُن ذرات کے افتراق واجتماع اور کمی بیشی کا نتیجہ ہے حکیم دیمقراطیس نے اسی تحقیق کو پسند کیا ہو
اسی وجہ سے اُن ذرات کو اجزاء دیمقراطیسیہ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ذرات مادہ میں تغیر نہیں اور ۱۲۶
جب تغیر نہیں تو حدوث کی کوئی دلیل نہ رہی۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ مادہ کو بمع صورت کے متصل واحد مان لیا جاوے یعنی عالم کے اجزاء اولی (عناصر وغیرہ) ایک دفعہ کُل کے کُل ایک صورت خاص پر مع صفت قدامت کے موجود ہو گئے۔ اُن میں ذرات اور چھوٹے چھوٹے اجزاء نہ تھے پھر جو کچھ عالم میں کائنات موجود ہوتی ہیں وہ سب ان اجزاء اولی کے ٹکڑے ہو ہو کر متفرق ترکیبون سے ملکر بنتے ہیں (ان ٹکڑون کو اجزاء تحلیلیہ کہتے ہیں) اس مذہب میں اور پہلے مذہب میں یہ فرق ہے کہ پہلے مذہب کی روسے عالم کا مادہ مجتمع چیز نہ تھا بلکہ نہایت باریک اجزاء تھے انکے ملنے سے دُنیا کی چیزین بنیں اور اس دوسرے مذہب کی روسے مادہ مجتمع چیز تھا اسکے ٹکڑے ہو ہو کر دُنیا کی چیزیں بنیں۔ بنا دونوں مذہبون کی ایک ہی ہو وہ یہ کہ مادہ بوقت قدامت مع صورت کے موجود تھا ایک قول پر وہ صورت ذرات کے ساتھ قائم تھی اور ایک قول پر اس مجتمع چیز کے ساتھ قائم تھی جو اصل ہے عالم کی۔ ان دونون تقریرون سے اُنکے نزدیک مادہ کو تغیر سے نجات مل گئی اور تغیر ہی پر بنا تھی حدوث کی تو اب قدم مادہ کے قائل

(ا) تو حرکت انکی قدیم تھی اور اگر ساکن تھے تو انکا سکون قدیم تھا اور اسوقت ہم بعض اجسام
کو متحرک دیکھتے ہیں جسکی حرکت سے وہ اجزاء بھی متحرک ہیں جس سے سکون ظاہر ہوگیا اور
بعض اجسام کو ہم ساکن دیکھتے ہیں بہرحال حرکت وسکون دونوں کے زوال کا مشاہدہ کر رہے
ہیں اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے۔ پس ان اجزاء کی حرکت یا سکون کا قدیم ہونا محال ہوا

(ح) ہونے کی گنجایش نکل آئی ہم کہتے ہیں کہ تغیر سے اب بھی نجات نہیں ملی کیونکہ ہم پوچھتے ہیں کہ
یہ مادہ کے ذرات یا وہ مجتمع چیز اگر قدیم ہیں تو اب پوچھا جاتا ہے کہ یہ بر وقت قدامت
اُن ذرات یا مجتمع چیز کیلئے حرکت ثابت تھی یا سکون اگر حرکت ثابت تھی تو ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی
انکی ذات کے ساتھ قدیم تھی اور قدیم کا عدم محال ہے حالانکہ ہم بداہتہً دیکھتے ہیں کہ ان ذرات کو سکون
بھی ہوجاتا ہے کیونکہ وہ ہر جسم کے جزو ہیں اور ہر جسم کو سکون بھی ہوتا ہے اور جب کل جسم کو سکون ہوتا
ہے تو اسکے تمام اجزاء کو بھی سکون ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو صفت حرکت اسنے زائل ہوجاتی
ہے اور جس چیز کا زوال ممکن ہے اسکا قدم ممتنع ہے تو حرکت انکی قدیم نہ ہوئی اور محل حادث بھی حادث
ہی ہوتا ہے۔ علے ہذا اگر حالت قدم میں صفت سکون انکے واسطے ثابت تھی تو ماننا پڑیگا کہ سکون انکی ۱۲۷
ذات کے ساتھ قدیم تھا حالانکہ انکو جسم کی حرکت کے ساتھ حرکت ہوتی ہے تو سکون بھی قدیم نہ ہوا
اور جسم و ذرات ان دو سے خالی نہیں ہوسکتا پس ثابت ہوا کہ وہ اجزاء یا جسم بھی قدیم نہیں حاصل یہ
ہوا کہ مادہ تغیر سے کسیطرح نہیں بچ سکتا اور جب تغیر سے نہیں بچ سکتا تو حدوث سے بھی نہیں
بچ سکتا پس مادہ یقیناً حادث ہے اور اگر شبہ کیا جاوے کہ جو اجسام علے الدوام متحرک ہیں اگر اُنکے
اجزاء کو قدیم مانا جاوے تو اُن میں یہ دلیل نہیں چلتی کیونکہ انکی حرکت کبھی منقطع نہیں ہوتی تو اسکا جواب
یہ ہے کہ حرکت جزئیہ تو یقیناً زائل ہوگی بوجہ غیر قار ہونے کے اور ثابت القدم ممتنع العدم ہوتا ہے۔
پس اسکے عدم سے قدم باطل ہوگیا اور جب دلیل سے قدم مادہ باطل اور حدوث مادہ کا قائل
ہونا ضروری ہوا اب جو طبیعیین اس سے چونکتی ہیں اور یہ بات انکے دل کو نہیں لگتی کہ عدم محض سے
عالم موجود کیا گیا کیونکہ اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی سو اسکے متعلق بار بار کہا گیا کہ اسکو استبعاد کہتے ہیں
اس سے کسی چیز کا محال ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اصول موضوعہ نمبر ۲ میں شرح وبسط کے ساتھ بیان
ہوچکا ہے کہ مستبعد ہونا اور چیز ہے اور محال ہونا اور چیز ہے غلطی یہ ہے کہ غائب کو حاضر پر قیاس

(۱) اور اجزا ان دو سے خالی نہیں ہوسکتے پس ثابت ہوگیا کہ خود وہ اجزا بھی قدیم نہیں ہیں اور جن اجسام کو دائم الحرکۃ کہا جاتا ہے اگر اسکے اجزاء کو کوئی قدیم کہنے لگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تسلیم اسکے احاد کو بوجہ غیر قار الذات ہونے کے زائل ماننا ضروری ہے پس دلیل اسمیں بھی جاری ہوگئی اور اگر مادہ کے حدوث پر حق تعالےٰ کا تصرف فی العدم سمجھ میں نہیں آتا تو اوّل تو محض استبعاد اور قیاس الغائب علے الشاہد ہے اور پھر یہی کب سمجھ میں آتا ہے کہ ایک متغیر چیز قدیم ہو پس سمجھ میں نہ آنا دونوں میں مشترک ہوا اسلئے یہ ہی قابل احتجاج نہیں۔ غرض قدم بلا غبار باطل و محال رہا۔

(ح) کیا جاتا ہے یعنے جس چیز کو دیکھا نہیں اسکی قوت کو دیکھی ہوئی چیز و نکی قوت کے برابر سمجھا جاتا ہے خدائے تعالےٰ کو دیکھا نہیں ہے اُسکی قدرت کو اپنی قدرت کے برابر قیاس کر لیا جاتا ہے کہ جس طرح ہم اسپر قادر نہیں کہ عدم محض سے کسی چیز کو وجود میں لاسکیں یوں سمجھ لیا کہ اسیطرح نعوذ باللہ تعالےٰ بھی اسپر قادر نہیں۔ حالانکہ قیاس الغائب علے الشاہد مشہور اور مسلم غلطی ہے پھر لطف یہ ہے کہ
۱۲۸ استبعاد سے اب بھی چھٹکارا نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس استبعاد کی وجہ سے کہ عدم محض سے کوئی چیز کیسے وجود میں آسکتی ہے مادہ کو قدیم مانا جاتا ہے تو یہ استبعاد مادہ کو قدیم مان کر بھی باقی ہے کہ مادہ کی ہر حالت میں تو تغیر ہے اور ہر حالت حادث ہے مگر مادہ قدیم ہے آخر اسکی کیا صورت ہو۔ اسکی کوئی صورت ہم کو سمجھا دے کہ جب مادہ کو کسی نہ کسی حالت سے انفکاک یعنی جُدا ہونا ناممکن ہے اور جو جو حالت اسپر عارض ہوتی ہے وہ سب حادث ہیں تو مادہ قدیم کیسے ہوا۔ غرض استبعاد سے بچنے کی وجہ سے مادہ کو قدیم کہا گیا تھا اور دلیل کی مخالفت کی گئی تھی مگر استبعاد سے اب بھی خلاصی نہ ہوئی تو کون عقلمند اس جہالت کو گوارا کرسکتا ہے۔ غرض حضرت مصنف مدظلہم کا ارشاد صحیح ہے کہ قدم مادہ بلا غبار باطل و محال رہا۔

تمام تقریرات سابقہ سے قدم مادہ اس طرح باطل ہوچکا کہ کسیکو مجال دم زدن نہیں رہی۔ اب علے سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ اگر بالفرض حدوث مادہ پر کوئی دلیل نہ بھی ہو تو قدم پر بھی تو کوئی صحیح دلیل نہیں سوائے اُنکے جسکو استبعاد سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا سو استبعاد اہل عقل کے نزدیک کوئی قابل توجہ بات نہیں۔

(باقی آئندہ)

واقعی اس رات کو جیسی جانبازی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئی ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی اس جان نثاری کے واقعہ نے ایسا قبول عام حاصل کیا کہ "یارغار" کی مثل اس وقت سے قائم ہوگئی۔ جان نثاری ایک لفظ ہے جسکا منہ سے تو نکال دینا نہایت سہل ہے مگر اسکا عملی ثبوت دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اسی وجہ سے مصنف حملہ حیدری شیعی باوجود سخت متعصب ہونے کے حضرت صدیقؓ کی سفر ہجرت کی جان نثاریوں کو بیان کر کے بیساختہ لکھ گیا ہے کہ "نیاید چنین کار از غیر او"۔

یہی شب ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سعادت دارین اور آخرت کے لئے ایسا بیش قیمت ذخیرہ اور گران بہا نعمت ہے کہ اگر ہم اسکی تمنا میں عمر بھر روتے روتے مرجائیں تو بھی اسکا میسر آنا ناممکن ہے۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ✤ صد سال میتوان بتمنا گریستن

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپکے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال خیر انکے ایک 59
دن اور انکی ایک رات کے اعمال کے مثل ہوتے رات تو وہ جس میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کو گئے تھے اور جب وہ دونوں اس غار تک پہونچے تو حضرت ابوبکر نے کہا (اے رسول اللہ!) خدا کی قسم آپ اس غار میں نہ تشریف لیجائیں جبتک کہ میں آپسے پہلے اس میں نہ جاؤں تاکہ اگر کوئی (موذی) چیز ہو تو مجھ ہی کو صدمہ پہنچائے یہ کہکر حضرت صدیقؓ غار میں داخل ہوئے اور اسکو جھاڑا اور غار کی ایک جانب چند سوراخ پائے تو اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو بند کردیا لیکن دو سوراخ بند ہونے سے رہ گئے جن میں انھوں نے اپنے دونوں پیر لگا دئے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب آپ تشریف لائیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے زانو پر سر رکھکر سو رہے (ابھی آپ مصروف خواب تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں میں کسی زہردار جانور نے کاٹ لیا مگر انھوں نے ضبط کیا) اور اس خوف سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہوجائیں اپنے پیر کو حرکت نہ دی پھر اسکے کاٹنے کے صدمہ سے بے چین ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چند قطرے

آنسو کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر گرے آپ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ" اے ابوبکرؓ تمہیں کیا ہوا ؟ (کیوں روتے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کسی جانور نے مجھے کاٹ لیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے پیر میں لگا دیا جس سے وہ کیفیت زائل ہو گئی پھر اسی زہر نے آخر میں عود کیا اور وہی ان کی وفات کا سبب ہوا (یہ تو حضرت ابوبکرؓ کی رات تھی اب انکے دن کی فضیلت سنو) اور ان کا دن وہ ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم سے تشریف لیگئے تو عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ نہ دینگے (یہ خبر سنکر) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے (زکوٰۃ کے اونٹ تو بڑی چیز ہیں) اونٹ کے پیر کا بندھن (جو دیا کرتے تھے) نہ دیں تو میں اسکے نہ دینے پر بھی ان سے ضرور جہاد کروں گا میں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہؐ! اسوقت موقع تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تالیف کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی فرمایئے فرمایا اے عمرؓ تم تو جاہلیت مین بڑے سخت تھے کیا اسلام مین نرم ہو گئے اے عمرؓ! وحی منقطع ہو گئی دین پورا ہو گیا کیا دین کم ہو جاتے ؟ اور میں زندہ رہوں یہ نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ ۶۰
عنہ صفحہ ۵۴۲ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی)

اس مفصل واقعہ کے صرف اس اجمال پر

"کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے پوشیدہ ہو کر مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اس سفر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو آپ نے اپنا رفیق سفر نہ بنایا"۔

غور کرنے سے بداہتہً حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں اولؔ یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص اور محرم راز تھے دومؔ یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مخلصانہ وفاداری اور رازداری پر کامل اعتماد تھا ورنہ ایسے نازک وقت میں کبھی ان کو ہمراہ نہ لیتے اور نہ رازدار بناتے سومؔ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی جان نثاری پر کامل اعتماد تھا چہارمؔ یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ واقعی ایسے ہی تھے ورنہ کبھی اس سفر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانا قبول نہ کرتے

کیونکہ سفر نہایت ہی پُرخطر تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس سفر میں جانا اپنی جان سے ہاتھ دھونا تھا اگر راز کھل جاتا یا کسیطرح کفار مکہ کو قابو ملجاتا تو کیا وہ حضرت صدیق رضی کو چھوڑ دیتے؟ اب اسکے بعد تفکر و تدبر کرنا چاہیئے کہ جسکے اخلاص و محبت پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا اعتماد ہو اور جس نے ایسی جان نثاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کی ہو جسکی نظیر کسی اور صحابی میں نہیں[۱] ملی کیا وہ شخص منافق[۲] ہوسکتا ہے؟ شیعہ صاحبان کا یہ فرمانا کہ "رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کو خود اپنی خوشی سے اس سفر میں اپنے ہمراہ نہیں لے گئے بلکہ چونکہ وہ راستہ وغیرہ میں اتفاقاً مل گئے تھے اسلئے آپ نے رفع شر کے باعث مصلحتاً اُن کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا تھا"۔

اوّل تو اہل عقل خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت شیعہ کی یہ تاویل کیسی رکیک اور نامعقول ہے کیونکہ وہ شب کا وقت گھروں میں آرام کرنے کا تھا یا سڑک پر گشت لگانے کا اور اگر بفرض محال

۶۱ (۱) رہا معترضین کا یہ اعتراض کہ حضرت علی مرتضیٰ سے بھی ایسی جان نثاری ثابت ہے وہ بوقت ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تھے اور ظاہر ہے کہ اسوقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین تھا بستر پر سونا اپنی جان پر کھیلنا تھا کیونکہ کفار مکان کو گھیرے ہوئے تھے یقین تھا کہ جب اندر آئینگے تو جو شخص حضرت کے بستر پر ہوگا اس کو قتل کر دینگے **جواب** اس کا یہ ہے کہ یہ واقعہ اول تو اس درجہ تواتر کو نہیں پہونچا بلکہ یہ مثل ان جزئی تفاصیل کی ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثابت ہیں دوسرے یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ اس وقت نابالغ بچہ تھے ان کا لیٹ رہنا کوئی خطرہ کی بات نہ تھی عرب کے بہادروں میں بچہ اور عورت پر ہاتھ ڈالنا سخت عیب سمجھا جاتا تھا چنانچہ جب کفار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوتے ہوئے دیکھا تو سوائے دریافت کرنے اور حرم میں تھوڑی دیر محبوس رکھنے کے انکو کسی قسم کی ایذا نہیں پہونچائی اور اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو غار میں یا راہ مدینہ میں پاتے تو بوٹی بوٹی اور تکا تکا کر ڈالتے کہ سارا فساد اول سے اسی نے اٹھایا ہے قطع نظر اس سے دونوں واقعوں میں بڑا فرق ہے ۱۲ منہ

(۲) حضرات شیعہ نے بخیال خود صحابہ کرام کے دو متضاد گروہ قائم کئے ہیں ایک گروہ خلفائے ثلثہ (یعنی ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ رضی اللہ عنہم) اور ان کے ساتھیوں کا جو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تھا دوسرا گروہ حضرت علی مرتضیٰ کا جس میں گنتی کے چار پانچ آدمی بیان کئے جاتے ہیں یہ دونوں گروہ جھوٹ بولتے تھے پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام حضرات شیعہ نے نفاق رکھا ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ جھوٹ بولتا تھا مگر جھوٹ کو عبادت نہ جانتا تھا اور دوسرا گروہ یعنی حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے ساتھ والے جھوٹ بولنے کو بہت بڑی عبادت خیال کرتے تھے (شکست عظیم بر اعدای قرآن کریم صفحہ مطبوعہ مطبع اصح المطابع لکھنؤ) ۱۲ منہ

اسکو صحیح بھی مان لیا جاوے تو ان پر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ مٹی پھینک کر بازی جس طرح ان کفار مکہ پر خاک ڈالکر نابینا کر آئے تھے جو آپکے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے یا ان کو بھی اسیطرح بددعا فرما کر نابینا فرما دیتے جس طرح حسب روایت خلاصۃ المنہج ان مشرکین کو اندھا فرما دیا تھا جو آنجناب کے تعاقب میں اس غار پر چڑھے ہوئے تھے جسمیں آپ چھپے تھے اور اگر بالفرض یہ بھی ناممکن تھا تو تقیہ کی سپر تو موجود تھی پیشاب یا پاخانہ وغیرہ کا عذر فرما کر ان سے جدا ہو جاتے غرض اس تاویل رکیک کے بہت سے معقول جواب ہو سکتے ہیں اور اصلی واقعہ کسی طرح پردہ خفا میں نہیں رہ سکتا یا لآخر علماء اور شیعہ مورخین کو بھی اس امر حق کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خدا کے حکم اور رضا مندی سے ہجرت کی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے تھے نہ کہ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو راہ میں اتفاقاً مل گئے تھے اسلئے آپ نے رفع شر کے باعث ان کو اپنے ہمراہ لے لیا تھا چنانچہ حملہ حیدری کے ان اشعار سے

زنزدیک آن قوم پر مکر رفت ✦ بسوئے سرائے ابوبکر رفت

پئے ہجرت او نیز آمادہ بود ✦ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود ۹۲

نبی بر در خانہ اش چون رسید ✦ بگوشش صدائے سفر در کشید

چون بوبکر [illegible] ✦ زخانہ برون رفت و ہمراہ شد

صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر خود تشریف لے گئے اور ان کو سفر ہجرت کی اطلاع کی اس حال سے آگاہی پاکر آپ بھی حضور کے ہمراہ ہو لئے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صدیق اکبرؓ پہلے ہی سے ہجرت کے لئے آمادہ تھے کیونکہ پیشتر ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دیدی تھی۔

اس سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور اخلاص کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود صاحب حملہ حیدری کو آخر میں تعجب سے یہ کہنا پڑ گیا۔

نیامد چنین کار از کسے ✦ کہ دور از خرد می نماید بسے

یہ کام جو عقل و خرد سے بہت دور تھے یعنی عقل ان سخت ترین تکالیف میں مبتلا ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی یہ کام ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی دوسرے شخص سے نہیں ہو سکا

(باقی آیندہ)

الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جس میں شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دیئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شخص کے پاس رہے۔ قیمت نو آنے۔

امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ

سنہ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ جلدین اولین دو روپے۔ (عہ)

ایضاً جلدین آخرین دو روپے (عہ)

ایضاً تتمہ اولی و ثانیہ امداد الفتاوی جس میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت تین روپے چار آنہ

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ مولانا مد ظلہم نے جن امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مد نظر ہے توضیح کیلئے ف کے نشان سے تفسیر کی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں۔ اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ کلامیہ بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوئی ہے اسکو مقدم رکھا ہے۔ ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول دیکر نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب۔ وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں پوری تفسیر بارہ جلد ہیں سب قیمت فی جلد عہ کامل بیس روپے (عنہ)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی حضرت الامد مد ظلہم کی مفید عوام و خواص افراط و تفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پر فتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی۔ کسی نے تو قوالی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا۔ بعض نے اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کر کے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے ہوئے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے انکو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں۔ اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیئے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت مانتے جاتے ہیں نظر بریں حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس میں تصوف کی حقیقت اور اسکے ضروری مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئی ہیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا اور متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکال حل ہو جاوینگے علاوہ بہت سے جدید فوائد دیکھنے میں آئینگے قیمت عہ

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں۔ خصوصاً آجکل تو تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت حکیم الامۃ مدظلہم کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کے لئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔

قیمت ہر سہ حصص دو روپے۔ (مجلد)

ملنے کا پتہ: **محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی**

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مؤلفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا مدظلہم

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے بہت سے اہل سلوک و دفع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی شرح اور طریقت کی جان ہے منکرین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر اور ہر آیت قرآنی اور ہر لفظ مسند کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدہر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ **شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے** ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے قیمت تین روپے چار آنے۔ (مجلد)

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام کارروائیوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھاکر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو **فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام** ملاحظہ فرمائیں ضخامت ۴۱۲ صفحات۔

قیمت تین روپے چار آنے۔ محصولڈاک گیارہ آنے۔

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال است بر منافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حال حاضر باشد یا بادی؛ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل است[له]

بر مقاصد و مبادی؛ پس اتباعاً للنص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج است بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

جلد ۹ | بابت صفر المظفر سنہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱۰

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر است ہر مجلس و

نادی و مسکن است برائے ہر جائع و صادی؛ باحتوائے بر حجۃ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و اشرف و رحیۃ المسلمین و تیسیر الصدیق کہ اکثر آں مستفاد است

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی؛ باہتمام محمد عثمان عامی؛ و در ماہ ہلالی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزند نذر صدہا میگردد

له ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث انفض بیننا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	احادیث التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہ	۳ / ۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۱ / ۱۴
۳	حیوۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	...... "	۱۵ / ۱۸
۴	کلید مثنوی شرح مثنوی مولانا روم	تصوف	...... "	۱۹ / ۲۶
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	...... "	۲۷ / ۳۰
۶	ملفوظات فرید المجید	ملفوظات	...... "	۳۱ / ۳۸
۷	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰی صاحب سلمہ	۳۹ / ۴۹

یادگار صالحین

اس جہل و ضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چلے ہیں سخت ضرورت ہے کہ انکو دینی معلومات کی واقفیت کے ساتھ یادگار صالحین بزرگان دین کے حالات و واقعات کا بھی مطالعہ کرایا جائے جو دینی معلومات کیلئے اعانت کا کام دیگا خصوصاً ان بزرگان حقہ کا جنکے نام سے شاید ہی اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو گیا اسوقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں ان حضرات کے حالات کے سچے اور صحیح ہونیکے لئے جناب امیر شاہ خان صاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ ہی کی زبان سے نکلے ہوئے ہونیکے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نوراً علے نور کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کئے گئے ہیں انکا نام **امیر الروایات فی حبیب الحکایات** رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کماحقہ تعریف ناممکن ہے پوری کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ (عہ) محصولڈاک چار آنے۔ (۴ر)

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اس حدیث کو بخاری مسلم نے اور نسائی نے مختصراً روایت کیا ہے لفظ مسلم کے ہیں اور نسائی کی ایک روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر قیامت کے دن وہ مال آگ کا سانپ بنکر آوے گا اور اسکے ساتھ اس مالدار کی پیشانی اور پہلو اور پشت پر داغ دیا جاتا رہے گا ایسے دن میں جسکی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے جبتک کہ لوگوں کے درمیان میں فیصلہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے جو کوئی اونٹوں والا ان میں سے ان کا حق پورا نہیں کرتا لا محالہ وہ اونٹ قیامت کے دن حالت دنیا سے زیادہ فربہ ہوکر آئیں گے اور وہ مالدار انکے واسطے ایک صاف میدان میں لٹایا جائے گا وہ اونٹ اسکے اوپر ہاتھ پیر مارتے ہوئے دوڑیں گے (یعنی اسکو پامال کرینگے) اور اسیطرح گائے والے کہ انکی حقوق کو ادا نہ کرتے ہوں تو ضروری وہ گائیں دنیا سے زیادہ فربہ دن قیامت کے آئینگی۔ اور وہ شخص انکے لئے ایک صاف میدان میں لٹایا جائیگا وہ
15 اسکو اپنے سینگوں کے ساتھ مارینگی اور پیروں سے پامال کریں گی کوئی ان میں سے بے سینگوں کی اور سینگ ٹوٹی ہوئی نہ ہوگی اور اسیطرح خزانہ والا کہ اسکے حق کو ادا نہ کرتا ہو (یعنی زکوٰۃ نہ دیتا ہو) اسکا خزانہ بھی ضرور گنجے سانپ کی صورت میں ہوکر منہ پھاڑے ہوئے اسکا پیچھا کریگا جب اس شخص کے پاس آنے لگا تو وہ شخص اس سے بھاگے گا وہ اسکو پکارے گا لے اپنے اس خزانہ کو جسکو چھپا چھپا کر رکھا کرتا تھا میں اس سے بے پرواہوں جب دیکھے گا کہ اس سے بچ ہی نہیں سکتا تو اپنے ہاتھ کو اسکے منہ میں دیدے گا وہ اسکے ہاتھ کو مست اونٹ کی طرح سے چبا ڈالے گا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو مگر لا محالہ وہ مال اسکے لئے قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت بنا دیا جاتے گا یہانتک کہ اسکا طوق اسکے گلے میں ڈالدیا جائے گا پھر آپ نے اسکے مصداق کو قرآن شریف سے پڑھکر سنایا ولا یحسبن الذین یبخلون بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ۔ اخیر آیۃ تک جسکا ترجمہ یہ ہے اور نہ گمان کریں وہ لوگ

کہ بخل کرتے ہیں اُس چیز کے دینے سے کہ اللہ نے محض اپنے فضل سے انکو دی تھی کہ وہ انکے لئے بہتر ہے بلکہ وہ انکے حق میں بہت بُرا ہے عنقریب وہ طوق ڈالے جائینگے اس مال کا جس سے وہ بخل کرتے تھے قیامت کے روز۔ اسکو ابن ماجہ اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے لفظ ابن ماجہ کے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے غنی مسلمانوں پر اُنکے مالوں میں ایسی مقدار فرض کی ہے کہ مسلمان فقرا کو کافی ہو اور فقرا ہرگز بھوکے ننگے ہونے کی مشقت نہ اُٹھائیں مگر انکے اغنیا کی کرتوت سے (یعنی اغنیا پر اتنا صدقہ فرض کیا ہے کہ اگر اسکو پورا پورا نکالکر اسکے موقع اور محل پر صرف کیا جائے تو فقرا تکلیف میں نہ رہیں) ہوشیار رہو کہ اللہ تعالےٰ ان سے سخت حساب لیگا اور انکو دردناک عذاب دے گا اسکو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کو تنہا ثابت ابن محمد زاہد نے روایت کیا ہے حافظ صاحب کتاب فرماتے ہیں اور ثابت ثقہ اور سچا ہے اس سے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسکے باقی راویوں میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر موقوف کر کر بھی روایت کیگئی ہے اور وہ زیادہ اچھی ہے۔ ۱۶

اور حضرت مسروق سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سود کھانے والا اور کھلانے والا اور اُسکے دونوں گواہ جبکہ جانتے ہوں اور گودنے والی عورت اور گدوانے والی اور صدقہ کو ٹالنے والا اور کسی دیہاتی کو بعد اُسکے ہجرت کے (ہجرت سے) لوٹانیوالا یہ سب بزبان محمد صلے اللہ علیہ وسلم بروز قیامت ملعون ہونگے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور انہی کے لفظ ہیں اور احمد اور ابویعلی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حارث اعور کے واسطہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور اصبہانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کھانے والے اور کھلانے والے (یعنی دینے والے) اور اسکے گواہ اور اسکے لکھنے والے اور گودنے والی عورتیں اور گودواتے والی اور صدقہ کو روکنے والے اور حلالہ کرنے والا اور حلالہ کروانے والا۔ ان سب پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغنیا کو فقرا کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی فقرا کہیں گے اے ہمارے پروردگار ان اغنیا نے ہمارے حقوق کو کہ ہمارے واسطے آپ نے انپر فرض کردیا تھا ظلماً دبا لیا اللہ تعالےٰ عزوجل فرمائیں گے قسم ہے مجھے اپنے عزوجلال کی میں ضرور تم کو اپنے سے قریب کرونگا اور انکو بعید کرونگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریف تلاوت فرمائی والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم - ترجمہ - اور وہ لوگ کہ انکے مالوں میں حق مقرر ہے واسطے مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کے اسکو طبرانی نے صغیر اور اوسط میں اور ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں دونوں نے حارث ابن نعمان کی روایت سے نقل کیا ہے ابو حاتم نے کہا ہے یہ راوی قوی نہیں ہے بخاری نے کہا ہے حدیث میں منکر سمجھا جاتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھپر پیش کئے گئے ہیں پہلے وہ تین آدمی جو جنت میں داخل ہونگے اور پہلے وہ تین جو دوزخ میں
۱۷ داخل ہونگے۔ جنت میں پہلے داخل ہونے والے یہ ہیں شہید اور بندۂ مملوک کہ اُس نے اپنے رب کی عبادت اچھی کی اور اپنے سید کی خیر خواہی کی اور پارسا سوال سے بچنے والا عیالدار اور تین اول دوزخ میں داخل ہونے والے یہ ہیں حاکم مقرر کردہ (کہ منصف نہ ہو) اور مالدار اللہ کا حق اپنے مال سے ادا نہ کرتا ہو اور عالم مفاخرت کرنے والا اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے دو جگہ متفرق کرکے بیان کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم کو حکم کیا گیا ہے نماز کے قائم کرنے کا اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کا جو شخص زکوٰۃ نہ دے اُسکی نماز بھی (مقبول) نہیں ہے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں موقوف کرکے اسیطرح چند سندوں کے ساتھ جن میں سے ایک صحیح ہے اور اصبہانی نے روایت کیا ہے اور اصبہانی کی ایک روایت میں اسطرح ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ نہ دی وہ ایسا مسلمان نہیں ہے کہ اسکا عمل اسکو نفع دے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس شخص نے اپنے بعد خزانہ چھوڑا قیامت کے دن وہ خزانہ اسکے واسطے گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جسکی دو زبانیں ہونگی اس شخص کا پیچھا کرے گا یہ شخص کہے گا تو کون ہے وہ کہے گا میں تیرا وہی خزانہ ہوں جسکو تو چھوڑ آیا تھا وہ اسکا برابر پیچھا کرتا رہے گا یہانتک کہ (مجبوراً) اپنے ہاتھ کو اسکا لقمہ بنا دے گا وہ اسکو چبا ڈالے گا پھر اسکے بعد تمام جسم کو۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن کہی ہے اور طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحوں میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں ان کا مال بروز قیامت ایک گنجا سانپ معلوم ہوگا جسکی دو زبانیں ہونگی یا اسکی آنکھوں پر دو گل ہونگے کہتے ہیں کہ وہ اسکو چمٹے گا یا گلے کا ہار ہوگا کہے گا میں تو تیرا خزانہ ہوں میں تو تیرا خزانہ ہوں اسکو نسائی نے سند صحیح سے نقل کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے فرمایا جسکو خدا نے مال دیا ہے پھر اس نے اسکی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ مال اسکے واسطے قیامت ۱۵
کے روز گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جسکی دو زبانیں ہونگی دن قیامت کے اسکا گلے کا ہار بنا دیا جائیگا پھر اپنی دونوں باچھوں سے پکڑ لے گا پھر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں پھر اس آیۃ شریف کی تلاوت فرمائی۔ ولا یحسبن الذین یبخلون الخ اسکو بخاری اور نسائی اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

اور حضرت عمارۃ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالے نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جس شخص نے تین پر عمل کیا اسکو کچھ نفع نہیں ہوگا تا وقتیکہ سب کو بجا نہ لائے نماز اور زکوٰۃ اور رمضان کے روزے اور خانہ کعبہ کا حج اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں ابن لہیعہ ہے اور نعیم بن زیاد حضرمی سے بھی مرسل روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا جسکا ہر قدم اسکی انتہاء نظر پر پڑتا تھا آپ چلے۔ آپکے ساتھ حضرت جبرئیل بھی چلے ایک قوم پر پہونچے کہ وہ ایک دن کھیتی بوتے تھے اور ایک دن کاٹتے تھے جب کاٹتے

بستے جیسی تھی ویسی ہی ہو جاتی تھی آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنیوالے ہیں انکی نیکیاں سات سَو گنا چند در چند کی جاتی ہیں اور جو کچھہ انھون نے خرچ کیا ہے اسکا بدل دیا جاتا ہے پھر آپ ایک قوم پر گذرے کہ جنکا سر ایک بڑے پتھر سے پھوڑا جاتا ہے جب پھوڑا جاتا ہے پھر جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور ان سے اس امر میں کچھہ توقف نہیں کیا جاتا۔ (بلکہ لگاتار یہ عمل جاری ہے) فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنکے سر نماز پڑہنے سے بھاری ہوتے ہیں (یعنی نماز سے خواب غفلت میں سوتے ہیں) پھر آپ ایک قوم پر پہونچے کہ جنکے پیچھے ایک چیتھڑا (لٹک رہا ہے) اور ایک چیتھڑا آگے بھی (لٹک رہا ہے یعنی لنگوٹیاں سی بندہی ہوتی ہیں اور لباس نہیں ہے) کہ جانوروں کی طرح سے جہنم کی ناگ پھنی اور تھوہر اور گرم پتھروں میں چرتے ہیں فرمایا یہ کیسے لوگ ہیں اے جبرئیل علیہ السلام فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے مالون کے صدقات نہیں ادا کرتے تھے اور اللہ نے انپر ظلم نہیں کیا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں یہ حدیث بکمال قصہ معراج اور نماز کی فرضیت میں بیان کی گئی ہے اسکو بزار نے بواسطہ ابن انس ابو العالیہ یا اور کسی کے پھر حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے سُنا ایک ایسی حدیث کو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے تھے اور میں باوجودیکہ بہ نسبت اُن لوگون کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ چپٹا رہتا تھا پھر بھی میں نے جناب سے اسکو نہیں سُنا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خشکی اور دریا میں کوئی مال کبھی تلف نہیں ہوتا بغیر زکوٰۃ روکے ہوئے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ کو روکنے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا اسکو طبرانی نے صغیر میں سعد بن سنان سے روایت کیا ہے اور انہیں سنان بن سعد عن انس بھی کہا جاتا ہے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کبھی صدقہ یا زکوٰۃ کسی مال کے ساتھ ملتا ہے تو ضرور اسکو خراب کر دیتا ہے اسکو بزار اور بیہقی نے روایت کیا ہے حافظ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دو معنے کا احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ صدقہ اگر کسی مال میں چھوڑ دیا جائے اور نہ نکالا جائے تو اُس مال کو ہلاک کر دے گا اس معنے کی شہادت حضرت عمر کی حدیث دیتی ہے جو پہلے گذری ہے کہ دریا اور خشکی میں کوئی مال بھی تلف نہیں ہوتا بغیر زکوٰۃ کے روکے ہوئے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کوئی آدمی باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ لے اور اسکو اپنے مال کے ساتھ ملا کر رکھے تو وہ زکوٰۃ اسکے مال کو ہلاک کر دے گی امام احمد بن حنبل نے یہی تفصیل کی ہے واللہ اعلم۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ان لوگون کے لئے عمل ظاہری تھا تو انہون نے قبول کر لیا اور زکوٰۃ اسکے لئے چھپی ہوئی تھی اسکو کھا گئے وہی لوگ منافق ہیں یعنی نماز کا پڑھنا نہ پڑھنا ظاہر معلوم
۲۰ ہوتا تھا لہذا انکو پڑھنی پڑی اور زکوٰۃ کا ادا کرنا ایسی کھلی بات نہ تھی اسکو کھا گئے اور ادا نہ کیا معلوم ہوا کہ یہ لوگ منافق ہیں کہ ظاہر ظاہر اسلام کی باتیں کرتے ہیں باطن میں کافر ہیں پس پوشیدہ باتوں پر عمل کر کر کیا کریں اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو قوم زکوٰۃ روکتی ہے ضرور اللہ تعالےٰ اسکو قحط سالی میں مبتلا فرماتا ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور حاکم اور بیہقی نے بھی ایک حدیث میں اس مضمون کو روایت کیا ہے کچھ الفاظ بدلے ہوئے ہیں حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور اسکو ابن ماجہ بزار اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے بیہقی کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مہاجرین کے گروہ پانچ باتیں ہیں اگر تم ان میں مبتلا ہوگے اور وہ تم پر آ پڑیں تو میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ جس کسی قوم میں بیحیائی پھیل گئی اور انھون نے اسکی اشاعت کی تو ان میں ضرور ایسے مرض پھیل جاتے ہیں جو انکے بزرگون میں نہ تھے اور جس کسی قوم نے کم ناپنا کم تولنا اختیار کیا وہ ضرور قحط سالی

اور اخراجات کی شدت اور بادشاہ کے ظلم میں گرفتار ہوتے ہیں اور جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ کو روکتے ہیں ضرور آسمان سے بارش ان پر روک دیجاتی ہے حتی کہ اگر چوپائے نہ ہوتے تو کچھ بارش نہ دیجاتی اور جو اللہ اور اسکے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں اللہ تعالے غیروں میں سے انپر دشمن کر دیتا ہے جو انکے بعض مقبوضات کو لے لیتا ہے اور جس قوم کے سردار خدا کی کتاب سے مقدمات فیصل نہیں کرتے اللہ تعالے انکے آپس میں (جنگ) اور ایک دوسرے سے خوف پیدا کر دیتا ہے۔

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں پانچ چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیسی پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے فرمایا جو قوم عہد شکنی کرتی ہے انپر انکا دشمن ضرور مسلط ہو جاتا ہے اور جو لوگ بغیر خدائی قانون کے فیصلہ کرتے ہیں انہیں ضرور موت پھیل جاتی ہے اور جو زکوۃ روکتے ہیں انسے ضرور بارش رک جاتی ہے اور جو پیمانہ کم کرتے ہیں انسے ضرور پیداوار رک جاتی ہے اور قحط سالی میں مبتلا ہوتے ہیں اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن کے مرتبہ کے
قریب ہے اور اسکے شواہد بھی ہیں۔ ۲۱

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں (زکوۃ نہ دئے ہوئے خزانہ سے کسی آدمی کے جسم پر ایسی طرح داغ نہیں دیا جائے گا کہ ایک درہم دوسرے درہم سے اور ایک دینار دوسرے دینار سے ملجائے بلکہ اسکی کھال کو اتنا بڑھا دیا جائیگا کہ اسپر اسکے خزانہ کا) ہر ہر درہم اور دینار علیحدہ رکھا جائے گا اسکو طبرانی نے کبیر میں سند صحیح کے ساتھ موقوف روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جس شخص کی پاک کمائی ہے زکوۃ کا روکنا اس کمائی کو خبیث بنا دیتا ہے اور جس نے خبیث (یعنی حرام کمائی) کی جو زکوۃ کا دینا اسکو پاک نہیں کرتا اسکو طبرانی نے کبیر میں سند منقطع کے ساتھ موقوف روایت کیا ہے

اور حضرت احنف بن قیس سے مروی ہے کہتے ہیں میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا ایک آدمی پریشان بال اور کپڑے اور شکل کے ساتھ تشریف لائے اور کھڑے ہو کر اس جماعت کو سلام کیا پھر فرمایا خزانہ جمع کرنے والوں کو خوشخبری دیدو ایک پتھر کی جسکو جہنم میں تپایا جائے گا۔

پھر اُسکو ان میں سے ہر ایک کی چھاتی کے منہ پر رکھا جائے گا یہانتک کہ اُسکی (سوزش) مونڈھے کی
پتلی ہڈی سے پار ہوجائیگی اور پتلی ہڈی پر وہ پتھر رکھا جاتے گا کہ اسکی سوزش چھاتی کے منہ سے
پار ہوجائے گی پس وہ پتھر (یوں ہی) لغزش کرتا رہے گا۔ پھر انھوں نے پشت پھیری اور (مسجد)
کے ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں انکے پیچھے گیا اور انکے پاس بیٹھ گیا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون
صاحب ہیں میں نے عرض کیا میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اس جماعت نے آپکے اس فرمان کو
ناگوار جانا ہے فرمایا یہ لوگ کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا ہے میں نے کہا آپکا
خلیل کون فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ کیا تم جبل احد کو دیکھتے ہو راوی کہتے ہیں کہ
میں نے آفتاب کی طرف دیکھا کچھ دن باقی نہیں رہا تھا اور میں نے گمان کیا تھا کہ شاید نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھکو اپنے کسی کام کے لئے (احد) کو بھیجیں گے میں نے عرض کیا ہاں (یہ
جواب ہے اس فقرہ کا کہ کیا تم احد کو دیکھتے ہو) آپ نے فرمایا میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ
اس پہاڑ احد کی برابر سونا ہو اس تمام ہی کو خرچ کر دوں گا بجز تین قسم کے روپے کے اور یہ لوگ
۴۴ سمجھتے نہیں ہیں دُنیا ہی کو جمع کرتے ہیں خدا کی قسم میں ان سے دُنیا نہیں مانگوں گا اور نہ دین کے
بارہ میں ان سے فتوی طلب کروں گا یہانتک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کروں (یعنی تا مرگ
ان لوگوں سے نہ کچھ دنیا طلب کروں گا نہ کوئی فتوی پوچھوںگا) اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے
اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا خوشخبری دیدو خزانہ جمع کرنیوالوں کو ان کی پشتوں
میں ایک داغ دیا جانے کی کہ ان کے پہلوؤں سے پار ہوجائے گا اور ایک داغ انکی گدی پر
دیا جائے گا جو انکی پیشانیوں سے پار ہوجائے گا راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ بزرگ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔
راوی کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا لوگوں نے کہا یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
ہیں تب تو میں انکے پاس جاکر کھڑا ہوا اور عرض کیا میں نے ابھی جو آپ سے فرماتے ہوئے سنا ہے
وہ کیسا ہے (یعنی کس کا کلام ہے) فرمایا میں نے کچھ نہیں کہا بجز اس کلام کے جسکو انکے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا تھا راوی کہتے ہیں میں نے کہا اس عطا میں جس کو خلفا۔ حضرات عامرہ سے عطا
فرماتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں فرمایا اسکو لیلے ہیئے اسواسطے کہ آجکل تو اس سے ایک قسم کی مدد ہے
جب وہ تیرے دین کی قیمت ہوجائے گی تو چھوڑ دینا (یعنی جب عطا کا دینا موقوف ہوجائیگا کلام کی خوشامد
کرتیسلام میں فروشی پائی جاتی ہو اسوقت چھوڑ دینا چاہیئے)

غرض لوگوں کے مال کی تاک میں نہ بیٹھا رہے۔ اسکے متعلق ایک قصہ یاد آیا۔ بلگرام٥ میں ایک عالم بڑے بزرگ تھے اُنکے ایک خاص شاگرد آپکے پاس آئے اور آپکی کمزوری اور ناتوانی کو دیکھکر انھون نے جانچ لیا کہ آج اُستاد پر فاقہ ہے اسلئے وہ اُٹھے اور گھر سے کچھ کھانا لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور یہ کھانا قبول فرما لیجئے آپ نے فرمایا کہ یہ کھانا اگرچہ حاجت کے وقت پہنچا ہے لیکن مجھکو اسکے قبول کرنے میں ایک عذر ہے وہ یہ کہ جسوقت تم میرے پاس سے اٹھکر گئے تھے ہی وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ کھانا لیکر آئینگے چونکہ میرے دلمین اسکا لالچ اور انتظار پیدا ہوگیا تھا اسلئے میں قبول نہیں کرسکتا کیونکہ ایسی حالت میں ہدیہ لینا طریقہ سنت کے خلاف ہے وہ شاگرد بھی تھے بہت سمجھدار کہ ذرا اصرار نہیں کیا جیسا کہ بعض کم سمجھ لوگوں کی عادت ہے۔ کہ بزرگون سے جھک جھک کیا کرتے ہیں یہ نہایت بے ادبی ہے غرض کہ وہ فوراً کھانا لیکر اُٹھ گئے اور کچھ اصرار نہیں کیا اور بزرگ کی نگاہ سے غائب ہوکر آدھے راستہ سے پھر لوٹ آئے اور وہی کھانا پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت لیجئے اب تو میرے واپس چلے جانے سے لالچ اور انتظار نہیں رہا ہوگا اب قبول فرما لیجئے آپ نے قبول فرما لیا اور انکی اس سمجھداری ٥ پر بہت خوش ہوئے اور دعا دی آپ نے دیکھا کہ بزرگون نے لالچ سے کسقدر پرہیز کیا ہے غرض توکل کے لئے ضروری ہے کہ لوگون کے تحفوں اور ہدیوں کا انتظار اور لالچ نہ ہو اگر توکل بغیر لالچ کے ہو تو وہ بہت خوب ہے اور اگر لالچ ہو تو پھر تدبیر ہی سنت ہے اور جان لینا چاہیئے کہ جسقدر توکل کرنا فرض ہے اسکے لئے تدبیر کا چھوڑ دینا ضروری نہیں ہے اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ جب کوئی شخص کسی مقدمہ مین وکیل مقرر کرتا ہے تو کیا وکیل مقرر کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھ جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وکیل کے کرنے کا جو کام ہے وہ وکیل کریگا جو مجھسے کچھ ہوسکتا ہے مجھکو کرنا چاہیئے۔ اسیطرح تدبیر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جبکہ تدبیر میں حد سے نہ گذر جائے کہ بالکل تدبیر ہی کا ہو رہے بلکہ تدبیر تو ایسی چیز ہے کہ جن کامون میں تدبیر کو بالکل دخل نہیں اور صرف دعا ہی پر اُنکا دار مدار ہے حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں بھی دعا کے ساتھ تھوڑی بہت تدبیر کرنی چاہیئے چنانچہ ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوجائیگا کہ

---

٥ ایک شہر کا نام ہے ۱۲

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے توکل اور دُعا کے ساتھ تدبیر کو کس طرح جمع فرمایا اور اس حدیث میں اور بھی فائدے ہیں۔ ایک صحابی جنکا نام مقدادؓ ہے مسافرانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے اور انکو حضورؐ نے بکریاں بتلادی تھین کہ ان کا دودھ نکال کر آپس سے کچھ تو خود اور اپنے ساتھیون کو پلادیا کرو اور کچھ ہمارے لئے رکھ دیا کرو وہ روزمرہ اسی طریقہ سے کچھ دودھ تو اپنے ساتھیون سمیت پی لیتے اور کچھ حضورؐ کے لئے رکھ چھوڑتے مگر ایک دن حضورؐ کو آنے میں دیر ہوئی تو حضرت مقدادؓ سمجھے کہ حضورؐ کہیں دعوت میں چلے گئے یہ خیال کر کے حضورؐ کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا مگر جب پی چکے تو اسوقت خیال آیا کہ شاید حضورؐ کو اور کسی وجہ سے آنے میں دیر ہوگئی ہو اور کچھ کھایا پیا نہ ہو اس خیال سے ایسی بےچینی ہوئی کہ کروٹیں بدلتے تھے اور نیند نہ آتی تھی اسی فکر میں تھے کہ حضورؐ تشریف لائے اور آپکی عادت شریف آنے کے وقت یہ تھی کہ اگر گھر والوں کو لیٹا ہوا دیکھتے تو بہت آہستہ سلام کرتے اسطرح سے کہ اگر گھر والے جاگتے ہوتے تو سُن لیتے اور اگر سوتے ہوتے تو کسی کی آنکھ نہ کھلتی۔ اسیطرح ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ شب برات میں بقیعؔ[ف] جانے کے لئے حضورؐ آہستہ اٹھے اور آہستہ سے کواڑ کھولے سب کام آہستہ سے کئے تاکہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو سو اسیطرح سلام بھی آہستہ فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا ہو تو سُن لے اور سوتا ہو تو اسکی نیند میں خلل نہ آئے اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لوگ دوسرے آدمیون کی تکلیف کا بالکل خیال نہیں کرتے سوتے ہوئے آدمیون میں رات کو اُٹھکر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہیں جس سے دوسرون کو تکلیف ہوتی ہے اسیطرح یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جو شخص کسی کام میں مشغول ہو اسوقت اسکو اپنی طرف متوجہ کرنے سے اسکے ضروری کام مین حرج ہوتا ہے جسکی وجہ سے اسکو بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز بھوپال میں وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے اور ایک غیر مقلد انکے پاس کھڑے ہوئے تھے یہ خیال کر کے کہ صاحبزادے صاحب بہت خوش ہونگے اس نے بڑے زور سے آمین کہی صاحبزادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کچھ کام ہے ذرا مجھ سے مل کر جایئے گا وہ خوشی خوشی انتظار میں

لوگون کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط ۶

نواب صدیق حسن خان کے صاحبزادے کی حکایت۔

ف ۵ مدینہ مین ایک قبرستان کا نام ہے ۱۲

بیٹھ گئے کہ دیکھئے کیا انعام ملتا ہے تھوڑی دیر میں صاحبزادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے اور وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا صاحبزادے صاحب نے انکے ایک دہول زور سے جمائی اور فرمایا کہ زور سے آمین کہنا تو ضرور حدیث میں آیا ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مخالفت بھڑکانے کے لئے ایسا کرتے ہو اسلئے یہ سزا دی گئی۔ حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز میں زیادتی یا کمی ہو رہی ہے۔ عوام کی کیا شکایت کریں۔ انصاف تو یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے بھی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور دوسروں کی تکلیف کا کچھ خیال نہیں رکھتے کہ ہمارے اس کام سے دوسرے کو تکلیف پہنچے گی بلکہ صرف لفظوں ہی پر نظر ہے جیسا کہ ایک شخص کا قصہ ہے کہ جب وہ مرنے لگے تو بیٹے کو وصیت کی کہ جو کوئی میری تعزیت کو آئے اسکو اونچی جگہ بٹھانا اور نرم نرم اور میٹھی باتیں کرنا اور بھاری کپڑے پہن کر اس سے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا۔ اب صاحبزادے کی سنئے ایک صاحب انکے والد کے دوست تعزیت کو آئے آپ نے فوراً نوکروں کو حکم دیا کہ انکو مچان پر بٹھا دو وہ آئے اور مجرموں کی طرح سے انکو رسی پکڑ کر مچان پر بٹھا دیا اب وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے نوکر کہتے ہیں کہ آقا کا یہی حکم ہے اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جاجم اور دری قالین میں لپٹے ہوئے ایک عجیب بہلول کی سی شکل بنائے ہوئے تھے آخر مہمان نے انکے والد صاحب کی تعزیت میں کچھ کہا تو جواب میں فرماتے ہیں گڑ انھوں نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہے روئی۔ مہمان بیچارہ دنگ ہے غرض کھانے کا وقت آیا گوشت گلا نہ تھا مہمان نے کہیں اسکی شکایت کی تو آپ تیز ہو کر کہتے ہیں واہ صاحب میں نے آپکے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپکو پسند نہیں آیا اب مہمان اور بھی پریشان ہوئے آخر دریافت کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ ابا جان نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص تعزیت کے لئے تمہارے پاس آئے تو اسکو اونچی جگہ بٹھانا اسواسطے میں نے آپ کو مچان پر بٹھلایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی اور یہ کہا تھا کہ بھاری کپڑے پہنکر ان سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کوئی کپڑا نہ تھا تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم اور میٹھی باتیں کرنا تو گڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی

ف اثم جری ۱۲

جنیز مجھکو تو معلوم ہوئی اور یہ وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا تو اس کتے سے زیادہ کوئی جانور قیمتی ہمارے گھر نہ تھا مہمان لعنت بھیجکر وہاں سے رخصت ہوا ایسی ہی حالت ہماری ہے کہ الفاظ یاد کرتے ہیں نہ اخلاق ہی کی حقیقت سمجھتے ہیں نہ اوراعمال کی چنانچہ ہم نے اخلاق نام صرف خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے سو یہ تو حقیقت میں نفاق ہے کہ دل میں تو کینہ بھرا ہوا اور زبان سے خوشامد کی باتیں کیجاتیں۔ اخلاق کی تو حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی شخص کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہ پہنچے نہ اسکے سامنے نہ اسکے پیچھے مگر ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہرداری کا نام ہے گو اس سے تکلیف ہی پہنچے اسکی کچھ پروا نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رعایت دیکھئے کہ سلام بھی کرتے ہیں تو اسطرح سے کہ کوئی بےچین نہ ہو غرض حضورؐ عشا کے بعد تشریف لائے اور عادت کے موافق سلام کرکے برتنوں کی طرف چلے اور وہ صحابی جو دودھ پیکر لیٹ گئے تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں آپکو وہیں دودھ نہ ملا چونکہ حضورؐ کو اسوقت بھوک لگی ہوئی تھی اور کھانے کی حاجت تھی اسلئے آپ نے اول تو عادت کے موافق کچھ نفلیں پڑھیں اور انکے بعد یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ جو مجھکو کھانا کھلائے آپ اسکو کھانا کھلا دیجئے۔ دیکھئے یہ بات غور کے لائق ہے کہ حضورؐ نے توکل کے ساتھ ظاہری سبب کو کیسے عمدہ طریقہ سے جمع کیا کہ یہ ظاہر کر دیا کہ کھانا اکثر اسی طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آتے کیونکہ آپ نے دعا یوں فرمائی کہ اے اللہ جو شخص مجھکو کھانا کھلائے اسکو آپ کھانا کھلا دیجئے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کا مقصود دعا سے یہ تھا کہ کوئی شخص کھانا لاکر آپ کو کھلائے اور اگر توکل کے ساتھ ظاہری سبب کو جمع کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ بھی تو دعا فرما سکتے تھے کہ اللہ آسمان سے خوان کھانے کا بھیج دیجئے مگر حضورؐ نے توکل کے ساتھ تدبیر کو بھی نہایت پاکیزہ طور پر جمع فرمایا بقیہ قصہ کا یہ ہے کہ اس دعا کے سننے کے بعد وہ صحابی اٹھے اور گو بکریوں کا دودھ وہ پہلے دوہ چکے تھے مگر چونکہ یقین تھا کہ حضورؐ کی دعا قبول ہوئی ہوگی اسلئے پھر برتن لیکر بکری کے نیچے بیٹھ گئے اللہ تعالےٰ کی قدرت سے بکریوں نے اسقدر دودھ دیا کہ برتن بھر گیا اس برتن کو لیکر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ غرض اس قصہ کے بیان سے یہ تھی کہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا اور توکل کے ساتھ تدبیر اور ظاہری سبب کی کیسے عمدہ طریقہ سے رعایت فرمائی۔

(باقی آیندہ)

روح ہفتم نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا

تاکہ اُنسے اچھی باتیں سُنیں اُن سے اچھی خصلتیں سیکھیں اور جو نیک لوگ گذر گئے ہیں اُنکے اچھے حالات کی کتابیں پڑھکر یا پڑھوا کر اُنکے حالات معلوم کرنا کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے گویا اُنکے پاس ہی بیٹھکر اُنسے باتیں سُنلیں اور اُنسے اچھی خصلتیں سیکھ لیں **ف** چونکہ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دوسرے انسان کے خیالات اور حالات سے بہت جلد اور بہت قوت کے ساتھ اور بدون کسی خاص کوشش کے اثر قبول کرلیتا ہے اچھا اثر بھی اور بُرا اثر بھی اسلئے اچھی صحبت بہت ہی بڑے فائدہ کی چیز ہے اور اسی طرح بُری صحبت بڑے نقصان کی چیز ہے اور اچھی صحبت ایسے شخص کی صحبت ہے جسکو ضرورت کے موافق دین کی باتوں کی واقفیت بھی ہو اور جسکے عقیدے بھی اچھے ہوں۔ شرک بدعت اور دُنیا کی رسموں سے بچتا ہو اعمال بھی اچھے ہوں نماز روزہ اور ضروری عبادتوں کا پابند ہو معاملات بھی اچھے ہوں لین دین صاف ہو حلال و حرام کی احتیاط ہو اخلاق ظاہری بھی اچھے ہوں مزاج میں عاجزی ہو کسیکو بیوجہ تکلیف نہ دیتا ہو غریبوں حاجتمندوں کو ذلیل نہ سمجھتا ہو اخلاق باطنی بھی اچھے ہوں خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکا خوف دل میں رکھتا ہو دُنیا کا لالچ دل میں نہ رکھتا ہو دین کے مقابلہ میں مال اور راحت اور آبرو کی پروا نہ رکھتا ہو آخرت کی زندگی کے سامنے دنیا ۲۹
کی زندگی کو عزیز نہ رکھتا ہو ہر حال میں صبر و شکر کرتا ہو جس شخص میں یہ باتیں پائی جاویں اسکی صحبت اکسیر ہے۔ اور جس شخص کو ان باتوں کی پوری پہچان نہ ہوسکے اسکے لئے یہ پہچان ہے کہ اپنے زمانہ کے نیک لوگ اچھے لوگ مُسلمان عام طور پر نیک سمجھتے ہوں ایسے نیک لوگ جس شخص کو اچھا کہتے ہوں اور دس پانچ بار اسکے پاس بیٹھنے سے بُری باتوں سے دل ہٹنے لگے اور نیک باتوں کی طرف دل جُھکنے لگے بس تم اسکو اچھا سمجھو اور اسکی صحبت اختیار کرو اور جس شخص میں بُری باتیں دیکھی جاویں بدون کسی سخت مجبوری کے اس سے میل جول مت کرو کہ اس سے دین تو بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دُنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے کبھی تو جان کا کہ کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہو جاتا ہے اور کبھی مال کا کہ بُری جگہ خرچ ہو گیا یا دھوکہ میں آکر کسیکو دیدیا خواہ محبت کے جوش میں آکر مفت دیدیا خواہ قرض کے طور پر دیا تھا پھر وصول نہ ہوا اور کبھی آبرو کا کہ بُروں کے ساتھ یہ بھی رسوا و بدنام ہوا اور جس شخص میں نہ اچھی علامتیں معلوم ہوں اور نہ بُری علامتیں تو اسپر گمان تو نیک رکھو مگر اُسکی صحبت مت اختیار کرو۔ غرض تجربہ سے نیک صحبت کو دین کے سنورنے میں اور دل کے مضبوط ہونے میں بڑا دخل ہے اور اسیطرح صحبت بد کو دین کے بگڑنے میں اور دل کے کمزور ہونے میں اب چند آیتیں اور حدیثیں صحبت نیک کی ترغیب میں اور صحبت بد کی مذمت میں بیان کی جاتی ہیں۔

نمبر۱۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو لوگ (دین کے پکے اور) سچے ہیں انکے ساتھ رہو ف ساتھ رہنے میں ظاہری صحبت بھی آگئی اور انکی راہ پر چلنا بھی آگیا (سورہ توبہ) نمبر۲۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات (اور احکام) میں عیب جوئی کرتے ہیں تو اُن لوگوں (کے پاس بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو جا یہانتک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جاویں اور اگر تجھکو شیطان بھلادے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے) تو (جب یاد آجاوے) یاد آنیکے بعد پھر ایسے ظالم لوگونکے پاس مت بیٹھ (بلکہ فوراً اُٹھ کھڑا ہو اور اس سے ایک آیت کے بعد ارشاد ہے) اور (کچھ مجلس تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ) ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے (اُس) دین کو (جسکا ماننا انکے ذمہ فرض تھا یعنی اسلام کو) لہو ولعب بنا رکھا ہے الخ (سورہ انعام) نمبر۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں اُن میں سب سے اچھا کون شخص ہے (کہ ہم انہی کے پاس بیٹھا کریں) آپ نے ارشاد فرمایا ایسا شخص (پاس بیٹھنے کیلئے سب سے اچھا ہے) کہ جسکا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے اور اُسکا بولنا تمہارے علم (دین) میں ترقی دے اور اسکا عمل تم کو آخرت کی یاد دلاوے (ابویعلی) ف میں نے جو اوپر نیک شخص کی علامتیں بیان کی ہیں اس حدیث میں اُن میں سے بعضی بڑی علامتیں مذکور ہیں نمبر۴۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حضرت ابوامامہؓ کا قول ہو تب بھی حدیث ہی ہے) کہ ۲۰
حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹا تو علماء کے پاس بیٹھنے کو اپنے ذمہ لازم رکھنا اور اہل حکمت کی باتوں کو سنتے رہنا (حکمت دین کی باریک باتوں کو کہتے ہیں جیسی سچے درویش کیا کرتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو نور حکمت سے اسطرح زندہ کر دیتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار پانی سے زندہ کر دیتے ہیں (طبرانی فی الکبیر) نمبر۵۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کیلئے واجب (یعنی ضروری الثبوت) ہوگئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں الخ (مالک و ابن حبان) ف یہ جو فرمایا میرے ہی علاقہ سے مطلب یہ کہ محض دین کیواسطے نمبر۶۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہمنشین اور بد ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے ہوئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک شخص بھٹی کو دہونک رہا ہو (یہ مثال ہے بد صحبت کی) سو وہ مشک والا یا تو تجھکو دیدیگا اور یا (اگر نہ بھی دیا تو) اُس سے تجھکو خوشبو ہی پہونچ جاویگی اور بھٹی کا دہونکنے والا یا تو تیرے کپڑونکو جلا دیگا (اگر کوئی چنگاری آپڑی) اور یا (اگر دامن بچ بھی گیا تو) اسکی گندی بو ہی تجھکو پہونچ جاویگی (بخاری و مسلم) ف یعنی نیک صحبت سے اگر کامل نفع نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاویگا اور بد صحبت سے اگر کامل ضرر نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاویگا یہ سب حدیثیں

ترغیب سے لیگئی ہیں نمبر ۷ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے
کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے (ترمذی و ابوداؤد و دارمی) ف اسکے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک
یہ کہ کافر کی صحبت میں مت بیٹھو دوسرا یہ کہ جبکا ایمان کامل نہ ہو اسکے پاس مت بیٹھو بس پورا قابل صحبت وہی مؤمن
ہو خصوص جو مؤمن کامل ہو یعنی دین کا پورا پابند ہو نمبر ۸ حضرت ابو رزینؓ سے روایت ہے کہ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس دین کا (گویا) مدار ہے جس سے تم دنیا و آخرت کی
بھلائی حاصل کرسکتے ہو ایک تو اہل ذکر کی مجالس کو مضبوط پکڑ لو اور دوسرے جب تنہا ہوا کرو جہاں تک ممکن
ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو اور تیسرے اللہ ہی کیلئے محبت رکھو اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھو
(بیہقی فی شعب الایمان) ف یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحبت نیک جڑ ہے تمام دین کی. دین کی حقیقت
دین کی حلاوت دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھکر ذریعہ ان چیزوں کا صحبت نیک ہے نمبر ۹ حضرت
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے
ستون ہیں اُن پر زبرجد کے بالاخانے قائم ہیں اُنمیں کھلے ہوئے دروازے ہیں جو تیز چمکدار ستارہ کی طرح چمکتے
ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بالاخانوں میں کون رہیگا آپ نے فرمایا جو لوگ اللہ کیلئے (یعنی دین
کیلئے) آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور جو لوگ اللہ ۳۱
کے لئے آپس میں ملاقات کرتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لیگئی ہیں نمبر ۱۰ حضرت
سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ نہ سکونت کرو اور نہ انکے
ساتھ یکجائی کرو (یعنی انکی مجلس میں مت بیٹھو) جو شخص انکے ساتھ سکونت کریگا یا یکجائی کریگا وہ ان ہی میں سے
ہے (ترمذی) یہ حدیث جمع الفوائد سے لیگئی ہے ان سب آیتوں و حدیثوں سے مدعا کے ایک جزو کا ثابت
ہونا ظاہر ہے یعنی نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا تاکہ ان سے اچھی باتیں سنیں اور انسے اچھی خصلتیں سیکھیں اب
مدعا کا دوسرا جزو رہگیا یعنی جو نیک لوگ گذر گئے ہیں کتابوں سے انکے اچھے حالات معلوم کرنا کہ اس سے بھی
ویسے ہی فائدے حاصل ہوتے ہیں جیسے انکے پاس بیٹھنے سے آگے اُس دوسرے جزو کا بیان کرتے ہیں نمبر ۱۱
ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے (یعنی حضرت نوح علیہ السلام
کا قصہ اور حضرت ہود علیہ السلام کا اور حضرت صالح علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت لوط
علیہ السلام کا اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سب قصے) آپ سے بیان کرتے
ہیں جنکے ذریعہ سے ہم آپکے دل کو تقویت دیتے ہیں (سورۂ ہود) ف یہ ایک فائدہ ہے نیکوں کے قصوں کے
بیان کرنے کا کہ ان سے دل کو مضبوطی اور تسلی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حق پر مضبوط رہے ہم کو بھی مضبوط رہنا چاہئے

اور جسطرح اس مضبوطی کی برکت سے خدا تعالےٰ نے انکی مدد فرمائی اسیطرح اس مضبوطی پر ہماری بھی مدد ہوگی جسکو اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے پیغمبرونکی اور ایمان والوں کی (یہاں) دنیاوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور (وہاں) اُس روز بھی (مدد کرینگے) جسمیں گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہونگے۔ (مراد اس سے قیامت کا دن ہے سورۂ مومن) اور وہاں کی مدد تو ظاہر ہے کہ حکم ماننے والے ظاہر میں بھی کامیاب ہونگے اور بے حکمی کرنیوالے ناکام ہونگے اور یہاں کی مدد کبھی تو اسیطرح کی ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرح ہوتی ہے وہ اسطرح کہ اول بیحکموں کو حکم ماننے والوں پر غلبہ ہوگیا مگر من جانب اللہ کسیوقت ان سے بدلا ضرور لیا گیا چنانچہ تاریخ بھی اسکی گواہ ہے (تفسیر ابن کثیر) اور اُن قصوں سے یوں بھی تسلی ہوتی ہے کہ جیسے دین پر مضبوط رہنے پر آخرت میں وہ بڑے رہینگے جسکی خبر کئی قصوں کے بعد اس ارشاد میں دیگئی ہے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کیلئے ہے (سورۂ ہود) اسیطرح ہم سے بھی اس بڑے رہنے کا وعدہ ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جو لوگ متقی ہیں ان کافروں سے اعلےٰ درجہ (کی حالت) میں ہونگے (سورہ بقرہ) **نمبر ۲** حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص (ہمیشہ کیلئے) کوئی طریقہ اختیار کرنیوالا ہو اسکو چاہیئے کہ اُن لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو گذر چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی پر تو بگڑ جانیکا بھی شبہ ہے (اسلئے زندہ آدمی کا طریقہ اسیوقت تک اختیار کیا جا سکتا ہے جبتک وہ راہ پر ہے) یہ لوگ
۳۲ (جنکا ہمیشہ کیلئے طریقہ لیا جا سکتا ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں (اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جہانتک ہوسکے انکے اخلاق وعادات کو سند بناؤ (رزین) (جمع الفوائد) **ف** اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کے اخلاق وعادات کا اختیار کرنا تب ہی ممکن ہے جب انکے واقعات معلوم ہوں تو ایسی کتابوں کا پڑھنا سننا ضرور ٹھہرا۔ **نمبر ۳** اسیطرح قرآن مجید میں حضرات انبیاء وعلماء واولیاء کے قصے بمصلحت انکی پیروی کرنیکے مذکور ہیں (جو اس ارشاد میں مذکور ہے فبھدٰھم اقتدہ) اسیطرح حدیثوں میں بھی ان مقبولین کے قصے بکثرت مذکور ہیں چنانچہ حدیث کی اکثر کتابوں میں کتاب القصص ایک مستقل حصہ قرار دیا گیا ہے اس سے بھی ایسے قصوں کا مفید اور قابل اشتغال ہونا ثابت ہوتا ہے اسیوجہ سے بزرگوں نے ہمیشہ ایسے قصوں کی کتابیں لکھنے کا اہتمام رکھا ہے اب میں ایسی چند کتابوں کے نام بتلاتا ہوں کہ انکو پڑھا کریں یا سنا کریں اگر سنانیوالا عالم ملجائے تو سبحان اللہ ورنہ جو ملجائے (۱) تاریخ حبیب الٰہ (۲) نشر الطیب (۳) مغازی الرسول (۴) قصص الانبیاء (۵) مجموعہ فتوح الشام والمصر والعجم (۶) فتوح العراق (۷) فتوحات بہنسا (۸) فردوس آسیہ (۹) حکایات الصالحین (۱۰) تذکرۃ الاولیاء (۱۱) انوار المحسنین۔ (۱۲) نزہۃ البساتین (۱۳) امداد المشتاق (۱۴) نیک بیبیاں۔ (نوٹ) ان میں ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ میں بعض مضامین اور ۱۳ کا حصہ ملفوظات عام لوگوں کی سمجھ میں شاید نہ آویں وہ ان سے اپنا ذہن خالی رکھیں۔

اشرف علی عفی عنہ تھانوی

بر دمید اندیشہ زان طفل خرد ‌ ‌ ‌ پیر با صد تجربہ بوئے نہ برد

یعنی اُس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڈہا باوجود سو تجربون کے بو نہ لیجا سکا تو
معلوم ہوا کہ اُس بچہ کی عقل فطرتاً ہی زیادہ تھی۔

خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است ‌ ‌ ‌ تا ز افزونے کہ جہد و فکرت است

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد و فکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود ‌ ‌ ‌ یا کہ لنگے راہوارانہ رود

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلف) راہوارون کی طرح چلتا ہے۔ اور
یہ معلوم ہے کہ وہی دادہ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ
کے طور پر فرما دیا آگے پھر اُن لڑکون کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔ ۱۰۹

شرح حبیبی

روز گشتہ آمدند آن کودکان ‌ ‌ ‌ بر ہمین فکرت بمکتب شادمان

جملہ استادند بیرون منتظر ‌ ‌ ‌ تا درآید اوّل آن یار مصر

زانکہ منبع اوست این رائ را ‌ ‌ ‌ سر امام آمد ہمیشہ پائے را

اے مقلد تو مجو پیشی بران ‌ ‌ ‌ کو بود منبع ز نور آسمان

او درآمد گفت استا را سلام / خیر باشد رنگ رویت زرد فام

گفت استا نیست رنجے مر مرا / تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا

نفی کرد اما غبار وہم بد / اندکے اندر دلش ناگاہ زد

اندر آمد دیگرے گفت اینچنین / اندکے آن وہم افزون شد بدین

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت / ماند اندر حال خود بس در شگفت

۱۱۰ خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہوا اسوقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آ گئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤں کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہی ہے۔ اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور محقق سے جو کہ نور حق سبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑھنے کا خیال نہ کرنا چاہیئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سنو کہ وہ لڑکا آیا اور آکر اس نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے استاد نے اسکو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکواس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر بڑے خیال نے اسکے دل پر اثر ضرور کیا اس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو دوسرا اور آیا اس نے بھی یہی کہا اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا حتی کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اب اس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہوں اور یہ سمجھکر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ میں بیمار ہوں اور مجھے خبر نہیں۔

یہاں مولانا اسکے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

لڑکوں کا اُستاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکان بر ہمین فکرت بمکتب شادمان

یعنی دن ہو گیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آتے۔

جملہ استادند بیرون منتظر تا در آید اول آن یار مکر

۱۱۱ یعنی سارے باہر منتظر کھڑے ہو گئے تاکہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست این رای را سر امام آمد ہمیشہ پاے را

یعنی اسلئے کہ اُس راستے کا وہی منبع تھا اور پاؤں کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے۔ لہذا وہ اسکے منتظر ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجو بیشی بران کو بود منبع ز نور آسمان

یعنی اے مقلد تو اسپر بیشی مت ڈھونڈھ جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ جس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اُس پہ اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر ان لڑکوں کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استا را سلام خیر باشد رنگ رویت زرد فام

یعنی وہ لڑکا آیا اور اُستاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپکے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مر مرا — تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا

یعنی اُستاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خبردار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد — اندکے اندر دلش ناگاہ زد

یعنی اُس نے نفی کر دی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اُسکے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین — اندکے آن وہم افزون شد بدین

یعنی دوسرا اندر آیا اور اُس نے بھی اسیطرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر زیادہ ہوا۔

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت — ماند اندر حال او بس در شگفت ۱۱۲

یعنی اسیطرح (سب کہتے رہے) یہانتک کہ اسکے وہم نے قوت پکڑ لی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں رہگیا (کہ مجھے کیا ہو گیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسرون کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسیطرح فرعون بھی دوسرونکی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد — زد دل فرعون را رنجور کرد

گفتن ہر یک خداوند و ملک — آنچنان کردش ز وہمے منہتک

کہ بدعوے الٰہی شد دلیر	اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
عقل جزوی آفتش وہم ست و ظن	زانکہ در ظلمات شد او را وطن
بر زمین گر نیم گز راہے بود	آدمی بے وہم ایمن می رود
بر سر دیوار عالے گر روی	گر دو گز عرضش بود کژ می شوی
بلکہ می افتی ز لرز دل بوہم	ترس وہم را نکو بنگر بفہم

۱۱۱۳ دیکھو جسطرح لڑکون کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھ گیا اور پھر سچ مچ بیمار بنگیا یوں ہی عورتون بچون اور مردون غرض کہ مخلوق کے سجدون سے فرعون اپنے کو خدا سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھکر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یون ہی اسکو رسوا کیا تھا کہ وہ دعوے الوہیت پر جرأت کر بیٹھا۔ اور اژدہا بنگیا کہ اپنی تعظیم سے اسکا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم و ظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم و ظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اسپر غالب آکر اسکو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اسکی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا راستہ ہو تو آدمی بیخوف و خطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اسپر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا راستہ بھی ہوگا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف جھک جاؤگے بلکہ غلبہ وہم سے دل کانپنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائینگے اور تم گر پڑوگے اس سے تم سمجھ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آکر اسکو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سنو۔

شرح شبیری

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے بیمار ہو جانا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد زو دل فرعون را رنجور کرد

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتوں اور بچوں اور مردوں سے جلدی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن و طفل و مرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے اسکا دل خراب ہو گیا اور اسکے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بھر گیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

گفتن ہر یک خداوند و ملک آنچنان کردش ز وہم منہلک ۱۱۴

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اسکو اسطرح وہم سے ہلاک ہونیوالا کر دیا۔

کہ بدعوئے الٰہی شد دلیر اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر

یعنی کہ دعوے الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدہا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اسکو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست و ظن زانکہ در ظلمات شد او را وطن

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اسلئے کہ ظلمات میں اسکا وطن ہوتا ہے۔ تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

بر زمین گر نیم گز راہے بود آدمی بے وہم ایمن مے رود

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہووے تو آدمی بے وہم کے بیخوف چلا جاتا ہے۔

بر سر دیوار عالے گر روی — گر دو گز عرضش بود کژ می شوی

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتے ہو تو اگر اسکا عرض دو گز ہو تب بھی کج ہوتے جاتے ہو۔

بلکہ می افتی ز لرز دل بوہم — ترس وہم را نکو بنگر بفہم

یعنی بلکہ تم دل کے کانپنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو فہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدھی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گر پڑتے ہو یہ اسکی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور وہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اُس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

115

گشت استا سست از وہم و ز بیم — بر جہید و مے کشا نید او گلیم

خشمگین با زن کہ مہر اوست سست — من بدین حالم نپرسید او نخست

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من — قصد دارد تا رہد از ننگ من

او بحسن و جلوہ خود مست گشت — بیخبر کز بام من افتاد طشت

آمد و در را بہ تندی بر کشاد — کودکان اندر پئے آن اوستاد

گفت زن خیرست چون زو آمدی | کہ مبادا ذات نیکت را بدی
گفت کوری رنگ و حال من ببین | از غم بیگانگان اندر حنین
تو درون خانہ از بغض و نفاق | می نہ بینی حال من در احتراق
گفت زن ای خواجہ عیبی نیست | وہم و ظن و لاش بے معنیست
گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج | مے نہ بینی این تغیر و ارتجاج
گر تو کور و کر شدی ما را چہ جرم | ما درین رنجیم و در اندوہ کرم ۱۱۶
گفت اے خواجہ بیارم آئینہ | تا بدانی کہ ندارم من گنہ
گفت رو نہ تو رہی نے آئینہ ات | دائما در بغض و کینی و عنت
جامہ خواب مرا زو گستران | تا بخسپم کہ سر من شد گران
زن توقف کرد مردش بانگ زد | کای عدو زوتر ترا این مے سزد
جامہ خواب آورد و گسترد آن عجوز | گفت امکان نے و باطن پر ز سوز

قولہ گفت الخلق عیال
للّٰہ۔ فی الجامع الصغیر
اخرج ابو یعلی فی مسندہ
والبزار عن انس والطبرانی
عن ابن مسعود مرفوعًا
الخلق کلهم عیال
اللّٰہ فاحبهم الی اللّٰہ
انفعهم لعیالہ
قولہ نگریستن عزرائیل
فی کتاب شرح الصدور
للامام السیوطی رح اخرج
(ای) ابن ابی شیبة
بهذا السند (ای عن
عبد اللّٰہ بن نمیر عن
الاعمش) عن خثیمة
قال دخل ملك الموت
علی سلیمان عم فجعل
ینظر الی رجل من
جلسائه ویدیم النظر
الیه فلما خرج قال الرجل
من هذا قال هذا ملك

(مصرعہ) گفت الخلق عیال للّٰہ آہ۔
جامع صغیر میں ہے کہ ابویعلی نے اپنے مسند میں
اور بزار نے حضرت انس رض سے اور طبرانی نے
حضرت ابن مسعود سے مرفوعًا روایت کیا ہے
کہ خلق تمام اللّٰہ تعالیٰ کی عیال (یعنی زیر پرورش)
ہیں سو اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ
محبوب وہ شخص ہے جو اسکی عیال کو زیادہ تر
نفع پہونچانے والا ہو۔
قولہ نگریستن عزرائیل علیہ السلام الخ امام سیوطی رح
کی کتاب شرح الصدور میں ہے کہ ابن ابی
۱۷ شیبہ نے اسی سند سے یعنی عبد اللّٰہ بن نمیر نے
اعمش سے انہوں نے خیثمہ سے روایت کیا ہے
انہوں نے کہا کہ حضرت ملک الموت حضرت
سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور اونکے
اہل مجلس میں سے ایک شخص کی طرف دیکھنے لگے
اور تکنے لگے جب ملک الموت چلے گئے اوس
شخص نے کہا یہ کون تھے حضرت سلیمان عم نے
فرمایا یہ ملک الموت تھے اوس شخص نے کہا
کہ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف اسطرح نظر
کرتے تھے جیسے میرا ہی قصد کرتے ہوں آپ نے
فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ مجکو

الموت قال رأيته ينظر الي
كانه يريدني قال فما تريد
قال اريد ان تحملني على
الريح حتى تلقيني بالهند
فدعا الريح فحمله عليها
فالقته في الهند ثم اتى
ملك الموت سليمان قال
انك كنت تديم النظر الى
رجل من جلسائي قال كنت
اعجب منه امرت ان اقبضه
بالهند وهو عندك۔ ۱۸

قوله نعم مال صالح گفت
آن رسول اخرجه
الامام احمد كما في
كنوز الحقائق۔

قول الشارح
ارشاد عن ابن مسعود
قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان للشيطان
لمة بابن آدم وللملك
لمة فاما لمة الشيطان

ہوا پر سوار کردیجئے تاکہ مجھکو ہند میں اوتار دے
آپ نے ہوا کو بلایا اور اوس شخص کو اوسپر سوار کردیا اور
اس نے ہند میں اوتار دیا پھر ملک الموت حضرت
سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اون سے
فرمایا کہ تم میرے جلیسوں میں سے ایک شخص
کی طرف تک رہے تھے (یہ کیا بات تھی) "
اونہوں نے کہا کہ میں اوس پر تعجب کر رہا تھا
مجکو حکم ہوا تھا کہ اسکی روح ہند میں قبض کروں
اور وہ آپ کے پاس حاضر تھا (اوسپر تعجب تھا
کہ اس حکم کی تعمیل کیسے ہوگی اللہ تعالی نے
یہ سامان کردیا)

(مصرعہ) نعم مال صالح گفت آں رسول۔
امام احمد نے اوسکو روایت کیا جیسا کہ کنوز الحقائق
میں ہے **ف** یعنی نیک مال نیک آدمی کیلئے
اچھی چیز ہے۔

صاحب کلید کا قول ارشاد الخ حضرت
ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا ایک تعلق اور
اثر ہے آدمی کے ساتھ اور فرشتے کا ایک تعلق
اور اثر ہے۔ سو شیطان کا اثر تو بری بات کا
وعدہ اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا اثر اچھی

فایعاد بالشر وتکذیب بالحق واما
لمة الملك فایعاد بالخیر وتصدیق
بالحق فمن وجد ذلك فلیعلم انه
من الله فلیحمد الله ومن وجد
الاخری فلیتعوذ بالله من الشیطان
الرجیم الخ رواه الترمذی کذا فی المشکوة

قوله گفت پیغمبر
الخ قوله
کالمستشار
مؤتمن اخرجه
ابن ماجه

قول الشارح اذا غزا
عن کعب بن مالك
قال لم یکن رسول الله
صلی الله علیه وسلم
یرید غزوة
الا وری رواه
البخاری کذا
فی المشکوة

قوله عقل چوں جبریل گوید احمدا
گر یکے گامے نہم سوزد مرا

بات کا وعدہ اور حق کی تصدیق۔ سو جو شخص اس
(مابعد کے) اثر کو محسوس کرے سو وہ یقین کرلے
کہ یہ من جانب اللہ ہے اور اللہ تعالی کا شکر کرے
اور جو شخص دوسری حالت محسوس کرے وہ
اللہ تعالی کی پناہ مانگے شیطان رجیم سے
روایت کیا ترمذی نے۔ مشکوۃ

قولہ گفت پیغمبر الخ قولہ کالمستشار مؤتمن
روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ **ف**
یعنی جس سے مشورہ لیا جاوے اوسکو چاہیئے
کہ امین ہو نہ مشورہ میں خیانت کرے نہ اوس
19 راز کو کسی پر ظاہر کرے۔

صاحب کلید کا قول اذا غزا حضرت کعب
ابن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ (سفر جہاد)
کا ارادہ فرماتے تھے کسی اور طرف کے سفر کی
صورت ظاہر فرماتے تھے (جسکی مثال سعدی
کے اس شعر میں ہے) ؎ سکندر کہ باشرقیاں حرب داشت
در خیمہ گویند در غرب داشت۔ روایت کیا
اسکو بخاری نے مشکوۃ۔

شعر مثنوی عقل چوں جبریل گوید احمدا۔
گر یکے گامے نہم سوزد مرا۔ خصائص کبری

فی الخصائص الکبریٰ
فی حدیث طویل فی حدیث
المعراج بروایۃ ابن ابی حاتم
ثم انطلق بی حتی انتھی لی
الشجرۃ فغشیتنی سحابۃ فیھا
من کل لون فرفضنی جبرئیل
وخررت ساجدا للہ تعالیٰ
الحدیث وفی نشر الطیب
ما نصہ اسند ابو الحسن
ابن غالب فی شفاء الصدور
الی ابی الربیع بن سبع من ۴۰
حدیث ابن عباس قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حتی وقف جبرئیل
علیہ السلام فی مکان
فقلت یا جبریل ھل
یرفض خلیل خلیلہ
فی مثل ھذا المکان
فقال لو سبقت
احترقت
من النور۔

میں معراج کی ایک طویل حدیث میں ابن ابی حاتم کی روایت سے منقول ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام مجکو آگے لے چلے یہاں تک کہ شجرہ (سدرۃ المنتہیٰ) تک پہونچے پھر مجکو ایک بادل نے چھپالیا جس میں ہر قسم کے رنگ تھے سو جبریل نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور نشر الطیب میں ہے کہ ابو الحسن بن غالب نے ابو الربیع ابن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حضرت ابن عباس سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہونچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا کہ اے جبریل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎ بدو گفت سالار بیت الحرام۔ کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی۔ عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند۔ بماندم کہ نیروی بالم نماند

(باقی آئندہ)

(۱۳) فرمایا ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ خطرے کی کے قسمین ہیں تو انھون نے منہ پھیر لیا جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا کہ لا الہ الا اللہ میرا یہ گمان نہیں تھا۔ میں ایسے وقت تک زندہ رہونگا کہ حقیقت کے متعلق باتیں ہی رہجاوینگی یہان تو کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۴) اور سفر رنگون میں دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ علم حاصل کرنے مین بدون عمل کے بھی دو نفع ہیں ایک تو عقیدہ اچھا ہو جاتا ہے دوسرے اس شخص پر ایک زمانہ ایسا آجاویگا کہ علم اسکو اپنی طرف کھینچ لیویگا۔

(۱۵) اُسی سفر مین فرمایا کہ یہان مال تو بہت ہے مگر کمال نہیں اور ہمارے اطراف میں الحمدللہ قدرے ضرورت مال بھی ہے اور کمال بھی۔ یہان ضرورت کے موافق بھی کمال نہیں ہے پھر ہنسکر فرمایا کہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک کمال ہی ہے کہ کمال نہیں۔

(۱۶) فرمایا کہ بزرگوں کی باتیں اور اُنکی اصطلاحات بدون اُنکے جوتے سیدھے کئے کبھی نہیں حاصل ہو سکتیں دہلی میں ایک بزرگ تھے اور وہ یون کہہ رہے تھے کہ میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں پھر میں تیرا کہنا کیوں مانون۔ لوگون نے سُنکر کفر کے فتوے جاری کردئے اور قاضی ۵
کے یہان پکڑ کر لیگئے قاضی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ کس کو کہہ رہے ہیں۔ ہنسکر فرمایا کہ الحمدللہ دہلی میں ایک آدمی تو عقل ہے کہ مجھ سے دریافت کرلیا۔ بات یہ ہے کہ میرا نفس میرے اوپر تقاضا کر رہا تھا کہ مجھے فلاں چیز کھلادو۔ میں اُس سے کہہ رہا تھا کہ میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں پھر تیرا کہنا کیون مانون۔ پھر فرمایا کہ۔ درنیابد حال پختہ ہیچ خام ٭ پس سخن کوتاہ باید والسلام۔

(۱۷) درمیان وعظ میں فرمایا کہ میرٹھ میں ایک واعظ کا وعظ سُنکر لوگون نے نمازیں شروع کردیں مگر اُن سے کوئی حرکت بیجا ہوگئی تو لوگون نے نماز ترک کردی مگر یہ بات دین ہی میں کرتے ہیں دُنیا میں نہیں کرتے۔ مثلاً دیکھئے ایک شخص نے دوسری کا ایک روپیہ پایا اور دیدیا اور پھر اس نے کوئی بیجا کام کیا تو کیا یہ شخص اپنا وہ روپیہ جو اس شخص کے پاس ہے ہاتھ سے پھینک دیگا۔ یہاں تو یہ تاویل کریگا کہ گو انھون نے اپنی بربادی کی ہے ہمارا تو کوئی نقصان نہیں۔ پھر اسی طرح سے ان مولوی صاحب سے بھی کوئی حرکت ہوگئی تھی تو آپ کا تو کوئی نقصان نہیں تھا۔

(۱۸) اور دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کیمیا گر کے پاس نہ جاوے تو

اسکا کیا نقصان ہے بلکہ وہ تو خود ہی اخفا کرتا ہے تاکہ لوگ مجھے پریشان نہ کریں۔ اسیطرح اگر کوئی بزرگوں کے پاس نہ آوے تو انکا کیا نقصان ہے اپنا ہی حرج کرے گا۔

(۱۹) اور دوران وعظ میں یہ بھی فرمایا کہ آجکل لوگ عبادت کو مشقت سمجھتے ہیں۔ کہنے کی تو بات نہیں ہے۔ واللہ عبادت میں ذرا مشقت نہیں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے لنگر جاری کر دیا ہے اور اسمیں قسم قسم کے کھانے ہیں۔ اب فرمایئے کہیں کھانا کھانے میں بھی مشقت ہوتی ہے۔ غذا تو عین راحت ہے اسکا نام مشقت رکھنا گویا اسکی غذائیت سے انکار ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اعمال شریعت مثل روٹی کے ہیں۔ جیسے بچے کو روٹی اولاً بتکلف کھلاتے ہیں اور وہ اول اول تو انکار کرتا ہے۔ مگر جب چسکا لگ جاتا ہے پھر اس سے ہی پوچھئے کہ یہ مشقت ہے یا رحمت ہے اسیطرح عابد جب عبادت کرتا ہے اول اول تو جی چراتا ہے مگر جب اسکے منہ لگ جاتا ہے تو پھر چرا چرا کر کھاتا ہے۔

(۲۰) ایک شخص نے سفر رنگون میں حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ بھائی مجھے خدمت سے دریغ نہیں اگر آپ کو کام کرنا مقصود ہے تو میں کوئی دستور العمل بتاؤں گا ان صاحب نے اسکا تو اقرار نہیں کیا۔ اور کچھ پیش کرنے لگے۔ اسپر اول تو فرمایا کہ یہ رشوت کے مشابہ ہوا کیا آپ مجھے مرتشی سمجھتے ہیں اور اگر میرے متعلق آپ کا یہ اعتقاد ہے تو فرمایئے ایسے شخص کو پیر بنانا کب جائز ہے۔ اسپر ان صاحب نے کہا کہ یہ رشوت کیسے ہو گئی اسپر ناگواری ضبط کرکے فرمایا کہ بیشک اسمیں میری ہی خطا ہے۔ میں نے تمہارے فہم کی رعایت نہیں کی اور یہ شعر فرمایا ؎

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی
وز پشیمانی تو جانم سوختی

اور فرمایا کہ کوئی شخص حکیم کو بہت سے روپیہ دیدے اور دوا نہ پئے تو کیا وہ اچھا ہو جاوے گا اسپر ان صاحب نے کہا کہ جی نہیں تو اسپر فرمایا تو پھر بدون عمل کے یہ امید رکھنا کہ پیر کو روپیہ وغیرہ دینے سے بخشا جاؤنگا یہ بھی نہیں۔ افسوس وہاں تو آپکی سمجھ میں آگیا اور یہاں بہک گئے۔

(۲۱) فرمایا کہ اخلاق اور ہیں اور آثار اخلاق اور ہیں۔ آجکل لوگوں نے آثار اخلاق کو اخلاق سمجھ رکھا ہے۔

(۲۲) فرمایا کہ طریق میں اول ہی نفع ہو جاتا ہے مگر خبر نہیں ہوتی۔ جیسے کسی نابالغ کو کوئی

جائداد دیدیا یا اسکا نکاح کر دینا۔ ظاہر ہے کہ مالک تو اسیوقت ہو گیا جب رجسٹری ہو گئی اور نکاح پڑھا گیا مگر قبل از بلوغ اُسکو خبر نہیں ہوتی۔ جب بالغ ہوتا ہے اور خبر ہوتی ہے تب سمجھتا ہے کہ میں کن کن چیزوں کا مالک ہوں۔ ایسے ہی سالک کو اول ہی روز نفع ہو جاتا ہے مگر اسکا احساس نہیں ہوتا اور جب احساس ہوتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ نفع تو فلانے وقت ہو گیا تھا۔ اسے خبر نہیں جس وقت کو یہ بیکار سمجھتا ہے اسوقت کو بھی اسمیں دخل ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو گئی۔

(۲۳) فرمایا آجکل کی بزرگی مثل بی بی تمیزہ کے وضوء کے ہے کہ کبھی ٹوٹتا ہی نہیں۔ اسیطرح آجکل کی بزرگی ہے کہ نہ دہوکے سے جاتی ہے نہ خلاف شرع ہونے سے۔

(۲۴) فرمایا حق تعالے نے ہر شے کے اندر ایک اثر رکھا ہے اور اس اثر کا نتیجہ اُس سے اسکی معرفت پر موقوف نہیں ہے مثلاً اگر کوئی سنکھیا کھالے تو اسکا اثر اسکی معرفت پر موقوف نہیں اسیطرح اگر کوئی پانی پی لے تو پیاس کا بجھنا معرفت پر موقوف نہیں۔

(۲۵) فرمایا جو چیزیں نافع ہیں جیسے انکے استعمال سے نفع ہوتا ہے ایسے ہی تصور اور تذکرہ سے بھی نفع ہوتا ہے مگر بطریق اعتقاد ہو بطریق عناد نہ ہو۔ اور ایسی ہی جو چیزیں مضر اور مظلم ہوتی ہیں۔ جیسے انکے استعمال سے مضرت ہوتی ہے ایسی ہی تصور اور ذکر سے بھی ہوتی ہے مگر بطریق اعتقاد ہو بطریق رد اور اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اچھے لوگوں کی صحبت اور تذکرہ سے اور تصور سے نفع ہوتا ہے ایسے ہی بروں سے نقصان ہوتا ہے۔

(۲۶) فرمایا افسوس جن چیزوں سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے اُن ہی چیزوں کے ہم دشمن ہو رہے ہیں خدا کی عبادت سے ہم بھاگتے ہیں۔ زہد خشک میں نعمتوں سے ہم بھاگتے ہیں۔ بس اسی میں بزرگی رہگئی ہے۔ اور جن چیزوں سے خدا سے بعد اور دوری ہوتی ہے ان ہی چیزوں کو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا اُلٹی ہوا چل رہی ہے۔

(۲۷) فرمایا صحبت صالحین کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کھٹے آم کے درخت کا پودا لیکر کسی قلمی درخت کے نیچے نصب کر دیا جاوے اور اُس قلمی پر اُسکی قلم چڑھادی جاوے تو ظاہر ہے کہ اسپر پھل قلمی آوینگے۔

(۲۸) فرمایا سالک کی اول حالت مثل بچے کے ہوتی ہے کہ ماں کے دودھ کو نہ پینا جانتا ہے نہ اُسکے نفع کا علم ہوتا ہے یہی حالت سالک کی ہوتی ہے کہ اول اول نہ طاعت کو مفید سمجھتا ہے نہ اُسکے نفع کا ادراک ہوتا ہے۔ بلکہ جان چھڑاتا پھرتا ہے اور جب علم اور ادراک ہوجاتا ہے اور اُسکی لذت سے واقف ہوجاتا ہے تو پھر اُسکی حالت عجیب وغریب ہوتی ہے۔ اُسوقت اگر اسکو مصائب بھی پیش آتے ہیں تو جھیل لیتا ہے۔

(۲۹) فرمایا طالبان مولا آجکل اسقدر کم ہوگئے ہیں کہ اگر ریلوں میں بیٹھکر چھ مہینے سفر کیا جاوے اور ہر مسافر سے دریافت کیا جاوے تو غالبًا چھ مہینے میں دو شخص بھی طالب مولا نہ ملینگے۔ چاہے طالب علم بہت سارے ملیں۔ مگر طالب معلوم نہ ملیں گے۔

(۳۰) فرمایا ایک شخص جو عشق مجازی میں مبتلا تھے حضرت والا کے پاس اُن کا خط آیا کہ ایک بیوہ عورت سے میرا دل لگگیا ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ اُسکے جھانکنے تاکنے سے باز آؤں مگر ہمت نہیں ہوتی کہ اس سے نجات پاؤں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس خط کو لیکر میرے پاس چلے آؤ۔ وہ صاحب ۱۷ رجب کو عصر کے بعد حاضر ہوئے حضرت والا نے خط دیکھکر فرمایا کہ اگر اُس عورت کا خاوند ہوتا اور وہ آپکو دیکھتا ہوتا تو تب بھی آپکی نظر رکتی یا نہیں اسپر انھوں نے عرض کیا کہ جی رک جاتی فرمایا افسوس حق تعالیٰ کی آپکے قلب میں اتنی عظمت بھی نہیں جتنی اُسکے خاوند کی ہوتی۔ ڈوب مرنیکی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں جوتے کا ڈر تھا۔ اور فرمایا کیا دوزخ کا عذاب جوتے سے بھی کم ہے اور دوزخ کی مصیبت سے کیا ہمت کی مشقت زیادہ ہے اگر ہمت نہیں ہوتی تو میرے سامنے سے جاؤ ڈوب مرو مجھسے کچھ مطلب نہیں۔ اس خیال سے آئے ہونگے کہ کوئی وظیفہ بتلادے گا۔ وظیفوں سے کہیں امراض جایا کرتے ہیں، جاہل پیروں نے لوگوں کو تباہ کردیا ہے۔ ہر کام کے واسطے انکے ہاں وظیفہ ہی وظیفہ ہے۔ وظیفہ تو بمنزلہ معجون مقوی کے ہوتا ہے وہ تو قوت پیدا کرنیکی چیز ہے۔ اس سے مرض تھوڑا ہی جاتا ہے۔ بلکہ مرض کی حالت میں کھالیجاوے تو بعض اوقات اور ترقی ہوجاتی ہے۔ مرض تو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل پینے ہی سے جاتا ہے۔ ہم تو جب جانیں کہ مسہل اور دواؤں سے ہمت ہار کر بیٹھ جاویں۔ اُسکے بعد فرمایا کہ افسوس دیکھئے جب میں ایسی ذرا ذراسی باتوں پر تنبیہ کرتا ہوں تو میری طرف ایسے بڑے الزام کا منسوب کیا کہ خواب کے قصہ میں خواب دیکھنے

والے پر تنبیہ نہیں کی کتنا بڑا ظلم ہے بھلا ایسی ناپاک بات کہ میں نبوت کا دعوے کروں مجھ سے کیسے گوارا ہوسکتی ہے۔ اور اسمیں تو کھلم کھلا متبع سنت کا لفظ موجود ہے۔ اسکے بعد ان صاحب نے کچھ ہدیہ پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ یہ ہدیہ دینے کا وقت نہیں ہے بھلا میں ایسے وقت آپ کا ہدیہ کیسے لے سکتا ہوں کہ میں تو آپ کو بڑا بھلا کہوں اور آپ ہدیہ دیں تو کیا میرے قلب پر اس کا بار نہ ہوگا۔ ہدیہ تو نہایت ہی انشراح کے وقت دیا کرتے ہیں، آپ تو مجھکو تھپیڑے دے رہے ہیں اور میں آپ کو تھپیڑے دے رہا ہوں۔

(۳۱) گیارہ رجب کو عصر کے بعد بحکم ارشاد حضرت والا میں نے خانقاہ کی مسجد میں کچھ بیان کیا تھا ختم بیان پر حضرت والا نے حاضرین کو مخاطب کر کے کچھ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے جس سے اس ٹوٹے پھوٹے مضمون کی وہ حالت ہوگئی جیسے مردے میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ یہ ہیں۔ صاحبو مولوی صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ آجکل جو ہم لوگوں نے مقاصد کے حاصل کرنے کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اس طرح کامیابی نہیں ہوگی بلکہ ہمیں جو کچھ بھی حاصل کرنا ہے وہ حق تعالے کو راضی کر کے کریں۔ میں نے حاصل بیان کر دیا ہے تمام وعظ کا۔ سبحان اللہ۔ حضرت کے چند جملوں نے تمام ٹوٹے پھوٹے بیان کو خوبصورت کر دیا۔

(۳۲) ایک طالب علم شخص نے حضرت والا کی خدمت میں ایک خط پیش کیا۔ دیکھکر فرمایا آپ کا کیا مطلب ہے انھوں نے کہا میں بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آپ جس کام میں لگے ہوتے ہیں اسمیں لگے رہیں یعنی تحصیل علم یہ شیطان کا دھوکا ہے آپ کو دین کی خدمت سے نکالنا چاہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ اگر مولوی ہوگئے تو خود بھی میرے پھندے سے نکل جاوینگے اور اوروں کو بھی نکال لیجاوینگے۔ اسلئے درویشی کا جال آپکے اوپر پھیلانا چاہتا ہے تاکہ آپ علم سے محروم رہ جائیں۔ خیر خواہانہ طور پر کہہ رہا ہوں۔ آپ اس فکر کو بالکل دل سے نکالکر جو کام کر رہے ہیں کرتے رہیں۔ جب درویشی کرنے کا وقت آوے گا تو انشاء اللہ تعالے آپ کو کوئی نہ کوئی ملجاویگا میرے اوپر موقوف نہ سمجھئے۔ مجھے خدمت کرنے سے انکار نہیں ہے مگر خدمت کیطرح سے خدمت کیجاتی ہے۔ دیکھئے جب قنوں صرف ونحو وغیرہ ختم کرلیتے ہیں جب بخاری پڑھائی جاتی ہے۔ اسپر ان مولوی صاحب نے فرمایا کہ نماز کا طریقہ ہی بتادیجئے۔ فرمایا کہ وضو کر کے

قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاؤ۔ تکبیر کہو۔ نیت باندھو۔ رکوع کرو سجدہ کرو۔ بس یہ طریقہ ہے نماز کا۔ اسپر انھوں نے کہا کہ دلچسپی تو ہوتی ہی نہیں۔ فرمایا آپ اسکے مکلف ہیں یا نہیں یہ سنکر وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ تو فرمایا کہ جس چیز کا انسان مکلف نہ ہو تو اُسکی فکر آپ کیوں کرتے ہیں۔ میں پانی پت گیا ہوا تھا ایک طالب علم صاحب نے بہت ہی ذوق وشوق سے بیعت کی درخواست کی۔ ایک صاحب کو سفارشی بھی لائے۔ میں نے ہرچند انکار کیا جب نہ مانے تو میں نے کچھ بتلا دیا۔ پھر انکی یہ حالت ہوئی کہ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے اُسکے بعد اُن مولوی صاحب نے کہا کہ دعا ہی کردیا کیجئے۔ اسپر فرمایا کہ خاص طور پر چاہتے ہیں یا عام طور پر۔ کہا کہ خاص طور پر فرمایا میں اسکا وعدہ نہیں کرتا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ آپ کثرت سے خط وکتابت کرکے خصوصیت پیدا کرلیں تو ممکن ہے۔ پھر اسکے بعد اُن مولوی صاحب نے ہدیہ پیش کیا۔ اسپر فرمایا کہ دیکھو ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ اول ملاقات میں نہ ہدیہ دینا چاہئیے نہ لینا چاہئیے کیونکہ یہ تعلقات کا ثمرہ ہے اور یہیں اظہار خصوصیت ہے اور اول ملاقات میں یہ ہو نہیں سکتا بلکہ درجۂ ابہام میں یہ

۱۰ خود غرضی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ فرماتے کہ غیرت دار آدمی اسے کیسے گوارا کرسکتا ہے اور یوں تو جو شخص بھی ہدیہ لاتا ہے وہ یوں ہی کہتا ہے کہ میں خلوص سے لایا ہوں۔ اب بتائیے میں کس کو مخلص سمجھوں خصوصاً جبکہ اسکے ساتھ کوئی درخواست بھی ہو جیسے کہ آپ ہی بیعت ہونے پر اصرار فرمارہے ہیں جسکو میں پوری ہی نہیں کرسکا اسکے بعد آپ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ اصرار کرنے کا مرض طالب علمی میں پیدا ہوجاتا ہے۔ افسوس اساتذہ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان مولوی صاحب نے کسی صاحب کا سلام بھی پہونچایا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اسپر فرمایا کہ دیکھو یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب آپ کسی سے ملنے جاویں۔ بالخصوص آپ اس سے کوئی دینی حاجت بھی رکھتے ہوں تو اسکے پاس کسی کا سلام پیام نہ کہا کیجئے۔ اپنے کام کی فکر میں رہئیے پھر ان مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے خط خود کیوں نہیں لکھا۔ دوسرے سے کیوں لکھوایا۔ کیا آپ کو لکھنا نہیں آتا تھا۔ کہا کہ جی میرا خط اچھا نہیں تھا اسپر فرمایا کیا آپ کی گفتگو اچھی ہے کہا کہ نہیں۔ اسپر فرمایا کہ پھر آپ نے مجھ سے بلا واسطہ کیوں گفتگو کی جب بالکل چپ ہوگئے تو یہ تاویل کی الامر فوق الادب چونکہ یہ آپ کا حکم تھا کہ بولو

اسواسطے بولا۔ فرمایا کہ خط لکھوانے کو تو میرا حکم نہیں تھا پھر وہ کیوں لکھوایا۔ وہاں ادب کے خلاف کیوں کیا، اور اسکو جانے دیجئے اَب کیوں برابر خلاف کئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی بالکل ایسی حالت ہے جیسے ایک شخص کسی حکیم کے پاس جاوے اور کہے کہ میرا علاج کر دو مگر جب طبیب مرض تشخیص کرتا ہے۔ مریض صاحب باتیں ملا دیتے ہیں کہ یہ مرض نہیں ہے۔ اب تبلا دیئے کہ جب مرض نہیں ہے تو اب علاج کس چیز کا کیا جاوے حاصل سب کا یہ ہے کہ لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔

(۳۳) پہلی رجب ایک عورت بعد نماز عصر کسی میت کے کپڑے لیکر آئی اور کہا یہ مدرسہ میں طالب علموں کو دیدو حضرت والا نے فرمایا کہ اس مال میں یتیم بچوں کا حصہ ہے اسلئے ہم اپنے طالب علموں کو نہ دینگے اور واپس کر دیئے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ لوگوں میں چونکہ اسکا رواج ہو گیا ہے اور اکثر مدرسہ والے انکار نہیں کرتے جو کچھ آیا رکھ لیا چاہے حلال ہو چاہے حرام ہو۔ اسوجہ سے منع کرنے والوں کا اثر بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی فرمایا کہ رسم کی وجہ سے اس باب میں عورتیں بہت دق کرتی ہیں آ آ کر میت کے گھر والوں کو تعلیم کرتی ہیں کہ یہ دیدو۔ وہ دیدو۔ اور یہ بھی فرمایا 11
کرنا تو تہ کے قریب ایک موضع ہے وہاں ایک خانصاحب کا انتقال ہو گیا تھا وہ میرے بھی ملنے والے تھے انھوں نے بیوی اور چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی تھیں انکے گھر والوں نے یہاں پر کپڑے بھیجے اور میں نے اسیطرح واپس کر دیئے ایک اور مولوی صاحب وہاں تشریف لیگئے اُنکے سامنے وہ کپڑے پیش کئے اور میری واپسی کا قصہ مع وجہ واپسی کے بیان بھی کر دیا انھوں نے قبول کر لئے اور یہ تاویل فرمائی کہ آخر تم بچیوں کی شادی کرو گی جتنا حصہ بچیوں کا ان کپڑوں میں ہے اُس سے زیادہ تو تم اپنے پاس سے انکو لگا دو گی۔ بس اسیواسطے اثر نہیں ہوتا۔ پھر وہ کپڑے واپس آئے جو پہلی عورت لائی تھی حضرت والا نے ایک سمجھدار آدمی کو بُلا کر اُنکو مسئلہ کی صورت تبلائی کہ جا تو اُنکے بالغ وارثوں سے مسئلہ تبلا کر دریافت کرو کہ اگر تم ان کپڑوں کی قیمت لگا کر ان بچوں کا حق ادا کر دو۔ بلکہ ہمارے ہاتھ میں خود قیمت دیدو ہم اُنکی ضرورت کی چیز خرید کر اُنکے ہاتھ میں خود دیدیگے اگر اسپر وہ راضی ہوں تب ہم کپڑے لیں گے ورنہ نہیں لیں گے وہ صاحب گئے اور اُنکی رضا مسئلہ کے مطابق معلوم کر کے آئے۔ جب حضرت والا نے فرمایا کہ ان کپڑوں کو فلاں مولوی صاحب

کے پاس امانت رکھو جب قیمت آجاوے گی اسوقت تصرف کرینگے۔

(۳۴) اور اسکے بعد فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا کہ جی آپ جن رسوم کو منع کرتے ہیں اور لوگ کیوں نہیں منع کرتے۔ میں نے اُن صاحب سے کہا کہ یہ سوال آپ جیسے ہم سے کرتے ہیں اوروں سے کیوں نہیں کرتے۔ کہ آپ جن رسوم کو منع نہیں کرتے فلاں کیوں منع کرتا ہے اگر اسکی تحقیق ضروری ہے اور آپ کو تردد ہے تو جیسے ہم پر سوال ہوتا ہے اُن پر بھی تو ہوتا ہے یہ عجب اندھیر کی بات ہے۔

(۳۵) ایک صاحب کو انکی بے عنوانیوں کی وجہ سے حالات کی اطلاع دینے سے منع کر دیا تھا کہ آئندہ آپ مجھے اپنے حالات نہ لکھا کریں۔ اُن صاحب نے بہت پریشان ہو کر آج ظہر کے بعد حضرت والا کو یہ پرچہ لکھا کہ اب میں بہت پریشان ہوں اور اپنی غلطیوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ آئندہ کو بہت ہوشیاری سے کام کروں گا حضرت والا نے براہ شفقت فرمایا کہ بہتر ہے اور حضرت کا یہی دستور ہے کہ جو کوئی شخص اپنی غلطیوں کا اقرار کرلیتا ہے اور اُس کی مکافات کرنے کو آمادہ ہو جاتا ہے تو فوراً معاف فرما دیتے ہیں۔ ۱۲

(۳۶) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا نام اللہ حافظ ہے یہ ٹھیک ہے یا نہیں اگر یہ ٹھیک نہ ہو تو مہربانی فرماکر میرا نام بدل دیجئے۔ حضرت والا نے حفیظ اللہ نام تجویز فرمادیا (یعنے محفوظ)

(۳۷) فرمایا ایک مرتبہ میں نے رمضان شریف میں مٹھائی کی جگہ کباب تقسیم کئے تھے میں نے کہا بجائے حلوائیوں کے قصائیوں کو نفع ہو۔ اسپر لوگوں میں بہت شور وغل ہوا۔ جامع کہتا ہے واقعی ایک صورت انتظام کی یہ بھی ہے کہ نوع بدل دیجاوے اسیطرح حضرت والا عشق مجازی کو عشق حقیقی سے بدل دیتے ہیں مٹا نہیں دیتے۔

(۳۸) فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے دونوں گھروں میں بہت ہی احتیاط سے عدل کرتا ہوں۔ مگر اُن کو پھر بھی شکایت ہی رہتی ہے۔ اور ایک اور عجیب بات ہے کہ آپسمیں ایک دوسرے کی دشمن نہیں اگر ایک کو تکلیف پہونچتی ہے تو دوسری کو بیحد رنج پہونچتا ہے اور ایک بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ آپس میں دونوں اسقدر باہم محبت والفت سے رہتے ہیں اور آپس میں ایک دوسری کو ہدیہ تک لیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

(۱۰) اور اگر ہم ان سب دلائل سے قطع نظر کرکے قدم کو محال نہ بھی کہیں مگر وجود قدم کی بھی کوئی دلیل نہیں تو قدم و عدم قدم دونوں علے سبیل التساوی محتمل رہینگے پس اس صورت میں عقلاً دونوں شقوں کا قائل ہونا ممکن رہیگا لیکن ایسے امور میں جو محتمل الطرفین ہوں اگر مخبر صادق ایک شق کو متعین فرماوے تو اسکا قائل ہونا واجب ہوجاتا ہے اور یہاں حدوث کی شق کو متعین فرمایا ہے قال تعالیٰ بدیع السمٰوٰت والارض وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ پس نقلی طور پر بھی اسکا قائل ہونا واجب ہوگا۔ یہ پہلی غلطی کا بیان تھا اور وہ دوسری غلطی آگے آتی ہے۔

برابری ۱۲

(ح) ہزاروں مستبعدات موجود ہیں اور ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ استبعاد سے قدم مادہ کے ماننے کی صورت میں بھی پیچھا نہیں چھوٹتا تو استبعاد ہرگز قابل التفات چیز نہیں کوئی اسکو دلیل کا رتبہ نہیں دے سکتا تو قدم مادہ پر بھی کوئی دلیل نہ ہوئی تو دلائل مذکورہ سے قطع نظر کرنے پر بھی قدم و عدم قدم دونوں جانب محتمل رہے اور عقلاً دونوں شقوں کا قائل ہونا درست ہوگا اب یہاں اصول موضوعہ نمبر ۲ کو یاد کیجئے وہ یہ ہے کہ جو امر عقلاً ممکن ہو اور دلیل نقلی صحیح اُسکے وقوع کو بتلاتی ہو اسکے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے اسکی ١٢٩
رو سے اس زیر بحث صورت میں جب دلیل نقلی نے مادہ کے حدوث کی شق کو متعین فرمایا ہے تو اسی کا قائل ہونا ضروری ہوگا وہ دلیل نقلی یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے بدیع السمٰوٰت والارض یعنے حق تعالے نے آسمان زمین (عالم) کو ابتدائً بنایا یعنے پہلے ان کا وجود مطلقاً نہ تھا حق تعالے نے عدم محض سے اپنی قدرت سے بنایا اور حدیث میں ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ یعنی ایک وقت میں صرف اللہ تعالے کی ذات پاک تھی اور اور کوئی چیز نہ تھی۔ یہ صریح دلیلیں مادہ کے حدوث کو ثابت کرتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکے خلاف دوسری محتمل شق (قدم مادہ) کا قائل ہوا جاوے۔ یہ اخیر بیان علے سبیل التنزل ہے ورنہ بہت کافی ووافی بحث اور شرح وبسط کے ساتھ قدم مادہ کا بطلان کردیا گیا حضرت مصنف مدظلہم نے کوئی پہلو اس مسئلہ کا ایسا نہیں چھوڑا جسمیں جائے گریز باقی ہو۔ ہاں انصاف اور سمجھنے کی کوشش کرنا شرط ہے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

(ا) اشتباہ دوم متعلق تعمیم قدرت حق

پہلی مذکور غلطی کا حاصل خدا تعالیٰ کی ایک مخصوص صفت کا دوسرے کے لئے اثبات تھا اور اس دوسری غلطی کا حاصل خدا تعالیٰ کی ایک صفت کمال کو خدا تعالیٰ سے نفی کر دینا ہے اور وہ صفت کمال عموم قدرت ہے کیونکہ اس زمانہ کے نوتعلیم یافتوں کی زبان اور قلم پر یہ جملہ جاری دیکھا جاتا ہے کہ خلاف فطرت کوئی امر واقع نہیں ہوسکتا اور اسکی دو تقریریں کیجاتی ہیں کبھی عقلی رنگ میں اور کبھی نقلی پیرایہ میں عقلی رنگ یہ ہے کہ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ آگ ہمیشہ جلاتی ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا پس اس قاعدہ کے خلاف جو ہوگا وہ محال ہے اور اسی بناء پر معجزات سے کہ خوارق عادت ہیں انکار کر دیا بعضے تو صریحاً کہ اس حکایت ہی کی تکذیب کر دی اور جہاں واقعہ کی تکذیب بوجہ منصوص قطعی ہونیکے نہو سکی وہاں در پردہ انکار کیا کہ تاویل باطل سے کام لیا اور جب معجزات کے ساتھ یہ معاملہ کیا ۱۳
تو کرامات اولیا تو کسی شمار میں نہیں اور مبنیٰ اس تمام کا وہی اعتقاد استحالہ خلاف فطرت ہے

بناء ۱۲ — خلاف فطرت کا محال ہونا ۱۲

(ح) توحید کے متعلق دوسری غلطی کا بیان اس غلطی کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے ایک بڑی صفت کو نفی کر دیا وہ بڑی صفت قدرت عامہ ہے جسکی نسبت ارشاد ہے ان اللّٰہ علےٰ کل شئی قدیر یعنی حق تعالےٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے آجکل تعلیمیافتوں نے سائنس جدید کے اثر سے اس قدرت کو اسقدر محدود کیا ہے کہ بلا مبالغہ اگر یہ بھی کہدیا جاتے کہ یورپ کے عقلا اور موجدین کی قدرت کو حق تعالےٰ کی قدرت سے زیادہ مانتے ہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا اسکا ثبوت یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی طرف کسی ذرا سے نئے واقعہ کو بھی منسوب کیا جاوے تو انکو تعجب ہوجاتا ہے بعض بیباک فوراً بول اٹھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا یہ مولوی صاحبان کی گھڑت ہے اور اہل یورپ کی طرف اسی جنس کے واقعہ کو یا اس سے بھی بڑھکر عجیب واقعہ کو منسوب کیا جاتے تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اور فوراً دل سے قبول کر لیتے ہیں اور اسپر بڑے واہ واہ اور تحسین کے نعرے لگاتے ہیں ایسے ہزاروں واقعات ہیں اور تمام معجزات

(ح) و کرامات اسی قبیل سے ہیں کہ اگر انکو معجزہ یا کرامت کا نام رکھکر کسی بزرگ یا نبی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو تعلیم یافتہ اصحاب کا دل اسکو قبول نہیں کرتا اور اگر اسکو کسی سائنس داں اور اہل یورپ کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا جاتا ہے تو ذرا بھی اُنکے دل کو اسکی تصدیق کرنے میں تامل نہیں ہوتا ہم ایک واقعہ اسکی تصدیق میں پیش کرتے ہیں جسکے ساتھ انکا یہی برتاؤ ہے اس سے ہمارے دعوے کا پورا ثبوت ہوتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے حضورؐ نے کسی بات پر تبسم فرمایا دندان مبارک سے ایسی روشنی نکلی کہ میری گری ہوئی سوئی مل گئی یہ واقعہ منجلہ معجزات کے ہے اور معجزہ یا کرامت کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ حق تعالےٰ کسی اپنے مقبول بندے کے ہاتھ پر اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ بلا توسط اسباب کے دکھلا دیتے ہیں تو یہ روشنی کا نکلنا حضورؐ کے دندان مبارک سے قدرت خداوندی کا ظہور تھا جب یہ واقعہ نئے تعلیمیافتہ اصحاب کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو فوراً ہی بول اٹھتے ہیں کہ مولوی صاحب کیوں ایسی خلاف فطرت باتوں کو بیان کر کے مذہب کو ہنسواتے ہو مذہب کی خوبی اور کمال یہ نہیں ہے کہ اسمیں بازی گری جیسے کھیل تماشے ہوں مذہب کی خوبی یہ ہے کہ عقل اور فطرت کے موافق ہو یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں ان سے مذہب کی نیکنامی نہیں ہوتی ہنسائی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں کی کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے کہ علماء اسلام نے ہندوؤں کی طرح زمین آسمان کے قلابے ملا کر مذہب کو بدنام کر دیا ہے جو سب خلاف فطرت ہیں تمام معجزات کا اسی بنا پر انکار کر بیٹھتے ہیں چنانچہ اس قصہ کا بھی انکار ہے اور اگر اسی کی مثل کوئی حکایت اہل یورپ کی بلکہ اس سے بھی بڑھکر نقل کیجاتی ہے تو اسپر آمنا صدقنا کہتے ہیں دیکھئے امریکہ وغیرہ میں بجلی کو وہ ترقی ہوئی ہے کہ اُس سے تار روشن ہوتے ہیں نہ اُن میں تیل ہوتا ہے نہ بتی نہ دیا سلائی لگانے کی ضرورت خود تار ہی چمکتے ہیں اتنی بجلی تو یہاں ہندوستان میں بھی موجود ہے بعض بڑے مقامات میں یہ صنعت یہانتک بڑھ گئی ہے کہ دیوار پر بجلی ڈالدیتے ہیں تو تمام دیوار چمکنے لگتی ہے اور اب اس میں اتنا اضافہ اور ہوا ہے کہ دیوار کی بھی ضرورت نہیں صرف ہوا کو روشن کر دیتے ہیں جو کوسوں تک دن کی طرح سے منور ہو جاتی ہے بڑے شہروں کیلئے یہ تجویز ہو رہی ہے کہ اسی صنعت سے رات کو تمام شہر کی ہوا کو روشن کر دیا جایا کرے تاکہ جگہ جگہ تیل بتی

(ح) لمپ گیس بجلی وغیرہ کی ضرورت نہ رہے بجلی کے اور بہت سے کرشمے ہیں جو اخباروں میں چھپ چکے ہیں اور چھپتے رہتے ہیں ان میں سے بعض واقعات کو ابھی ابنائے زمان نے دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اخبار میں انکو پڑھتے ہی پورے اطمینان کے ساتھ یقین ہو جاتا ہے اسکی بھی ضرورت نہیں پڑتی کہ یہ اخبار کونسا ہے اسکی خبریں معتبر بھی ہوتی ہیں یا نہیں اور کہیں سے اخبار والے نے تحقیق کرکے لکھا ہے یا نقل راجہ عقل کا مصداق ہے ان خبروں پر تو اعتماد ہوتا ہے اور حدیث کی خبروں پر نہیں ہوتا حالانکہ حدیث کے بارے میں ہر پہلو پر گفتگو ہو چکی ہے راویوں کے نام اور انکی سوانحعمری اور انکے چھوٹے بڑے حالات اور انکا تقوی اور دیانت اور انکی احتیاط تحفظ سب کی جانچ کیگئی ہے اگر کسی راوی کا ساری عمر میں ایک بیان بھی مشکوک ثابت ہو گیا تو باوجود انکے مقتدا ہونے اور شیخ العلم ہونیکے صاف کہدیا ہے کہ یہ کذاب ہے دجال ہے اور تمام عمر کی حدیثیں انکی چھوڑ دی گئیں حیرت کی بات ہے کہ ایسوں کی خبریں تو معتبر نہیں اور لاپتہ اور مجہول الاسم اخباروں کی خبریں معتبر ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موجدین یورپ کی قدرت کے متعلق اتنا اطمینان ہے
کہ نعوذ باللہ حق تعالے کی قدرت کے متعلق اتنا اطمینان نہیں تب ہی تو ان کی حکایتوں ۱۲
کے متعلق تحقیق اور ثبوت کی بھی ضرورت نہیں پڑتی اور حق تعالے کی قدرت کی حکایتیں باوجود تحقیق اور ثبوت اور صحت روایت کے دل کو نہیں لگتیں اور فوراً یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ باتیں ناممکن ہیں کیونکہ خلاف فطرت ہیں ناممکنات کو کسی کے کہنے سے اور روایات سے کیسے تسلیم کر لیا جاوے کوئی دن کو رات کہنے لگے تو کیسے مان لیا جاویگا نہ معلوم یہ دلیل اخباروں کے مقابلہ میں کہاں چلی جاتی ہے کہ یہ خلاف فطرت ہے اور حدیثوں کے مقابلہ میں یہ دلیل فوراً کہاں سے آجاتی ہے ذرا تو انصاف چاہیئے اگر حق تعالے کی قدرت کو موجدین یورپ کی قدرت کے برابر بھی سمجھتے تو صحت روایت کے بعد تو کچھ بھی تامل انکے ماننے میں نہ ہوتا۔ اس غلطی میں صرف وہی لوگ مبتلا نہیں جو دین سے ناواقف ہیں بلکہ بعض وہ بھی مبتلا ہیں جو دین سے واقف ہیں دونوں نے من سمجھوتا کرنے کے لئے ایک ایک دلیل تراش لی ہے جو دین سے ناواقف ہیں وہ عقلی دلیل سے مدد لیتے ہیں اور جو واقف ہیں انھوں نے غضب ہی کیا ہے کہ عقلی دلیل کے ساتھ نقلی دلیل سے بھی قدرت عامہ کو محدود کرنے پر امداد لی ہے عقلی دلیل والے

ح) یون کہتے ہیں کہ مثلاً آگ ہمیشہ جلاتی ہے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا سو جگہ تجربہ کر لو جس چیز کو آگ پر رکھدو گے اسکو جلا دیگی پھر ہم کیسے مان لیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور آگ نے اُن کو نہیں جلایا یا ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ہمیشہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے کہیں اسکے خلاف نہیں ہوتا پھر ہم کیسے مان لیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے یہ باتیں خلاف فطرت ہیں ان کا منوانا زبردستی ہے سیدھے بھولے آدمیون کو کوئی بہکالے لیکن اب تعلیم کا زمانہ ہے کوئی بات بلا دلیل نہیں مانی جا سکتی خلاف فطرت ہونا ناممکن اور محال ہے یہ جملہ ایسا جادو کیا ہے کہ اسکی بدولت تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کر دیا جو معجزات کتب سیر سے ثابت ہیں اُن کا تو کیا ذکر جو بالکل صحیح روایات اور احادیث سے ثابت ہیں ان میں بھی یہ جرأت کی ہے کہ اُن واقعات ہی کا انکار کر دیا حتی کہ طوفان نوح کا بھی بعض نے انکار کیا ہے محض اس بنا پر کہ ساری دُنیا میں کہاں تک طوفان آیا ہوگا اور وہ کشتی کتنی بڑی ہوگی جس میں ہر چیز کا ایک جوڑا رکھا گیا تھا حالانکہ طوفان نوح کا واقعہ محض مذہبی نہیں تاریخی بھی ہے تو اسکا انکار ایسا ہوگا کہ جیسے کہیں کہ واسکوڈی گاما (پہلا انگریز جو ہندوستان میں آیا تھا) کے ہندوستان میں آنے کا واقعہ ۱۳۳
غلط ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی اتنی دُور دور از سے پانی کا راستہ قطع کر کے ہندوستان تک پہونچ جاوے یہ خلاف فطرت ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ یہ انگریز یہیں کی پیدائش ہیں جب جہاز ایجاد ہوئی اور کافی ترقی ہوگئی تو ولایت جانے آنے لگے نسل وہاں کی مخلوط ہوگئی اور گورے ہوگئے (جب بات بنائی ٹھیری تو بڑی گنجائش ہے) اہل فطرت مسلمانون نے بہت سے ان واقعات کا جو شرعًا ثابت مانے گئے ہیں ایسا ہی انکار کیا ہے جیسے اس انگریزون کے واقعہ کا انکار کیا جائے اور اُن کے ثبوت میں کلام کیا لیکن بعض واقعات انکو ایسے صریح بھی ملے جنکا انکار کسیطرح نہ ہو سکا کیونکہ اُنکا ثبوت قطعی ہے کیونکہ حدیث میں یا قرآن میں صاف صاف مذکور ہوئے ہیں وہاں اسطرح کی رکیک اور بیہودہ تاویلیں کیں جنکی حقیقت تحریف بلکہ انکار ہے ایسے واقعات بہت ہیں ہم صرف دُو کو یہان بطور نمونہ بیان کرتے ہیں راقم کو ایک دفعہ یہ خیال ہوا کہ اہل فطرت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ معجزات کا انکار کرتے ہیں یہ بات منہ سے جبھی نکالنا چاہیے کہ انکی تحریریں دیکھ لی جائیں ممکن ہے کہ بعض لوگ مخالفت میں آکر اُنپر اتہام لگاتے ہوں چنانچہ انکی بعض کتابیں پڑھیں تو واقعی اس

(ح) بات کو سرتاسر صحیح پایا کہ معجزات کا تہا جہا انکار ہے اور جابجا ایسی تاویلیں کی ہیں کہ معجزہ کو اڑا دیا اور اسطرح سے بات بنائی ہے کہ عوام تو کیا معمولی سمجھدار آدمی بھی دہوکہ میں آسکتا ہے اب راقم کو یہ فکر ہوئی کہ ایسا معجزہ تلاش کرنا چاہیے جو قرآن شریف سے ثابت ہو اور جسمیں کوئی بھی تاویل نہ بن سکے ایسے دو معجزے سمجھ میں آئے جن میں راقم کے نزدیک کسی تاویل کی گنجایش نہ تھی ایک تو قصہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے دریا کے پھٹ جانے اور بنی اسرائیل کے پار ہو جانے اور فرعون کے غرق ہو جانے کا دوسرا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونیکا کہ ان دونوں کی نسبت قرآن شریف کے الفاظ ایسے صاف صاف ہیں کہ جنکے کوئی دوسرے معنی نہیں ہو سکتے لیکن انھوں نے اول الذکر کو تو بہت سہولت سے اُڑا دیا اسطرح کہ قرآن شریف کا لفظ ہے ان اضرب بعصاك البحر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حکم ہوا کہ اپنے عصا سے دریا کو مارو مارنے سے یہ اثر ہوا کہ فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم۔ یعنی دریا فوراً پھٹ گیا اور کئی راستے بنگئے ہر ٹکڑا دریا کا ایسا کہڑا تھا جیسے بڑا پہاڑ وہ اہل فطرت فرماتے ہیں کہ اسمیں اضرب کا لفظ ہے جو
۱۳۴ ضرب سے مشتق ہے اور ضرب کے معنے رفتن بر روے زمین بھی آتے ہیں تو اضرب بعصاك البحر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ لاٹھی ٹیک کر دریا کے اندر چلو اور ان مواقع سے جو پایاب ہیں جو لاٹھی سے معلوم ہوتے جاینگے بنی اسرائیل کو اتار کر پار لیجاؤ ان مواقع کو بہت پہلے سے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تلاش کر رکھا تھا اور فرعون والوں کو معلوم نہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر اُن پایاب جگہوں کو اُتر گئے اور فرعون والے بلا دیکھے بھالے گھس گئے اور ڈوب گئے جب یہ معنی آیۃ کے بن سکتے ہیں تو خلاف فطرت باتوں کو کیوں اختیار کیا جائے۔ راقم کو بہت ہنسی آئی خصوصاً اسوجہ سے کہ اس صورت میں اس جملہ کے کیا معنے ہونگے فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم۔ ترجمہ پس دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایسا کہڑا ہو گیا جیسا بڑا پہاڑ پایاب جگہوں سے اُترنے کے ساتھ پھٹ جانے کا ذکر کیا معنے۔ پھٹ جانا ایک مفہوم ہے اگر یہ واقع ہوا تو خلاف فطرت ہے اور اگر واقع نہیں ہوا تو نعوذ باللہ قرآن میں کذب ہے اضرب کے تو ایک بعید معنے کہیں سے تلاش کر لئے لیکن انفلق کے کوئی دوسرے معنے بھی سوا سکے پھٹ جانے کے نہیں ہیں بیچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اسی واقعہ کی نسبت آیت میں

(ح) دوسری جگہ یہ لفظ ہے وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ؁ ترجمہ۔ یاد کرو اسوقت کو کہ ہم نے چیر دیا تمہارے واسطے دریا کو پس تم کو بچا دیا اور فرعون والون کو ڈبو دیا۔ یہاں اِضرب کا لفظ بھی نہیں ہے جسکے بعید اور بے محل معنے لے لئے تھے غرض راقم کو بڑا تعجب ہوا اور دوسرے واقعہ کی نسبت اُنکی تحریر نکالی اسکے متعلق قرآن شریف میں ایسے صریح بیانات ہیں جس میں کوئی تاویل اُس سے نہ بن سکی لیکن اپنے کام سے وہاں بھی نہ چوکا۔ اور لکھا کہ اس واقعہ پر علماء اسلام کو بڑا ناز ہے اور معجزات کے ثبوت میں اسکو پیش کر دیتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام بلا باپ کے پیدا ہوئے ہم مانتے ہیں کہ جو کچھ واقعات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی حضرت مریم علیہا السلام کا بحالت ناکتخدائی محراب میں رہنا اور فرشتہ کا آنا اور اولاد کے ہونے کی بشارت دینا اور ان کا تعجب کرنا کہ میرے بلا شادی ہوئے بچہ کیسے ہوگا اور اسکا جواب دینا کہ خدا تعالےٰ کا حکم ایسے ہی ہے وغیرہ وغیرہ واقعات یہ سب ایسے ہی ہوئے تھے لیکن آیۃ میں یہ کہاں ذکر آیا ہے کہ اسکے بعد انکا نکاح نہیں ہوا ان واقعات کے بعد انکا نکاح یوسف نجار سے ہوا اُس سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے اسکا ثبوت ہم کو ۱۳۵
بائبل سے ملتا ہے پھر خلاف فطرت باتیں ماننے کی کیا ضرورت ہے (دروغ گو را حافظہ نباشد وہ دوسری آیتوں کو بھول گیا جن میں ہے کہ جب مریم علیہا السّلام بچہ کو لیکر اپنی قوم میں آئیں۔ تو سب کو تعجب ہوا اور اعتراض کے لہجہ میں کہا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا۔ یعنی اے مریم تم نے بڑا بدنامی کا کام کیا تمہارا خاندان ایسا نہیں تھا کہ ایسا کام تم کرتیں پھر اُنھون نے اُسکا جواب دیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی طرف اشارہ کیا اور آپ اُسیوقت بول اُٹھے۔ اگر نکاح سے یہ پیدائش ہوئی تھی تو بدنامی کی کیا بات تھی اس قسم کے اور ثبوت بہت ہیں) غرض اس واقعہ کو بھی تاویل و تحریف سے معجزہ سے خارج کر دیا۔ اب راقم کو یہ تلاش ہوئی کہ کوئی اور ایسا معجزہ قرآن سے نکالا جائے جو اس سے بھی زیادہ ناقابل تاویل ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ خیال میں آیا جو اس آیۃ میں مذکور ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی الآیۃ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خود سوال کیا کہ یا اللہ مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مردہ کو کیسے زندہ کرتے ہیں جواب ملا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ یعنی کیا تم اسپر ایمان نہیں رکھتے کہ ہم مردہ کو

(ح) زندہ کرسکتے ہیں۔ عرض کیا بلٰے یعنی بیشک ایمان رکھتا ہوں ولکن لیطمئن قلبی یعنی ایمان تو ہے مگر مزید اطمینان اور شرح صدر کے لئے یہ عرض کیا ہے ارشاد ہوا کہ چار مرغ لو اور سب کو مار کر ملا کر قیمہ کرو پھر اُس قیمہ کے چار حصے کر کے ایک ایک ٹیلہ پر رکھدو پھر اُنکو پکارو ان چاروں کے اجزا باذن اللہ الگ الگ ہو کر پھر وہی مُرغ بنجائینگے اور زندہ ہو جائینگے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے معجزہ احیاء موتے دیکھ لیا چنانچہ فرماتے ہیں فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر یعنی جب انہوں نے یہ واقعہ کھلم کھلا دیکھ لیا تو کہا کہ میں بے شک وشبہ یقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ناظرین انصاف سے فرمائیں کہ اس معجزہ میں بھی کسی تاویل کی گنجایش ہے خود ایک اتنے بڑے اولوالعزم نبی سوال کرتے ہیں اور اُنکو یہ معجزہ دکہلایا جاتا ہے اسمیں کیا گنجایش تاویل کی ہوسکتی ہے لیکن جب آدمی آنکھیں بند کرلے تو سانپ کو رسی خیال کرسکتا ہے ایسے صریح معجزہ میں بھی تاویل کرہی ڈالی جو بلا شک وشبہ تحریف ہے وہ اہل فطرت فرماتے ہیں کہ اسکو بہت صریح معجزہ سمجھا گیا ہے لیکن کیا دلیل ہے اس
۱۳۶ بات کی کہ ارنی رویت سے مشتق ہے جسکے معنی آنکھ سے دکھلانے کے ہیں رویا سے مشتق کیوں نہیں ہوسکتا ہے جسکے معنی خواب میں دکھلانے کے ہیں بس یہ معنی آیۃ کے ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا خواب میں اس سے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات دکھلائی دیتے ہیں یہ کوئی خلاف فطرت بات نہیں ہے پھر ہم کہتے ہیں دروغ گو را حافظہ نباشد خواب کے واقعہ پر حق تعالےٰ کا یہ فرمانا اَوَلم تؤمن کیا معنی نیز لفظ رویت جب خواب کے معنے میں آتا ہے تو وہاں فی المنام کی قید لگائی جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی اتقدذبح فرزند قصہ میں فرماتے ہیں انی اریٰ فی المنام انی اذبحک۔ قرآن پاک عربی زبان میں اُترا ہے غضب ہے کہ نہ اسمیں عربیت کا لحاظ کیا گیا نہ سیاق وسباق اور نسق آیت سے بحث رہی اپنا من گھڑت مطلب جسطرح چاہا اسمیں ٹھونس دیا تو بعینہ ایسا ہے جیسے کسی نے ربٰو کو ربودن سے مشتق مان کر حرّم الربٰو کے معنے یہ لئے کہ حرام کیا اللہ تعالےٰ نے غصب کو اسطرح تو جس کلام سے جو کچھ بھی مطلب کوئی چاہے ثابت کرسکتا ہے۔ غرض کوئی معجزہ تاویل سے نہیں چھوڑا اور ایسی رکیک تاویلیں کی ہیں کہ بالکل تحریف ہیں۔

(باقی آئندہ)

الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جسمیں شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دیئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شخص کے پاس رہے۔ قیمت نو آنے (۹)

امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ

سنہ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ

جلدین اولین دو روپے۔ (عہ)

ایضاً جلدین آخرین دو روپے (عہ)

ایضاً تتمہ اولیٰ و ثانیہ امداد الفتاویٰ اسمیں ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت تین روپے چار آنہ۔

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے مولانا مدظلہم نے اسمیں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کے لئے ف کے نشان سے تفسیر کی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں۔ اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوتی ہے اسکو مقدم رکھا ہے ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول دیکر نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب، وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں۔ پوری تفسیر بارہ جلدوں میں ہے قیمت فی جلد عہ کامل بیس روپے (عہ)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلے اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند کتاب

یہ وہی کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں وبا پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا۔ وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ)

مغازی الرسول یعنی فتح مکہ معظمہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ...... (عہ)

فیوض الاسلام ترجمہ فتوح الشام۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ ..... (سہ)

تاریخ حبیب اللہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانحعمری معہ غزوات وغیرہ قیمت آٹھ آنے (۸)

قصص الانبیا کلاں۔ قیمت دو روپے .... (عہ)

حکایات الصالحین۔ قیمت آٹھ آنے۔ | **تذکرۃ الاولیا**۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

نزہۃ البساتین۔ قیمت تین روپیہ چار آنہ | **نیک بیبیاں**۔ قیمت پانچ آنے (۵)

فردوس آسیہ۔ اسمیں خلفاء راشدین و امامین کے حالات نہایت فصاحت سے جمع کئے ہیں قیمت (عہ)

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کی جاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہو گئے ہیں مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت حکیم الامۃ مدظلہم کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب و حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔

قیمت ہر سہ حصص دو روپے۔ (عکار)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مؤلفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا مدظلہم

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل ہمہ ہمت افزائے اہل سلوک رفع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر اول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصداق کیف وجدانی ہے یہیں کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کہاں ہیں طریقت کو شریعت کو جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ بر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ

شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے

ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ **قیمت تین روپے چار آنے۔** (عہ)

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ رضہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی دلیرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جنسے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو **فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام** ملاحظہ فرمائیں۔ ضخامت ۴۱۲ صفحات۔

قیمت تین روپے چار آنے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلاً

چوں آیت مصدوال است بمنافعت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر و غائب یا بادی ، و نیز برضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ[له] مشتمل است

بر مقاصد مبادی ، پس باتباع النص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج است بتدریج شہور

مسمیٰ بہ

الہادی

جلد ۴	بابت ربیع الاول سنہ ۱۳۴۷ھ	نمبر ۱۱

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر است در ہر مجلس و

نادی و مسکن است برائے ہر رائح و صادی ، بصورت یک رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتخابات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و تفسیر الصدیق کہ اکثر آں مستفاد است

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ، باہتمام محمد عثمان عامی ، و مہتمم ہلالی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزنگ نو رصد میگردد

[له] ہذا التفسیر الہام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ فقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہ	۳ - ۱۴
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ	۱۵ - ۱۸
۳	حیوۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	... ...	۱۹ - ۲۲
۴	کلید مثنوی یعنی شرح مثنوی مولانا روم	تصوف	... ...	۲۳ - ۳۰
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	... ...	۳۱ - ۳۴
۶	ملفوظات مزید المجید	ملفوظات	... ...	۳۵ - ۳۸
۷	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۳۹ - ۴۲
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۳ - ۴۹

یادگار صالحین

اس جہل و ضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چلے ہیں سخت ضرورت ہے کہ انکو دینی معلومات کی واقفیت کے ساتھ یادگار صالحین بزرگان دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ بھی کرایا جائے جو دینی معلومات کیلئے اعانت کا کام دیگا خصوصًا ان بزرگان حقہ کا جنکے نام سے شاید ہی اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو کیا، سوقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں ان حضرات کے حالات کے سچے اور صحیح ہونیکے لئے جناب امیر شاہ خانصاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ کی زبان سے نکلے ہوئے ہونیکے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نور علی نور کا کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کئے گئے ہیں ان کا نام امیر الروایات فی حبیب الحکایات رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کماحقہٗ تعریف ناممکن ہے پوری کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک چار آنے۔ (۴ر)

المشتہر: محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

فصل

حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اسکے ساتھ اسکی ایک لڑکی تھی اس لڑکی کے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن تھے ۔حضرت نے فرمایا کیا توان کنگنوں کی زکوٰۃ دیتی ہے اس عورت نے کہا کہ نہیں فرمایا تجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالےٰ ان دونوں کے بدلہ میں دو آگ کے کنگن پہنائے راوی کہتے ہیں اس عورت نے اُن دونوں کو اُتار کر حضرت کی خدمت میں ڈالدیا اور عرض کیا یہ اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہیں (یعنی تصدق کر دئے) اسکو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور لفظ ابوداؤد کے ہیں اور ترمذی دارقطنی کے الفاظ بھی اسکے قریب ہی ہیں کہ دو عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور اُن دونوں کے ہاتھ میں دو کنگن سونیکے تھے آپ نے ان دونوں سے فرمایا کیا تم دونوں اسکی زکوٰۃ دیتی ہو انہوں
نے کہا کہ نہیں آپ نے ان سے فرمایا کہ تم یہ دوست رکھتی ہو کہ اللہ تعالےٰ تم کو نار جہنم کے دو کنگن پہنائے ۲۳
انہوں نے کہا کہ نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اسکی زکوٰۃ دو اور اسکو نسائی نے مرسل اور متصل کر کے روایت کیا ہے اور مرسل کو متصل سے ترجیح دی ہے ایک محدث خطابی ہیں انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ کیا تجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان دونوں کے بدلہ میں تجھکو دو آگ کے کنگن پہنائے اس آیۃ شریف کا مصداق فرمایا ہے یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم. ترجمہ یہ ہے کہ جس دن سونے چاندی پر جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اسکے ساتھ داغ دیا جائے گا انکی پیشانی اور پہلوؤں پر۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بی بی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے میرے ہاتھ میں چاندی کے بیروں کے چھلے دیکھے فرمایا اے عائشہؓ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کو بنوایا ہے۔ یا رسول اللہ تاکہ جناب کے حضور میں اپنی آرائش کروں فرمایا کیا اسکی زکوٰۃ ادا کرتی ہو میں نے جواب میں عرض کیا نہیں یا کوئی اور کلمہ جو اللہ نے چاہا فرمایا تم کو آگ سے یہ ہی کافی ہے اسکو ابوداؤد

اور دارقطنی نے روایت کیا ہے خطابی نے کہا ہے اور غالب یہ ہے کہ تنہا چھلے نصاب کو نہیں پہونچتے بس اسکے یہ ہی معنے ہیں کہ ان چھلوں کو اپنے باقی زیور کے ساتھ ملاکر اسکی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

اور حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہتی ہیں میں اور میری خالہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے تو آپ نے ہم سے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں اسکی زکوٰۃ دیتی ہو اسماء کہتی ہیں ہم نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس سے نہیں ڈرتی ہو کہ اللہ تم دونوں کو آگ کے کنگن پہنانے لگے اسکی زکوٰۃ دیا کرو اسکو امام احمد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ف یہ مشہور یزید نہیں ہے وہ بعد حضرت کے پیدا ہوا ہے اور ان کی بیٹیاں حضرت کی خدمت میں مسائل پوچھنے کو حاضر ہوتی تھیں۔

اور محمد ابن زیاد سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سنا انسے دریافت کیا جارہا تھا تلواروں کے زیوروں کے بارہ میں کہ کیا یہ بھی کنز (حرام) سے ہے فرمایا ہاں
۲۴ کنز میں سے ہے ایک آدمی نے کہا یہ بوڑھا احمق ہے اسکی عقل جاتی رہی تو حضرت ابو امامہ نے فرمایا خبردار ہو میں نہیں بیان کرتا ہوں بجز اسکے کہ میں نے سُنا ہے۔

ف یعنی کہتے ہیں میں نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں کہا سب فرمودہ جناب کا ہے اب تم دیکھ لو کہ عقل کس کی جاتی رہی اور کون احمق ہو گیا اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں بقیۃ بن الولید ہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہبیرہ کی بیٹی ہند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسکے ہاتھ میں سُنہری انگوٹھیاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے ہاتھ کو مارنے لگے۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا اسکی شکایت کرنے لگیں حضرت فاطمہؓ نے اپنی گردن سے سونے کا توڑا کھینچا کہنے لگیں حضرت حسن کے باپ نے یہ (یعنی اس جیسا) مجھکو ہدیہ کے طور پر دیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے کیا تجھکو وہ ہوکے میں ڈال سکتی ہے یہ بات کہ تیرے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو اور لوگ کہیں کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہے پھر تشریف لے گئے اور بیٹھے نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس توڑے کو بازار میں بھجکر بیچ دیا اور اسکی قیمت میں ایک غلام خرید لیا اور اسکو آزاد کر دیا یہ واقعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا گیا فرمانے لگے شکر ہے خدا کا جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی تو بان کو اس کلمہ میں شک ہے کہ آزاد کرنا بیان کیا یا کوئی اور کلمہ اس کے معنے میں نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ اسکو روایت کیا ہے۔

اور حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جو کوئی عورت سونے کا ہار گلے میں پہنے گی اُسکی گردن میں قیامت کے دن اسکی برابر دوزخ کی آگ سے ہار پہنایا جائے گا اور جس کسی عورت نے اپنے کان میں سونے کی بالی پہنی اسکے کان میں اسکی برابر آگ کی بالی پہنائی جائے گی ابوداود اور نسائی نے اسکو کھری اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو دوست رکھتا ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کا گلوبند پہناوے اسکو چاہیئے کہ سونے کا گلوبند پہناوے اور جو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے محبوب کو آگ کا طوق پہناوے اسکو چاہیئے کہ سونے کا طوق پہناوے اور جسکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کے کنگن پہنائے اسکو چاہیئے کہ سونیکے کنگن پہناوے۔ ولیکن تم چاندی کو اختیار کرو اسکے ساتھ کھیل لیا کرو اسکو ابوداود نے صحیح سند کیساتھ بیان کیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن حدیثوں میں عورتوں کے سنہری زیور پہننے پر وعید فرمائی گئی ہے کہ چند قسم کی تاویلوں کا احتمال رکھتی ہیں۔ ایک یہ کہ منسوخ ہیں اسواسطے کہ عورتوں کے لئے سنہری زیوروں کی اجازت ثابت ہے دوسرے یہ کہ یہ اُن لوگوں کے حق میں ہو جو زکوۃ ادا نہیں کرتے اور نہ کہ ان لوگوں کے حق میں جو زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اسپر حدیث عمر ابن شعیب وعائشہ واسماء دلالت کرتے ہیں اور علماء نے اسمیں اختلاف کیا ہے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے زیور میں زکوۃ واجب کی ہے اور یہی مذہب عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عمر اور سعید ابن المسیب اور عطاء اور سعید ابن جبیر وعبداللہ ابن شداد ومیمون بن مہران وابن سیرین اور مجاہد اور جابر بن زید اور زہری اور سفیان ثوری اور ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کا ہے۔

اور اسیکو ابن منذر نے پسند کیا ہے اور ان لوگون میں سے جنھون نے زکوٰۃ کو زیور سے ساقط کی ہے عبد اللہ ابن عمر اور جابر ابن عبد اللہ اور اسماء بنت ابی بکر اور عائشہ اور شعبی اور قاسم ابن محمد اور امام مالک اور امام احمد اور اسحٰق اور ابو عبیدہ ہین منذر نے کہا ہے امام شافعی نے بھی جب وہ عراق میں تھے یہی کہا تھا پھر مصر میں اس سے توقف کیا اور فرمایا یہ انہی مسائل میں ہے جنمین میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں اور خطابی نے کہا ہے کہ آیات کا ظاہری مطلب اُنہی لوگون کے قول کی شہادت دیتا ہے جنھون نے زیورون میں زکوٰۃ واجب کی ہے اور حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے اور جن لوگون نے زکوٰۃ کو ساقط کیا ہے وہ نظر (اور قیاس) کی طرف گئے ہیں اور اسکے ساتھ کچھہ حدیث سے بھی ثابت ہے اور احتیاط اسکے ادا کرنے میں ہے اللہ اعلم بالصواب۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ وعید ان عورتون کے حق میں ہے جو زیور سے زینت کرتی ہیں (یعنی علاوہ شوہر کے اغیار پر) اور اسپر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی ابوداود نے ربعی ابن خراش سے بواسطے اپنی بی بی کے حذیفہ کی بہن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اے عورتونکی جماعت تم کو چاندی میں کیا ہوا کہ اسکا زیور نہیں بناتیں ہوشیار ہوجاؤ کوئی تم میں سے ایسی عورت نہیں ہے کہ سنہری زیور پہنے اور اسکو ظاہر کرے اور اسکی وجہ سے عذاب نہ دیجائے اور حذیفہ کی بہن کا نام فاطمہ ہے اور اس حدیث کے بعض طریقون میں نسائی کے نزدیک ربعی اور حذیفہ کی بہن کے درمیان میں ایک اور عورت کا واسطہ ہے اور حذیفہ کی کئی بہنیں ہین جنھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو پایا ہے اور نسائی نے عورتون کے زیور اور سونیکے ظاہر کرنیکی کراہت میں ایک باب باندھا ہے پھر اسکو عقبہ ابن عامر کی حدیث سے شروع کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کو زیور اور ریشم سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو دوست رکھتی ہو تو انکو دنیا میں مت پہنو اور یہ حدیث ہے جسکو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ چوتھا احتمال یہ ہے کنگن اور انگوٹھیون کی حدیثوں میں ممانعت اس بنا پر فرمائی کہ انکو بھاری دیکھا تھا جو موقع فخر اور تکبر کا تھا اور باقی حدیثیں اسی توجیہ پر محمول ہیں۔ اور اس احتمال میں کچھہ تامل ہے اور اسپر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جسکو نسائی نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ ۲۶

وسلم نے سونیکے پہننے سے منع کیا ہے بجز مقطع کے اسکو ابوداؤد اور نسائی نے بھی ابوقلابا کے واسطہ سے حضرت معاویہ ابن سفیان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چیتے کی کھالوں پر سوار ہونے اور سونا پہننے سے منع فرمایا ہے بجز مقطع کے اور ابوقلابہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سُنا لیکن نسائی نے قتادہ سے اور انھوں نے ابوقتادہ سے اور انھوں نے ابوشیخ سے روایت کیا ہی کہ انھوں نے حضرت معاویہ سے سنا پس اسی کے قریب مضمون ذکر کیا ہی اور یہ سند متصل ہی اور ابوشیخ ثقہ مشہور ہیں۔

ف خطابی نے ابوداؤد کی حاشیہ پر مقطع کے معنے یسیر کے ہیں یعنی ذرا سا جیسے لونگ وغیرہ ۱۲ منہ۔

اور ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن حبان نے عبداللہ ابن بریدہ سے بواسطہ انکے باپ کے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تجھپر دوزخیون کا زیور دیکھتا ہوں پس حدیث کو ذکر کیا یہانتک کہ اُس شخص نے عرض کیا کس چیز سے انگوٹھی بناؤں فرمایا چاندی سے اور ایک مثقال پورا نہ کرنا (مثقال ۴۔ ماشہ کا ہوتا ہے) اللہ اعلم بالصواب۔

۲۷ پرہیزگاری کیساتھ خدمت صدقات اسلام بجالانیکی ترغیب اور آمین زیادتی اور خیانت کرنیسے ڈرانا اور جو اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرتا ہو اسکو کام ترک کرنے کا استحباب

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حق کیساتھ صدقہ کا کام لوجہ اللہ کرنیوالا مثل غازی فی سبیل اللہ کے ہے اہل میں واپس ہوتے تک اسکو امام احمد نے نقل کیا ہے اور ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے حدیث حسن کہی ہے۔ اور اسکو طبرانی نے کبیر میں عبدالرحمن ابن عوف سے روایت کیا ہے اور اسکے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی عامل سے کام لیا گیا پس اس نے اپنا حق لیا اور جو دینے کا حق

تھا وہ دیا برابر مثل مجاہد فی سبیل اللہ کے رہیگا جبتک کہ گھر کو واپس آوے۔

اور حضرت ابو موسے اشعری رضی اللہ تعالے عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مسلمان امانت دار خزانچی کہ جو کچھ حکم کیا جاتا ہے اسکو (خزانہ سے) نکالکر کامل اور پورا اپنے نفس کی خوشی کے ساتھ دیتا ہے اور اس شخص کو پہنچا دیتا ہے جسکے واسطے حکم کیا جاتا ہے یہ بھی دو تصدق کرنیوالوں میں سے ایک ہے مطلب یہ ہے (جو خزانچی امانت دار ہے اور جو اُسکا آقا خیرات کرنے کو کہتا ہے اسکو خوشی دل سے پورا پورا کر دیتا ہے یہ بھی مثل آقا کے خیرات کا اجر پاتا ہے) اسکو بخاری اور مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا بہترین کمائی عامل کی کمائی ہے جب خیر خواہی کرے اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت مسعود ابن قبیصہ یا قبیصہ ابن مسعود سے مروی ہے قبیلہ محارب میں سے اس محلہ نے
۲۸ صبح کی نماز پڑھی جب نماز پڑھ چکے تو ان میں سے ایک جوان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے عنقریب زمین کی مشرقین اور مغربین تمہارے لئے فتح کردیجاینگی اور انکے عاملین (یعنی حکام ملازمین) آگ میں ہونگے مگر جو خدا سے ڈرا اور امانت کو ادا کر دیا اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اسکی سند میں شقیق بن حبان ہیں اور وہ مجہول ہیں اور میں مسعود کو نہیں پہچانتا۔

اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسے فرمایا بنی فلان کے صدقات (وصول کرنے) پر مقرر ہو اور غور کر لینا کہ قیامت کے دن جوان اونٹ کو اپنے کاندہے یا مونڈہے پر اٹہاتے ہوئے لاؤگے کہ وہ قیامت کے دن ڈکرائیگا انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس خدمت کو مجھسے واپس لیجئے بس آپ نے واپس لیلیا اسکو امام احمد اور بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد کے راوی ثقہ ہیں صرف اتنا ہی کہ سعید ابن مسیب نے سعد کو نہیں پایا اور اسکو بزار نے بھی ابن عمر سے روایت کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد ابن عبادہ کو بھیجا پھر مثل حدیث سابق بیان کیا

اور اسکے راوی حدیث صحیح میں قابل حجت ہیں۔

اور حضرت عبداللہ ابن بریدہ بواسطے اپنے باپ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اسکو اسکا حق دیدیا پھر اسکے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہے اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو صدقہ وصول کرنے پر معمور کر کر بھیجا پھر فرمایا اے ابوسعید اللہ سے ڈرنا ایسا نہو کہ تم قیامت کے دن اونٹ کو اپنے اوپر لادے ہوئے لاؤ وہ بلبلاتا ہو یا ڈکراتی ہوئی گائے اور یا ممیاتی ہوئی بکری عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ ایسا ہے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جسکے قبضہ میں عرض کیا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کبھی آپکے کسی کام پر ملازم نہ ہوں گا اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

اور حضرت عدی بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہم نے تم میں سے جس کسیکو کسی کام پر مقرر فرمایا ہے پھر اُس نے ہم سے ایک سوئی یا اور زیادہ چھوٹی چیز کو چھپایا یہ خیانت ہوگی جس کو دن قیامت کے لاتے گا ایک سیاہ فام آدمی انصار میں سے آپکی طرف بڑھا (جسکی صورت مجھکو ایسی یاد ہے) گویا کہ میں اسکی طرف دیکھ رہا ہوں ۲۹
اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنا عمل مجھسے واپس لیجئے فرمایا (کیوں) اور تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے آپ سے سُنا ہے ایسا ایسا فرماتے تھے آپنے فرمایا میں تو اب بھی کہتا ہوں ہم نے تم میں سے جس کسیکو کسی کام پر مقرر کیا ہے اسکو ہر کم و بیش حاضر کرنا چاہیے جو اسکو دیا جائے لیلے اور جس سے منع کیا جائے باز رہے اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں قبیلہ ازد سے ایک آدمی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو ابن لتبیہ کہتے تھے جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا یہ جناب کا ہے اور یہ مجھکو ہدیہ کیا گیا ہے ابو حمید کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اما بعد پس میں تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر اُن کاموں میں سے جنکا مجھکو اللہ نے والی بنایا ہے مقرر کرتا ہوں وہ آتا ہے اور کہتا ہے

یہ تمہارا ہے اور یہ ہدیہ ہے کہ میرے واسطے دیا گیا ہے اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھتا۔ تاکہ اگر وہ سچا ہے تو اسکے پاس اُسکا ہدیہ آئے خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو بغیر حق کے اگر لیگا تو ضرور اسکو اپنے اوپر لادے ہوئے قیامت کے دن خدا سے ملے گا بس میں تم میں سے کسی شخص کو نہ پہچانوں۔ بلبلاتے اونٹ کو یا ڈکراتی گائے کو یا ممیاتی بکری کو اٹھائے ہوئے اللہ سے ملے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اتنے کہ آپکے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ فرماتے تھے اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی اسکو بخاری مسلم ابو داود نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ مجھکو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عامل بنا کر بھیجا پھر فرمایا جاؤ ابو مسعود میں تم کو قیامت کے دن ایسا نہ پاؤں کہ اپنی پشت کے اوپر صدقہ کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ خیانت کا بلبلاتا ہوا لیکر آؤ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اب تو نہیں جاؤنگا فرمایا کہ میں بھی تم کو مجبور نہیں کرتا اسکو ابو داود نے روایت
۴۰ کیا ہے اور ابو رافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم عصر کی نماز پڑھکر بنی عبد الاشہل کی طرف چلے جایا کرتے تھے انکے پاس باتیں کیا کرتے تھے حتی کہ مغرب کے واسطے تشریف لے آتے تھے ابو رافع نے کہا ہے اس اثنا میں کہ حضور مغرب کی نماز کو تیز آرہے تھے ہم بقیع پر گذرے آپ نے فرمایا اُفّ لک اُفّ لک بس میرے دل کے اندر یہ بڑی بات معلوم ہوئی اور میں پیچھے ہٹا اور یہ خیال کیا کہ آپ مجھی کو لک سے مراد لے رہے ہیں پھر آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا چل میں نے عرض کیا کہ آپ نے ایک نئی بات کی ہے آپنے فرمایا اور تیرے لئے کیا ہے میں نے عرض کیا آپ نے مجھکو اُف فرمایا ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن فلاں آدمی کو ہم نے بنی فلاں پر عامل بنا کر بھیجا تھا اسنے ایک کملی خیانت کر لی اسی کے موافق اسکو آگ کا کرتہ پہنایا گیا اسکو نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میں تمہاری کمرونمیں ہاتھ ڈالکر کھینچنے والا ہوں آگ (میں گرنے) سے کہتا ہوں بچ آؤ آگ سے بچ آؤ آگ سے اور تم مجھپر غالب آجاتے ہو زبردستی سے اسمیں گرتے ہو مثل برساتی کیڑوں کے۔

(باقی آئندہ)

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

کتاب الجمعہ

یعنی جزو ثانی کتاب الصلوٰۃ

از تادیب و تہذیب

ترجمہ

ترغیب و ترہیب

حسب فرمایش محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

(محبوب المطابع دہلی میں طبع ہوا)

اطلاع ضروری

متعلق بعض مضامین ترجمہ ترغیب و ترہیب مندرجہ الہادی بابت شوال ۴۶ھ

صفحہ ۳ سلسلہ رسالہ و صفحہ ۹ سلسلہ ترجمہ سطر ۱۶ و ۱۷۔ اس رسالہ میں یہ عبارت ہے کہ ہفتہ کے چھ دنوں میں ہمارے درود آپ پر بواسطہ ملائکہ پیش ہوتے ہیں اور جمعہ و شب جمعہ میں بلاواسطہ حضور کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اھ چونکہ اسکے ساتھ اسکی دلیل مذکور نہین اسلئے بعض دیندار حضرات نے اسپر شبہ پیش کیا جسکی تحقیق مدت سے جاری ہی بعد استقصاء تام جو آخری تحقیق قرار پائی وہ ذیل میں منقول ہے۔

(ایڈیٹر)

اس باب میں کوئی دلیل صریح نہیں ہے محض استنباط کی بناء پر لکھدیا گیا ہی اور استنباط بھی بعید و مخدوش ہی بلکہ اسی حدیث میں جو معروضہ کا لفظ وارد ہے وہ ظاہراً اسکے خلاف پر دال ہے کیونکہ اوسکا مقتضائے متبادر تغایر ہے درمیان مصلی و عارض کے پس یہ عرض بھی بواسطہ ملئکہ کے ہوا اور فرق درمیان جمعہ و غیر جمعہ کے دوسرے وجوہ سے بھی ہوسکتا ہے عرض بواسطہ و بلاواسطہ میں منحصر نہیں اور اسکی مفصل تحقیق امداد الفتاوی میں ہے جو اپنے موقع پر شائع ہونے کو ہے واللہ اعلم۔

کتبہ اشرف علی

۱۰ صفر ۴۷ھ

[illegible] تھی اسوقت تک کوئی صورت طے نہیں ہوئی تھی اب طے ہوگئی لہذا اس پرچہ میں شائع کرتا ہوں (محمد عمر)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مد ظلہم کی مفید عوام وخواص افراط وتفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

بعد حمد و الصلوٰۃ کہ اس زمانہ پرُفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کسی نے تو قوالی و عملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہونچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت کے سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے ان کو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوہ پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہئیے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں۔ نظر بران حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے ضروری مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ تمام اشکال حل ہونیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں

قیمت صرف پانچروپے۔ (ﷲ)

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

اَلہَادِی

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے جسکی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے اور بصورت وی۔ پی دو روپے بارہ آنے۔ (۱۲/۲)

پتہ:۔ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بجائے دو کے تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (۸/۲) ہیں۔

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ارسال فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے ۲/۱۲ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات خریداران کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جاوے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۴ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

اور اگر الہادی کی جلد اوّل و دوم و سوم درکار ہوں طلب فرما دیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک عہ

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

پس معلوم ہوا کہ نہ دُعا کے بھروسہ تدبیر کو چھوڑ دے اور نہ تدبیر کا ایسا ہو رہے کہ خدا پر نظر نہ رہے بلکہ دُعا اور تدبیر دونوں کرنی چاہئیں اور یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل طریقہ ہے حضورؐ کی عادتوں سے تو یہانتک اسکا پتہ چلتا ہے کہ معجزے جنمیں تدبیر کو کچھ دخل نہیں حضور نے ان میں بھی تدبیر اور ظاہری سبب کا لحاظ رکھا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جنگ[عه] احزاب میں جبکہ خندق کھودا جارہا تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کھانا تھوڑا تھا حضور نے انکو فرمایا کہ ہانڈی چولہے سے مت اتارنا پھر آپ نے آکر اپنا تھوک ملا دیا وہ تھوڑا سا کھانا لشکر کو کافی ہوگیا اسیطرح حدیث میں اور بھی معجزوں کے قصے آتے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ میں بھی تدبیر اور ظاہری سبب کی تھوڑی سی رعایت کی گئی ہے جیسے اسی قصہ میں ہانڈی کا چولہے پر رکھا رہنا اور تھوک دینا تدبیر کی رعایت کے لئے تھا ورنہ ویسے بھی تو کھانا بڑھ سکتا تھا۔ غرض یہ طریقہ ہے توکل کا کہ اسکے ساتھ تدبیر کی بھی رعایت کیجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکو سیکھنا چاہئے۔ اب سنئے کہ دُعا سے غفلت کرنے کے کیا کیا سبب ہیں سو ایک سبب تو یہ ہے کہ حضور کے طریقہ سے غافل رہکر صرف تدبیر ہی پر بھروسہ کرلیا ہے جس کی وجہ عقیدہ کی کمزوری اور خدا پر نظر نہ رہنا ہے۔ اب ایک دوسرا سبب دعا نہ کرنے کا سنئے وہ یہ کہ عقیدہ تو دُعا کا ہے مگر یہ خیال ہوجاتا ہے کہ ہم[عه] دُعا کے قابل نہیں ہم کیا دعا کریں حالانکہ یہ اصل میں شیطان کا ایک وسوسہ ہے جسکو تواضع کی صورت میں اس نے ظاہر کیا ہے تاکہ لوگ اسکو تواضع سمجھکر دُعا کی برکتوں سے محروم ہوجائیں پس یہ وسوسہ بھی دل میں نہ لانا چاہئے کہ ہم دُعا کے قابل ہی نہیں دعا کیا کریں اور دُعا بہت کوشش سے کرنی چاہئے کہ وہ خالی نہیں جاتی اگر اور کچھ نہ ہو تو یہ کیا کچھ کم ہے کہ آخرت کے لئے اسکا ثواب جمع رہتا ہے اسیطرح اگر کوئی شخص نماز میں بھی یہ حیلہ نکالے جیسا کہ دعا میں کرلیا ہے کہ جبتک نماز میں دل حاضر نہ ہو اسوقت تک نماز ہی کیا ہوگی تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص نماز چھوڑ بیٹھے گا بس ایسے وسوسے کچھ اعتبار

عه یہ ایک لڑائی کا نام ہے جو کافروں کے ساتھ ہوئی تھی ۱۲

عه چنانچہ ایک بار ایک شخص نے مجھ سے قرض کی شکایت کی میں نے کہا دُعا کرو کہنے لگا زبان دُعا کے قابل ہی نہیں میں نے کہا تو پھر کلمہ کیوں پڑھتے ہو کیا تمہاری زبان کلمہ کے قابل ہے اور دُعا کے قابل نہیں۔ بس چپ رہگیا ۱۲ منہ

کے لائق نہیں جو کچھ جیسا کچھ ہو سکے کرنا چاہیئے بھلا برا جو کچھ بھی ہو خدا کے دروازہ پر آنا چاہیئے ہم پر یہ خدا تعالےٰ کی عنایت و مہربانی ہے کہ وہ ہماری بداعمالی اور خراب حالی کو جانتے ہیں اور اسپر بھی ہم کو اپنی عبادت اور اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیتے ہیں جب وہ جان بوجھکر ہم سے کھوٹے مال مانگتے ہیں یعنے ہماری بری بھلی عبادت کو بھی قبول کرتے ہیں تو پھر ہم کو اپنی نالائقی کا عذر کرنا کس درجہ بیوقوفی ہے خلاصہ یہ کہ اپنے آپ کو دعا کے قابل نہ سمجھنا دوسرا سبب تھا دعا کے نہ کرنے کا جسکی پورے طور سے اصلاح کردی گئی۔ اب تیسرا سبب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بعضے اس خیال سے دعا نہیں کرتے کہ قبول تو ہوتی ہی نہیں پھر دعا سے کیا فائدہ سو خود یہی سمجھنا غلط ہے کہ خداوند تعالےٰ قبول نہیں کرتے کیونکہ کمی تو خود اپنی طرف سے ہے کہ دل لگاکر عاجزی کے ساتھ دعا نہیں کرتے جو کہ دعا کی جان ہے صرف زبان سے کہدینا کیا دعا ہوئی حدیث میں ہے کہ بلا دل لگائے جو دعا کیجاتی ہے خدا تعالےٰ اسکو قبول نہیں کرتے سو یہ قصور تو اپنا ہی ورنہ وہ تو سب پر مہربان ہیں اور انکے فضل و احسان سب کو گھیرے ہوئے ہیں لیکن جب خود اپنی ہی طرف سے کمی ہو تو اسکا کیا علاج ہے

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر ٭ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اسیطرح ہم لوگ دعا میں کبھی یہ خرابی کرتے ہیں کہ ناجائز بات کی دعا کرتے ہیں پھر یہ دعا کیسے قبول ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ دعا اسوقت تک قبول کرتے ہیں جبکہ گناہ اور رشتہ داروں کی حق تلفی کی دعا نہ ہو سو بعض دفعہ اکثر دعائیں گناہ کی ہوتی ہیں اب انکا قبول نہ کرنا ہی خدا تعالےٰ کی رحمت ہے جیسے کہ موروثی زمین کے جھگڑے میں یہ دعا کرنا کہ اسپر میرا قبضہ رہے سو یہ دعا تو خود گناہ ہے ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے یہ دعا کراتے ہیں کہ ہمارا لڑکا فلاں امتحان میں پاس ہو جائے اسکو ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ ملجائے سو یہ دعا ہی سرے سے ناجائز ہے کیونکہ حکومت کی اکثر نوکریاں شرع کے خلاف ہیں اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بزرگوں کے مریدوں میں سے بعض ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ حکومت کے عہدوں پر ہوتے ہیں سو اگر یہ نوکری ناجائز ہے تو وہ بزرگ انکو کیوں نہیں روکتے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ نوکریاں ہیں تو ناجائز مگر جو لوگ یہ نوکریاں کرتے ہیں انکے روزگار کی صورت

تیسرا سبب دعا نہ کرنے کا ... ناجائز چیزوں کی دعا کرنا ... روزگار کی صورت

سوائے اسکے اور کچھ ہے نہیں اگر انکو اس سے علٰحدہ کر دیا جائے اور وہ نوکری چھوڑ دیں تو نتیجہ
یہ ہوگا کہ بسراوقات کی اور کوئی صورت نہ ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ کسی گناہ میں پھینسینگے سو حقیقت
میں ان کو اجازت نہیں دیجاتی بلکہ اور بہت سے بڑے گناہوں سے بچا کر ایک چھوٹے گناہ پر رکھا
جاتا ہے۔ اور ایسی دعا میں خود بزرگون اور عالمون کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ ناجائز مقدمونکے
واسطے دعا نہ کیا کریں کیونکہ انکی دُعا بھی خود گناہ ہے اور دُعا کرانے والا چونکہ غرضمند ہوتا ہے
اسلئے اُسکے بیان پر اعتبار اور بھروسہ نہیں چاہیئے اور اگر کسی کے رنجیدہ ہونے کے خیال سے
انکار نہ کر سکیں تو یوں دُعا کریں کہ یا الٰہی جسکا حق ہو اسکو دلوا دیجئے خلاصہ یہ کہ ناجائز کام کی
دُعا نہ اپنے لئے کرے نہ غیر کے لئے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ ہماری دُعا کا قبول نہ ہونا صرف ہماری
کوتاہی اور قصور کی وجہ سے ہے اور اگر ہماری کوتاہی اور قصور نہ ہو تو بعض دفعہ اس وجہ سے
قبول نہیں ہوتی کہ جس کام کے لئے بندہ دُعا کرتا ہے وہ حقیقت میں اسکے لئے بہتر نہیں ہوتا اور
مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اسلئے بوجہ رحمت کے اللہ تعالےٰ قبول نہیں فرماتے اسکی ایسی
مثال ہے جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھکر منہ میں ڈالنے لگے تو ماں باپ شفقت و محبت سے
منع کرتے ہیں اور اسکے ہاتھ سے چھین لیتے ہیں چنانچہ حکایت ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام
سے یہ دُعا کرانا چاہی کہ مجھے کل بات معلوم ہو جایا کرے کہ میری تقدیر میں کیا ہے موسیٰ علیہ السلام
نے اسکو نصیحت کی کہ اسکو جانے دے اس خیال میں نہ پڑ اسنے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا
انھون نے دُعا کر دی اور وہ قبول ہو گئی چنانچہ اسکو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مر جائے گا اسنے
فوراً بازار میں جا کر اسے بیچ ڈالا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مر جائے گا
وہ اسکو بھی بیچ آیا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مر جاؤنگا اب بہت پریشان ہوا اور
موسیٰ علیہ السّلام سے جا کر عرض کیا کہ کیا کروں وحی آئی کہ اس سے کہدو کہ تجھکو منع کیا تھا کہ
اس خیال میں نہ پڑ کہ کل کی بات معلوم ہو جایا کرے تو نے نہ مانا آخر تو نے اسکا نتیجہ دیکھا۔
اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا تھا کہ گھوڑے پر پڑ جائے تو نے اسکو جدا
کر دیا ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو تے اسکو بھی جدا کر دیا اب تو ہی رہ گیا اگر تجھکو پہلے سے
آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیون بیچا جاتا اور تو موت کے مُنہ میں کیون پڑتا اسلئے

معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہیں سمجھتا دیکھئے اس شخص کو کل کی بات معلوم کر لینے سے کیسی پریشانی اُٹھانی پڑی۔

(۲) بعض لوگ ذکر[ملہ] وشغل کرتے ہیں اور کسی خاص حالت کو اپنی غلطی سے مقصود سمجھ لیتے ہیں اور جبکہ وہ حالت حاصل نہیں ہوتی تو غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کچھ حاصل نہیں ہوا یہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں اصل مقصود حق تعالےٰ کی رضامندی ہے جسکا طریقہ ذکر اور عبادت ہے جسکو یہ حاصل ہے اسکو سب کچھ حاصل ہے تو انکو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ذکر اور عبادت کی توفیق تو دی ہے حقیقت میں خدا کی طلب اور درد وغم بھی بڑی نعمت ہے جسکا شکر کرنا چاہیئے اگر کوئی مرید حضرت حاجی صاحبؒ سے اس بات کی شکایت کرتا کہ حضرت ذکر وشغل سے کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو فرماتے کہ خدا کا شکر کرو اسنے اپنا نام لینے کی توفیق تو دی ہے اور فرمایا کرتے کہ جس عبادت کے بعد پھر دوبارہ اس عبادت کی توفیق ہو یہ علامت ہے پہلی عبادت کے قبول ہونیکی اور عاشقوں کی نظر تو قبول ہونے پر ہوتی ہی نہیں مجنوں کا قصہ ہے کہ جنگل بیابان میں اکیلا بیٹھا ہوا انگلی سے ریگ پر کچھ لکھ رہا تھا کسی شخص کا
اسطرف سے گذر ہوا تو اس نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو یہ خط کس کے پاس بھیجو گے مجنوں نے جواب دیا کہ ۱۲
اپنی تسلی کیلئے لیلیٰ کے نام کی مشق کرتا ہوں تو خدا کے عاشقوں کو مجنوں سے تو کم نہ ہونا چاہیئے کیا اسکے نام کی مشق کچھ کم دولت ہے جو اور چیزوں کی تمنا کیجاتی ہے۔

(۳) اور علاوہ اسکے کہ وہ دعا اسکے حق میں مناسب نہ ہو کبھی قبول نہ ہونے کی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ اسکا ثواب آخرت کیلئے جمع کیا جاتا ہے تو بڑا تعجب ہے کہ آخرت کیلئے ذخیرہ جمع ہوجانے سے بھی مسلمان کو صبر نہ آئے اور دنیا کا فائدہ حاصل نہ ہونے پر افسوس کرے جو پورے مسلمان ہیں وہ تو آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی بادشاہت کو بھی گرد سمجھتے ہیں ایک دفعہ سلطان سنجر نے جو کہ ملک نیمروز کے بادشاہ تھے بڑے پیر صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ اگر آپ قبول فرمائیں تو میں ملک نیمروز آپکو ہدیہ کرتا ہوں آپ نے انکار کر دیا کہ ہمارے نزدیک ملک نیمروز کی ایک جو کے برابر بھی قدر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دعا نہ کرنے کے یہ چند سبب بیان کئے گئے ہیں سمجھدار آدمی انہیں سے اور سبب بھی معلوم کر سکتا ہے فقط۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا پانچواں وعظ ختم ہوا اب چھٹا ماہ آئندہ میں شروع ہوگا (مدیر)

ملہ خدا کی یاد کرنا ۱۲

روح ہشتم | جو شعر ہذا کا مصداق ہے ۵ فتوح فی فتوح فی فتوح ﴿ روح فوق روح فوق روح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کو اپنے دل میں جمانا جس سے آپکی محبت بھی بڑھے اور جس سے اُن عادات کو اختیار کرنے کا بھی شوق ہو۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں اس باب کی لکھتا ہوں (ع۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں (سورۂ نون) (ع۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جنکو تمہاری (تکلیف) مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (سورۂ توبہ) (ع۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے تمہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالےٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتے (سورۂ احزاب) **ف** کیا انتہا ہے آپکی مروت کا کہ اپنے غلاموں کو بھی یہ فرماتے ہوئے شرماتے تھے کہ اب اپنے کاموں میں لگو اور یہ لحاظ اپنے ذاتی معاملات میں تھا اور احکام کی تبلیغ میں نہ تھا یہ آیتیں تھیں آگے حدیثیں ہیں (ع۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس برس خدمت کی آپنے کبھی مجھکو اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلانا کام کیوں کیا اور فلانا کام کیوں نہیں کیا (بخاری و مسلم) **ف** ہر وقت کے خادم کو دس برس کے عرصہ تک ہونے ہاں نہ فرمایا یہ معمولی بات نہیں کیا اتنے عرصہ تک کوئی بات بھی خلاف مزاج لطیف نہ ہوئی ہوگی (ع۲) اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر خوش خلق تھے آپ نے مجھکو ایکدن کسی کام کے لئے بھیجا میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤنگا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں باہر چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گذر ہوا یکایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے (آکر) میری گردن پکڑ لی میں نے آپکو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں (مسلم) (ع۳) اُن ہی سے روایت ہے کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپکے بدن مبارک پر ایک نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادرہ تھا آپکو ایک بدوی ملا اور اسنے آپکو چادرہ پکڑ کر بڑی زور سے کھینچا اور آپ اسکے سینہ کے قریب جا پہونچے پھر کہا اے محمد میرے لئے بھی اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے آپ نے اسکی طرف التفات فرمایا پھر ہنسے پھر اسکے لئے عطا فرمانے کا حکم دیا (بخاری و مسلم) (ع۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا اگر ہوا دیدیا ورنہ اسوقت

معذرت اور دوسرے وقت کے لئے وعدہ فرما لیا) (بخاری و مسلم) (ع) حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں آپ نے اسکو سب دیدیں وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہو جاؤ واللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہجانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے (مسلم) (ع) جبیر بن مطعم رض سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ چل رہے تھے جبکہ آپ مقام حنین سے واپس ہو رہے تھے آپکو بدوی لوگ لپٹ گئے اور آپسے مانگ رہے تھے یہانتک کہ آپکو ایک ببول کے درخت سے اڑا دیا اور آپکا چادرہ بھی چھین لیا آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا میرا چادرہ تو دیدو اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تم میں تقسیم کر دیتا پھر تم مجھکو نہ بخیل پاؤگے نہ جھوٹا نہ تھوڑے دل کا (بخاری) (ع) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینہ (والوں) کے غلام اپنے برتن لاتے جنمیں پانی ہوتا تھا سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ (برکت کیلئے) اسمیں اپنا دست مبارک ڈالدیتے بعض اوقات سردی کی صبح ہوتی تب بھی اپنا دست مبارک اسمیں ڈالدیتے (مسلم) (ع) ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے ۴۴
فلانے شخص کو کیا ہو گیا اسکی پیشانی کو خاک لگ جاوے (جس سے کوئی تکلیف ہی نہیں خصوص اگر سجدہ میں لگ جاوے تب تو یہ دعا ہے نمازی ہونیکی اور نماز میں خاصیت ہے بری باتوں سے روکنے کی تو یہ صلاح کی دعا ہوئی) (بخاری) (ع) حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر شرمگیں تھے کہ کنواری لڑکی جیسے اپنے پردہ میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ جب کوئی بات ناگوار دیکھتے تھے تو شرم کے سبب زبان سے نہ فرماتے مگر ہم لوگ اسکا اثر آپکے چہرہ مبارک میں دیکھ لیتے تھے (بخاری و مسلم) (ع) اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کیا کام کیا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے (جسکی کچھ مثالیں اگلی حدیث میں آتی ہیں) (بخاری) (ع) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا جوتہ گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کر لیتے تھے جسطرح تم میں معمولی آدمی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے اور حضرت عائشہ رض نے یہ بھی کہا کہ آپ منجملہ بشر کے ایک بشر تھے (گھر کے اندر مخدوم اور ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے) اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہو کیونکہ آپ اس سے پاک تھے) اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے (یہ مثالیں ہیں گھر کے کام کی کیونکہ واقعہ

یہ کام گھروالوں کے کرنیکے ہوتے ہیں) اور اپنا (ذاتی) کام بھی کر لیتے تھے (ترمذی) (رحمت ۱۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو ہاں راہ خدا میں جہاد اس سے مستثنےٰ ہے (مراد وہ مارنا ہے جیسے غصہ کے جوش میں عادت ہے) اور آپکو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جسمیں آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اسوقت آپ اللہ کیلئے اس سے انتقام لیتے تھے (مسلم) (رحمت ۱۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا اسوقت آپکی خدمت میں آگیا تھا اور دس برس تک میں نے آپکی خدمت کی میرے ہاتھوں کوئی نقصان بھی ہوگیا تو آپنے کبھی ملامت نہیں کی اگر آپکے گھروالوں میں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ فرماتے جانے دو اگر کوئی (دوسری) بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی (مصابیح بلفظہٖ وبیہقی مع تغییر یسیر) (رحمت ۱۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرتے تھے کہ آپ مریض کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور جنازہ کیساتھ جاتے تھے الخ (ابن ماجہ وبیہقی) (رحمت ۱۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو آپ اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے تھے یہانتک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا اور نہ اپنا منہ اُسکے منہ کی طرف سے پھیرتے تھے یہانتک کہ وہی اپنا منہ آپکی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (یعنی صف میں سبکی برابر بیٹھتے تھے) اور ایک روایت میں ۳۵
ہے کہ زانو سے مراد پانو ہیں یعنی آپ کسیکی طرف پانو نہ پھیلاتے تھے (ترمذی) (رحمت ۱۶ و ۱۷) شمائل ترمذی باب تواضع و باب خلق میں دو لمبی حدیثیں ہیں انمیں سے بعضے جملے نقل کرتا ہوں حضرت حسینؓ اپنے والد حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مکان میں تشریف لیجاتے تو مکان میں رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے ایک حصہ اللہ عزوجل (کی عبادت) کیلئے اور ایک حصہ اپنے گھروالوں کے (حقوق ادا کرنیکے) لئے اور ایک حصہ اپنی ذات خاص کیلئے پھر اپنے خاص حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان اسطرح پر تقسیم فرماتے کہ اس حصہ (کے برکات) کو اپنے خاص اصحاب کے ذریعہ سے عام لوگوں تک پہنچاتے (یعنی اس حصہ میں خاص حضرات کو استفادہ کیلئے اجازت تھی پھر وہ عام لوگوں تک ان علوم کو پہنچاتے) اور اس مذکورہ حصہ امت میں آپکی عادت یہ تھی کہ اہل فضل (یعنی اہل علم و عمل) کو (حاضری کی) اجازت دینے میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے اور اسوقت کو انکی دینی فضیلت کے بقدر انپر تقسیم کرتے تھے کیونکہ کسیکو ایک ضرورت ہوتی کسیکو دو ضرورتیں کسیکو کئی ضرورتیں ہوتیں (اسی نسبت سے) آپ انکے ساتھ مشغول ہوتے اور انکو بھی ایسے کام میں مشغول رکھتے جسمیں انکی اور امت کی مصلحت ہو جیسے مسئلہ پوچھنا اور مناسب حالات کی اطلاع دینا اور آپکے سب طالب بنکر آتے اور (علاوہ علمی فوائد کے) کچھ کھا پی کر واپس جاتے اور دین کے ہادی بنکر نکلتے (یہ رنگ تھا مجلس خاص کا) پھر میں نے اپنے باپ سے آپکے باہر تشریف لانیکی بات پوچھا (انھوں نے اُسکی تفصیل بیان کی جسکو میں ان ہی کی دوسری حدیث سے نقل کرتا ہوں) حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر وقت کشادہ رو نرم خو نرم مزاج تھی آپکے سامنے لوگ آپس میں جھگڑتے نہ تھے اور جب آپکے روبرو کوئی بات کرتا اسکے فارغ
ہونے تک آپ خاموش رہتے۔ اور آپ پردیسی آدمی کی گفتگو اور سوال میں بے تمیزی کرنے پر تحمل فرماتے تھے اور کسی کی بات
نہیں کاٹتے تھے یہانتک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا تب اسکو کاٹ دیتے خواہ منع فرما کر یا اٹھ کر چلے جانے سے (یہ رنگ تھا مجلس عام کا)
یہ برتاؤ تو اپنے تعلق والوں سے تھا اور مخالفین کیساتھ جو برتاؤ تھا اُسکا بھی کچھ بیان کرتا ہوں (۱۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت
ہے کہ (کسی موقع پر آپ سے) عرض کیا گیا یا رسول اللہ مشرکین پر بددعا کیجئے آپنے فرمایا میں کوسنے والا کرکے نہیں بھیجا گیا
میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں (مسلم) ف اسلئے آپکی عادت دشمنوں کیلئے بھی دعائے خیر ہی کرنیکی تھی اور کبھی
کبھار اپنے مالک حقیقی سے فریاد کے طور پر کچھ کہہ دینا کہ انکی شرارت سے آپکی حفاظت فرمائے یا اور بات ہے (۱۹) حضرت
عائشہؓ سے ایک لمبا قصہ طائف کا منقول ہے جسمیں آپکو کفار کے ہاتھ سے اسقدر اذیت پہونچی جسکو آپنے جنگ احد کی تکلیف سے
بھی زیادہ سخت فرمایا ہے اسوقت جبریل علیہ السلام نے آپکو پہاڑوں کے فرشتہ سے ملایا اور اس نے آپکو سلام کیا اور عرض کیا
اے محمد میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھکو آپکے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھکو حکم دیں اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑ
کو ان لوگوں پر لا ملاؤں (جسمیں یہ سب پس جاویں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں
کہ (شاید) اللہ تعالیٰ انکی نسل سے ایسے لوگ پیدا کردے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اُسکے ساتھ کسیکو شریک کریں (بخاری و
مسلم) ف دیکھئے اگر اُسوقت ہاتھ سے بدلا لینے کا موقع نہ تھا تو زبان سے کہنا تو آسان تھا خصوص جب آپکو یہ بھی یقین دلادیا ۳۶
گیا کہ زبان ہلاتے ہی سب تہس نہس کر دئے جاوینگے مگر آپنے پھر بھی شفقت ہی سے کام لیا یہ برتاؤ اُن مخالفین سے تھا
جو آپکے مدمقابل تھے بعضے مخالفین آپکی رعایا تھے جنپر باضابطہ بھی قدرت تھی انکے ساتھ بھی برتاؤ سنئے (۲۰) حضرت
علیؓ سے ایک لمبا قصہ منقول ہے جسمیں کسی یہودی کا جو کہ مسلمانوں کی رعیت ہو کر مدینہ میں آباد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذمہ کچھ قرض تھا اور اس نے ایک بار آپکو اسقدر تنگ کیا کہ ظہر سے اگلے دن صبح تک آپکو مسجد سے گھر بھی نہیں
جانے دیا لوگ اسکے دھمکانے پر آپنے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھکو معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنیسے منع فرمایا ہے اسی
قصہ میں ہے کہ جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ اور یہ بھی کہا کہ
میں نے تو یہ سب اسلئے کیا تھا کہ آپکی صفت جو توراۃ میں ہے کہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں آپکی پیدائش مکہ میں ہے اور ہجرت
کا مقام مدینہ ہے اور سلطنت شام میں ہوگی (چنانچہ بعد میں ہوئی) اور آپ سخت خو ہیں نہ درشت مزاج ہیں نہ
بازاروں میں شور و غل کرنیوالے ہیں اور نہ بیحیائی کا کام نہ بیحیائی کی بات آپکی وضع ہے مجکو اسکا دیکھنا تھا کہ دیکھوں
آپ ہی ہیں یا نہیں سو دیکھ لیا آپ ہی ہیں) اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ الخ (بیہقی)
بجز دو حدیثوں کے جنمیں شمائل کا نام ہے باقی سب حدیثیں مشکوۃ کی ہیں مشورہ اگر ان ہی تھوڑی سی حدیثوں کو
روزمرہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو یا سن لیا کرو تو پھر دیکھ لوگے تم کیسی جلدی کیسے اچھے ہو جاوگے۔ کتبہ اشرف علی

گر بگویم متہم دارد مرا ورنہ گویم جد شود این ماجرا

فال بد رنجور گرداند ہمے آدمے را کہ نبودستش غمے

قول پیغمبر قبولہ یفرض ان تمارضتم لدنیا تمرضوا

گر بگویم او خیالے بر زند فعل دارد زن کہ خلوت میکند

مر مرا از خانہ بیرون میکند بہر فسقے فعل وافسون میکند

117 جامہ خواب افگند اوستا و فتاد آہ آہ و نالہ از وے می بزاد

کودکان آنجا نشستند و نہان درس میخواندند با صد اندہان

کاین ہمہ کردیم و ما زندانیم بد بنائے بود وما بد بانیم

ہین دگر اندیشۂ باید نمود تا ازین محنت فرج یابیم زود

اُستاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اُٹھا اور اپنا کمبل اٹھا کر چلدیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اُس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اُسکا پیچھا چھوٹے وہ اپنے

غرورِ حسن میں مست ہے اُسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اسی
پیچ وتاب میں مکان تک پہونچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی اُستاد کے پیچھے پیچھے آرہے
تھے کیونکہ اُنکو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے انکو بے وقت آتا دیکھکر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج
اسوقت کیسے چلے آئے خدانکرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہونچا ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی
ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں
دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہکر بغض ونفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی
کہ میں بھن رہا ہوں۔ اُس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپکے اندر نہیں
محض بے معنی اور فضول توہم اور خیال فاسد ہے اُسنے کہا کہ چھنال تو اب تک بھی جتنیں ہی کال
رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کسقدر تغیر آگیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں
اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج وغم میں مبتلا ہیں۔
اسنے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لاکر آپکو آپ کی حالت دکھلا دوں تاکہ آپ جان لیں
کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اُسنے کہا جا دُور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ۱۱۸
ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے
ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھ جائیں مگر اُس نے ڈانٹا کہ
اری دشمن جلدی سے بچھا دے اسوقت تجھے ایسا کرنا چاہئے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لاکر بچھا دیا
دل میں جل رہی تھی لیکن کچھ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھ کہتی ہوں تو مجھے متہم سمجھے گا اور اگر
نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا جاتا ہے اور یہ یقیناً بیمار ہو جائیگا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو
بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اسلئے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بنکر آؤ گے
تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤ گے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کریگا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے
اسلئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اسکی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلاکر
گھر سے نکالتی ہے اور خود ترانکاری کریگی ان تمام باتوں پر نظر کرکے اُس نے بدنامی پر بیماری
کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی

بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے انکو اسکا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بُری تھی اور ہم بُری عمارت بنانے والے تھے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہیے کہ اس مصیبت سے چھوٹکر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبیری

اُستاد معلم کا وہم وخیال کی وجہ سے بیمار ہوجانا

گشت اُستا سخت سست از وہم وبیم   برجہید و مے کشاںید او گلیم

۱۱۹ یعنی استاد وہم وخوف کی وجہ سے بہت سست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کمبل کھینچتا تھا۔

خشمگین با زن کہ مہر او سست است   من بدین حالم نہ پرسید او نخست

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اُسکی محبت سست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اُسنے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من   قصد دارد تا رہد از ننگ من

یعنی اُسنے خود مجھے میری تغیر رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے

او بحسن و جلوہ خود مست گشت   بیخبر کز بام من افتاد طشت

یعنی وہ اپنے حسن وجلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بیخبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہوگئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی بر کشاد   کودکان اندر پئے آن اوستاد

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لونڈے اُس اُستاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی کہ مبادا ذات نیکت را بدے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آگئے کہ آپکی ذات نیک کو کوئی بُرائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین از غم بیگانگان اندر حنین

یعنی وہ معلم بولا کہ اندہی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکہ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں

تو درون خانہ از بغض و نفاق می نہ بینی حال من در احتراق

یعنی تو گھر کے اندر بغض و نفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کمبخت تجھے گھر کے اندر رہکر خاک خبر نہیں۔

گفت زن اے خواجہ رنجی نیستت وہم و ظن و لاش بے معنیستت

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپکو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم و ظن لاشے اور بے معنی تم کو ہو گیا ہے

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج می نہ بینی در تغیر و ارتجاج

یعنی بولا کہ ارى مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کانپنا نہیں دیکھتی۔

گر تو کور و کر شدی ما را چہ جرم ما درین رنجیم و در اندوہ و کرم

یعنی بولا کہ اگر تو کور و کر ہو جاوے تو ہماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ تا بدانی کہ ندارم من گنہ

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو رو چہ تو چہ آئینہ ات | دائما در بغض و کینے و عنت

یعنی وہ بولا کہ جا جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے

جامۂ خواب مرا رو گستران | تا بخسپم کہ سر من شد گران

یعنی میرا بستر جلدی بچھا دے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد مردش بانگ زد | کاے عدو زو تر ترا این مے سزد

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اس مرد نے اس کو آواز دی کہ اری دشمن تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

۱۲۱ **اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کی وجہ سے رُونا**

جامۂ خواب آورد و گسترد آن عجوز | گفت امکان نے و باطن پُرز سوز

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا | ورنہ گویم جد شود این ماجرا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کریگا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے۔ یعنی سچ مچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

فال بد رنجور گرداند ہمے | آدمی را کہ نبودستش غمے

یعنی فال بد اس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جسکو کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض ‌‌ ‌ ان تمارضتم لدنیا تمرضوا

یعنی قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہے تو اسکا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دنیا کیلئے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہوجاؤگے حدیث میں منافقین کیلئے ہے اگر تم بہانہ کرکے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہوجاؤگے اسیکو مولانا نے یہاں چسپاں فرمادیا ہے آگے پھر اس عورت کے دل کی بات کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے بر زند ‌ ‌ ‌ فعل دارد زن کہ خلوت میکند

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کریگا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہے مطلب یہ کہ اسنے کہا کہ اگر میں کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جاکر پڑھاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اسکو بلانے کے لئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔ ۱۲۲

مر مرا از خانہ بیروں میکند ‌ ‌ ‌ بہر فسقے فعل و افسوں میکند

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کے لئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھادیا۔

جامہ خواب افگند و استا اوفتاد ‌ ‌ ‌ آہ آہ و نالہ از وے می بزاد

یعنی اسنے بستر بچھادیا تو استاد جی گرپڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکاں آنجا نشستند و نہاں ‌ ‌ ‌ درس میخواندند باصد اندہاں

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو غمونکے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کایں ہمہ کردیم و ہم زندانیم ‌ ‌ ‌ بد بنائے بود و ما بد بانیم

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا اور ہم قیدہی ہیں یہ سب بڑی بنا تھی اور ہم بڑے باقی ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پہ بیٹھ کر پڑھو اور میں لیٹتا ہوں تو وہ اس غم میں تھے کہ افسوس کہ اسکو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اسکے بعد بولے کہ۔

ہین دگر اندیشہ باید نمود — تا ازین محنت فرج یابیم زود

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہیئے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جسکو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

۱۲۳ گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند — درس خوانید و کنید آواز بلند

چون ہمی خوانند گفت ای کودکان — بانگ ما استاد را دارد زیان

درد سر افزاید استا را ز بانگ — ارزد این کو درد یابد بہر دانگ

گفت استا راست میگوید وید — درد سر افزون شدم بیرون شوید

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم — دور باد از تو رنجوری و بیم

پس برون جستند سوی خانہا — ہمچو مرغان در ہوای دانہا

مادران شان خشمگین گشتند و گفت روز کتاب و شما با لہو جفت
وقت تحصیل ست اکنون و شما مے گریزید از کتاب و استا
عذر آوردند کاے مادر تو بیست این گنہ از ما و از تقصیر نیست
از قضائے آسمان استاد ما گشت رنجور و سقیم و مبتلا
مادران گفتند مکرست و دروغ صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماصباح آییم پیش استا تا ببینیم اصل این مکر شما ۱۲۴
کودکان گفتند بسم اللہ روید بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بامدادان آمدند آن مادران پرسش استا ز ہر گوشہ روان
خفتہ استا ہمچو بیمار گران درد سر را سر ببستہ چون زنان
ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف سر ببستہ رو کشیدہ در سجاف
آہ آہے میکند آہستہ او جملگان گشتند ہم لاحول گو

(باقی آئندہ)

قوله گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ

فی المقاصد الحسنة لاتتمارضوا فتمرضوا ذکره ابن ابی حاتم فی العلل عن ابن عباس وقال عن ابیه انه منکر اسنده الدیلمی من جهة ابی حاتم الرازی ثنا عاصم بن ابراهیم عن المنذر بن النعمان عن وهب بن قیس به مرفوعا وعلی کل حال فلا یصح وان وقع لبعض اصحابنا اه قلت لایلزم من عدم الصحة عدم ثبوته مطلقا ولو بسند ضعیف

قول الشارح المؤمن

مرآة المؤمن - اخرجه ابوداؤد کما فی الجامع الصغیر

قول الشارح اتقوا

اگر یک سر موئے برتر پرم ٭ فروغ تجلی بسوزد پرم اھ

شعر مثنوی۔ گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ۔ الخ

مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ تم بیماروں کی سی صورت مت بناؤ کہ سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے ذکر کیا اس کو ابن ابی حاتم نے علل میں حضرت ابن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دیلمی نے اس کو ابی حاتم رازی کی جہت سے بسند بیان کیا ہے کہ ہم سے عاصم بن ابراہیم نے منذر بن نعمان سے اونہوں نے وہب ابن قیس سے اسکو مرفوعًا روایت کیا اور ہر حال میں یہ حدیث صحت کو نہیں پہونچی اگرچہ ہمارے بعض اصحاب کے کلام میں واقع ہوئی ہے اھ میں کہتا ہوں کہ صحت کے درجہ تک (جو کہ ثبوت کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ پہونچنے سے مطلقًا عدم ثبوت لازم نہیں آتا اگرچہ سند ضعیف ہی سے ہو۔

صاحب کلید کا قول المؤمن

مرآة المؤمن اسکو ابوداؤد نے روایت کیا جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔

صاحب کلید کا قول اتقوا فراسة

فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ اخرجہ الترمذی وغیرہ کما فی الجامع الصغیر۔

قولہ رجعنا الخ اخرج الدیلمی عن جابر قال قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم غزاۃ فقال قدمتم خیر مقدم مقدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر مجاہدۃ العبد ہواہ کذا فی کنز العمال۔ ۲۲

قول الشارح اعدی الخ قلت اخرج البیہقی مرفوعا بلفظ اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک کما فی کنوز الحقائق

قولہ ہر کہ ترسید از حق وتقوی گزید ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید۔ فی المقاصد الحسنۃ من خاف اللہ خوف منہ کل شیء الحدیث

۔ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ روایت کیا اسکو ترمذی وغیرہ نے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔

قول مثنوی رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر دیلمی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ غزوہ کرنے والے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم بہت اچھا آنا آئے (کیونکہ) جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے یعنی مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنے ہوائے نفسانی سے اسیطرح ہے کنز العمال میں

صاحب کلید کا قول اعدی عدوک الخ میں کہتا ہوں کہ روایت کیا اسکو بیہقی نے مرفوعا ان الفاظ سے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے جیسا کہ کنوز الحقائق میں ہے۔

شعر مثنوی ہر کہ ترسید از حق وتقوے گزید ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز

ابو الشیخ فی الثواب والدیلمی والقضاعی عن واثلۃ والعسکری عن الحسین بن علی کلاھما به مرفوعا لفظ العسکری من خاف اللہ اخاف اللہ منه کل شیئ وھو عندہ عن ابن مسعود من قوله بزیادۃ الشق الآخر وقال المنذری فی ترغیبه رفعه منکر وفی الباب عن علی وبعضھا یقوی بعضا

ڈرتی ہے روایت کیا اس کو ابوالشیخ نے ثواب میں اور دیلمی قضاعی نے واثلہ سے اور عسکری نے حسینؓ بن علیؓ سے مرفوعاً اور عسکری کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خائف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس سے خائف کر دیتا ہے اور یہ حدیث عسکری کے نزدیک ابن مسعود سے مع زیادت دوسرے جزو کے ان ہی کا قول مروی ہے اور منذری نے اپنی ترغیب میں کہا ہے کہ اس کا مرفوع کرنا منکر ہے اور اس باب میں حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں۔ ۲۳

قوله من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف

قول صاحب مثنوی من اراد ان

یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف۔ مؤلف تشرف کہتا ہے کہ جن بعض رسائل سے یہ تخریج نقل کر رہا ہوں اس میں اس قول کی تخریج نہیں کی یہ میں نے بڑھایا ہے کہ یہ الفاظ تو منقول نہیں دیکھے گئے لیکن دوسرے منقول الفاظ سے یہ قول ماخوذ ہو سکتا ہے وہ

قال	ماخوذ الفاظ یہ ہیں انا جلیس من ذکرنی
اشرف علی	مقاصد حسنہ میں ہے کہ اسکو دیلمی نے
النظر	بلا سند حضرت عائشہ رضی سے مرفوعاً اسی لفظ
تحقیقہ	سے روایت کیا ہے اور بیہقی کے نزدیک
فی ترجمۃ	شعب الایمان کے باب ذکر میں حسین بن
التشرف	حفص کی روایت سے اور وہ سفیان سے
المسمی	اور وہ عطاء بن ابی مروان سے روایت
بتکمیل	کرتے ہیں کہ مجھسے ابی بن کعب نے روایت کیا
التصوف	کہ موسیٰ علیہ السلام کے ایک سوال کے
المتعلقۃ	جواب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے
بھذا	موسیٰ میں اس شخص کا جلیس ہوں جو میرا
المقام	ذکر کرے اور ابوالشیخ کے نزدیک عبداللہ

ابن عمیر کی روایت سے اور وہ کعب سے روایت کرتے ہیں اور ثور بن یزید کی روایت سے اور وہ خیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا کہ یا مُوسٰی اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی اھ اس حدیث سے حدیث متن اس طرح ماخوذ ہو سکتی ہو کہ حدیث مقاصد سے حق تعالیٰ کا جلیس اہل ذکر ہونا ثابت ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ عقلی بدیہی ہے کہ اگر ایک ہی شخص کے دو جلیس ہوں، تو وہ باہم بھی جلیس ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ ذاکر کا جلیس ہے اور دوسرا شخص بھی ذاکر کا جلیس ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کا بھی جلیس ہوگا اور اہل ذکر و اہل تصوف مرادف ہیں تو اہل تصوف کے جلیس کا جلیس حق ہونا ثابت ہوگیا اور یہی تفصیل ہے حضرت مرشدیؒ کے ارشاد کی کہ حدیث میں اہل التصوف کا تو لفظ نہیں مگر اہل الذکر کا لفظ ہے آہ سو لفظ اہل الذکر کے ورود کی یہ صورت ہے جو حضرت نے لکھی غرض یہ روایت بالمعنی ہے جو کہ مثل روایت باللفظ کے معتبر ہے۔

(باقی آئندہ)

۲۴

اسکے بعد ایک شخص نے دریافت کیا کہ اگر دونوں بی بیاں اپنے باپ کے گھر کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوں تو کیا کرنا چاہیئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو یہی عدل سمجھتا ہوں کہ دونوں کو برابر رکھا جاوے۔

(۳۹) فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہ کا ہر شخص کے ساتھ جُدا معاملہ ہوتا ہے اور ہر ایک کی تربیت جُدا طرح سے کرتے ہیں جسکی جیسی حالت ہوتی ہے اُسکے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور جو مشائخ اسکی رعایت نہیں کرتے انکی نسبت ایک شعر فرمایا ؎

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

(۴۰) اور فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے بزرگون کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر شخص کی لیاقت کے موافق تعلیم کیا کرتے تھے کسیکو گھر کا کام بتادیا کسیکو کوئی خدمت سپرد کردی۔ اسمیں اُنکی تکمیل ہوجاتی تھی۔ اب تو یہ ہورہا ہے کہ ہر شخص کو چوبیس ہزار اسم ذات بتا دیا جاتا ہے۔ چاہے بیچارہ مرے یا زندہ رہے۔ بلکہ اب تو اکثر یہی نہیں کہ اسم ذات ہی بتادیں بلکہ خود تصنیف کرکے جو دل میں آتا ہے انکو بس بتا دیتے ہیں۔ یہ اسپر فرمایا تھا کہ ایک ۱۳
شخص نے درود شریف کی کتاب تصنیف کی تھی اور اسمیں بہت الفاظ ایسے تھے کہ بالکل شریعت پر منطبق نہیں ہوتے تھے اور فرمایا کہ میں تو اپنے دوستونکو دلائل الخیرات کے بارے میں بھی یوں کہدیتا ہون کہ دلائل الخیرات کی ایک بڑی منزل پڑھکر دیکھ لو اسمیں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ بس اتنے ہی وقت میں وہ درود شریف پڑھ لیا کرو جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جسکو ساری اُمت نماز میں پڑھتی ہے اور حضور سے منقول ہے۔

(۴۱) فرمایا اس طرف کے اکثر لوگون میں دین کی سمجھ بہت ہے اب آخر زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قلوب پر بہت اثر تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صاف صاف فرمادیا کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تواضع غالب تھی۔ دونوں حضرات کامل تھے امام تھے مگر شان ہر ایک کی جُدا تھی۔

(۴۲) فرمایا کہ مسئلہ مولود میں ایک باریک بات ہے جو عوام کے سامنے ذکر کرنے کی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اسکو لوگ تعبد سمجھکر کرتے ہیں اور اسکے واسطے نقل کی ضرورت ہے۔

اور نقل ابھی تک نہیں ملی اور مانعین کی نظر اسی پر ہے اور عام لوگ اسکو نہیں سمجھتے اور اسی لئے ان لوگون کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر رسول سے منع کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جیسے کوئی شخص یون کہے محمد محمد تو اب یہ بات معلوم کرنے کی ہے کہ یہ عبادت ہے یا نہیں سوا سکے واسطے نقل نہیں ہے۔

(۴۳) فرمایا کہ اس فن تصوف میں ضرورت ہے اجتہاد کی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے مجدد تھے بہت بڑے محقق تھے حضرت کی تحقیق بہت پاکیزہ تھی کہیں سنت کے خلاف نہیں چلتے تھے۔

(۴۴) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھے اپنے رنگ پر سمجھتا ہے اور میں ہر ایک کے رنگ سے جدا ہوں۔ میری ایسی مثال ہے جیسے پانی کی کہ اسمیں کوئی رنگ نہیں مگر جس بوتل میں بھرو اسی رنگ کا معلوم ہونے لگتا ہے۔ میں اسپر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من ✤ وز درون من نہ جست اسرار من ۱۴

تیز ہائے حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے الفاظ مثل متون کے تھے ہر شخص نہیں سمجھتا تھا۔ الحمد للہ اب انکی شرح ہو گئی۔

(۴۵) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے میرے اوپر نہایت منکر فتویٰ دیا ہے وہ فتوے میرے ایک دوست کے ہاتھ آگیا وہ یون فرماتے تھے کہ اگر آپ فرماویں تو وہ فتویٰ میں آپکے پاس بھیجدوں میں نے کہا کہ نہیں بھائی مجھے کیوں لوگوں سے بدگمان کرتے ہو۔ اب تو احتمال ہی ہے پھر دیکھکر خط پہچان کر طبعاً یقین ہو جاویگا اور شرعاً یہ یقین جائز نہیں اور فرمایا کہ میں تو یہ شعر پڑھ دیا کرتا ہوں ؎

تو بھلا ہے تو بُرا ہو نہیں سکتا اے ذوق ✤ ہے بُرا وہی کہ جو تجھکو بُرا جانتا ہے

اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ✤ پھر بُرا کہنے سے کیوں اسکے بُرا مانتا ہے

اور فرمایا کہ یہ پڑھ دیا کرتا ہون ؎

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا ✤ کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

اور فرمایا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ ؎

خود گلا کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات ٭ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

جب میں اپنے کچے چٹھے کو خود شائع کر دیتا ہوں تو دوروں کو کہنے سننے کی کیا ضرورت رہگئی۔

(۴۶) فرمایا کہ میاں سب جھگڑے ہیں مخلوق کی زبان کو کون بند کرے۔ اللہ تعالٰے اپنے دین کی خدمت میں مشغول رکھے اور قبول کرے پھر اگر ساری دُنیا بھی بُرا کہے تو کچھ پرواہ نہیں اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ احیاء العلوم کی طرح میری کتاب بھی جلالی گئی اور جیسے اُسکے مصنف پر کفر کا فتوے ہوا میرے اُوپر بھی کفر کا فتویٰ ہوا۔ پھر انہیں کے سامنے سونے کے پانی سے احیاء العلوم لکھی گئی اسیطرح سے الحمد للہ میری کتاب بھی جو لوگ کفر کا فتوے دیتے ہیں انہیں کے گھروں میں رکھی ہوتی ہے اور وہ اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور قریب قریب ایک لاکھ نسخوں کے چھپ بھی گئی اور غیر زبان والوں نے اپنی زبان میں ترجمہ بھی چھپوا لیا۔ میں تو اسپر بہت خوش ہوتا ہوں کہ باوجود مخالفت کے لوگ اُس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں بلکہ موافقت میں اتنی اشاعت ہوتی تو ایسی قدر ثابت ہوتی جامع کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار ہمیشہ ان بن 15
رکھتے تھے مگر آپکے کارناموں میں بالکل شک کی مجال نہ رکھتے تھے جانتے تھے کہ بات تو یہی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالوں کے واسطے اپنے بیان میں یہ کہا تھا کہ ہم ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ تم اپنی جماعت میں چند لوگ منصف تجویز کرو اور ان کافروں کے پاس بھیجدو کہ وہ انکا سارا کچا چٹھا اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور پھر اُن ہی سے دریافت کرو کہ ان کافروں کا کیا حال ہے۔ انشاء اللہ تعالٰے وہ خود اگر یوں کہدیں کہ تم ایمانداروں سے وہ کافر اچھے ہیں تب تو تکفیر سے توبہ کرلو ورنہ پھر سمجھ لو کہ ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکان برد

اور فرمایا کہ ہمارے یہاں تو یہ سکھایا گیا ہے کہ جب تم کو کوئی کافر کہے تو لا الہ الا اللہ پڑھ دو۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں بحمد اللہ مومن ہوں تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(۴۷) فرمایا کہ جہاں کسی نے ہاتھ میں تسبیح لے لی اور نفلیں پڑھنی شروع کیں تو لوگ

یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ تو مالک الملک ہو گیا۔ ساری خدائی اُسی کے قبضہ میں سمجھنے لگتے ہیں۔

(۴۸) پنجاب سے ایک بہت لمبا چوڑا خط آیا تھا سب کا خلاصہ یہ تھا کہ میری اشرفیاں گم ہو گئی ہیں وہ بتادو اور چند شخصوں کے نام لکھے تھے کہ میرا ان پر شبہ ہے حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں اور اس عمل کو حرام بھی سمجھتا ہوں۔

(۴۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اکثر پیرزادوں کو بیعت نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی پیرزادوں میں سے کبھی پیرزادگی کا اثر نہیں جاویگا یہ چھوٹنا بہت مشکل ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا بہت ہی بڑے دانشمند تھے۔

(۵۰) فرمایا کہ بادشاہوں کو شوکت کی ضرورت ہے اور درویشوں کو شوکت کی ضرورت نہیں ہے چونکہ وہاں اگر شوکت نہ ہو تو آفت برپا ہو جاویگی اور یہاں کیا نقصان ہوگا۔ لہذا جن لوگوں کو انتظامی امور سے تعلق ہے وہ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ شوکت بھی ہو کیونکہ بدون اسکے انتظام عالم نہیں ہو سکتا۔ مگر شوکت اسلامی وہ چیز ہے کہ شوکت دُنیا اسکے سامنے گرد ہے ہیچ ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادے رہتے تھے مگر لوگوں کی ہمت بھی نہیں ہوتی تھی کہ سامنے بات کر سکیں لیکن حضرت کی خدمت میں بیٹھنے سے سوالات خود بخود حل ہو جایا کرتے تھے فرمایا کہ میں نے ایک روز عرض کیا کہ اگر باطن کے متعلق مجھے کوئی ضرورت ہوا کرے تو میں دریافت کر لیا کروں فرمایا کہ اچھا اسکے بعد صرف ایک بار ایک بات پوچھی۔ پھر مجھے تمام عمر کسی سوال کا وسوسہ بھی نہیں ہوا۔ 14

(۵۱) ۸ رجب ۱۳۴۱ھ ایک شخص کا خط آیا تھا جسمیں منجملہ اور امور کے یہ بھی لکھا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اُسی روز سے برابر قرآن شریف پڑھکر بخش رہا ہوں اور انکے کپڑے بھی سب خیرات کر دیئے مگر والد صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک تہبند باندھے ہوئے بالکل ننگے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر سے مشرف فرمایئے حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے یہ لکھدیا ہے کہ خواب کوئی اہتمام بالشان چیز نہیں ہے جسکی اتنی فکر ہے اور فرمایا کہ اسکی تعبیر ہو سکتی تھی مگر اسکا سلسلہ ہی کیوں نہ منقطع کر دیا جائے ورنہ تعبیر یوں ہو سکتی ہے کہ صدقے میں کوئی بات خلاف ہو گئی ہوگی اسلئے وہ خیرات نہ پہنچی ہو۔

(ج) ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایک ایسے عربی دان شخص کو جو کوئی مذہب بھی نہ رکھتا ہو نہ قرآن شریف کا منکر ہو نہ اس پر ایمان رکھتا ہو یہ آتییں جن سے معجزات مذکورہ ثابت ہوتے ہیں دکھلاؤ اور انصاف سے پوچھو کہ ان آیات سے کیا ثابت ہوتا ہے وہ ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ وہ مضامین نہیں ثابت ہوتے جو اہل اسلام نے سمجھے ہیں بلکہ یہی کہے گا کہ وہی مضامین ثابت ہوتے ہیں پھر اسکے سامنے وہ معنی پیش کرو جو اہل فطرت نے لگاتے ہیں اور پوچھو کہ یہ معنی ان آتیوں کے ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں کہے گا کہ ہو سکتے ہیں پھر ہم نہیں سمجھتے کہ اتنک کلام سے وہ معنی لینا جسکو وہ محتمل ہی نہیں تحریف نہیں تو کیا ہے۔ یہ سب اسی ذرا سے جملہ کے مان لینے کے نتائج ہیں کہ خلاف فطرت ہونا محال ہے ہماری سمجھ میں یہ ہی نہیں آیا کہ خلاف فطرت کا مفہوم کیا ہے اس مرکب میں دو لفظ ہیں خلاف اور فطرت خلاف کے معنی تو ظاہر اور مسلم ہیں لیکن فطرت کے معنی بتانے چاہئیں غالباً اسکا ترجمہ عادت ہے یعنی عادت الٰہی سو اسمیں دو طرح سے کلام ہے اول تو یہ کہ عادت الٰہی نہ بدل سکنے کی کیا دلیل ہے کیا خدائے تعالیٰ کو بھی اپنی عادت بدلنے پر قدرت نہیں جب ایک انسان کو بھی اپنی عادت بدلنے پر قدرت ہوتی ہے تو خدائے تعالیٰ ۱۳۷ کی شان تو بہت بڑی ہے دوم یہ کہ عادت الٰہی کا کوئی احاطہ ایسا محدود کر کے تبلانا چاہیئے جس سے تعیین ہو جائے کہ فلاں فلاں باتیں عادت الٰہی میں داخل ہیں اور اس سے باہر جو بات ہو وہ عادت کے خلاف ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں باتیں ایسی پیدا ہو گئیں اور ہوتی چلی جاتی ہیں جو پہلے نہ تھیں تار اور بے تار کا تار اور بجلی اور ہوائی جہاز اور دیگر ایجادات حال اسکی زندہ نظیریں ہیں کیا اسوقت میں جبکہ یہ چیزیں نہ تھیں انکو جھٹلانا اور یہ قطعی حکم لگا دینا صحیح تھا کہ یہ چیزیں خلاف فطرت ہیں اور کبھی نہ ہونگی کیونکہ محال ہیں اور محال کا وجود ہو ہی نہیں سکتا یا اب اہل فطرت کے نزدیک کوئی حد قائم ہو گئی ہے کہ ان موجودہ ایجادات سے علیحدہ کوئی چیز نئی نہیں ایجاد ہو سکتی خدا جانے آئندہ کیا کیا نئی چیزیں پیدا ہونگی جو اس احاطہ فطرت سے خالی ہونگی جو اسوقت تک قائم ہوا ہے ثابت ہوا کہ فطرت اتنی بڑی وسیع چیز ہے جسکا احاطہ نہیں ہو سکتا پھر کسی نئی بات کی نسبت بھی یہ کہنا کہ خلاف فطرت ہے کیسے صحیح ہے جب کسی بات کو خلاف فطرت ہی کہنے کا کسی کا مونہہ نہیں تو یہ دعوے تو بہت دور ہے کہ وہ محال ہے اور علے سبیل التنزل اگر مان بھی لیا جاوے کہ کوئی بات خلاف فطرت ہے تب بھی

(ا) صاحبو ظاہر ہے کہ یہ استحالہ ایک دعوے ہے دعوے کیلئے دلیل کی حاجت ہے محض یہ امر دلیل ہونے کے قابل نہیں کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا اسلئے کہ اس کا حاصل استقراء ہے اور استقراء (تجربہ ۱۲) میں چند جزئیات کا مشاہدہ ہوتا ہے انسے دوسرے جزئیات پر استدلال کرنا قطعی نہیں ہو سکتا (۱۲) البتہ مرتبہ ظن (وہم و گمان ۱۲) میں دوسری جزئیات کے لئے بھی اس حکم کو ثابت کہہ سکتے ہیں۔

(ح) اسکا محال ہونا نامسلم ہے کیونکہ خلاف فطرت کو محال کہنا ایک دعوے ہے اور دعوے کے ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل سوا اسکے کچھ نہیں لا سکتے کہ ہم نے ایسا ہوتے دیکھا نہیں اسکا ترجمہ عدم علم ہے یعنے ہمارے علم میں ایسا نہیں ہوا اور آپ کو معلوم ہوگا کہ عدم علم سے علم عدم نہیں ہوتا مثلاً کلکتہ کے حالات ہم کو معلوم نہیں ہیں تو اس سے یہ دعوے ہم نہیں کر سکتے کہ کلکتہ کے متعلق کچھ حالات ہی ہی نہیں۔ اسپر اصول موضوعہ نمبر اول میں کافی طور سے بحث ہو چکی ہے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ دلیل کے مطالبہ کے وقت یہ کہہ دینا کہ ہم نے ایسا دیکھا نہیں کسقدر لچر بات ہے اور اس جملہ میں دلیل بننے کی قابلیت ہرگز نہیں۔ اسکو استقراء کہتے ہیں جسکا ترجمہ تلاش یا تجربہ ۱۴۸ ہے اور تجربہ کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ چند افراد میں ایک بات کو پایا جاوے اس سے دوسرے افراد کے بارہ میں بھی کسی وقت رائے قائم کر سکتے ہیں کہ دوسرے افراد میں بھی یہ بات ہوتی ہوگی لیکن سب جانتے ہیں کہ یہ رائے قائم کرنا ظن اور خیال ہی کے درجہ میں رہ سکتا ہے یقین کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتا ورنہ لازم آنے گا کہ ایک وہ آدمی جس نے ہندوستانی چند انسان دیکھے ہوں وہ یقین کے درجہ میں یہ رائے قائم کرے کہ انسان کے تمام افراد کالے ہی ہو سکتے ہیں جو گورا ہو وہ انسان ہی نہیں۔ جب استقرائی دلیل ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی تو اگر کوئی دلیل اس سے قوی یعنی یقینی اسکے خلاف موجود ہو جاوے تو اسکو ترجیح ہو گی یا نہیں، ضرور ہوگی ورنہ آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ مثال مذکور میں جب اس شخص نے پہلے صرف چند ہندوستانی کالے آدمی دیکھے تھے اور بعد میں گورے انگریز دیکھے کہ اس ظن کی بنا پر جو اس نے کالون کو دیکھکر قائم کر لیا تھا کہ آدمی کو کالا ہونا بھی ضروری ہے اب انگریزوں کو انسان نہ کہے گو اس نے دلیل قطعی سے یعنی مشاہدہ سے سمجھ لیا کہ یہ بھی انسان ہیں اسوقت ایک طرف دلیل ظنی ہے اور ایک طرف قطعی۔

(۱) لیکن یہ ظن وہاں حجت ہوگا جہاں اُس سے اقوے (زیادہ قوی ۱۲) دلیل اُسکے معارض نہ ہو اور
وہاں بھی محض دوام کا حکم درجہ ظن میں ہوگا۔ دوام سے ضرورت یعنی سلب (خلاف ۱۲) امکان عن الجانب
المخالف ثابت نہیں ہوسکتا نفی امکان کیلئے مستقل دلیل درکار ہے۔ اور جہاں اقوے
دلیل معارض ہو وہاں اس ظن کا اتنا بھی اثر نہ رہیگا بلکہ اس اقوے پر عمل ہوگا۔

(ح) کون ہے جو ایسا کہدے کہ اسوقت دلیل ظنی کو ترجیح دینی چاہیئے یا ترجیح دے سکتے ہیں جب ظنی
دلیل کی یہ حالت ہے، اور استقراء سے دلیل ظنی ہی حاصل ہوتی ہے تو اگر دوسری دلیل اس سے
قوی ہو تو اُسکے مقابلہ میں کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اصول موضوعہ مک۔ میں مفصل اور مدلل
ثابت کیا جاچکا ہے حیرت ہو کہ یہ بہت ہی موٹی بات ہے اور سب کے نزدیک مسلم ہے لیکن طرز عمل
ابنائے زمان کا اسکے خلاف ہے جس چیز کو خلاف فطرت سمجھتے ہیں اُسکو ناممکن (محال) کہدیتے ہیں
حالانکہ جو دلیل انکے پاس ہے وہ استقرائی ہے اور استقراء سے دلیل ظنی حاصل ہوتی ہے اسکو بمقابلہ
دلیل شرعی قطعی کے ترجیح دیتے ہیں دیکھئے کیسی فاش غلطی ہے لطف یہ ہو کہ یہ جو جائز رکھا گیا ہے
کہ استقراء سے یعنی بعض افراد کو دیکھکر دوسرے افراد پر کوئی حکم لگانا کسی موقع پر درست ہے تو اُسکا ۱۳۹
مطلب بھی یہ ہے کہ اگر کوئی دلیل اُسکے خلاف موجود بھی نہ ہوتی تب بھی تمام افراد پر حکم لگانا باین
معنی ہوسکتا ہے کہ غالباً دوسرے افراد کے لئے بھی یہی حکم ہوگا اور اگر کبھی بھی اسکے خلاف نہ دیکھا
تب بھی اتنا ہی کہہ سکیں گے کہ غالباً ہمیشہ یہی حکم ہوتا ہوگا نہ یہ کہ اسکے خلاف ہونا ناممکن ہے۔
خلاف کا ناممکن ہونا خود ایک دعوے ہے جسکے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اسکی توضیح ہم مثال
مذکور سے کرتے ہیں کہ وہ شخص جس نے کالے ہی انسان دیکھے ہیں اسکو یہ جائز ہے کہ دل میں خیال
کرلے کہ انسان کالے ہی ہوتے ہونگے کیونکہ ابھی اسکا استقراء یہیں تک پہونچا ہے یہ مرتبہ دلیل
ظنی کا ہے لیکن اس خیال کو اس درجہ ترقی دیدینا کبھی درست نہیں ہوسکتا کہ جب گورے
انسان بھی دیکھ لے تب بھی اسی پر جما رہے کیونکہ اب بمقابلہ اس دلیل ظنی کے دوسری دلیل قطعی
یعنی گورے انسانوں کا مشاہدہ پیدا ہوگیا اور اگر فرض کیا جائے کہ اُس نے گورے انسان تمام
عمر دیکھے ہی نہیں تب بھی اس دلیل سے کہ اُسکے استقراء سے کالے ہی انسان دیکھنے میں آئے
یہ حکم تو لگا سکتا ہے کہ انسان ہمیشہ کالے ہوتے ہیں بلفظ دیگر انسان کے لئے کالا ہونا دوام

(ا) پس جب نفی امکان کی کوئی دلیل نہیں اور دلیل اقوی بعض جزئیات کیلئے اُس حکم کے خلاف حکم ثابت ہونے پر قائم ہے پھر کیا وجہ کہ اسی اقوی کو حجت نہ سمجھا جائے۔

(ح) کے ساتھ ثابت ہے لیکن یہ بات کسی وقت بھی نہیں کہہ سکتا کہ ممکن نہیں کہ انسان کالے رنگ کے سوا دوسرے رنگ کے ہوسکیں بلفظ دیگر انسان کا گورا ہونا محال ہے اگر یہ کہیگا تو یہ ایک دعوے ہوگا جسکے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوگی یہ پھر یاد کر لیجئے کہ یہ دوام کا حکم بھی جب ہی سے جبتک استقرار کے مقابل میں دوسری قوی دلیل یعنی گوروں کا مشاہدہ نہ ہوگیا ہو اور جب گورے انسان دیکھ لئے تب تو وہ استقرائی اور ظنی دلیل سب برباد ہوگئی اسی کا ترجمہ یہ ہے کہ دلیل ظنی پر عمل کرنا بمقابلہ دلیل قطعی کے درست نہیں اس تمام تقریر سے حضرت مدظلہ کی اس عبارت کا مطلب صاف ظاہر ہوگیا (البتہ مرتبہ ظن میں دوسری جزئیات کے لئے بھی اُس حکم کو ثابت کہہ سکتے ہیں لیکن یہ ظن وہاں حجت ہوگا جہاں اُس سے اقوی دلیل اُسکے معارض نہ ہو اور وہاں بھی محض دوام کا حکم
زیادہ قوی ۔ مخالف ۱۲
درجہ ظن میں ہوگا دوام سے ضرورت یعنی سلب امکان عن الجانب المخالف ثابت نہیں ہوسکتا نفی امکان کے لئے مستقل دلیل درکار ہے اور جہاں اقوی دلیل معارض ہو وہاں اس ظن کا اتنا بھی ۴
اثر نہ رہے گا بلکہ اُس اقوی پر عمل ہوگا) ہماری تقریر سے اسکا مطلب پورا حل ہوچکا لیکن اس عبارت میں بعض الفاظ اصطلاحی ہیں اُنکا ترجمہ کرنا مناسب ہے دوام کے معنی ظاہر ہیں یعنی ہمیشگی۔ ضرورت کے معنی کسی چیز کا ضروری ہونا اسکو لازم ہے کہ اُسکے خلاف ہونا ناممکن (محال) ہو۔ اسیکو حضرت مصنف نے یوں فرمایا ہے یعنی سلب امکان عن الجانب المخالف جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جانب مخالف کا ممکن ہونا منفی ہے سلب کے معنی چھیننا یعنی منفی ہونا یا نہ ہوسکنا۔

جب اس استقرائی دلیل کی یہ حالت ہے کہ اُس سے تمام افراد پر کوئی حکم جب کر سکتے ہیں جب کوئی دلیل بعضے افراد کیلئے خلاف اُسکے موجود نہ ہو اور اسکے خلاف کو ناممکن تو کبھی کہہ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس ناممکن کہنے کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور ایسی دلیل کوئی ہے نہیں تو اگر بعضے افراد کیلئے کوئی حکم اُس استقراء کے خلاف ثابت ہوتے پر کوئی دلیل اُس استقراء سے خلاف زیادہ قوی ملجاوے تو کیا وجہ ہوگی کہ اُس قوی دلیل کو ترجیح نہ دیجائے یا اُس قوی دلیل کو توڑ مروڑ کر اور بُری بھلی تاویل کر کے اُس ضعیف دلیل کے مطابق کیا جاوے۔ ہونا تو اسکے خلاف چاہئے

مجالسؔ المؤمنین میں خود شیعوں کی معتبر کتاب ہے عبد الجلیل قزوینی کا یہ قول نقل کیا ہے "و بہمہ حال رفتن محمد و بردن ابوبکر بے فرمان خدا نہ بود" تمام حالتوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سفر کرنا اور حضرت ابوبکر کا ہمراہ لیجانا بلا حکم خدا کے نہ تھا۔

نیز تفسیر حضرت امام حسن عسکریؒ کی یہ روایت سورہ بقرہ میں اس بات کے اثبات پر شافی دلیل ہے کہ حضرت صدیق کی سفر ہجرت کی رفاقت خدا ے تعالےٰ کی خوشنودی اور حکم ایزدی سے ہوئی۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَوْحٰى إِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْعَلِيَّ الْأَعْلٰى يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّ أَبَا جَهْلٍ وَالْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ دَبَّرُوا عَلَيْكَ قَتْلَكَ إِلٰى أَنْ قَالَ وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ آنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَآزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ إِلٰى أَنْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَرَضِيتَ أَنْ تَكُوْنَ مَعِيَ يَا أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا أَدَّعِيْهِ فَتُحْمَلُ عَنِّيْ أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا أَنَا لَوْ عِشْتُ عُمْرَ الدُّنْيَا ۶۳
أُعَذَّبُ جَمِيْعًا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيْحٌ وَلَا فَرَجٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَأَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوْكِهَا فِيْ مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ أَنَا وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ إِلَّا فِدَاءُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا جَرَمَ إِنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ انْتَهٰى مُلَخَّصًا۔

یعنی جبرائیل علیہ السلام جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائے اور کہا اے محمد! حق تعالیٰ شانہ آپ کو سلام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابوجہل اور اسکی قوم یعنی قریش نے پوری تدبیر کرکے آپکے قتل کا مصمم ارادہ کرلیا ہے لہذا آپ کو چاہیئے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنی جگہ چھوڑیں کہ وہ مثل اسمٰعیل (علیہ السلام) کے جاں نثاری کرینگے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا رفیق سفر

عہ مجلس پنجم صفحہ ۲۱۳ عبد الجلیل فاضل شیعی کے بہت سے مناقب مجالس المؤمنین میں مذکور ہیں ۱۲ منہ

بنائیے اگر وہ موانست کریں اور اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت بلکہ اعلے علیین میں آپکے رفیق ہونگے۔
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ماجرا علی (رضی اللہ عنہ) سے بیان فرمایا حضرت علی تو اپنے مارے جانے پر راضی ہوگئے بعدہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ راضی ہیں کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہوں اور کفار قریش جسطرح مجھے قتل کیلئے تلاش کریں اسیطرح آپکے قتل کے بھی درپے رہیں اور یہ بھی مشہور ہوجائے کہ آپ ہی نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا ہے اور میری رفاقت کے سبب آپ کو قسم قسم کی تکلیفیں اور نوع بنوع کے عذاب پہونچیں، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپکی محبت کی وجہ سخت ترین بلاؤں میں مبتلا ہوں اور قیامت تک ان میں گرفتار رہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت حاصل کروں۔ میری جان و مال، اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں ٹھکانہ پاؤنگا یہ سنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپکی زبان آپکے دل کے موافق ہے تو بالیقین خداے تعالے آپ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا
۴۶ اور میرے ساتھ آپ کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔

اس روایت سے نہ صرف یہی بات ثابت ہوئی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کو خدا کی اُس وحی اور حکم کی تعمیل میں شب ہجرت اپنے ہمراہ لیا تھا جسکے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلایا تھا بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سفر کی رفاقت میں کامیاب رہے تو حق تعالے شانہ کا وعدہ ہے کہ ان کو جنت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے ہمراہ اعلیٰ علیین میں جگہ ملے گی اور انکی اس کامیابی کو چھپانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے وہ یقیناً اپنے عہد پر قائم رہے اور سفر ہجرت میں خود تکالیف جھیلیں لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ذرہ برابر آنچ نہ آنے دی۔

مولوی عمار علی صاحب شیعی نے بھی اس روایت کا تھوڑا سا حصہ اپنی **تفسیر عمدۃ البیان** میں نقل کیا ہے اور انھوں نے اسکے مضمون کے خبط کرنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے مگر جب خود انکے دل کو کسی بات سے تسکین نہ ہوئی تو صفحہ ۵۰۵ پر یہ لکھکر جان بچا گئے کہ۔

اُنھوں نے تغییر و تبدیل دین کی تھی اسلئے انکے سب فضائل باطل ہوگئے

لیکن ایسا فرما دینا علماء کی شان کے خلاف ہے ضرورت تو اس امر کی تھی کہ آیت غار کے مقابل کوئی دوسری آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مذمت میں اور امام حسن عسکری کی اس روایت کے مقابل کوئی اس پایہ کی مضبوط روایت تردید میں پیش کیجاتی ورنہ اسطرح کی تردید میں بے سروپا باتیں تو خوارج بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے رہتے ہیں کہ بعد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ مرتد اور بد دین ہو گئے تھے اور بعد میں آپکے تمام فضائل باطل ہو گئے تھے اور اس طرح جناب امیر کے مسلمہ فضائل پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں تو کیا اُن کی اس قسم کی ہزلیات تسلیم کیجا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مناسب ہے کہ اس موقع پر ایک قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغۃ سے جو شیعوں کے نزدیک متواتر مانی گئی ہے نقل کر دیا جاوے جس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس قول کی بھی تردید ہو جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں تغیر و تبدل کر دیا تھا اسلئے انکے سب فضائل باطل ہو گئے تھے" کیونکہ اس روایت میں صراحۃً مذکور ہے کہ انھوں نے سنت کو قائم کیا اور دُنیا سے وہ صاف ستھرے اور پاک دامن تشریف لیگئے۔ ۴۵

لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَ خَلَّفَ الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰی اِلَی اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِیْ فِيْهِ الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِیْ۔

نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر قسم اول

اللہ کے لئے تھی خلافت فلاں شخص کی بیتحقیق اس نے سیدھا کیا کجی کو اور دوا کی بیماریوں کی اور قائم کیا اس نے سنت کو اور پیچھے ڈالا بدعت کو پاک دامن اور بے عیب گیا اس نے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے پہلے چلا گیا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور خدا سے ڈرا جیسا کہ حق تھا اور اس حال میں (دُنیا سے) کوچ کیا کہ لوگوں کو راہوں شاخ در شاخ میں چھوڑ گیا جن میں گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں حاصل کر سکتا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ نہج البلاغۃ کے مصنف نے جناب امیر کے اس کلام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوشیاری سے لفظ فلاں نقل کر دیا ہے لیکن نہج البلاغۃ کے شارحین نے

اس چوری کو ظاہر فرما دیا ہے اکثر شارحین کہتے ہیں کہ اس سے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مراد ہیں۔

جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اس کلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کمی کا سید ہاکر نیوالا پاک دامن سنت کا قائم کرنے والا اضداد سے دُور نے والا فرمایا۔ کیا اس سے زیادہ انکے مومن ہونے کی شہادت اور کچھ بھی ہو سکتی ہے۔

کشف الغمہ میں جو علی بن عیسےٰ کی تصنیف ہے اور شیعوں کی معتبر کتاب ہے حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ کی ایک روایت منقول ہے جسکو مناسب موقع سمجھکر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سئل ابو جعفر عن حلیۃ السیف هل یجوز قال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه وقال الراوی اتقول هکذا فوثب الامام علی مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا والاخرة ۹۴

سوال کیا گیا امام محمد باقر رحمۃ اللہ سے تلوار کو زیور سے آراستہ کرنیکا کہ آیا وہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ جائز ہے ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیور سے آراستہ کیا تھا راوی نے کہا کہ کیا آپ اُن کو صدیق کہتے ہیں پس امام اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور فرمایا ہاں میں صدیق کہتا ہوں ہاں میں صدیق کہتا ہوں ہاں میں صدیق کہتا ہوں پس جو کوئی انکو صدیق نہ کہے نہ سچا کرے اللہ تعالےٰ اُسکے قول کو دُنیا اور آخرت میں۔

اس روایت میں امام باقر رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ صدیق کا لقب شامل کیا اور راوی کے تعجب پر تنبیہاً و تاکیداً تین مرتبہ لفظ صدیق کا اعادہ فرمایا ہے اور محض خود ہی شامل نہیں فرمایا بلکہ جو شخص بھی ابوبکر صدیق نہ کہے اُسکے حق میں بددُعا فرمائی ہے۔

نیز آیت غار کے تحت میں تفسیر قمی میں جو مذہب شیعہ میں نہایت معتبر ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جسکو مناسب موقعہ سمجھکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قال ابو عبد الله لما کان رسول الله فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینة جعفر واصحابه تقوم فی البحر وانظر الی الانصار محتبین فی افنیتهم فقال ابو بکر تراهم یا رسول الله قال نعم قال فارنیهم فمسح علی عینه فراهم فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم انت الصدیق۔

(باقی آیندہ)

الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جسمیں شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت ومتانت سے دئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شخص کے پاس رہے۔ قیمت نو آنے۔ (۹؍)

امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ

۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ

جلدین اولین دو روپے۔ (عہ/)

ایضاً جلدین آخرین دو روپے (عہ/)

ایضاً تتمہ اولی وثانیہ امداد الفتاوی اسمین ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت تین روپے چار آنہ۔

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ مولانا مدظلہم نے اسمیں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کیلئے ف کے نشان سے تفسیر کی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ کلامیہ بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوئی ہے اسکو مقدم رکھا ہے۔ ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول بنا کر نیچے اختلاف قراءۃ حل لغات ضروری ترکیب وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں۔ پوری تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔ قیمت فی جلد عہ/ کامل بیس روپے (عشہ)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند کتاب یہ وہی کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں طاعون پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا۔ وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ/)

مجموعہ واقدی۔ یعنی مغازی الرسول فتوح الشام فتوح المصر وفتوح العجم یہ عجیب غریب مجموعہ ہے مگر ہے پرانی زبان میں۔ قیمت چھ روپے ۔ ۔ ۔ ۔ (سے/)

تاریخ حبیب الہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح عمری مع غزوات وغیرہ قیمت آٹھ آنے

قصص الانبیا کلان۔ قیمت دو روپے ۔ ۔ ۔ ۔ (عہ/)

حکایات الصالحین۔ قیمت آٹھ آنے

نزہۃ البساتین۔ قیمت تین روپے چار آنہ

تذکرۃ الاولیا۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

نیک بیبیاں۔ قیمت پانچ آنے (۵؍)

فردوس آسیہ۔ اسمیں خلفاء راشدین و امامین کے حالات نہایت وضاحت سے جمع کئے ہیں قیمت عہ/

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت حکیم الامۃ مد ظلہم کو کہ المصالح العقلیہ اُردو زبان میں تالیف فرما کر آبادان ہند کیلئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب و حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔

قیمت ہر سہ حصص دو روپے۔ (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مولفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا مد ظلہم

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بمنزل رہنما ہے بہت قرائے اہل سلوک دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصداق حکمت روحانی ہے یہ کہاں ہیں علم تصوف کے نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت کے شریعت کو جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاءاللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ **شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے** ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جنسے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو **فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام** ملاحظہ فرمائیں

ضخامت ۱۲۵ صفحات۔

قیمت تین روپے چار آنے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے۔

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۲۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مصدرہ دال ست بر منافع تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر و بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی * پس اتباعاً للنص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد	بابت ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ	نمبر ۱۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی * بصورت ترجمہ رسالۂ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * بادارت محمد عثمان علی مدنی * و ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible] گردد

ملہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اخص [illegible] بکتاب اللہ و فنی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب سلمہٗ	۳ / ۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۱ / ۱۴
۳	حیٰوۃ المسلمین	مضامین مختلف	.. .. ″	۱۵ / ۱۸
۴	کلید مثنوی یعنی شرح مثنوی مولانا روم ..	تصوف	.. .. ″	۱۹ / ۲۶
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.. .. ″	۲۷ / ۳۰
۶	ملفوظات مزید المجید	ملفوظات	.. .. ″	۳۱ / ۳۴
۷	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہٗ	۳۵ / ۴۲
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہٗ	۴۳ / ۴۹

اُصول ومقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ علیٰ تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بعوض ڈھائی جزو کے تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جبکہ دو آنہ فیس منی آرڈر کا آنہ اضافہ کرینگا اور دو روپیہ بارہ آنہ کا وی پی بھیجینگے

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۷ھ کے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہو علاوہ محصولڈاک

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

پر فریب ہوں کہ تمھاری کمروں کو چھوڑ دوں اور میں حوض پر تمھارے لیے پہلے پہونچنے والا ہوں پس تم میرے پاس آؤ گے مجتمع ہوکر متفرق ہوکر میں تمکو تمھاری پیشانیوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے کہ آدمی اپنے اونٹوں میں اجنبی اونٹ کو پہچان لیتا ہے اور تمکو بائیں جانب سے جایگا اور میں تمھارے بارے میں رب العالمین سے جھگڑوں گا عرض کروں گا اے میرے رب (یہ تو) میری قوم ہے پس فرمائیں گے اے محمدؐ تم نہیں جانتے انہوں نے تمھارے بعد کیا نئے کام کئے ہیں یہ تمھارے بعد الٹے پیروں اپنی ایڑیوں پر چلتے تھے پس میں شناخت نہ کروں تم میں سے کسیکو قیامت کے دن ممیاتے بلبلاتے اونٹ کو لادے ہوئے آدمی اور پکارے اے محمدؐ اے محمدؐ اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تجھکو پہنچا چکا تھا اور تم میں سے کسیکو ہرگز نہ شناخت کروں کہ ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو قیامت کے دن لادکر روے اور پکارے اے محمدؐ اے محمدؐ اور میں کہوں مجکو تیرے بارے میں کچھ اختیار نہیں ہے میں تجکو تبلیغ کرچکا تھا اور تم میں سے قیامت کے دن کسیکو نہ شناخت کروں اسکو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے

۴۳۱ اور دونوں کی اسنادیں انشاء اللہ کھری ہیں قیامت کے دن چمڑے کا مشکیزہ اٹھائے ہوئے پکارتا ہو اے محمدؐ اے محمدؐ میں مجھکو تیرے بارے میں کچھ اختیار نہیں میں تبلیغ کرچکا تھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ میں تعدی (اور زیادتی کرنے والا مثل منع کرنے والے کے ہے اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے سب نے حضرت انس سے بواسطے سعد بن سنان کے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور احمد بن حنبل نے سعد بن سنان میں کلام کیا ہے پھر کہتے ہیں کہ زبان جناب تعدی صدقہ میں کرنے والا مثل منع کرنے والے کے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تعدی کرنے پر ایسا گناہ ہے جیسا کہ منع کرنے والے پر گناہ ہوتا ہے جب وہ منع کرتا ہے (واللہ عالم تعدی سے مراد وصول یابی میں ظلم و زیادتی سختی کرنا ہے) حافظ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ سعد بن سنان کی توثیق کی گئی ہے چنانچہ آئندہ آئیگا

اور حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا آیندہ زمانہ میں تمہارے پاس غضبناک (صدقہ وصول کنندہ) سوار آیا کریں گے جب تمہارے پاس آویں تو تم اون کو مرحبا کہنا اور جو کچھ وہ لیں لینے دینا اگر وہ انصاف کریں گے اون کے لیے نافع ہوگا اور اگر ظلم کریں گے اوس کا وبال اونپر رہیگا تم اونکو راضی کردو تمہاری زکوۃ کا کمال اونکا خوش کرنا ہے اور اونکو مناسب ہے کہ (صدقہ وصول کرکر) تمکو دعا دیں اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

فصل

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے صاحب مکس جنت میں (اول ہی) داخل نہیں ہوگا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں صاحب مکس سے عشر وصول کرنے والا مراد ہے اسکو ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے سب نے محمد بن اسحٰق کی روایت سے نقل کیا ہے اور حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اسی طرح کہتے ہیں مگر مسلم نے محمد بن اسحٰق کی روایت صرف متابعات میں نقل کی ہے امام بغوی کہتے ہیں کہ صاحب مکس سے مراد وہ لوگ ہیں جو (مثل چنگی والوں کے) تاجروں سے عشر کے
۴۲ نام سے محصول وصول کرتے ہیں حافظ صاحب کتاب کہتے ہیں اب تو محصول بنام عشر اور اور محصولات وصول کرتے ہیں جنکا (شریعت میں) کچھ نام ہی نہیں ہے بلکہ ایک چیز ہے کہ اسکو حرام لیتے ہیں اور اپنے پیٹوں میں آگ (جہنم) کھاتے ہیں اون محصولات کے بارہ میں اونکی دلیلیں اون کے رب کے سامنے سب پست اور باطل ہیں اور اون پر (خدا کا) غضب ہے اور اُن کو سخت عذاب ہوگا۔

اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں عثمان بن ابی العاص کلاب بن امیہ کی طرف گذرے وہ عاشر کی گدی پر بصرہ میں بیٹھے تھے کہنے لگے تم یہاں کیوں بیٹھے ہو جواب دیا کہ مجھکو زیاد نے یہاں عامل بنا دیا ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کروں جسکو مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اُنہوں نے کہا بیشک بیان کیجئے حضرت عثمان نے فرمایا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک وقت مقرر تہا کہ اوس میں اپنے گھر والوں کو جگایا کرتے تھے کہ اے آل داؤد کھڑے ہو نماز پڑھو یہ ایسا وقت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ

ہر کسی کی دعا قبول کرتا ہے بجز جادوگر یا عاشر کے تب تو کلاب بن امیہ کشتی پر سوار ہو کر زیاد کے
پاس آیا اور استعفیٰ دیدیا زیاد نے قبول کر لیا اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر اور اوسط
میں روایت کیا ہے طبرانی کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ
جنابنے ارشاد فرمایا آدہی رات کو آسمان کے دروازہ کہول دیئے جاتے ہیں اور اعلان کرنے
والا اعلان کرتا ہے۔ کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اوس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی مانگنے
والا ہے کہ اوسکو دیا جائے کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اوسکو رہائی دیجائے بس کوئی ایسا
مسلمان باقی نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول نہ کریں مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کہاتی
ہے اور عاشر اور طبرانی کی ایک روایت کبیر میں ہے حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تہے اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کے قریب ہوتے ہیں
اور جو مغفرت چاہتا ہے اسکو بخش دیتے ہیں مگر فرج کی کمائی والی عورت اور عاشر ان
دونوں کی مغفرت نہیں کرتا جب تک کہ وہ ان گناہوں سے توبہ کریں) امام احمد کی روایت
۱۳۳ میں علی بن زید ہیں اور باقی رواۃ تو روایات صحیحہ میں قابل احتجاج ہیں اور جس میں محدثین
کا اختلاف ہے کہ جس نے حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالےٰ سے سُنا ہے یا نہیں
اور ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مسلمۃ بن مخلد مصر امیر تہے انہوں نے
رویفع ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ محکمہ عشر کا آپ کے متعلق کر دیں انہوں نے فرمایا
میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تہے کہ صاحب مکس (یعنی عشر وصول
کرنے والا) نار دوزخ میں ہوگا اسکو امام احمد نے بروایت ابن لہیعہ اور طبرانی نے اسی کے
مثل روایت کیا ہے اور انہوں نے زیادہ کیا ہے یعنی عاشر (یعنی صاحب مکس کی معنی بہی بتائے)
اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل
میں تہے اچانک کوئی پکارنے والا پکارتا تہا کہ یا رسول اللہ آپنے مونہہ پہیر کر دیکہا کسی کو نہیں
دیکہا پہر مونہہ پہیرا تو ایک ہرنی بندہی تہی کہتی تہی کہ میرے قریب ہو جئے یا رسول اللہ آپ
اس کے قریب ہوئے اور فرمایا تیری کیا خواہش ہے کہنے لگی کہ اس پہاڑ کے پیچہے میرے
دو بچے ہیں آپ مجہکو چہوڑ دیجئے میں اون کو دودہ پلا دوں پہر واپس آجاؤں گی آپنے

فرمایا تو ایسا کرے گی اوسنے کہا اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ پاک مجھکو عاشر کا سا عذاب دے
آپنے اسکو چھوڑ دیا پس وہ گئی اور دونوں بچونکو دودہ پلاکر واپس آئی آپنے اس کو
باندھ دیا اور اوہ (گنوار جسنے اسکو باندھ رکھا تھا نیند سے) بیدار ہوا اور اوس نے (حضرت سے)
عرض کیا کیا جناب کو کچھ کام ہے یا رسول اللہ فرمایا ہاں اس (ہرنی) کو چھوڑ دو اوس نے اوسکو
چھوڑ دیا وہ دوڑتی ہوئی نکل گئی اور کہتی جاتی تہی اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ اسکو
طبرانی نے روایت کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے حکام کی خرابی ہے چودہریوں کی. خرابی ہے ذمہ داران
قوم کی بیشک بروز محشر بہت سی قومیں تمنا کریں گی۔ کاش کہ ہمارے بال ثریا میں بندہے
ہوئے زمین و آسمان کے درمیان لٹکتے ہوئے ہوتے اور کسی چیز پر حاکم نہ بنائے جاتے (مطلب
ہے کہ چاہے کیسی ہی مصیبت دنیا میں برداشت کرنی پڑتی مگر کسی قسم کی حکومت اور سرداری
نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا)

۳۴ اسکو امام احمد نے چند طرق سے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے راوی ثقہ ہیں
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خرابی ہے حکام کی خرابی ہے چودہریوں کی خرابی ہے ذمہ داران قوم کی بعضی قومیں بروز
قیامت آرزو کریں گی کہ اون کے بال ثریا میں بندہے ہوئے زمین آسمان میں لٹکے ہوئے
ہوتے اور مسلمانوں کے) کسی کام کے والی نہ بنائے جاتے اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں
اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ لفظ حاکم کے ہیں اور صحیح الاسناد کہا ہے۔ اور حضرت انس
رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ
گذرا فرمایا کہ اس کے واسطے خوش نصیبی ہے اگر یہ چودہری نہ ہو اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے
اور انشاء اللہ اسکی اسناد حسن ہے ف جنتی جگہ پر ہمنے چودہری ترجمہ لکہا ہے اون سب جگہ اصل
حدیث میں لفظ عریف کا آیا ہے۔ جسکا ترجمہ صراح میں کارگزار قوم کیا ہے اور کہتے
ہیں کہ وہ رئیس سے کم درجہ کا ہوتا ہے اور حضرت مقدام بن معدی کرب سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے مونڈہوں پر دستک دی پہر فرمایا اے قدیم

تو نے فلاح پائی اگر تو نے ایسی حالت میں وفات پائی کہ تو امیر ہو نہ پیشکار نہ عریف اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور موددد بن حارث میں یزید بن کریب بن یزید بن سیف بن حارثہ یربوعی بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص بنی تمیم میں سے میرا سب خورد ونوش کا سامان لے گیا (دادا کہتے ہیں) کہ مجھ سے جناب نے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہ تمکو دوں پھر فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنی قوم کے عریف بنو یا فرمایا کہ تمکو تمھاری قوم پر عریف بنا دیں میں نے عرض کیا نہیں فرمایا ہوشیار ہو جاؤ کہ عرفا دوزخ میں دکھیل دیے جائینگے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے (مصنف کہتے ہیں) میں موددکو نہیں پہچانتا اور غالب قطان بواسطہ ایک آدمی کے اپنے باپ سے وہ اون کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قوم عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر تھی جب ان کے پاس اسلام کی خبر پہنچی تو پانی کے مالک نے اپنی قوم کے لیے سو اونٹ اسلام لانے پر مقرر کیے وہ لوگ اسلام لے آئے اور وہ اونٹ اونپر تقسیم کر دیئے۔ پھر اسکو خیال ہوا کہ اون اونٹوں کو واپس کرلے تو اوس نے ۳۵
اپنے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا پھر تمام حدیث راوی نے بیان کی۔ اس کے آخر میں یہ تھا کہ لڑکے نے عرض کیا کہ میرا باپ بڑا بوڑھا ہے وہ اوس پانی کا عریف ہے آپ سے عرض کرتا ہے کہ آپ مجھکو اوس کے قائم مقام اس کے بعد عریف بنا دیں آپ نے فرمایا عرافت حق ہے (یعنی ضروری امر ہے) اور اون کو عرافت سے چارہ نہیں ہے ولیکن عریف نار میں ہے (مطلب یہ ہے کہ اس کے حقوق بہت نازک ہیں اس منصب پر قائم ہو کر حقوق کی رعایت کرنا امر نہایت دشوار ہے جہاں چوکا مارا گیا انجہ سے اکثر نار کے مستحق ہوتی ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ عرافت حرام ہے) اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اوس شخص کا اور باپ اور دادا کا نام نہیں بیان کیا اور حضرت ابو سعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں پر ایسے امرا آئیں گے کہ شریر (مفسد) لوگوں کو مقرب بنائیں گے اور نماز و نکو اون کے اوقات مستحبہ سے موخر کریں گے پس جو کوئی

تم میں سے اسکو دیکھے تو نہ عریف بنے نہ کوتوال نہ محصولات وصول کنندہ نہ خزانچی اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

سوال کرنے سے ڈرانا اور غنی کے لیئے اوس کے حرمت اور لالچ کی مذمت اور عفت اور قناعت اور اپنے ہاتھ کے ریاض سے کھانیکی ترغیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسیکو برابر مرض مانگنے کا لگا رہیگا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملیگا کہ اوس کے مونہہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہیگا اسکو بخاری مسلم نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانگنا گہرونٹ ہے کہ سوال سے آدمی اپنے مونہہ کو گہرونٹتا ہے اب جو چاہے اپنے چہرہ پر قایم رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے مگر صاحب سلطنت (کہ جس کے متعلق اوس کا انتظام ہے) سوال کرنا یا ایسے امر میں سوال کرنا کہ جس میں چارہ نہ ہو اس عید سے مستثنےٰ ہے اور جائز ہے **ف** اللہ اعلم طلبا اور مدرسین کا مہتمم سے حوائج کا طلب کرنا یا اہل خانہ کا خانہ مالک سے مانگنا وغیرہ صاحب سلطنت سے طلب کرنے کے حکم میں داخل اور جائز معلوم ہوتا ہے۔ اسکو ابوداؤد و نسائی ترمذی نے روایت کیا ہے مگر ترمذی کے نزدیک بجائے کدوح کے جس کے معنے گہرونٹ ہیں لفظ کد فرمایا جس کے معنی مشقت ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے مانگنا مانگنے والے کے مونہہ پر قیامت کے دن گہرونٹ ہوگی اب جو چاہے اپنے مونہہ پر باقی رکھے آخر حدیث تک بیان کیا اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ مشہور ہیں اور حضرت مسعود بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ باوجود غنا کے برابر مانگتا رہتا ہے حتیٰ کہ اوس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے پس اللہ کے نزدیک اسکی کچھ وجاہت عزت نہیں رہتی اسکو بزار اور طبرانی نے کبیر میں بیان

کیا ہے اور اسکی اسناد میں محمد بن عبد الرحمن بن ابو لیلےٰ ہیں اور حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص نے لوگوں سے بغیر اس کے کہ اوسپر فاقہ پڑے یا ایسا کثیر العیال ہو کہ اون کے
اخراجات کی طاقت نہ رکھتا ہو طلب کرے قیامت کے روز ایسی حالت میں حاضر
ہوگا کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے اپنے اوپر مانگنے کا دروازہ کہولا (یعنی مانگنا شروع کیا) بغیر ایسے فاقہ کے کہ اوس پر
پڑا ہو یا کثرت عیال کے کہ قابل برداشت نہ ہو اللہ تعالیٰ اوسپر فاقہ کے راستے ایسی جانب
سے کہولدیگا کہ اوسکو گمان بھی نہ ہوگا۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ شواہد میں جید حدیث ہے

اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر سوال کرنے لگا آپ نے اوسکو دیدیا جب اوس شخص نے دروازہ
کی چوکہٹ پر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لوگ جانتے جو کچھ (
نقصان) سوال کرنے میں ہے تو کوئی کسی کے پاس مانگنے کے ارادہ سے نہ جاتا اسکو نسائی ۳۷
نے روایت کیا ہے اور اسیکو طبرانی نے کبیر میں قابوس کے طریق سے بواسطہ عکرمہ کے
حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مانگنے
والا جان لیتا کہ اوس کے واسطے سوال کرنے میں کیا (نقصان ہے تو سوال) نہ کرتا۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی کا سوال کرنا دن قیامت کے اوس کے چہرہ پر بد رونقی ہے
اسکو امام احمد نے اسناد جید سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے
یہ اور زیادہ کیا ہے اور سوال کرنا غنی کا آگ ہے اگر تہوڑا دیا گیا تو تہوڑی آگ ہے اور اگر
زیادہ دیا گیا ہے تو زیادہ ہے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس کسی نے کوئی چیز مانگی باوجودیکہ اوس سے وہ غنی ہے یہ سوال اوس کے چہرہ میں بروز
قیامت بد رونقی ہوگی اسکو امام احمد اور بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے امام احمد کے

راوی حدیث صحیح میں حجت ہیں۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سوال کیا باوجودیکہ وہ اوس سوال سے غنی تھا وہ بروز قیامت اسی حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرہ پر کھرونٹ ہوگی اسکو طبرانی نے اوسط میں ایسی اسناد سے روایت کیا ہے کہ اوس میں کچھ باس نہیں ہے۔ اور حضرت سعد بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب کے پاس ایک آدمی کا (جنازہ) لایا گیا تاکہ آپ اوس کی نماز پڑھیں جناب نے فرمایا اس شخص نے کتنا مال چھوڑا لوگوں نے عرض کیا دو یا تین دینار چھوڑے ہیں آپ نے فرمایا دو یا تین آگ کے داغ چھوڑے ہیں راوی کہتے ہیں کہ پھر میں عبد اللہ بن قاسم سے ملا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ ہیں اون سے اس حدیث کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا وہ آدمی مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگا کرتا تھا۔ اسکو بیہقی نے یحییٰ بن عبد الحمید حمانی کی روایت سے بیان کیا ہے +

اور حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو کوئی بغیر فقر کے مانگتا ہے گویا آگ کی چنگاری کھاتا ہے اسکو ۳۸
طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص بلا ضرورت مانگتا ہے اوس شخص کے مانند ہے کہ وہ دوزخ کی انگاریاں چنتا ہے اور ترمذی نے اسی حدیث کو بروایت مجالد بواسطہ عامر حبشی کے اس سے طویل روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سنا ہے آپ عرفات میں وقوف عرفہ کر رہے تھے ایک گنوار آیا اور آپ کی چادر کا کنارا پکڑا اور آپ سے مانگا آپ نے اسکو دیدیا وہ چلا گیا اوس وقت سوال حرام کیا گیا آپ نے فرمایا سوال غنی کے اور تندرست صحیح الاعضاء کے واسطے حلال نہیں ہے مگر فقیر خاک میں ملے ہوئے ہو کر یا قرضدار ناچار کو جائز ہے اور جس شخص نے اس لئے مانگا کہ اوس سے مال بڑھاوے وہ سوال بروز قیامت اوس کے چہرہ پر کھرونٹ ہوگا اور گرم پتھر ہے جسکو کھائیگا کہ اوسکو جہنم کی آگ سے کھائیگا۔ اب جو چاہے اوسکو کم کرے اور جو چاہے زیادہ کرے

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا چھٹا وعظ

مسمّٰی بہ

صوفی کا طریقہ

منتخب از سیرۃ الصوفی وعظ چہارم دعوات عبدیت حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد۔ یَاۤ اَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۞ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۞ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ ۱
مِنْهُ قَلِیْلًا ۞ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۞ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۞
اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ۞ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ط
وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۞ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ۞ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۞ وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ
اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۞ ترجمہ۔ اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو کھڑے رہا کرو
مگر تھوڑی سی رات یعنے آدھی رات یا اس سے کسی قدر کم کردو یا اس سے کچھ بڑھا دو اور قرآن
کو خوب صاف صاف پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔ بیشک رات کے اٹھنے
میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بیشک تم کو دن
میں بہت کام رہتا ہے اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے یکسو ہو کر اسی کی
طرف متوجہ رہو وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اسکے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں سو
اسی کو اپنے کام سپرد کیا کرو اور یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی

کے ساتھ ان سے الگ ہوجاؤ اور مجھکو اور ان جھٹلانے والوں نازونعمت میں رہنے والونکو
چھوڑ دو اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دو۔

ان آیتوں کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) میرے دوستوں میں سے بعض صوفیوں نے مجھسے یہ درخواست کی کہ اگر ہمارے لئے ایسا مضمون بیان ہوجائے تو بہتر ہے جسکے موافق ہم اپنا عمل رکھیں۔ چونکہ اس وقت اس قسم کا مضمون ذہن میں نہ تھا اس لئے میں نے پورا وعدہ نہیں کیا دوسرے اس قسم کے مضمونوں کے لئے تنہائی زیادہ مناسب ہے اس خیال سے اور بھی وعدہ نہیں کیا تھا۔ مگر آج صبح کو سورۂ مزمل کی شروع کی آیتیں ذہن میں آئیں معلوم ہوا کہ ان میں بالکل تصوف ہی کے طریقہ کا بیان ہے اسلئے آج انہیں آیتوں کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ بیان سے پہلے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ اس میں ہمارا کیا نفع ہوگا۔ یہ طریقہ تو صوفیوں کے لئے ہے جو دُنیا کو چھوڑ بیٹھے ہیں ہم دنیا داروں کے لئے نہیں سو بات یہ ہے
کہ سرے سے یہی کہنا صحیح نہیں کہ دنیا داروں کے لئے اور حکم ہیں اور دینداروں کے لئے ۴
اور حکم ہیں کیونکہ مسلمان ہونے میں سب برابر ہیں اور شرع کے حکم سب کے ساتھ یکساں تعلق رکھتے ہیں بلکہ حقیقت میں مسلمان دنیا دار ہوتا ہی نہیں کیونکہ دُنیا داری حقیقت میں یہ ہی کہ حلال حرام میں کچھ تمیز نہ رہے جسطرح سے بنے مال حاصل کرنے کو مقصود سمجھے اگر کہیں دونوں غرضیں دین و دُنیا کی جمع ہو جائیں تو دین کی غرض چھوڑ کر دنیا کی غرض حاصل کیجائے اور یہ خیال کیا جاسکے کہ دین سے ہم کو کوئی غرض نہیں کیونکہ شریعت کے حکم اسقدر دشوار ہیں کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو دُنیا کی زندگی مشکل ہے سو ظاہر ہے کہ ایمان کے ساتھ ایسے خیال کی گنجائش کہاں ہے ایسا خیال رکھکر مسلمان ہی کب ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے کہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتے ہیں دشواری کرنا نہیں چاہتے اور اللہ کسی کو ایسے کام کا حکم نہیں کرتے جو اسکی طاقت سے باہر ہو اور یہ شخص خیال کرتا ہے کہ خدا نے ہمیں دشواری میں ڈالدیا ہے اور ایسی باتوں کا حکم دیا ہے جن پر عمل کر کے
زندگی مشکل ہے سو ایسا خیال کرنا تو ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کو جھٹلانا ہے اور اگر یہ عذر ۵

کیا جاوے کہ ہم تو خدا تعالےٰ کو نہیں جھٹلاتے مگر جب روزمرہ کے واقعات ہی بتلا رہے ہیں کہ شرع کے حکموں پر چلنا بہت مشکل ہے تو ہمارا کیا قصور ہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ دشواری دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ خود حکم ہی کے اندر دشواری ہو سو ایسے حکم پہلی امتوں میں تو کچھ تھے مگر اس اُمت میں اس قسم کے حکم نہیں رکھے گئے۔ اور ایک دشواری یہ ہے کہ خود حکم میں تو کوئی دشواری نہیں مگر ہم نے خود اپنی حالت ایسی بگاڑی ہے کہ آسان حکم بھی ہم کو دشوار معلوم ہونے لگے کہ سب نے ملکر شریعت کے خلاف عادتیں اختیار کرلی ہیں کہ وہ عام طور پر ایک رسم ہوگئی اور ظاہر ہے کہ جب اس رسم کو چھوڑ کر کوئی شریعت کے حکم پر چلنا چاہے گا تو ضرور اسکو آسان حکم میں بھی دشواری پیدا ہوگی۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حکیم کسی بیمار کو دو پیسہ کا نسخہ لکھدے مگر وہ بیمار ایسے گاؤں میں رہتا ہے جہاں کے لوگ اس قسم کی ضروری چیزوں کی رغبت نہیں رکھتے اور ان کی بے رغبتی کی وجہ سے وہ چیزیں اس گاؤں میں نہیں آتیں اور نہیں مل سکتیں۔ اسلئے یہ بیمار اس دو پیسہ کے نسخہ کو وہاں نہیں پی سکتا۔ اب یہ نسخہ تو کمیاب نہیں ہے۔ ۳

مگر اس گاؤں والوں ہی نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے اسواسطے وہاں نہیں مل سکتا پس اس صورت میں ہر عقلمند یہی کہے گا کہ علاج تو بالکل آسان ہے مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والوں کا ہے کہ ایسی معمولی چیز بھی لاکر نہیں رکھتے۔ ایسا ہی ہمارا حال ہے کہ تمام قوم نے ملکر اپنی ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب شرع کے حکموں پر چلنے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے دیکھئے بہت لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ تنخواہ کم ہے بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے۔ اگر یہ لوگ اپنے خرچ اندازہ سے رکھیں تو تنخواہ کیوں نہ کفایت کرے اسیطرح پر آم کی بہار پھل آنے سے پہلے ہی بیچ دیجاتی ہے۔ اگر ایک شخص اس سے بچنا چاہے تو ضرور کسیقدر دقت ہوتی ہے لیکن اگر سب اتفاق کرلیں کہ اس طرح سے کوئی نہ بیچے تو دیکھیں پھر کیا دشواری پیش آتی ہے اصلی دشواری تو وہ ہے کہ اگر سب ملکر بھی اسکو دُور کرنا چاہیں جب بھی دُور نہ ہوسکے اور جو دشواری سب کے ملکر چھوڑ دینے سے جاتی رہے تو یہ اصل میں دشواری نہیں بلکہ آسان ہے کیونکہ یہ دشواری تو صرف

بُری رسم اختیار کر لینے سے پیدا ہو گئی ہے سو یہ تنگی خود اپنے آپ ہی اپنے اوپر ڈالی گئی ہے تعجب ہے کہ خود اپنی تنگی کو تو نہ دیکھیں اور شریعت پر تنگی کا الزام دیں۔

(۲) بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہم ناجائز معاملے رشوت وغیرہ کے ضرورت کی وجہ سے کرتے ہیں مگر حقیقت میں جس کو وہ ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ صرف نفس کی لذتوں کا نام ضرورت رکھدیا ہے۔ جیسے کسی شخص کی نوکری میں اتنی گنجایش تو ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے مگر بھاری قیمت کے چمک دمک کے کپڑے بنانے کی گنجایش نہیں اس صورت میں عقلمند آدمی کبھی ہرگز بھی ایسے قیمتی کپڑوں کی ضرورت نہیں مان سکتا جسکے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے اور اگر معمولی قیمت کے کپڑے پہننے پر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کس حالت کے لئے سکھلایا گیا ہے ایسی حالت میں صبر کرے اور جو صبر کی حد سے بھی گذر جائے تو ایسے لوگوں کی مدد کے لئے شریعت نے خاص قاعدے مقرر کئے ہیں ان سے نفع اٹھانا چاہیئے غرض مسلمانوں کو کسی حالت میں بھی دین کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرنا اور فوقیت دینا جائز نہیں پس اس اعتبار سے مسلمان دُنیا دار ہو ہی ۴
نہیں سکتا صرف کافر ہی دنیا دار ہیں جو دین کے مقابلے میں دُنیا کو اختیار کرتے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو دُنیا کے کتے ہیں ہم سے دین کا کیا کام ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ اپنے منہ سے اس ذلت اور بے عزتی کا اقرار کیا جاتا ہے گویا کہ خدا تعالےٰ نے ان کو دین کے واسطے پیدا ہی نہیں کیا اور غضب تو یہ ہے کہ ان بھلے مانسوں نے اپنے لئے تو ایسے بیہودہ لقب تراشے ہی تھے دینداروں کے لئے بھی ایسے بیہودہ لقب استعمال کرتے ہیں جیسے مسجد کے مینڈھے۔ اسپر ایک ہنسی کی حکایت یاد آگئی کہ ایک طالب علم کو ایک شخص نے جو کہ اپنے کو بُرا سمجھتے تھے مسجد کا مینڈھا کہدیا اس نے کہا بلا سے پھر بھی دُنیا کے کتوں سے تو اچھے ہی ہیں۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ اپنے کو ایسے بُرے لقب دیکر اسکو تواضع سمجھتے ہیں اسکی مثال میں ایک قصہ یاد آگیا کہ میرے سامنے ریل میں ایک دولتمند مسخرے بنے اپنے دسترخوان پر دوسرے شخص کو یہ کہکر بلایا کہ آیئے کچھ گوہ موت کھا لیجئے اسپر انکے ایک ساتھی نے کہا کہ میں کہانتک ایسی بے ادبی

(باقی آئندہ)

روح نہم بھائی مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھکر ادا کرنا

آیت فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایمان والے (سب آپس میں ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو نہ تو مردونکو مردوں پر ہنسنا چاہیے (آگے ارشاد ہے) اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے (یعنی جس سے دوسرے کی تحقیر ہو آگے فرماتے ہیں) اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو (آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے

احادیث (۱) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو (بلا وجہ) برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے اور اس سے (بلا وجہ) لڑنا (قریب) کفر (کے) ہے (بخاری ومسلم) (۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص (لوگوں کے عیوب پر نظر کرے اور اپنے کو عیوب سے بری سمجھکر بطور شکایت کے) یوں کہے کہ لوگ برباد ہو گئے تو یہ شخص سب سے زیادہ برباد ہونے والا ہے (کہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتا ہے) (مسلم) (۳) حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے چغل خور (قانوناً بدون سزا) جنت میں نہ جاویگا (بخاری ومسلم) (۴) حضرت
۴۷ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے بدتر (حالت میں) اس شخص کو پاؤ گے جو دو رو یہ ہو یعنی جو ایسا ہو کہ انکے منہ پر ان جیسا اور انکے منہ پر اون جیسا (بخاری ومسلم) (۵) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اوسکا رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسے طور پر ذکر کرنا کہ (اگر اوسکو خبر ہو تو) اوسکو ناگوار ہو عرض کیا گیا کہ یہ بتلایئے کہ اگر میرے (اوس) بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہتا ہوں (یعنی اگر میں سچی برائی کرتا ہوں) آپ نے فرمایا اگر اوسمیں وہ بات ہے جو تو کہتا ہے تب تو تونے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو تو نے اوسپر بہتان باندھا (مسلم) (۶) سفیان بن اسد حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی (مسلمان) کو کوئی ایسی بات کہے کہ وہ اوسمیں تجھکو سچا سمجھ رہا ہے اور تو اوسمیں جھوٹ کہہ رہا ہے (ابو داؤد) (۷) حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی گناہ سے عار دلاوے اسکو موت نہ آویگی جبتک کہ خود اُس گناہ کو نہ کریگا (یعنی عار دلانیکا یہ وبال ہے اگر کسی خاص وجہ سے نہ ہو اور بات ہے اور خیرخواہی سے نصیحت کرنیکا کچھ ڈر نہیں) (ترمذی) (۸) حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی (کسی دنیوی یا دینی بری) حالت پر خوشی مت ظاہر کر کبھی اللہ تعالیٰ اوسپر رحمت فرماوے اور تجھکو مبتلا کر دے۔ (ترمذی) (۹) حضرت عبد الرحمن بن

غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندگان خدا میں سب سے بدتر وہ
لوگ ہیں جو چغلیاں پہونچاتے ہیں اور دوستوں میں جدائی ڈالوا دیتے ہیں الخ (احمد وبیہقی) (ع۸) حضرت ابن
عباس رضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے نہ (خواہ مخواہ)
بحث کیا کر اور نہ اوس سے (ایسی) دل لگی کر (جو اوسکو ناگوار ہو) اور نہ اوس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسکو تو
پورا نکرے (ترمذی) **ف** البتہ اگر کسی عذر کے سبب پورا نکرسکے تو معذور ہے چنانچہ زید بن ارقم نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اوسوقت پورا کرنیکی نیت
تھی مگر پورا نہیں کرسکا اور (اگر آنے کا وعدہ تھا تو) وقت پر نہ آسکا اسکا یہی مطلب ہے کہ کسی عذر کے سبب ایسا
ہوگیا تو اوسپر گناہ نہ ہوگا (ابوداؤد وترمذی) (ع۹) عیاض مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ سب آدمی تواضع اختیار کرو یہانتک کہ کوئی کسی پر فخر
نکرے اور کوئی کسی پر زیادتی نکرے (کیونکہ فخر اور ظلم تکبر ہی سے ہوتا ہے) (مسلم) (ع۱۰) حضرت جریر بن عبد اللہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں
کرتا (بخاری ومسلم) (ع۱۱) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں سعی کرے وہ (ثواب میں) اوس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں سعی کرے (بخاری
ومسلم) (ع۱۲) حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ شخص جو کسی ٣٨
یتیم کو اپنے ذمہ رکھ لے خواہ وہ یتیم اسکا (کچھ لگتا) ہو اور خواہ غیر کا ہو ہم دونوں جنت میں اسطرح ہونگے اور آپنے
شہادت کی اونگلی اور بیچ کی اونگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی کر دیا کیونکہ نبی اور غیر نبی میں
فرق تو ضروری ہے مگر حضور کی ساتھ جنت میں رہنا کیا تھوڑی بات ہے (بخاری) (ع۱۳) نعمان بن بشیر سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت اور باہمی شفقت
میں ایسا دیکھوگے جیسے (جاندار) بدن ہوتا ہے کہ جب اسکے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بد
خوابی اور بیماری میں اوسکا ساتھ دیتا ہے (بخاری ومسلم) (ع۱۴) حضرت ابو موسیٰ رضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی سائل یا کوئی صاحب حاجت آتا تو آپ (صحابہ سے)
فرماتے کہ تم سفارش کردیا کرو تمکو ثواب ملیگا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہے حکم دیدے (یعنی
میری زبان سے وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ کو دلوانا ہوگا مگر تمکو مفت کا ثواب ملجاویگا اور یہ اوسوقت ہے جب جس سے
سفارش کیجاوے اوسکو گرانی نہ ہو جیسا یہاں حضور نے خود فرمایا) (بخاری ومسلم) (ع۱۵) حضرت انس رضی سے روایت
ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم
ہونیکی حالت میں تو مدد کردوں مگر ظالم ہونیکی حالت میں کیسے مدد کردوں آپنے فرمایا اوسکو ظلم سے روک
دے یہی تمہاری مدد کرنا ہے اوس ظالم کی (بخاری ومسلم) (ع۱۶) حضرت ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اوس پر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں
اوسکا ساتھ چھوڑ دے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکی حاجت میں رہتا
ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اوسکی سختی دور
کریگا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوسکی پردہ پوشی کریگا (بخاری و مسلم)
(ع۱۹) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ فرمایا آدمی کیلئے یہ شر
کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے (یعنی اگر کسی میں یہ بات ہو اور کوئی شر کی بات نہ ہو تب بھی اوسمیں شر
کی کمی نہیں) مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اوسکی جان اور اوسکا مال اور اوسکی آبرو (یعنی
نہ اوسکی جان کو تکلیف دینا جائز نہ اوسکے مال کا نقصان کرنا اور نہ اوسکی آبرو کو کوئی صدمہ پہونچانا مثلاً اوسکا
عیب کھولنا اوسکی غیبت کرنا وغیرہ) (مسلم) (ع۲۰) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا قسم اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ (پورا) ایماندار نہیں بنتا یہانتک کہ اپنے بھائی
(مسلمان) کیلئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری و مسلم) (ع۲۱) حضرت انسؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہ جاویگا جس کا پڑوسی اوسکے خطرات سے مطمئن
نہ ہو (یعنی اوس سے اندیشہ ضرر کا لگا رہے) (مسلم) (ع۲۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے ۳۵
کی عزت نہ کرے اور نیک کام کی نصیحت نہ کرے اور برے کام سے منع نہ کرے (کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے
کہ موقع پر اوسکو دین کی باتیں بتلا دیا کرے مگر نرمی اور تہذیب سے) (ترمذی) (ع۲۳) حضرت انسؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکے سامنے اوسکے مسلمان بھائی کی غیبت ہوتی ہو اور وہ
اوسکی حمایت پر قادر ہو اور اوسکی حمایت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اوسکی حمایت فرماویگا اور اگر
اوسکی حمایت نہ کی حالانکہ اوسکی حمایت پر قادر تھا تو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اوسپر گرفت فرماویگا (شرح سنہ)
(ع۲۴) عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کا) کوئی عیب
دیکھے پھر اوسکو چھپالے (یعنی دوسروں سے ظاہر نہ کرے) تو وہ (ثواب میں) ایسا ہوگا جیسے کسی نے
زندہ درگور لڑکی کی جان بچالی (کہ قبر سے اوسکو زندہ نکال لیا) (احمد و ترمذی) (ع۲۵) حضرت ابوہریرہؓ
نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر
اوس (اپنے بھائی) میں کوئی گندی بات دیکھے تو اوس سے (اسطرح) دور کردے (جیسے آئینہ داغ دھبہ
چہرہ کا اس طرح صاف کردیتا ہے کہ صرف عیب والے پر تو ظاہر کردیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح
اس شخص کو چاہئے کہ اسکے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے فضیحت نکرے) (ترمذی) (ع۲۶) حضرت عائشہؓ
سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اونکے مرتبہ پر رکھو (یعنی ہر شخص سے اوسکے مرتبہ کے

موافق برتاؤ کرو سبکو ایک لکڑی مت ہانکو) (ابوداؤد) (۲۷) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے وہ
کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ شخص (پورا) ایماندار نہیں جو خود اپنا
پیٹ بھرلے اور اوسکا پڑوسی اوسکی برابر میں بھوکا رہے (بیہقی) (۲۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن الفت (اور لگاؤ) کا محل (اور خانہ) ہے اور اوس شخص میں
خیر نہیں جو کسی سے نہ خود الفت رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے (یعنی سب سے روکھا اور الگ رہے کسی سے
میل ہی نہ ہو باقی دین کی حفاظت کیلئے کسی سے تعلق نہ رکھنا یا کم رکھنا وہ اس سے مستثنیٰ ہے) (احمد و بیہقی)
(۲۹) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص میری امت میں سے کسیکی حاجت پوری
کرے صرف اس نیت سے کہ اوسکو مسرور (اور خوش) کرے سو اوس شخص نے مجھکو مسرور کیا اور جس نے مجھکو مسرور
کیا اوس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اور جسنے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اللہ تعالیٰ اوسکو جنت میں داخل فرماویگا (بیہقی)
(۳۰) نیز حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی
امداد کرے اللہ تعالیٰ اوسکے لئے تہتّر مغفرت لکھیگا جنمیں ایک مغفرت تو اوسکے تمام کاموں کی اصلاح کیلئے کافی
ہے اور بہتّر مغفرت قیامت کے دن اوس کیلئے درجات ہو جاوینگے (بیہقی) (۳۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسوقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کیلئے جاتا ہے
تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بھی پاکیزہ ہے اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے (ترمذی) ۴۰
(۳۲) حضرت ابوایوب انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کیلئے یہ بات حلال
نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کردے اسطرح سے کہ دونوں ملیں اور یہ ادہر کو منہ پھیرلے
اور وہ اودہر کو منہ پھیرلے اور ان دونوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرلے (بخاری و مسلم) (۳۳)
حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ کہ گمان سب سے
جھوٹی بات ہے اور کسی کی مخفی حالت کی کرید مت کرو نہ اچھی حالت کی نہ بری حالت کی اور نہ دھوکہ دینے کو کسی چیز کے دام
بڑہاؤ اور نہ آپسمیں حسد کرو نہ بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہو کر رہو اور
ایک روایت میں ہے نہ ایک دوسرے پر رشک کرو (بخاری و مسلم) (۳۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں (اوسوقت انہی چھ کے ذکر کا موقع تھا) عرض کیا گیا یا رسول اللہ
وہ کیا ہیں آپنے فرمایا جب تو اوس سے ملنا ہو اوسکو سلام کرو اور جب وہ تجھکو بلاوے تو قبول کرو اور جب تجھسے خیرخواہی چاہے
اوسکی خیرخواہی کر اور جب چھینک لے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہہ اور جب بیمار ہو جاوے اوسکی عیادت کر اور
جب مرجاوے اوسکی جنازہ کیساتھ جا (مسلم) (۳۵) حضرت صدیق اکبر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے
جو کسی مسلمان کو ضرر پہونچاوے یا اسکے ساتھ فریب کرے (ترمذی) (یہ سب حدیثیں مشکوۃ میں ہیں) یہ تو عام مسلمانوں کے کثیر الوقوع حقوق ہیں اور
خاص اسباب سے اور خاص حالات سے خاص حقوق بھی ہیں جنکو ملنے بقدر ضرورت رسالہ حقوق الاسلام میں لکھدیا ہے سب کے ادا کی خوب کوشش کرنا چاہئے
کیونکہ اسمیں بہت بے پروائی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ کتبہ اشرف علی تھانوی ۱۲

خیر باشد اوستا این درد سر | جان تو ما را نبوده زین خبر
گفت ہم بے بیخبر بودم ازین | آگہم این کودکان کردند ہین
من بدم غافل بشغل قال و قیل | بود در باطن چنین رنجے ثقیل
چون بجد مشغول باشد آدمے | او ز دید رنج خود باشد عمے
از زنان مصر یوسف شد سمر | کہ ز مشغولے بشد زیشان خبر
پارہ پارہ کرد ساعدہای خویش | روح والہ کہ نہ پس و اندر پیش ۱۲۵
اے بسا مرد شجاع اندر حراب | کہ ببرد دست پایش را ضراب
او ہمان دست آورد در گیر و دار | بر گمان آنکہ ہست او برقرار
خود ببیند دست رفتہ در ضرر | خون ازو بسیار رفتہ بیخبر

یہ سوچکر اُس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے اُستاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے اُنکے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دانگ کیلئے وہ تکلیف اُٹھائیں اُستاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ سب آداب بجا لاے اور کہا

خدا کرے آپ جلد تندرست ہوجائیں آپکو بھی تکلیف ہوا در ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہو یہ کہکر
سب نکلکر اپنے اپنے گھریوں بھاگے جیسے جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ اُنکی ماؤں نے
جب یہ دیکھا کہ مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انھوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب
کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری
حالت یہ ہے کہ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو انھوں نے معذرت کی اور کہا اور امان آپ ذرا
ٹھیریں تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ بحکم خدا سے استاد صاحب بیمار ہوگئے ہیں
ماؤں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کیلئے سیکڑوں جھوٹ تراشتے ہو
ہم صبح کو خود استاد کے پاس جائینگے تاکہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہوجاوے لڑکوں نے
کہا بسم اللہ آپ تشریف لیجائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کرلیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں۔
اُنھوں نے دیکھا کہ استاد یوں پڑے ہوے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے
لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے منہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوے ہیں۔
استاد مرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کررہے ہیں۔ یہ دیکھکر سب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ ۱۴۶
استاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اُس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا
کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے
میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدمی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اسکو
اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زنان مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب
دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں اُنکو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی۔ حتےٰ کہ انھوں نے
ترنج تراشتے ہوے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور روح اسقدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے
کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدمی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہوجاتے
ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسیطرح صحیح سالم ہے۔
انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہوگیا اور اسی بیخبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے
یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہم کی قوت معلوم ہوگئی اب ہم اسکے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

شرح شبیری

لڑکوں کا اُستاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اسکو قرآن پڑھنے سے دردِ سر ہوتا ہے

گفت آن کودک کہ ای قوم پسند درس خوانید و کنید آوا بلند

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہا اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کودکان بانگ ما اُستاد را دارد زیان ۱۲۷

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز استاد کو نقصان دیتی ہے۔

دردِ سر افزاید استا را ز بانگ ارزد این کو درد یابد بہر دانگ

یعنی آواز سے اُستاد کا درد سر بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے یعنی اسکو جو جراتی وغیرہ ملجاتی ہے بس اُسکے واسطے وہ درد سر مول لے۔ لہذا آہستہ پڑھو۔

گفت اُستا راست میگوید روید دردِ سر افزون شدم بیرون شوید

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا درد سر بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اسکو وہم ہو گیا کہ ہاں دردِ سر بڑھتا تو ہے لہذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم دور بادا از تو رنجوری و بیم

یعنی سب نے اُس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد۔ سب نے اسکا شکریہ ادا کیا اور اُسکو دعا دی۔

پس برون جستند سوے خانہا　　　ہمچو مرغان در ہواے دانہ ہا

یعنی بس وہ اپنے گھروں کی طرف جلد ہے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں۔ یعنی جسطرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسیطرح وہ سارے وہاں سے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اور اُنکی ماؤں کا اُنسے سوال کرنا

مادران شان خشمگین گشتند و گفت　　　روز کتاب و شما با لہو جفت

یعنی انکی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کھیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون مر شما　　　می گریزید از کتاب و اوستا ۱۲۸

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کاے مادر تو بیست　　　این گناہ از ما و از تقصیر نیست

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھیرو تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہو (بلکہ)

از قضاے آسمان اُستاد ما　　　گشت رنجور و سقیم و مبتلا

یعنی قضاے آسمانی کی وجہ سے ہمارا اُستاد بیمار اور سقیم اور مبتلا (مصیبت) ہوگیا ہے۔

مادران گفتند مکر است و دروغ　　　صد دروغ آرید بہر طمع دوغ

یعنی ماؤں نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دوغ کی طمع میں لاؤ۔ دوغ سے مراد چھاچھ

یعنی تم اسکے لئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ماصباح آئیم پیش اوستا تا ببینیم اصل این مکر شما

یعنی ہم صبح کو اُستاد کے آگے آوینگے تاکہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کودکان گفتند بسم اللہ روید بر دروغ و صدق ما واقف شوید

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہو جاؤ۔ یعنی جاکر معلوم کرو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح اُستاد کی عیادت کو جانا

بامدادان آمدند آن مادران پرسش استا ز ہر گوشہ روان ۱۳۶

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کیلئے ہر گوشہ سے روانہ ہو کر آئیں۔

خفتہ اُستا ہمچو بیمار گران درد سر را سر بہ بستہ چون زنان

یعنی اُستاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور درد سر کیلئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف سر بہ بستہ رو کشیدہ در نجاف

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پسینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آہ آہے می کند آہستہ او جملگان گشتند ہم لاحول گو

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاحول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاحول پڑھی مگر سب آہی گئیں۔

تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا لہذا بولیں کہ۔

خیر باشد استاد این درد سر　　جان تو ما را نبوده زین خبر

یعنی اے استاد خیر تو ہے یہ درد سر کب سے ہے؟ آپکی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی۔

گفت من ہم بے خبر بودم ازین　　آگہم این کودکان کردند ہین

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل　　بود در باطن چنین رنجے ثقیل

یعنی میں تو بول چال کے شغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ

130 چون بجد مشغول باشد آدمے　　او ز دید رنج خود باشد عمے

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے
مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اسکو تکلیف کی
خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس استاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اسکی ایک نظیر پیش
فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر یوسف شد سمر　　کز مشغولے بشد زایشان خبر

یعنی زنانِ اور یوسفؑ سے قصہ ہو گیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پارہ پارہ کردہ ساعدہا خویش　　روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش

یعنی روح عاشق نے پہونچے ٹکڑے ٹکڑے کرلئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے۔ یعنی دیکھو چونکہ وہ
دوسری طرف مشغول ہو گئیں لہذا انکو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسکی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا مرد شجاع اندر حراب کہ بُرد دست و پایش ضراب

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیون میں ہوتے ہیں کہ شمشیرزنی انکے دست و پاؤن کاٹ ڈالتی ہے۔

او ہمان دست آورد در گیر و دار بر گمان آنکہ ہست او برقرار

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اسکو اُسکے کٹجانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسکو برقرار سمجھتا ہو حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر خون ازو بسیار رفتہ بے خبر

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اُس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجیب نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیون میں سر کٹ گیا ہو اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اسکو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہو کہ قاعدہ ہو مقتول کی رُوح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہو اسلیے کہ دیکھیے مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہو تو معلوم ہوا کہ رُوح فوراً نہیں نکلتی جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا رہا ہو اور اسکے ہاتھ کو ایک کام کرنیکی مشق ہو گئی ہو اسکا گلا کٹ گیا مگر اسکو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا ہو اور رُوح نکلی رفتہ رفتہ تو جسوقت تک اُسکے بدن میں روح رہی اسوقت تک اسکا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اُسنے دیر سے کی ہی ہو جب روح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہو مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جسکو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تا بدانے کہ تن آمد چون لباس رو بجو لابس لباسے را ملیس

روح را توحید اللہ خوشتر ست — غیر ظاہر دست و پائے دیگر ست

دست و پا در خواب بینی ایتلاف — آن حقیقت دان مدانش از گزاف

آن توئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسم جان بیرون شدن

روح دارد بے بدن بس کاروبار — مرغ باشد در قفس بس بے قرار

باش تا مرغ از قفس آید برون — تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبون

یک حکایت گو تمت گر بشنوی — در حقیقت بر حقیقت بگروی ۱۳۲

قصہ یوسف و زنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کیلئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہیئے یعنی اسکی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہیئے الاجبکہ اصلاح روح کیلئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اسوقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اسلئے ہے کہ روح کیلئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسکے لئے تو توحید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ پس تم توحید کو اسپر غالب کر دو اگر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں کیونکہ اسکے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اسکو وہی کام دیتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض تخیل نہیں ہوتا۔

(باقی آئندہ)

قول الشارح

من عرف نفسه فقد عرف ربه اخرجه الدیلمی مرفوعاً بلفظ اذا عرفت نفسک عرفت ربک کذا فی کنوز الحقائق

قوله ان سعد الغیور الخ اخرجه الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن ابی هریرة مرفوعاً یا معشر الانصار ان سعداً لغیور وانا اغیر منه والله اغیر منی واخرج البخاری والامام احمد عن المغیرة مرفوعاً

صاحب کلید کا قول من عرف

نفسہ فقد عرف ربہ روایت کیا اسکو دیلمی نے مرفوعاً ان الفاظ سے اذا عرفت نفسک عرفت ربک اسی طرح ہے کنوز الحقائق میں۔ تشرف کہتا ہے کہ مقاصد میں ابو المظفر بن سمعانی کا قول اس حدیث کی نسبت نقل کیا ہے انہ لا یعرف مرفوعاً وانما یحکی عن یحیی بن معاذ یعنی من قولہ اور نووی کا قول نقل کیا ہے انہ لیس بثابت واللہ اعلم مگر باوجود غیر ثابت کہنے کے اس کے معنی کو اس

۲۵ تاویل سے صحیح کیا ہے من عرف نفسہ بالحدوث عرف ربہ بالقدم ومن عرف نفسہ بالفناء عرف ربہ بالبقاء۔

قول مثنوی ان سعد الغیور الخ (تخریج) خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اے گروہ انصار کے بیشک سعد بہت غیرت مند (آدمی) ہیں اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت دار ہے اور بخاری اور امام احمد نے مغیرہ بن شعبہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اتعجبون من غیرۃ سعد
وانا اغیر منہ واللہ اغیر
منی ومن اجل غیرۃ اللہ
حرم الفواحش ما ظہر
منہا وما بطن وما احد
احب الیہ العذر من
اللہ الحدیث کذا فی
کنز العمال

کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو اور
میں ان سے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور اللہ تعالیٰ
مجھ سے بھی زیادہ غیرت دار ہیں اور غیرت الٰہیہ
کے سبب اللہ تعالیٰ نے بیحیائی کی باتوں کو حرام
فرمایا ہے انمیں جو ظاہر ہیں وہ بھی اور جو
باطن ہیں وہ بھی اور کوئی شخص ایسا نہیں جسکو
اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر محبوب ہو یہ حدیث
ہے کنز العمال میں +

قولہ من کان للہ کان اللہ لہ

روی الطبرانی فی الصغیر
وابن ابی الدنیا ومن طریقہ ۴۶
البیہقی فی الشعب مرفوعًا
من انقطع الی اللہ عزوجل
کفاہ اللہ تعالیٰ کل
مؤنۃ ورزقہ من حیث
لا یحتسب ومن انقطع
الی الدنیا وکلہ اللہ
الیہا اھ اسناد
منقطع وفیہ ابراہیم
بن الاشعث تکلم فیہ
ابو حاتم کما قال العراقی

قولِ مثنوی - من کان للہ کان اللہ
طبرانی نے صغیر میں اور ابن ابی الدنیا نے
اور ابن ابی الدنیا کے طریق سے بیہقی نے
شعب میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص
سب سے منقطع ہو کر اللہ عزوجل ہی کا ہو رہے
اللہ تعالیٰ اسکی تمام مشقتوں میں کفایت
فرماتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے رزق
دیتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں
ہوتا اور جو شخص بالکل دنیا ہی کا ہو رہے اللہ تعالیٰ
اسکو دنیا ہی کے حوالے کر دیتا ہے اھ
اسکی اسناد منقطع ہے اور اس (کی اسناد) میں
ابراہیم بن اشعث ہے جسمیں ابو حاتم نے
کلام کیا ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے

کذا فی شرح الاحیاء
قولہ گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم
فی المشکوٰۃ عن عمرؓ
قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ اصحابی کالنجوم
فبایہم اقتدیتم اہتدیتم
رواہ زرین
قولہ گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ
روی عبید بن حمید
عن ابی سعید وابن
عساکر عن واثلۃ مرفوعاً
بسند حسن طوبیٰ لمن رآنی
ولمن رای من رآنی ولمن
رای من رای من رآنی
کذا فی الجامع الصغیر
للسیوطی۔
قولہ ان لربکم نفحات روی
الطبرانی بسند ضعیف
عن محمد بن سلمہ مرفوعاً
ان لربکم فی ایام دھرکم
نفحات فتعرضوا لعلہ ان

اسی طرح ہے شرح احیاء میں۔
شعر مثنوی گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم الخ
مشکوٰۃ میں حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے
اصحاب مثل ستاروں کے ہیں انمیں سے
جس کسی کا بھی اقتدا کرلو (دین کا) راہ
پالوگے روایت کیا اسکو زرین نے۔
شعر مثنوی گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ الخ
عبید بن حمید نے ابوسعید سے اور ابن
عساکر نے واثلہ سے مرفوعاً بسند حسن روایت
کیا ہے کہ بڑی خوشحالی ہے اس شخص کے ٢٧
لئے جس نے مجھکو دیکھا ہے اور اسکے
لیے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کو
دیکھا اور اس کے لیے بھی جس نے میرے
دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا
ہے اسیطرح ہے سیوطی کی جامع صغیر میں
قول مثنوی۔ ان لربکم نفحات۔ طبرانی
نے بسند ضعیف محمد بن سلمہ سے مرفوعاً
روایت کیا ہے کہ بیشک تمہارے ایام عمر
میں تمہارے رب کے کچھ فیوض ہوتے ہیں
سو تم اس کے لیے آمادہ رہا کرو شاید انمیں سے

يصيبكم نفحة منها فلن تشقون
بعدها ابدا كذا في الجامع الصغير
قوله كلميني يا حميراء قلت اما اطلاق
لفظ حميراء لعائشة من رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقد ورد في النسائي
بسند صحيح كما في عمدة القاري واما لفظ
كلميني فلم اره لكن معنى الحديث
فيستانس له بما رواه مسلم عن عائشة
قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا
صلى ركعتي الفجر فان كنت مستيقظة
۲۸ حدثني والا اضطجع فتحديثه صلى
الله عليه وسلم معها كانه امر لها
بتحديثها۔ وقوله ارحنا يا بلال في
شرح الاحياء اخرجه احمد وابو داؤد
والبغوي عن رجل من خزاعة
وقد ورد التصريح بهذا الرجل
عند الطبراني في الكبير و
الضياء في المختارة قالوا هو سلمان
بن خالد الخزاعي ورواه الخطيب
عن علي وعن بلال ولفظهم
جميعا يا بلال اقم الصلوة

کوئی فیض تمکو پہونچ جاوے پہر اس کے بعد
تم کبھی بھی شقی نہ ہوا اسی طرح ہے جامع صغیر میں
قول مثنوی کلمینی یا حمیراء وقوله
ارحنا یا بلال الخ حضرت عائشہؓ کے لئے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حمیراء فرمانا
نسائی میں سند صحیح سے مروی ہے جیسا عمدۃ
القاری میں ہے اور کلمینی فرمانا نظر سے نہیں
گذرا لیکن مضمون حدیث مسلم سے لیا جا سکتا
ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے
تھے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے
تھے ورنہ لیٹ رہتے تھے تو آپ کا ان سے
باتیں کرنا گویا انکو باتیں کرنے کا حکم دینا ہے
(جو مدلول ہے کلمینی کا) اور شرح احیاء میں ہے
کہ روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور بغوی نے
خزاعہ کے ایک شخص سے اور طبرانی کبیر اور
مختارہ ضیاء میں اس شخص کے نام کی تصریح
ہے یعنی سلمان بن خالد خزاعی اور خطیب
نے اسکو حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ سے
روایت کیا ہے اور ان سب کے الفاظ یہ ہیں کہ یا
بلال اقم الصلوۃ وارحنا بہا یعنی نماز کی اقامت کرو

باقی آئندہ

(۵۲) ایک صاحب کا خط آیا تھا کہ جناب مولوی صاحب آپ جو لوگوں کو خط کے ذریعہ سے مرید کرتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے یا نہیں۔ فرمایا میں نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ میرا فعل ہے۔ آپ میرے فعل کی دلیل کیوں دریافت کرتے ہیں آپ کو کیا حق ہے آپ بلا دلیل کسی کو مرید نہ کریں۔

(۵۳) ایک صاحب پانی پڑھوانے کو آئے اور آکر خاموش کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت نے دیکھا اور فرمایا کہ کیوں کھڑے ہو۔ بیٹھتے کیوں نہیں۔ کیا مجھے تکلیف پہونچانے پر سب نے اتفاق کر لیا ہے ان صاحب نے کہا کہ جی مجھے پانی پڑھوانا ہے۔ فرمایا تو منہ سے کیوں نہیں کہتے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے علم غیب ہے تمہارے انداز سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے علم غیب ہونا چاہیئے تھا۔ پھر ظرافت سے فرمایا کہ مجھے غیب کا علم نہیں ہے مگر عیب کا ہے۔

(۵۴) فرمایا کہ آجکل تو یہ رہ گیا ہے کہ ایک کام مشورہ سے طے ہوتا ہے پھر اُسکے خلاف بلا مشورہ اسمیں تصرف کر لیا جاتا ہے اب ان سے پوچھئے کہ جو بات مشورہ سے طے ہوئی تھی وہ مشورہ کے خلاف اکیلے کیوں کی۔ اگر خلاف ہی کرنا تھا اسمیں بھی مشورہ کر لیتے یہی تو خرابی ہے کہ جس شخص ۱۷
کو کام دیدیتا ہوں وہ اپنے آپ کو مجتہد اور مستقل سمجھنے لگتا ہے اسی واسطے تو میں کوئی کام کسی کے سپرد نہیں کرتا۔ مجھے ان باتوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور پھر لوگ مجھی کو بد اخلاق کہتے ہیں۔ اُن کو کوئی نہیں دیکھتا۔ افسوس ساری دُنیا کے اُلو میرے ہی پاس جمع ہو گئے ہیں۔ یہ اسپر فرمایا تھا کہ حوض کی تیاری میں ایک صاحب نے کچھ تعمیر خلاف مشورہ شروع کرا دی تھی اور ایک حاجی صاحب کا کام لے دیا تھا اسکو پیرسے گرا دیا اور فرمایا جاؤ حاجی صاحب سے ہی پوچھ کرآؤ جیسا انہوں نے فرمایا ہے ویسا ہی کرو اُن صاحب نے کہا کہ جی معمار تو مانے اسپر فرمایا کہ ایسی تیسی معماروں کی وہ ہمارے نوکر ہیں یا ہم اُنکے غلام ہیں یوں کہیئے کہ آپکی بھی رائے تھی ورنہ انکی مجال ہے کہ خلاف کر سکیں۔

(۵۵) ۱۳ رجب ایک صاحب حضرت والا کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ ان صاحب نے ایک جگہ وصل کیا۔ یعنی آیت پر نہیں ٹھیرے بلکہ ایک آیت کو دوسری آیت سے ملا دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے یہاں پر وصل کیوں کیا۔ کیا تم تمام قرآن مجید کا مطلب سمجھتے ہو یا نہیں سمجھتے وہ صاحب یہ سنکر خاموش ہو گئے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ ان لوگوں کی جب ہی تو اصلاح نہیں ہوتی کہ

میرے سوال کرنے پر بھی اپنے عیب کا اقرار نہیں کرتے۔ اجی اگر یون کہدیں کہ نہیں سمجھتا تو یہ جہل کا اقرار ہے اور یون کہدین کہ سمجھتا ہون تو کھلا ہوا جھوٹ ہے اسلئے آپ ایسے بلّی کے گو کی طرح چھپا رہے ہیں اور میرے پوچھنے پر بھی نہیں بتاتے پھر غصہ سے فرمایا ارے بتاتا کیون نہیں تجھے سارے قرآن کے معنی آتے ہیں اُن صاحب نے اقرار کیا کہ نہیں آتے اسپر فرمایا کہ پھر یہان پر وصل کیون کیا۔ کیا اوقات مقرر کرنے والونکو تم لوگ بیوقوف سمجھتے ہو ارے یہ جاہلون کیواسطے ہی لکھے گئے ہیں بس آپ کا زہد و تقویٰ تو پانی ہی میں ختم ہوچکا۔ طہارت کے باب میں تو آپکو اتنی احتیاط ہے۔ کہ کنواں بھی ناپاک حوض بھی ناپاک۔ لوٹا بھی ناپاک۔ ہنسکر فرمایا لنگوٹا بھی ناپاک حالانکہ فقہا نے طہارت کے باب میں بہت ہی وسعت سے کام لیا ہے اسمیں تو آپ کو تقویٰ سوجھا اور قرآن میں بیٹھے ہوئے تعریف کر رہے ہیں۔ بس جی آجکل تو کلابی تقویٰ رہگیا ہے یعنی کتے کا تقویٰ وہ کمبخت موتتے میں تو اتنی احتیاط کرتا ہے کہ ٹانگ اٹھا کر موتتا ہے اور منہ سے گو چاٹتا پھرتا ہے جن صاحب پر یہ ملفوظ ہوا تھا انکو طہارت کے باب میں وہم ہوگیا تھا اور یہ صاحب حضرت کے ایک

دوستوں کے صاحبزادے ہیں اسلئے منجملہ اور اصلاحوں کے اسکا بھی ازالہ وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے ہیں۔ ۱۸

چنانچہ ان کو ہر نصیحت کے ساتھ اسپر بھی متنبہ کرتے رہتے ہیں اب انکے اس مرض کی بہت اصلاح ہوگئی ہے۔

(۱۸۵) حضرت کے یہان ایک لیٹر بکس رکھا ہے جن لوگوں کو کچھ کہنا سننا ہوتا ہے خط میں لکھکر اس لیٹر بکس میں ڈالدیتے ہیں حضرت والا سہولت سے جواب لکھکر بذریعہ خادم کے اُنکے پاس پہنچا دیتے ہیں ایک صاحب نے کچھ بیہودہ اور بے جوڑ باتیں لکھکر بکس میں ڈالدین حضرت والا نے دیکھکر اس پرچہ پر یہ لکھدیا کہ ظہر کے بعد اس پرچہ کو میرے ہاتھ میں دینا۔ بعد ظہر کے اُن صاحب نے پرچہ پیش کیا اسمیں یہ لکھا تھا کہ میں۔ سلام سے محروم رہا اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کو نبیوں اور صحابہ کے برابر سمجھتا ہون۔ اب حضرت والا نے اُن سے دریافت کرنا شروع کیا کہ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں سلام سے محروم رہا اور مصافحہ سے محروم رہا اسکا کیا مطلب ہے آیا آپنے سلام کیا تھا میں نے جواب نہیں دیا یا آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا میں نے دھکیل دیا۔ یا آپ نے خود نہ کیا یا میں نے آپ کو منع کر دیا تھی اسپر وہ صاحب بیٹھے رہے۔ پھر دوبارہ استفسار پر بولے کہ جی مجھسے

خطا ہو گئی اسپر فرمایا کہ خطا ہو گئی ہیں یہ نہیں پوچھتا ہوں میری غرض تو یہ ہے کہ آپ کا اس کہنے سے کیا مطلب تھا اُن صاحب نے کہا کہ یہ مطلب تھا کہ اصلاح ہو جاوے اسپر فرمایا کہ آپ نے اسواسطے خطا کی تھی کہ میری اصلاح ہو جاوے یہ تو ایسی بات ہوئی کہ جیسے کوئی چوری کرے اور حاکم کے دریافت کرنے پر یوں کہے کہ چوری اسواسطے کی تھی کہ میری اصلاح ہو جاوے یا کوئی اپنے کپڑے کو گو لگا لے اب اُس سے کوئی کہے کہ گو کیوں لگا رکھا ہے اور وہ اسکے جواب میں کہے کہ جی کپڑا دھل جاویگا یعنی بغیر گو کے لگائے ہوئے کپڑا پاک ہوگا نہیں اور حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اسپر لوگ مجھے سخت کہتے ہیں اب بتلائیے مجھ کمبخت کو اتنے تو کام ہیں۔ نماز کے بعد قرآن سنتا ہوں خطوط کے جواب لکھتا ہوں۔ بعض روز چالیس چالیس پچاس پچاس خط آجاتے ہیں۔ دوسرے میں بھی تو انسان ہوں۔ راحت اور آرام کو بھی جی چاہتا ہے۔ بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بدون تخلیہ کے نہیں ہوسکتے اسلئے تھوڑا بہت وقت ان کاموں کے لئے بھی چاہیئے پھر بھی تو اسپر بھی دو ڈھائی گھنٹے دیدیتا ہوں۔ ہاں مجھے تلوے سہلانا نہیں آتے اب لوگ چاہتے ہیں کہ میں تلوے بھی سہلایا کروں اور ہر شخص سے پوچھا کروں کہ تمہاری بی بی بھی اچھی ہے بچے اور بابا بھی اچھے ہیں بھائی مجھ سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں ضروری بات میں خود بھی دریافت کرلیتا ہوں۔ پھر فرمایا چاہیئے کسی سے مشورہ لیکر جو آپکی اصلی غرض ہے اس خط کے لکھنے سے اسکو ظاہر کر دیجئے۔ یوں میری تسلی نہ ہوگی۔ انکے خط سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کے معمولات پر اور انتظام پر اعتراض تھا اسیوجہ سے حضرت والا نے بار بار حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ معمولات اور انتظام میں نے اپنے مدت کے تجربہ کے بعد مقرر کیا ہے اب اگر کسی شخص کو اس سے اچھا معمول اور انتظام معلوم ہو وہ کہے میں بجان و دل قبول کرنے کو طیار ہوں مگر میری سمجھ میں آجاوے میں اسپر ہٹ نہیں کروں گا۔ ہاں جو خرابیاں معلوم ہونگی وہ ظاہر کروں گا جب اُن باتوں کا جواب ہو جاویگا وہ میں تمام انتظام بدلنے پر طیار ہوں یہ کوئی شرعی مسئلہ تو ہے ہی نہیں اپنی اور اپنے دوستوں کی سہولت کیلئے اور وہ بھی مدت کے تجربہ کے بعد اور الحمد للہ شریعت کے مطابق دستور العمل مقرر کر رکھا ہے اب ان دونوں باتوں کا خیال رکھکر یعنی شریعت کے موافق بھی ہو اور سہولت اور راحت بھی ہو کوئی دستور العمل بنا دو میں مان لونگا لوگ معمولات میں راستہ تو دیتے نہیں اور اُسکے

نتائج میں اعتراض کرتے ہیں جامع کہتا ہے اکثر ملفوظات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو دو باتوں کی طرف زیادہ خیال رہتا ہے تتبع اور استحضار کیونکہ ان دو باتوں کے نہ ہونے سے بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بہت کثرت سے سابقین کے قصے اسی واسطے بیان کئے گئے ہیں تاکہ ہم اُن کو یاد کرکے اور سمجھ کے اُن خرابیوں سے بچیں۔

(۵۷) فرمایا کہ ایک صاحب دہلی سے تشریف لائے تھے اور دہلی کے لوگ بہت مہذب ہوتے ہیں مگر آجکل کی تہذیب تعذیب ہے وہ پہلے ایک شخص سے مرید تھے اور اُنکی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے جوتے بھی اُٹھاتے تھے اور پیر بھی دباتے تھے جب وہ سفر میں جاتے تو اُنکے ساتھ رہتے تھے۔ غرض جو کام ایک غلام کو کرنا چاہیئے وہ سب کرتے تھے مگر پیر کا میلان چونکہ بدعت کی طرف ہو گیا تھا وہ مرید میرے یہاں چلے آئے تھے اور میرے ساتھ بھی وہی طرز اختیار کیا جو اُن پیر کے ساتھ تھا ہر وقت مجھے بھوت کی طرح چپٹے رہتے تھے جہاں جاؤں جوتہ اٹھا کر رکھیں کبھی پنکھا جھلیں کبھی وضو کیلئے پانی۔ غرض جب میں نہایت تنگ ہو گیا اور سخت تکلیف ہونے لگی تب اُن سے کہا کہ جناب ۴۰ میں سخت پریشان ہو گیا ہوں اور بیحد تکلیف ہوتی ہے خدا کے واسطے مجھے معاف کیجئے میں ان تکلفات کا عادی نہیں ہوں خیر مان تو لیا چونکہ مہذب آدمی تھے مگر دوسرے روز خط لکھ اور ڈپیے میں رکھ گئے کہ میں بڑا بدقسمت ہوں بڑا بدنصیب ہوں مجھے آپ نے سعادت سے محروم کر دیا اسپر میں نے کہا کہ جب میں ایسا ہوں کہ آپ کو سعادت سے محروم کرتا ہوں پھر میرے پاس رہنے سے آپ کو کیا نفع ہوگا آپ اور کہیں جا بیئے جہاں سعادت تقسیم ہوتی ہو۔ اسپر سیدھے ہو گئے۔ سچ کہتا ہوں رسوم کا اسقدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق بالکل مٹ گئے اور ایک عقلمند کا خط آیا تھا کہ کئی خط بھیج چکا ہوں مگر جواب سے محروم ہوں میں نے انہیں لکھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے خط میرے پاس نہ پہونچے ہوں یا میں جواب لکھ چکا ہوں اور آپ کے پاس نہ پہونچا ہو اسپر اُن صاحب کا جواب آیا بیشک اس میرے لکھنے کی سوائے لغویات کے اور کوئی غرض نہیں میں معافی چاہتا ہوں۔

(۵۸) فرمایا ایک شخص کا خط آیا جو اُن صاحب نے لکھا ہے کہ میں ہوں تو حنفی مگر چونکہ خود امام صاحب کا ہی قول ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو۔ اسواسطے میں فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہوں اور آپ سے بھی دریافت کرتا ہوں کہ میں کیا کروں آیا پڑھوں یا نہیں۔ میں نے جواب لکھا کہ جب حدیث کے مقابلہ میں امام کا قول کوئی چیز نہیں تو میرا قول کیا ہوگا۔

(أ) یا اسمیں تاویل بعید کا ارتکاب کیا جاوے کیونکہ تاویل میں صرف عن الظاہر ہوتا ہے اسلئے بلا ضرورت اسکا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور یہاں ضرورت ہے نہیں پھر کیوں تاویل کیجاوے ورنہ یوں تو ہر چیز میں ایسے احتمالات پیدا کر کے کسی عبارت کی شہادت کو حجت نہیں کہا جا سکتا۔

(ح) کہ اُس ضعیف میں کچھہ تاویل کر کے قوی کے مطابق بنایا جاوے جیسا کہ ظاہر ہے اور اُسکو اُصول موضوعہ میں خوب مشرح بیان کیا گیا ہے اور یہ بات بالکل ہی ظاہر ہے کیونکہ تاویل کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ایک لفظ کو معنی ظاہری سے پھیر کر دوسرے کسی معنی میں استعمال کیا جاوے اور یہ جہاں کہیں عند الضرورت کیا جاتا ہے تو اسکے واسطے اولی دونوں دلیلوں میں سے وہی دلیل ہوتی ہے جو ضعیف ہو اسکے کوئی معنی نہیں ہو سکتے کہ قوی دلیل میں بمقابلہ ضعیف کے تاویل کیجاوے اور ضعیف میں تاویل نہ کیجاوے اسکو تاویل بلا ضرورت کہتے ہیں اگر اسکی اجازت دیدیجاوے تو کوئی بھی عبارت ایسی نہ رہے گی جس سے کوئی مفہوم متعین کر کے سمجھا جا سکے نہ کوئی شہادت حجت رہے گی نہ کوئی مطلب ادا ہو سکے گا حتے کہ اگر کوئی دن کو دن کہے تو تاویل کرنیوالا کہہ سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہو گئی۔ اسکے کلام میں حرف نفی محذوف ہے اور حرف نفی فصیح سے فصیح کلام میں بھی بعض دفعہ محذوف ہوتا ہے یا یوں کہے کہ اسکے کلام میں صنعت قلب ہے اور دن بولکر اُسکی ضد رات مراد لی ہے کہ ایسی تاویلات کیجاویں تو دُنیا درہم برہم ہو جاوے اب ناظرین اُن تاویلوں کو پھر پڑھیں جو اہل فطرت نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے معجزہ سے دریا کے پھٹ جانے میں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بن باپ کے پیدا ہونے میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیا موتے دکھائے جانے میں کی ہیں کہ کسقدر بیہودہ اور تاویل القول بما لا یرضے بہ القائل ہیں یہ یقیناً تحریف قرآن ہے جو شان مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ یہ خلاف فطرت کے محال ہونے پر عقلی دلیل لانیوالوں کی غلطی کا بیان ہوا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جو لوگ خلاف فطرت بات کو نہیں مانتے وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ باتیں خلاف فطرت ہیں اور خلاف فطرت محال ہوتا ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دلیل استقرائی ہے جو تمام افراد کو محیط نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض محیط بھی کہی جاوے تو جانب مخالف کا ناممکن ہو جانا اس سے کسیطرح ثابت نہیں ہو سکتا اور ان افراد کے بارہ میں بھی

/۱

(ا) دوسرا پیرایہ اس دعوے کی دلیل کا نقل ہے وہ یہ کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔
ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ صاحبو اس دلیل صحیح سے استدلال کا صحیح ہونا موقوف ہی
دو امر پر ایک یہ کہ سُنت سے مراد ہر سُنت ہے۔ دوسرے یہ کہ تبدیل کے فاعل میں
عموم ہے خدا اور غیر خدا دونوں کو شامل ہے حالانکہ دونوں دعووں پر کوئی دلیل نہیں۔

(ح) جنکو یہ محیط ہو ظن کو مرتبہ میں کوئی حکم ثابت کرتی ہے پس اگر کوئی دلیل اسکے خلاف اس سے
قوی پائی جائیگی تو اسکی کچھ بھی ہستی نہیں رہیگی اس قوی دلیل کے موافق قائل ہونا پڑیگا جیسے اصول
موضوعہ میں بیان ہوچکا۔ یہ انکی غلطی کا بیان ہوا جو حق تعالےٰ کی قدرت عامہ کو خلاف فطرت
سمجھکر شبہات کرتے ہیں اور دلیل عقلی پیش کرتے ہیں اون لوگوں کی غلطی کا بیان ہے جو خلاف عادت
(خلاف فطرت) کے واقع نہ ہوسکنے پر دلیل نقلی بھی پیش کرتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف
سے خود ثابت ہے کہ عادت اللہ نہیں بدل سکتی یہ مضمون آیتوں میں کئی جگہ مختلف عنوان سے
آیا ہے مثلاً ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا اور لا تبدیل
لخلق اللہ۔ اور ولا تجد لسنتنا تحویلا۔ ان کا ترجمہ ترتیب وار یہ ہے۔ اور ہرگز نہ پائیگا ۱۴
تو واسطے عادت الٰہی کے تبدیلی۔ اور ہرگز نہ پائیگا تو واسطے عادت الٰہی کے پھیرنا۔ اور نہیں ہے
تبدیلی واسطے پیدائش اللہ تعالےٰ کے۔ اور نہ پاوے گا تو واسطے عادت ہماری کے پھیرنا۔ کہتے
ہیں کہ ان آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ عادت الٰہی کے خلاف ہونا ناممکن ہے عادت ہی کا
ترجمہ فطرت ہے تو حاصل آیتوں کا یہی ہوا کہ خلاف فطرت ہونا ناممکن ہے اور یہی ہمارا دعویٰ
ہے اسکا جواب کئی طرح پر ہے ایک تو یہ کہ سنت اللہ سے مراد اگر عام ہے تو کوئی ایک طریقہ
خداوندی بدلنا نہیں چاہیے حالانکہ یہ بات بداہتہً باطل ہے سب جانتے ہیں کہ زمانہ کا رنگ
ہمیشہ بدلتا ہے ایک وقت میں اسلامی سلطنت تھی دوسرے وقت میں کفار کی سلطنت ہوگئی یہ بھی
تبدیلی ہے ایک وقت میں نہ ڈاک تھی نہ تار نہ بجلی نہ ریل نہ ہوائی جہاز وغیرہ اسوقت کے طریقے
بودوباش دوسرے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ سب خدا تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے تھے اور جو معنی
سنۃ اللہ کے آپ نے لئے ہیں وہ اسپر ضرور صادق ہیں تو اگر آیت میں سنۃ اللہ میں عموم ہے تو
انمیں بھی تبدیلی نہ ہونی چاہیے حالانکہ تبدیلی ہوگئی اب آپ اسکا یہی جواب دیںگے ہیں کہ سنت سے

(ا) ممکن بلکہ واقع بھی ہے کہ سُنت سے مراد بقرینہ سیاق وسباق خاص خاص امور ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں جنکا حاصل حق کا غلبہ ہے باطل پر خواہ بالبرہان یا بالسنان۔

(ح) مراد عام نہیں بلکہ کوئی خاص طریقہ مراد ہے تو اسکو متعین کرنا چاہیئے اُسکی تعیین آپ لوگ اس سے کرتے ہیں کہ جو عادت خداوندی تجربہ سے ثابت ہو جاوے بس وہی مراد ہے اسپر یہ اعتراض ہے کہ تجربہ کیلئے کوئی حد نہیں قرار دیجا سکتی نئے نئے تجربے ہو چکے اور ہوتے چلے جاتے ہیں تو سنۃ اللہ کا کوئی محمل ہو ہی نہیں سکتا ہاں جب دنیا ختم ہو جائے تب کہہ سکیں گے کہ سنۃ اللہ سے فلاں فلاں چیز مراد تھی تو اسوقت آپ کسی چیز پر یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ اسکے متعلق سنۃ اللہ یہ ہے اور اسمیں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو آیت سے کوئی استدلال ہو ہی نہیں سکتا اور آیت کے کوئی معنے ہی متعین نہیں ہوتے۔ یہ خرابی سنۃ اللہ میں عموم لینے سے ہوئی۔ دلیل عقلی سے ثابت ہو گیا کہ سنۃ اللہ میں عموم نہیں ہے۔ اب ہم آیت کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اس آیت میں لفظ سنۃ اللہ میں عموم مراد لیا ہے انکا یہ فعل لاتقربوا الصلوٰۃ کا مصداق ہے۔ آیت کا سیاق وسباق صاف بتاتا ہے کہ سنۃ اللہ میں عموم نہیں ہے لفظ سنۃ اللہ جن آیتوں میں آیا ہے ہم ان آیتوں ۱۴۳
کے سیاق وسباق کو مفصل بیان کرتے ہیں۔ اول آیۃ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ہے یہ سورہ احزاب کی آیۃ ہے اس مضمون کا شروع یہاں سے ہوتا ہے لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ترجمہ اگر نہ باز آئینگے منافقین اور جنکے دل میں روگ ہے اور مدینہ میں بے بنیاد خبریں مشہور کرنیوالے تو البتہ مسلط کر دینگے ہم آپ کو انپر (یعنی انکی پکڑ دھکڑ کا حکم دیدینگے) پھر وہ آپ کے قرب وجوار میں بھی مدینہ میں نہ ٹھیر سکیں گے مگر بہت کم پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں بھی ملیں گے پکڑ لئے جائینگے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائینگے یہ ہم نے اللہ کی عادت بیان کی ان لوگوں میں جو پہلے گذر چکے (یعنی امم سابقہ میں یہی برتاؤ حق تعالیٰ کا نافرمانوں کے ساتھ رہا ہے) اور ہرگز نہ پائیگا تو عادۃ اللہ کیواسطے تبدیلی۔ ناظرین انصاف سے فرمائیں کہ اس آیۃ میں سنۃ اللہ سے مراد عام عادت الٰہی ہو سکتی ہے یا وہی عادت الٰہی مراد ہے جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھ

(ح) جنکا بیان اُوپر کی آیتون میں سے پیشتر ہوئی تھی یعنی عذاب اُتارنا اور انکو تہ تیغ کرنا اور ذلیل کرنا۔ آیۃ دوم ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ یہ سورۃ فاطر کی آخر رکوع کی آیۃ ہے جہان سے اسکا مضمون شروع ہوا ہے وہان سے ہم آیتون کو لکھتے ہیں وہ یہ ہیں واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم فلما جاءھم نذیر مازادھم الا نفورا استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ **ترجمہ** اور قسم کھائی تھی ان لوگون نے بہت پکی قسم کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آئیگا تو ہم بعض امتون سے زیادہ صاحب ہدایۃ ہونگے پس جب ڈرانے والا (پیغمبر) انکے پاس آیا تو نہیں زیادہ کیا انکو مگر نفرت اور تکبر دنیا میں اور بری قسم کا مکر اور نہیں پڑتا ہے برا مکر مگر اسکے کرنے والے پر تو نہیں انتظار کرتے ہیں وہ مگر پہلے لوگوں کے سے برتاؤ کا تو (یاد رہے) نہ پائیگا تو حق تعالی کے برتاؤ کے لئے تبدیلی اور نہ پائے گا تو حق تعالےٰ کے برتاؤ کے لئے ٹل سکنا۔

مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں کفار اسکے لئے تیار تھے کہ پیغمبر انکے پاس آئیگا تو ہم تہ دل سے ایمان لائینگے لیکن جب پیغمبر یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے تو اپنا عہد و پیمان سب چھوڑ دیا اور حضور سے نفرت کرنے لگے اور تکبر کیا اور حضور کے خلاف طرح طرح کے مکر کرنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کفار کیطرح یہ بھی ایسے برتاؤ کے منتظر ہیں جو ہم نے اُنکے ساتھ کیا تھا تو یاد رکھیں کہ ہماری عادت کو کوئی بدل نہیں سکتا اور بدلنا تو در کنار کوئی ایک دم کو ٹال بھی نہیں سکتا۔ ناظرین جو علوم ادبیہ سے واقف ہیں وہ تو قواعد سے سمجھ سکتے ہیں کہ سنۃ اللہ اس آیۃ میں تین جگہ آیا پہلے سنۃ اولین پھر دو جگہ سنۃ اللہ ظاہر ہے کہ تینون جگہ ایک ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں اور وہ یہی ہیں کہ وہ برتاؤ جو حق تعالےٰ نے انکے ساتھ کیا یعنی عذاب کا اتارنا اور انکو ذلیل و ہلاک کرنا۔ برتاؤ چونکہ طرفین سے تعلق رکھتا ہے اسواسطے ایک دفعہ اسکو انکی طرف منسوب کیا اور سنۃ الاولین فرمایا اور دوسری جگہ اسکو اپنی طرف منسوب فرمایا جب انکی طرف نسبت کیا ہے تو نسبت الی المفعول ہے یعنی وہ برتاؤ جو حق تعالی کی طرف سے انکے ساتھ کیا گیا اور جب حق تعالےٰ کی طرف نسبت کیا ہے تو نسبت الی الفاعل ہے جیسا کہ ظاہر ہے حاصل یہ ہے کہ تینون جگہ

(ح) ایک ہی معنی لئے جا سکتے ہیں یعنی معاملہ حق تعالیٰ کا انکے ساتھ اسمیں کہیں اس معنی کا تو احتمال بھی نہیں جو اہل فطرت نے لئے ہیں ورنہ سنۃ الاولین کے کیا معنی ہونگے۔ اور جو لوگ علوم عربیہ بھی نہیں جانتے وہ بھی ان آیتوں کو پڑھکر انصاف سے بتائیں کہ کہ یہاں سنت کے معنی وہ ہو سکتے ہیں جو اہل فطرت نے لئے ہیں حاشا وکلا یہ زبردستی کی بات ہے کہ کلام میں مقصود کچھ ہو جسکو سیاق آیت اور سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے اور مراد کچھ لے لی جاوے دو آیتوں کا بیان ہو چکا اب تیسری آیۃ لیجئے اسمیں لا تبدیل لخلق اللہ ہے۔ اس سے پہلے یہ آیتیں ہیں بل اتبع الذین ظلموا اھواءھم بغیر علم فمن یھدی من اضل اللہ وما لھم من ناصرین فاقم وجھك للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالك الدین القیم لکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ترجمہ۔ بلکہ اتباع کیا نا انصاف لوگوں نے اپنی خواہشات نفسانی کا بلا دلیل (یہ انکی گمراہی کا سبب ہوا) تو اس شخص کو کون ہدایۃ کر سکتا ہے جسکو خدا تعالےٰ گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ پس اپنی توجہ کو دین کی طرف
درست کرو یکسو ہو کر کہ وہ فطرت ہے اللہ تعالےٰ کی جسپر لوگوں کو پیدا کیا خدا تعالےٰ کی پیدائش ۴۵
کیلئے کوئی تبدیلی نہیں یہی دین مضبوط ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیۃ سے اسپر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہے کہ کائنات میں فطرت کے خلاف (جسکو خرق عادت کہتے ہیں) نہیں ہو سکتا آیت کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ خلق اللہ سے مراد وہ فطرت ہے جسکا اوپر ذکر ہے لفظ فطر الناس علیھا میں جسکو اس سے اوپر دین فرمایا ہے اور آگے بھی اسکو دین قیم فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ دین کو خوب پکے ہو کر اختیار کرو اور وہ دین داخل فطرت ہے اسکو حق تعالےٰ نے ہر انسان کی فطرت میں رکھدیا ہے اور اسطرح فطرت میں رکھا ہے کہ کبھی اسمیں تبدیلی نہیں ہوگی یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ دین فطرت انسانی میں داخل نہ رہے اسکی تفسیر اس حدیث میں ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکو اسکے ماں باپ یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی یعنی ہر بچہ میں خلقی طور پر حق بات طبیعت کے اندر رکھی ہے یعنی استعداد صحیح حق کے قبول کرنے کی خلقۃً موجود ہے پھر اس سے اگر صحیح طور سے کام لے تو حق پرست ہوتا ہے ورنہ باطل پرست ہو جاتا ہے اور آیت میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ یہ استعداد نوع انسان

(ح) میں ہمیشہ پیدا ہوگی اسکو کوئی بدل نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ ہی مدار مکلف بنانے کا ہے کیونکہ جس بات کی استعداد ہی کسی میں نہ ہو اسکو اس بات کا حکم کرنا تکلیف مالا یطاق اور فضول ہے جیسے کسی کے ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہوں اور اسکو لکھنے پر مجبور کیا جائے کہ یہ ظلم اور فضول حرکت ہو جب حق تعالے نے انسان کو دین کے قبول کرنے کا حکم دیا تو دین کے سمجھنے کی استعداد کا ہونا بھی ضروری ہوا اسکے متعلق ارشاد ہے کہ ہم نے فطرتاً قبول حق کی استعداد ہر انسان میں رکھی ہے اور یہ بات کبھی نہیں بدلی جاوے گی یعنی کبھی ایسا نہ ہوگا کہ انسان کی سرشت میں یہ استعداد نہ ہو چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ استعداد ہر شخص میں ہے کیونکہ دین کا خلاصہ دو چیز ہیں اقرار صانع اور رسالت اور یہ دونوں ایسے بدیہی ہیں کہ کسی کی بھی سرشت اس سے خالی نہیں۔ ایک ناسمجھ بچے کے پیچھے سے ایک کنکری مار دو تو وہ مڑ کر دیکھے گا اور تلاش کریگا کہ کس نے ماری اور اگر کوئی موجود ہوگا تو اسکے سر ہو جائے گا کہ تو نے ماری ہے اور وہ شخص یہ کہکر اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا کہ میں نے نہیں ماری آپ سے آپ لگ گئی اسکو کوئی اس سے لاکھ منوائے لیکن اسکی طبیعت نہیں قبول کریگی کہ ایک کنکری بلا مارنے والے کے لگ سکتی ۱۴ ہے اسکی بنا اسی پر تو ہے کہ اسکے ذہن میں خلقۃً یہ اصول مرکوز ہے کہ کوئی فعل بغیر فاعل نہیں ہو سکتا اسیکا نام اقرار صانع ہے ثابت ہوا کہ خدا کا فاعل ہونا فطری امر ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسی ناسمجھ بچہ سے کسی نئی چیز کا نام پوچھا جائے تو وہ بتا نہیں سکتا اُسوقت وہ اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے اور انتظار کرتا ہے کہ وہ اُس چیز کا نام بتاوے تو میں بتا دوں اسکی بنا اسپر ہے کہ اسکے ذہن میں خلقۃً یہ اصول مرکوز ہے کہ تمام باتیں ماں کے پیٹ میں نہیں آجاتیں بہت سی باتیں بتانے والے کے بتانے سے آتی ہیں اور یہیں ایک انسان دوسرے کا محتاج ہے یہ ہی خلاصہ ہے رسالت کا کہ جیسے دُنیا کی باتیں بلا بتلانے والے کے نہیں آتیں ایسے ہی دین کی باتیں بھی بلا بتانے کے نہیں آتیں اس بتانے والے ہی کو پیغمبر یا رسول کہتے ہیں۔ یہاں اس مضمون کو طول دینا نہیں ہے صرف تھوڑی سی تقریر فطرت کے لفظ کی توضیح کیلئے کر دی گئی اصل بات یہ تھی کہ اس آیت میں خلق اللہ سے مراد یہ ہی استعداد ہے جسکو فطرت اور دین فرمایا گیا ہے نہ وہ جو آجکل کے تعلیم یافتہ لیتے ہیں

(ا) اور اگر اس میں عموم لیا جاوے تو تبدیل کا فاعل غیر اللہ ہے یعنی خدائے تعالےٰ کے معمول کو کوئی دوسرا شخص نہیں بدل سکتا جیسے دُنیا میں بعض احکام شاہی میں کسی جماعت کی شورش وغیرہ بعض اوقات سنگ راہ ہو جاتی ہے۔

(ح) کہ عادت اللہ کے خلاف کوئی کام نہیں ہو سکتا اوسکی بنا پر کرامات ومعجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں یہاں سیاق وسباق آیت کا چھوڑ کر اپنے تجویز کردہ معنی لینا ایسا ہو گا جیسا کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا ایک اور ایک کے ہوتے ہیں اُس نے کہا کہ دو روٹیاں یا جیسے ایک قرآنی فرقہ والے نے اپنے اس مسئلہ کو کہ نماز دو رکعت سے زیادہ واجب نہیں ہے اس آیت سے ثابت کیا جاعل الملٰئکۃ رسلًا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربٰع مثنیٰ۔ کا ترجمہ دو دو ہے اس سے ثابت کر لیا کہ دُو دُو رکعت بھی نماز ہو سکتی ہے جب دو دو رکعت ہو سکتی ہے تو زیادہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے ناظرین غور کریں کہ اسمیں کیا غلطی ہے سوائے اسکے کہ ایک لفظ کے معنی لے لئے اور دوسرے الفاظ کو چھوڑ دیا (لا تقربوا الصلوٰۃ جو مشہور ضرب المثل ہے اسمیں بھی تو یہی کہا گیا ہے) مثنیٰ سے پہلے جو الفاظ ہیں انکو ملا کر دیکھا جائے تو اس قرآنی کے مسئلہ سے آیت کو کچھ علاقہ ہی نہیں آیت میں حق تعالیٰ کی ایک صفت کا بیان ہو کہ حق تعالےٰ وہ ہے جس نے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والا بنایا وہ فرشتے دو دو بازو والے بھی ہیں اور تین تین والے بھی اور چار چار بازو والے بھی۔ کوئی بتائے کہ نماز کا ذکر یہاں کہاں ہے یہ تو قرآن شریف کو کھیل بنانا ہے اسیطرح لا تبدیل لخلق اللہ میں خلق سے مراد عام عادت اللہ لینا جسکی بنا پر خوارق اور معجزات سے انکار کیا جاتا ہے قرآن کو کھیل بنانا ہے اور سیاق وسباق سے اس لفظ کو بالکل الگ کر دینا ہے اوراسمیں اور لا تقربوا الصلوٰۃ میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا۔ یہ بیان اہل فطرت کی غلطی کا سیاق وسباق قرآنی اور طرز کلام سے ہوا۔ ۷۴۱

یہانتک ایک جواب اہل فطرت کے استدلال عن الایات کا ہوا۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ سنت اللہ سے مراد عام نہیں لے سکتے۔ مشاہدہ اسکی تکذیب کرتا ہے دن رات عالم میں تغیر ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ قیامت تک ہوتے رہینگے اور طرز کلام اور سیاق وسباق قرآنی بھی عموم کی تکذیب کرتا ہے اور سیاق وسباق صاف بتلاتا ہے کہ آیتوں میں

(ح) ہر جگہ خلق اللہ اور سنت اللہ سے مراد حق کا غلبہ ہے باطل پر خواہ حجت اور دلیل سے ہو یا قہر و عذاب سے اسکے سوا کچھ مراد نہیں مطلب یہ ہوا کہ ہماری یہ عادت ہے کہ حق کو ہمیشہ غلبہ دیتے ہیں یہ عادت کبھی نہیں بدلی جاویگی یہ ایک جواب ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن ایک کلام ہے جس کی زبان عربی ہے ہر کلام کا مفہوم اوس زبان کے قواعد سے سمجھا جاتا ہے ان تمام آیتوں میں لفظ تبدیل اور تحویل کے واقع ہوئے ہیں اور یہ دونوں مصدر ہیں مصدر ایک فعل کا نام ہوتا ہے جیسے ضرب مارنے کا نام ہے فعل کے لئے ایک فاعل ہوتا ہے اور بعض میں ایک مفعول بھی ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ضرب کے لئے ایک ضارب ہوگا یعنی مارنے والا اور ایک مضروب ہوگا یعنی جسپر مار پڑی، غرض ایسا مصدر فاعل اور مفعول کو چاہتا ہے تو تبدیل اور تحویل کے لئے بھی فاعل اور مفعول ہوں گے فاعل وہ ہوگا جو تبدیل اور تحویل کرے اور مفعول وہ ہوگا جسپر تبدیل اور تحویل واقع ہو ان آیتوں میں مفعول تبدیل اور تحویل کے یقیناً سنت اللہ اور خلق اللہ میں مطلب یہ ہے کہ ان پر تبدیل اور تحویل واقع نہیں ہوسکتی جیسا کہ ابنا رزماں بھی مانتے ہیں لیکن گفتگو ان کے فاعل میں باقی ہے اس کے فاعل دو ہی ہوسکتے ۴۳
ہیں یا اللہ یا غیر اللہ یعنی مخلوق، ابنا رزماں کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں قسم کے فاعلوں سے اس فعل کی نفی کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ اللہ کی طرف سے ان میں تبدیل ہوسکتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف سے، اللہ تعالی کی طرف سے تبدیلی نہ ہوسکنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ حق تعالی کی قدرت سے ہی یہ تبدیلی باہر ہو اور ایک یہ کہ قدرت سے باہر تو نہ ہو لیکن اللہ تعالی نے وعدہ کرلیا ہو اور خبر دیدی ہو کہ ہم تبدیلی نہیں کریں گے پہلی صورت تو بالاتفاق باطل ہے کوئی مسلمان بلکہ کسی مذہب کا آدمی بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالی کی قدرت سے کوئی کام باہر ہے، اب رہ گئی دوسری صورت کہ قدرت ہو لیکن یہ خبر دیدی ہو کہ ہم سنت اللہ میں اور خلق اللہ میں تبدیل اور تحویل نہ کریں گے، اس کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے سو ہم صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ جنت دوزخ وزن اعمال پل صراط معجزات وغیرہا خلاف فطرت باتوں کی خبریں صاف صاف قرآن میں ہیں یہ وعدہ نہیں آیا اور ان آیات زیر بحث کو وعدہ کہنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ان میں دونوں احتمال ہیں۔

(باقی آئندہ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں جعفر کی کشتی دریا میں کھڑی ہوئی دیکھ رہا ہوں اور انصار کو بھی دیکھ رہا ہوں اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ کیا آپ دیکھ رہے ہیں؟" حضور نے فرمایا کہ ہاں میں دیکھ رہا ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھلا دیجئے آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی دیکھ لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (انت الصدیق) یعنی تم صدیق ہو۔ اب رہی یہ بات کہ کس قسم کے لوگ صدیق کے لقب سے ملقب ہو سکتے ہیں آیا یہ خطاب خصوصاً مومن ہی کو مل سکتا ہے یا کافر اور منافق کو بھی صدیق کہہ سکتے ہیں۔

اس مسئلہ کا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام معجز نظام میں اس طرح فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق ہیں +

اس آیت شریفہ سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مومن ہی صدیق ہو سکتا ہے کافر اور منافق نہیں ہو سکتا۔ ٦٧

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں افضل ہیں

علماء اہل سنت الجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام امت سے افضل ہیں آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علی الترتیب پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر باقی اہل بیعت پھر باقی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ نے اسی طرح اجماع نقل کیا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا عقلاً و نقلاً بھی ضروری ہے چنانچہ حضرت شیخ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا میں خلافت خاصہ کے لوازم کی تفصیل میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ ایسا شخص ہو جو اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو۔ عقلاً و نقلاً[1] یہ بات خلافت خاصہ میں اسلئے ضروری ہے کہ نکتہ اولے

[1] عقلاً و نقلاً کا مطلب یہ ہے کہ اس خلیفہ کا تمام امت سے افضل ہونا عقل و نقل دونوں سے ثابت ہو۔ یعنی عقل سے ثابت ہو

میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ جب ظاہری خلافت حقیقی خلافت کے ہمدوش ہوگی تو کام اپنے موقع پر ہوگا اب اس جگہ یہ نکتہ بھی معلوم کرلینا چاہیئے کہ خواص پر حکمت کرنا اخص الخواص کے سوا کسی غیر کو لائق نہیں ہے پس غیر اخص کی خلافت سب کو شامل نہ ہوگی لہذا اصحابہ جو خاص امت ہیں ان حکومت اسی کو سزاوار ہوگی جو اخص الخواص (یعنی ان سب میں افضل ہو) اور غیر افضل کا خلیفہ خاص مقرر کرنا رخصت[۱] کا حکم رکھتا ہے بہ نسبت عزیمت کے اور رخصت ضعف سے خالی نہیں اور نہ مطلقاً تعریف کے لائق ہے اور نیز اس لیے بھی خلیفہ خاص کو تمام امت سے افضل ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ میں دین کی تمکین ہر طرح مقصود ہوتی ہے اور یہ تمام امت سے افضل کو خلیفہ بنائے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے امام حسنؓ کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس شخص پر متفق کرے گا جو ان سب میں بہتر ہو روایت کیا اسکو حاکم نے بخلاف خلافت عامہ کے کہ اس میں دین پسندیدہ کی تمکین ہر طرح نہیں بلکہ بعض طریقوں کے ساتھ مقصود ہوتی ہے اور نیز اس لیے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں خلافت بر منہاج نبوت آیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کچھ دنوں نبوت و رحمت ہوگی پھر خلافت و رحمت اور نبوت کی طرح وہ بھی دین و دنیا دونوں کی ریاست ظاہری و باطنی کو شامل ہے پس جس طرح کسی شخص کا نبی بنانا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے[۲] تاکہ نبی بنانے والے جل ذکرہ سے قباحت مرتفع ہوجائے اسی طرح

(بقیہ صفحہ) ہونیکی صورت یہ ہے کہ اس کے افعال و اقوال و احوال نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ میں شریعت کے مطابق ہوں اور نقل سے ثابت ہونیکی صورت یہ ہے کہ قرآن یا حدیث سے اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہو ۱۲۔

[۱] جب کوئی حکم شرعی کسی عذر کیوجہ سے بدل جائے تو بدلنے سے پہلے اسکی جو حالت تھی وہ عزیمت ہے اور بدلنے کے بعد جو حالت پیدا ہوئی وہ رخصت ہے جیسے رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم مرض کیوجہ سے بدل جاتا ہے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوجاتی ہے پس بدلنے سے پہلے جو حالت تھی یعنی روزہ رکھنا وہ عزیمت ہے اور بدلنے کے بعد جو حالت پیدا ہوئی یعنی روزہ نہ رکھنا یہ رخصت ہے ۱۲

[۲] یعنی اگر غیر افضل نبی بنادیا جائے تو بے انصافی لازم آتی ہے اور بے انصافی سے ذات پاک حق سبحانہ بری ہے ۱۲۔

کسی شخص کو امت پر خلیفہ بنانا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ غیر فضل کو عامل بنانا خیانت ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ عِصَابَۃٍ وَفِیْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃِ مَنْ ھُوَ اَرْضٰی لِلّٰہِ مِنْہُ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَخَانَ رَسُوْلَہٗ وَخَانَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۞

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا درحالیکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اللہ کو اس (پہلے شخص) سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ کی خیانت کی۔ اور رسول اللہ کی خیانت کی اور مؤمنین کی خیانت کی۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیہم محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جہنم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ رعایت کیلئے کسی عہدہ پر مقرر کردے تو اسپر خدا کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا نہ اس کا فدیہ یہاں تک کہ اسکو جہنم میں ڈال دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کو حاکم نے روایت کیا ہے یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب چھوٹے چھوٹے عہدوں پر باوجود قدرت کے مفضول کو مقرر کرنے کی یہ حالت ہے تو خلافت کبریٰ میں مفضول کے مقرر کرنے کا کیا حال ہے۔ ہاں مختلف صورتوں کے درپیش ہو جانے اور خیر و شر باہم ملجانے اور جیسا کہ چاہیئے امر خلافت کا انتظام نہ ہو سکنے کی حالت میں رخصت کی راہ اختیار کرنی چاہیئے نیز اسلئے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت کے متعلق مشورہ کرتے وقت صحابہ نے استخلاف کا مدار فضیلت پر رکھا اور لفظ احق بھذا الامر کہا تھا۔ اور جن لوگوں نے صدیق اکبر کے خلیفہ بنائے جانے میں مناقشہ کیا تھا انکو جب اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوگئی تو ابوبکر کی فضیلت کے قائل ہو گئے اور یہ اسی پر مبنی ہے کہ خلافت خاصہ فضیلت کے ساتھ ساتھ ہے۔ آپ کی فضیلت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے یہاں صرف تین مسلک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مسلک اول - یہ کہ آپ کا استخلاف نص اور اجماع سے ثابت ہے اور ایسا استخلاف افضل ہونے کو لازم ہے غیر افضل کے لئے نہیں ہو سکتا انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقعہ پر اس کی تقریر سپرد قلم کی جائے گی۔

دوسرا مسلک یہ کہ بہت سی حدیثیں آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے اکثر مرفوع ہیں بعض میں یہ دلالت لطور نص کے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی احد افضل من ابی بکر رض

بخدا کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا آفتاب اور نہ غروب انبیاء اور رسولوں کے بعد جو افضل ہوا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے۔

اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوگئی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد تمام امتوں سے افضل ہیں (خیال مطبوعہ مجتبائی ممتاز علی صفحہ ۹)

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے۔

"ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے نبی کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بعد نبی و مرسل کے جابر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو (طبرانی) اس حدیث کی صحت پر بہت سے شواہد ہیں سلمہ بن اکواع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں مگر بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میری امت میں تیرے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب آدمیوں میں کون ہیں آپ نے فرمایا کہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا کہ ان کے والد ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا ان کے بعد فرمایا عمر رضی اللہ عنہما (بخاری و مسلم) ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ کا نام نہیں آیا۔ ترمذی وغیرہ عبداللہ بن شقیق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا

(باقی آئندہ)

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجالانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں۔ خصوصاً نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت حکیم الامت مدظلہم کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان پسند کیلئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔

قیمت ہر دو حصص دو روپے۔ (عمر)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مؤلفہ حکیم الامت حضرت مولانا مدظلہم

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کا نیک عمدہ سفینہ ہے تبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بہترین مشعل رہنما ہے بہت اقوال اہل سلوک دفع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیفیت روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدہر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ

شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے

ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ **قیمت** تین روپے چار آنے۔

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مطلوب ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جنسے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو **فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام** ملاحظہ فرمائیں۔ ضخامت ۴۱۲ صفحات۔

قیمت تین روپے چار آنے۔ محصولڈاک گیارہ آنے۔

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

نقشہ اوقات وکرایہ شاہدرہ سہارنپور چھوٹی لائن

چونکہ یکم ستمبر ۱۹۲۰ء سے گاڑیوں کے اوقات تبدیل ہو گئے ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ جدید اوقات سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے

شاہدرہ سے سہارنپور

میل	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن	کرایہ ہر چہار درجہ: تیسرا	ڈیوڑھا	دوم	اول
	۵	۲۰	۱۵	۱۰	شاہدرہ				
۵	۲۹	۲۰	۳۶	۱۰	لونی	۲؍	۳؍	۹؍	۱۰؍
۱۰	۵۴	۲۰	۵۹	۱۰	گوٹرہ	۴؍	۷؍	۱۱؍	[illegible]
۱۴	۱۶	۲۱	۱۹	۱۱	کھیکڑہ	۵؍	۹؍	۱۵؍	[illegible]
۲۰	۴۷	۲۱	۴۵	۱۱	باغپت	۷؍	۱۲؍	[illegible]	[illegible]
۲۴	۱۵	۲۲	۹	۱۲	سوجرو	۹؍	۱۵؍	[illegible]	[illegible]
۳۰	۴۳	۲۲	۳۵	۱۲	بڑوت	۱۱؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۳	۱۶	۲۳	۵۸	۱۲	باولی	۱۲؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶	۳۵	۲۳	۱۴	۱۳	قاسم پور کھیڑی	۱۳؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۱۰	۲۳	۴۴	۱۳	ایلم	۱۵؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۵	۳۲	۲۴	۳	۱۴	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۹	۹	۱	۲۵	۱۴	کھندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۴	۳۷	۱	۴۴	۱۴	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۰	۳۹	۲	۱۴	۱۵	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۷	۹	۳	۴۳	۱۵	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۴	۳	۹	۱۶	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۰	۳۵	۴	۴۴	۱۶	رامپور منیہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۱۶	۵	۸	۱۷	مناتی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۰	۵	۳۰	۱۷	سہارنپور	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سہارنپور سے شاہدرہ

میل	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن	کرایہ ہر چہار درجہ: تیسرا	ڈیوڑھا	دوم	اول
	۵۵	۲۱	۵۵	۷	سہارنپور				
۵	۲۲	۲۲	۱۵	۸	مناتی	۲؍	۳؍	۶؍	۱۰؍
۱۱	۵۴	۲۲	۳۹	۸	رامپور منیہاران	۴؍	۷؍	۱۲؍	[illegible]
۱۹	۳۳	۲۳	۹	۹	نانوتہ	[illegible]	۱۲؍	[illegible]	[illegible]
۲۵	۷	۲۴	۳۸	۹	تھانہ بھون	۹؍	۱۵؍	[illegible]	[illegible]
۳۱	۴۳	۲۴	۶	۱۰	ہینڈ	۱۱؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۱۷	۱	۲۳	۱۰	شاملی	۱۳؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۴	۰	۲	۵۸	۱۰	کھندراولی	۱۵؍	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۷	۲۲	۲	۱۹	۱۱	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰	۴۷	۲	۳۸	۱۱	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۶	۱۷	۳	۵	۱۲	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۹	۴۱	۳	۲۵	۱۲	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۲	۱	۴	۴۱	۱۲	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۸	۹	۴	۱۲	۱۳	سیجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۲	۳	۵	۳۳	۱۳	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۸	۳۷	۵	۱	۱۴	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۲	۲	۶	۲۱	۱۴	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۷	۲۸	۶	۴۳	۱۴	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۷	۶	۵	۱۵	شاہدرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چھوٹی لائن سے سفر کرنے والوں کیواسطے دہلی شاہدرہ کے اوقات

منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	نام اسٹیشن
۲۵	۱۶	۲۰	۱۰	۳۰	۹	دہلی	۲۸	۱۵	۳۱	۸	شاہدرہ
۴۱	۱۶	۳۴	۱۰	۴۲	۹	شاہدرہ	۴۵	۱۵	۵۰	۸	دہلی